مطالعاتی مواد۔3

برائے ٹی ایس پی ایس سی گروپ امتحانات

(ہندوستان کی تہذیب وثقافت، ہندوستان کا آئین اور حکمرانی کی ہیئت،
مملکت اور ہندوستان کی عوامی پالیسیاں، ہندوستان کی معاشی اور سماجی ترقی)

مدیران

خواجہ عظیم الدین
پرنسپل (ریٹائرڈ)

احمداللہ قریشی
پرنسپل (ریٹائرڈ)

طابع وناشر: محکمہ اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ
بہ تعاون: تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈیمی، حیدرآباد

کوآرڈینٹنگ کمیٹی

جناب احمد ندیم، آئی اے ایس
پرنسپل سکریٹری، محکمہ اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ

جناب سید عمر جلیل، آئی اے ایس
کمشنر وسکریٹری، انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن، حکومت تلنگانہ

جناب شاہ نواز قاسم، آئی پی ایس
ڈائرکٹر محکمہ اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ

پروفیسر ایس اے شکور
سابق صدر شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی وسابق ڈائرکٹر اردو اکیڈیمی

مطالعاتی مواد برائے تلنگانہ سروِیس کمیشن گروپ امتحانات

طبع اول	2022
صفحات	292
سن اشاعت	2022
تعداد	1000
قیمت	280/-

ناشر محکمہ اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں اور ناشر کی اجازت کے بغیر اس کتاب کے مندرجات سے کوئی بھی حصہ طباعت واشاعت کیلئے نہیں لیا جاسکتا۔

KOPPULA ESHWAR
Minister for Scheduled Castes Development,
Minority Welfare, Disabled Welfare &
Senior Citizens Welfare
Government of Telangana

Off : Room No. C3, 1st Floor
BRKR Bhavan, Adarsh Nagar, Hyderabad-63
T : 040 2345 1072, 040 2345 1073,
Res.: Quarter No.9, Minister Quarters,
Road No. 12, Banjara Hills, Hyderabad - 34.
Res.: 040 29563134
E - mail : ministerforwelfare@gmail.com

پیام

محکمہ اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ کی جانب سے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کو آسان بنانے اردو میں مطالعاتی مواد فراہم کر رہی ہے۔اس سلسلے میں کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی جا رہی ہے۔

ریاست تلنگانہ کے وزیر اعلیٰ کے۔چندر شیکھر راؤ اقلیتوں کے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ ان کی زبان وادب کی ترقی و ترویج کے بھی خواہش مند ہیں۔اسی ضمن میں انہوں نے نئی ریاست کی تشکیل کے ساتھ ہی اردو کو ساری ریاست میں دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی اور اس زبان کی فوری عمل آوری کے لئے 60 سے زائد اہم سرکاری دفاتر میں اردو آفیسرس کا تقرر کیا اور آج جبکہ سائنس و ٹکنالوجی اور تعلیم کے میدان میں ہر طرف مسابقت اور برابری کی کوششیں جاری ہیں، ایسے میں عزت مآب وزیر اعلیٰ نے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کے لئے اردو میں مطالعاتی مواد کی فراہمی کے سلسلے میں بھی احکام جاری کئے جس کے لیے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔اس سلسلے میں جناب محمد محمود علی عزت مآب وزیر داخلہ ریاست تلنگانہ کی کافی توجہ رہی۔میں انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اُردو میں مطالعاتی مواد کی تیاری میں جناب اے۔کے۔خان آئی پی ایس ریٹائرڈ، مشیر اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ، جناب احمد ندیم آئی اے ایس پرنسپل سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود، جناب سید عمر جلیل آئی اے ایس سکریٹری بورڈ آف انٹر میڈیٹ ایجوکیشن، جناب شاہنواز قاسم آئی پی ایس، ڈائریکٹر/ سکریٹری اُردو اکیڈیمی، پروفیسر ایس اے شکور سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی اور اساتذہ جناب احمد اللہ قریشی اور جناب خواجہ عظیم الدین ریٹائرڈ پرنسپلس کے علاوہ جناب محمد قاسم ضلعی اقلیتی بہبود آفیسر اور اردو آفیسرس کا بھی اس مواد کی تیاری میں تعاون رہا ہے، ان سب عہدیداروں واساتذہ کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اردو میں یہ مطالعاتی مواد طلبہ کو مسابقتی امتحانات میں شرکت کو آسان بنانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

کوپولہ ایشور
وزیر برائے درج فہرست طبقات، اقلیتی بہبود، بہبودی معمرین ومعذورین
حکومت تلنگانہ

MOHAMMED MAHMOOD ALI
Minister For Home, Prisons &
Fire Services

Room No. 430, 3rd Floor, 'D'-Block,
Telangana Secretariat.
Phone : 040-23453241 (O)
trs.mahmoodali@gmail.com
Hyderabad

Date 22/جون/2022

پیام

میرے لیے یہ بات باعث مسرت ہے کہ محکمہ اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ کی جانب سے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کو سہل بنانے کے لیے اردو میں مطالعاتی مواد فراہم کیا جارہا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں جہاں ہر سمت مسابقت ہے ایسے میں اردو داں طبقہ کو بھی دوسروں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی ایک کوشش کے طور پر یہ مواد تیار کیا گیا ہے۔

ہماری ریاست تلنگانہ کے عزت مآب وزیر اعلیٰ جناب کلواکنٹلا چندر شیکھر راؤ صاحب، ریاست میں اردو کی ترقی و فروغ کے سلسلہ میں کافی سنجیدہ ہیں۔ اسی ضمن میں انہوں نے ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے ساتھ ہی اردو کو ساری ریاست میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں ملک بھر میں پہلی مرتبہ 66 اردو آفیسرس کا تقرر عمل میں لاتے ہوئے انہیں تمام ریاستی وزراء کے دفاتر کے ساتھ ساتھ ریاست کے اہم دفاتر میں بھی تعینات کیا گیا تاکہ اردو والوں کے مسائل کا بروقت حل نکالا جاسکے۔ اسی طرح مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت میں آسانی کے لیے اردو میں مطالعاتی مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں بھی احکام جاری کئے گئے، جس کے لیے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔ اس مطالعاتی مواد کی تیاری میں عزت مآب وزیر اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ، جناب کوپولا ایشور صاحب کی بھی کافی حوصلہ افزائی رہی ہے ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔

اردو میں اس مطالعاتی مواد کی تیاری کے سلسلہ میں مشیر اقلیتی بہبود، حکومت تلنگانہ، جناب اے۔ کے۔ خان صاحب آئی پی ایس (ریٹائرڈ)، پرنسپل سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود، جناب احمد ندیم صاحب آئی اے ایس، سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن جناب سید عمر جلیل صاحب، آئی اے ایس، ڈائرکٹر اقلیتی بہبود و ڈائرکٹر سکریٹری اردو اکیڈیمی جناب شاہنواز قاسم صاحب آئی پی ایس، پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ اے شکور صاحب سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی اور مواد کے تیار کنندگان معزز اساتذہ کرام ریٹائرڈ پرنسپل جناب احمد اللہ قریشی صاحب اور جناب خواجہ عظیم الدین صاحب کے علاوہ ڈسٹرکٹ ،نکار نیز ویلفیر آفیسر جناب محمد قاسم صاحب کی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ بالخصوص اردو آفیسرس جنہوں نے اردو مواد کو مرتب کرنے اور ترجمہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ تمام اردو آفیسرس نے بہت ہی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ اس کام کو قلیل وقت میں تمام ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے سرانجام دیا ہے، جن کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ میں ان تمام عہدیداران و اساتذہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اردو میں یہ مطالعاتی مواد طلبہ کو مسابقتی امتحانات میں شرکت اور کامیابی میں مددگار ثابت ہوگا۔ اس خصوص میں میری نیک تمنائیں طلبہ کے ساتھ ہیں۔

محمد محمود علی

وزیر داخلہ محابس و فائر سرویسز

حکومت تلنگانہ

Res Minister's Quarter's No. 10, Road No. 12, Banjara Hills, Hyderabad.

Abdul Khayum Khan IPS (Retd)
ADVISOR (CABINET RANK)
GOVERNMENT OF TELANGANA

پیام

یہ انتہائی خوش آئند اقدام ہے کہ ریاست کے اردو طلبہ کو مسابقتی امتحانات میں شرکت میں آسانی کے لئے مطالعاتی مواد تیار کیا گیا ہے۔ حکومت تلنگانہ جہاں اقلیتوں کے سماجی مسائل کو حل کرنے میں سنجیدہ ہے وہیں اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لئے بھی کئی اسکیمات کو عمل میں لارہی ہے۔ جناب کے۔ چندراشیکھر راؤ صاحب عزت مآب وزیر اعلیٰ نے تلنگانہ ریاست کی تشکیل کے ساتھ ہی اردو کو ساری ریاست کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی اور اس کی بہتر عمل آوری کے لئے سرکاری دفاتر میں اردو آفیسرس کا تقرر کیا گیا' اسی طرح عزت مآب وزیر اعلیٰ کے ہی احکام کے مطابق مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کو آسان بنانے اردو میں مطالعاتی مواد تیار کیا گیا ہے۔

اس مواد کی تیاری میں جہاں جناب کوپولہ ایشور عزت مآب وزیر اقلیتی بہبود' جناب محمد محمود علی عزت مآب وزیر داخلہ تلنگانہ کی خصوصی دلچسپی رہی ہے وہیں جناب احمد ندیم آئی اے ایس پرنسپال سکریٹری اقلیتی بہبود' جناب سید عمر جلیل سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن' ڈائرکٹر اقلیتی بہبود' جناب شاہنواز قاسم آئی پی ایس ڈائرکٹر اقلیتی بہبود و ڈائرکٹر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈیمی' پروفیسر ایس اے شکور سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی اور مطالعاتی مواد کے تیارکنندگان معزز اساتذہ کرام ریٹائرڈ پرنسپلس جناب احمد اللہ قریشی اور جناب خواجہ عظیم الدین کے علاوہ جناب محمد قاسم ڈسٹرکٹ مائناریٹیز ویلفیر آفیسر اور بطور مولفین اردو آفیسرس کی خدمات بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ تمام عہدیداران و اساتذہ بھی قابل مبارکباد ہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ مطالعاتی مواد اردو طلبہ کی مسابقتی امتحانات میں شرکت کو یقینی بنائے گا۔

اے۔ کے۔ خان آئی پی ایس (ریٹائرڈ)
مشیر اقلیتی بہبود' حکومت تلنگانہ

ROOM NO. 236A, 1st FLOOR, D-BLOCK, TELANGANA SECRETARIAT, HYDERABAD.
Phone : +91 - 4023459902, 23459923 Fax : 040 - 23459923
Mobile : 9490616003, 9974522999
E-mail : advisorminorities@gmail.com | akkhan1956@gmail.com

AHMAD NADEEM, I.A.S.,
Principal Secretary to Government

MINORITIES WELFARE DEPARTMENT
Government of Telangana
B-Block, 3rd Floor, BRKR Bhavan,
Hyderabad - 500 063.
© Off. : +91-040-2345 2983, 040-2345 9906
e-mail : secy.mwts@gmail.com

پیام

یہ بات باعث مسرت ہے کہ محکمہ اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ کی جانب سے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کو آسان بنانے اردو میں مطالعاتی مواد فراہم کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں کتابوں کی اشاعت کی گئی ہے۔ موجودہ سائنس و ٹکنالوجی کے دور میں تمام طبقات کے ساتھ اردو داں طبقہ کو بھی دوسروں کے ہم قدم ہو کر ترقی کی راہ تلاش کرنا ضروری ہے۔ ہماری ریاست تلنگانہ کے وزیر اعلیٰ جناب کے۔ چندرا شیکھر راؤ ریاست میں اردو کی ترقی و فروغ کے سلسلہ میں کافی سنجیدہ ہیں' اسی ضمن میں انہوں نے ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے ساتھ ہی اردو کو ساری ریاست میں دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی ہے۔

عزت مآب وزیر اعلیٰ نے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کے لئے اردو میں مطالعاتی مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں بھی احکام جاری کئے۔ جس کے لئے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔ جناب کو پولہ ایشور عزت مآب وزیر اقلیتی بہبود اور جناب محمد محمود علی عزت مآب وزیر داخلہ حکومت تلنگانہ کی حوصلہ افزائی بھی اس مطالعاتی مواد کی تیاری میں معاون رہی ہے۔ ہم ان کے بھی سپاس گذار ہیں۔

اردو میں اس مطالعاتی مواد کی تیاری کے سلسلہ میں ہمہ جہت کوشش اور رہنمائی کے لئے جناب اے۔ کے۔ خان آئی پی ایس ریٹائرڈ' مشیر اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ' جناب سید عمر جلیل سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن' ڈائرکٹر اقلیتی بہبود و ڈائرکٹر / سکریٹری اردو اکیڈیمی جناب شاہ نواز قاسم آئی پی ایس' پروفیسر ایس اے شکور سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ اور مواد کے تیار کنندگان جناب احمد اللہ قریشی اور جناب خواجہ عظیم الدین و دیگر مولفین مبارک باد ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ اردو میں یہ مطالعاتی مواد طلبہ کو مسابقتی امتحانات میں شرکت کے لئے معاون ثابت ہوگا۔

احمد ندیم آئی اے ایس
پرنسپال سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ

Syed Omer Jaleel, I.A.S.

Commissioner of Intermediate Education
Government of Telangana
Prof. Jayashankar Vidyabhavan,
Nampally, Hyderabad - 500001,
Ph : 040-24655915, Fax : 040-24655927

پیام

حصولِ علم کا ایک ذیلی مقصد تلاشِ معاش بھی ہے۔ حکومتِ تلنگانہ نے زائد از 80 ہزار مخلوعہ جائیداوں پر کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جناب کے۔ چندر شیکھر راؤ، عزت مآب وزیر اعلیٰ نے ملک میں پہلی بار ریاست تلنگانہ کے تمام مسابقتی امتحانات کو اُردو میں منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جو اُردو ذریعہ تعلیم سے فارغ اور متلاشیان روزگار کے لئے نہایت قیمتی تحفہ ہے۔ اس سلسلہ میں ریاستی وزیر داخلہ جناب محمد محمود علی کی جانب سے محکمہ اقلیتی بہبود کے زیرِ نگرانی اُردو میں مسابقتی امتحانات کا مواد تیار کرنے کی پہل کی گئی ہے۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ، اُردو اکیڈیمی اور محکمہ اقلیتی بہبود کو اس اہم کام کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چنانچہ پروفیسر ایس۔ اے شکور اور میں نے اردو داں حضرات کی نشاندہی کرتے ہوئے جناب احمد اللہ قریشی اور جناب خواجہ عظیم الدین کی نگرانی میں انٹر، ڈگری سے وابستہ دیگر برسر کار و ریٹائرڈ اصحاب کی ٹیم تشکیل دیتے ہوئے نہایت قلیل وقت میں مواد تیار کیا ہے۔ جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس کاوش سے منسلک تمام مضامین کے ماہرین اور مترجمین و معاونین اور اردو آفیسرس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اس مواد سے زیادہ سے زیادہ اُردو طبقہ مستفید ہوگا۔

سید عمر جلیل

سید عمر جلیل آئی اے ایس

کمشنر و سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ۔ تلنگانہ

GOVERNMENT OF TELANGANA
MINORITIES WELFARE DEPARTMENT

Shabnawaz Qasim, I.P.S.
Director
Minorities Welfare Department
Telangana State

Cell : 8790864422
☎ : 040-24752227

پیام

حکومت تلنگانہ کی جانب سے مسابقتی امتحانات میں اردو طلبہ کی شرکت کو آسان بنانے اردو میں مطالعاتی مواد فراہم کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل ان امتحانات کے لئے اردو میں کوئی مواد دستیاب نہیں تھا۔ یہ بات باعث مسرت ہے کہ اس مواد کی اردو میں تیاری میں جناب کوپولہ ایشور عزت مآب وزیر اقلیتی بہبود، جناب محمد محمود علی عزت مآب وزیر داخلہ تلنگانہ اور جناب اے۔ کے۔ خان معزز مشیر اقلیتی بہبود تلنگانہ کی خصوصی رہنمائی اور دلچسپی رہی۔

معزز عہدیداران جناب احمد ندیم آئی اے ایس پرنسپال سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود، جناب سید عمر جلیل آئی اے ایس سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن، پروفیسر ایس اے شکور سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ، اساتذہ کرام جناب احمد اللہ قریشی اور جناب خواجہ عظیم الدین دیگر معاونین و مؤلفین بھی قابل مبارکباد ہیں جن کے تعاون سے اس مواد کی تیاری ممکن ہو سکی۔

مجھے امید ہے کہ یہ مطالعاتی مواد اردو طلبہ کو مسابقتی امتحانات میں شرکت کو آسان بنانے میں معاون ثابت ہوگا۔

شاہ نواز قاسم آئی پی ایس
ڈائرکٹر اقلیتی بہبود، ڈائرکٹر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈیمی

5th Floor, Beema Bhavan (Insurance Building), Tilak Road, Abids, Hyderabad - 500 001. T.S. India.
E-mail : cmwtg1@gmail.com

پیش لفظ

ریاست تلنگانہ میں اُردو زبان کو دوسری سرکاری زبان کا موقف حاصل ہے۔ جناب کے۔ چندرا شیکھر راؤ صاحب، عزت مآب وزیر اعلیٰ ریاست تلنگانہ، اردو کو تلنگانہ کے لسانی کلچر کا ایک اہم حصہ مانتے ہیں۔ انھوں نے اُردو کو ساری ریاست کی دوسری سرکاری زبان قرار دیا اور اس پر عمل آوری کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے۔ کووِڈ کی ہلاکت خیزیوں کے بعد ریاست کے نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے 88 ہزار 39 افراد کو سرکاری محکمہ جات کے مختلف زمروں میں ملازمتیں فراہم کرنے کا اعلان کیا۔ سرکاری اسکولوں کے لئے اساتذہ کے تقررات کے ضمن میں امتحان ٹی ایس۔ ٹیٹ کا انعقاد عمل لایا۔ یہ تمام امتحانات تلگو اور انگریزی کے ساتھ اُردو میں بھی منعقد کرنے کا جرات مندانہ فیصلہ کیا گیا۔ ان امتحانات کے نصاب کے مطابق تلگو اور انگریزی کا مطالعاتی مواد تلگو اکیڈیمی کے ذریعہ تیار کیا گیا۔ اُردو میں مطالعاتی مواد کی کم سے کم وقت میں تیاری کے لئے حکومت تلنگانہ کی جانب سے خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب اسی منصوبہ کا حصہ ہے۔ اُمید ہے کہ تمام گروپ سرویس کے امیدواروں کے لئے یہ کتابیں مددگار ثابت ہوں گی۔

ریاست تلنگانہ کے ہردلعزیز وزیر اعلیٰ جناب کے۔ چندرا شیکھر راؤ صاحب نے مسابقتی امتحانات کے لئے اُردو میں بھی مطالعاتی مواد کی تیاری اور اشاعت کا حکم صادر فرمایا۔ جس کے لئے اہل اردو وزیر اعلیٰ کے سپاس گذار ہیں۔ جناب کوپولا ایشور عزت مآب وزیر اقلیتی بہبود نے اُردو مواد کی تیاری کے لئے حوصلہ افزائی فرمائی جس کے لئے اُردو والے ممنونیت کا اظہار کرتے ہیں۔ جناب محمد محمود علی عزت مآب وزیر داخلہ نا صرف اردو داں ہیں بلکہ اُردو کی ترویج و اشاعت کے ہر مسئلہ میں ان کی اعانت شامل رہتی ہے۔ اس مطالعاتی مواد کی تیاری میں ان کی دلچسپی ناقابل فراموش ہے۔

مشیر برائے اقلیتی بہبود جناب اے۔ کے خان نے مواد کی تیاری کے لئے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا جس کے لئے اُردو داں احباب بہ صمیمِ قلب ممنون ہیں۔ پرنسپل سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود جناب احمد ندیم کا اردو مواد کی تیاری کے لئے بے مثال تعاون باعث تشکر ہے۔ ہم اہل اردو قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے ممنون ہیں۔ ڈائرکٹر محکمہ اقلیتی بہبود و ڈائرکٹر تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی جناب شاہ نواز قاسم کا اردو مواد کی تیاری میں ہمہ جہت تعاون ناقابل فراموش ہے میں تہہ دل سے موصوف محترم کا سپاس گذار ہوں۔ مطالعاتی مواد کی تیاری کا سہرا کمشنر و سکریٹری بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن جناب سید عمر جلیل کے سر ہے۔ طلبہ و اولیائے طلبہ اس اقدام کے لئے انھیں دل کی عمیق گہرائیوں سے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ جناب محمد قاسم ڈسٹرکٹ میناریٹیز ویلفیر آفیسر ضلع حیدرآباد کا ہر آن تعاون تادیر یاد رکھا جائے گا۔ مطالعاتی مواد کی تیاری جناب احمد اللہ قریشی، ریٹائرڈ پرنسپل اور جناب خواجہ عظیم الدین ریٹائرڈ پرنسپل کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھی میں ان احباب کا بھی شکر گذار ہوں۔ اس مواد کی تیاری میں اُردو آفسران کی خدمات بطور مولفین مستعار لی گئیں ان کی انتھک کاوشوں کے نتیجہ میں کتابیں منظر عام پر آسکیں جس کے لئے وہ قابل ستائش ہیں۔

اگرچہ مطالعاتی مواد کی اغلاط سے مبرا تیاری کے لئے ممکنہ کاوش کی گئی لیکن سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو تو طلبہ و اہل اردو سے گذارش ہے نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان غلطیوں کو دور کیا جاسکے۔ توقع کرتا ہوں کہ یہ کتب مسابقتی امتحانات کی تیاری میں سودمند ثابت ہوں گی۔

پروفیسر ایس۔ اے۔ شکور

سابق صدر شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی و سابق ڈائرکٹر تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی۔

فہرست

شمار	باب	صفحہ نمبرات
1	ہندوستان کی تاریخ اور ثقافت	1-108
2	ہندوستان کا آئین اور حکمرانی کی نوعیت	109-148
3	حکمرانی اور عوامی پالیسیاں	149-156
4	ہندوستان اور تلنگانہ کی سماجی و معاشی ترقی	157-295

iii

Adilabad
Kumurambheem Asifabad
Nirmal
Mancherial
Jagtial
Nizamabad
Peddapalli
Jayashankar Bhupalpally
Rajanna Sircilla
Karimnagar
Kamareddy
Mulugu
Siddipet
Medak
Sangareddy
Jangaon
Bhadradri
Kothagudem
Mahabubabad
Yadadri Bhuvanagiri
Hyderabad
Vikarabad
Rangareddy
Khammam
Suryapet
Nalgonda
Mahabubnagar
Narayanpet
Wanaparthy
Nagarkurnool
Jogulamba
Gadwal

ہندوستان کی تہذیب وثقافت

(i) تاریخی مآخذ (Historical Sources)

ابتدائی ماخذات میں آثار قدیمہ کے ماخذ جیسے دفینے' ڈھانچے' مٹی کے برتن' اوزار' کتبات' سکے' ادبی یا زبانی روایتیں جیسے گاتھاس' ایتہاسا پراناس' لوک گیت اور کہانیاں' یکشا گاناسن' اصطلاحات' مکالمے' تحریری دستاویزات جسے قانونی فیصلے' سرکاری کارپوریٹ' ریکارڈ' سوانح حیات' ڈائریاں' خطوط' دستاویزات' وصیت نامے' احکامات' گواہوں کے ریکارڈ' سرکاری اطلاعات' ممنوعہ احکامات' رجسٹرڈ دستاویزات' رسالے' اخبارات' تصویریں' نقشے' کتابیں' ورقیے' فلمیں تحقیق دستاویزات وغیرہ شامل ہیں۔

آثار قدیمہ کے ذرائع

آثار قدیمہ کے ذرائع میں سب سے اہم نوادرات ہیں۔ نوادرات کے تحت پتھر کے مختلف اوزار' مٹی کے برتن' کھنڈرات' مجسمے' پینٹنگ شامل کئے جاسکتے ہیں۔ آثار قدیمہ کے ذرائع ما قابل تاریخ اور تاریخ ہند کے ابتدائی تاریخی مرحلے کو سمجھنے کے لیے اہم ذرائع ہیں۔ موہن جودارو' ہڑپا' تکشا شیلا' لوتھل' تھانیشور' نالندہ' سارناتھ' پاٹلی پتر' ہتنیا پور' ناگرجنا کنڈہ اور دیگر مقامات پر کی گئی کھدائیوں سے قدیم تاریخ ہند کے بہت سارے پہلو آشکار ہوئے۔ ہڑپا اور موہنجوداڑو کے مقامات پر کھدوائیوں نے پہلی مرتبہ شہری خصوصیات کو بے نقاب کیا۔ تکشا شیلا کے مقام پر کھدوائیوں نے کشان حکمرانی کے نئے پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ دیگر مقامات پر کھدوائیوں نے اس دور کی سماجی مذہبی طرز زندگی' فن اور فن تعمیر کو بے نقاب کیا۔ اسی طرح کنہیری' بھیم بیبنکا' بیڈنسا' اجنتا ایلورہ' سانچی' سارناتھ' امراوتی استوپائیں' دیوگیری' مہابلی پورم' تنجاور' کونارک' پوری' مالم پور کے مندروں کا فن اور فن تعمیر مذہبی عقائد اور اس زمانے کی تہذیب کی علامتیں ہیں۔

کتبات :(Inscriptions)

سائنس جو کتبات کا مطالعہ کرتی ہے Epigraphy کہلاتی ہے۔ کتبات کو چار اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (1) اشوک کے چٹان کتبے (2) وقف شدہ (Dedicative) کتبات (3) عطیہ کردہ کتبات (Donative Inscriptions) (4) یادگاری کتبات (commemorative inscription) کتبات کو پتھروں پر کندہ کروایا گیا تھا۔ ان کتبات ایک مقام کے جغرافیہ' مذہبی اور ثقافتی حالات' حکمران خاندان کا سلسلہ نسب' حکمران کی مدت' جنگیں اور لڑائیاں' حکمرانوں وزراء' کمانڈران چیف' عام لوگوں کی جانب سے کئے گئے اور ان کے کارنامے دیئے گئے مختلف عطیہ جات' کتبے لکھنے والوں کے نام کندہ کئے جاتے تھے۔ ہندوستان میں قابل ذکر کتبات ' اشوک کے کتبات' کھاراویلا کا ہاتھی گمپا کتبہ' گوتمی پترسری ستکرنی ناسک کا کتبہ' رودرامن کا جونا گڑھ کتبہ' سمدرگپت کا الہ آباد کتبہ' چندرگپت دوم کا مہرولی کتبہ' یشودھرمن کا مندسور کتبہ' پلاکیشن دوم کا ایہول کتبہ وغیرہ شامل ہیں۔ جنوبی ہند کی تاریخ میں مابعد ستواہن حکمرانی بالخصوص اکشاواکاڈی' سالنکیاناؤں' وشنوکنڈن' مشرقی چالوکیہ کی معلومات ان کے پتھر اور تانبہ کی تختی کے کتبات کی وجہ سے اہم ہیں۔

سکوں کا مطالعہ (Numismatics)

سکوں کا مطالعہ کرنے والی سائنس کو Numismatics کہا جاتا ہے۔ کتبات کے بعد سکے قدیم اور قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اہم ماخذ ہیں۔ سکوں کو مختلف دھاتوں' سونا' چاندی' تانبہ' سیسہ وغیرہ سے مختلف

حکمرانوں کیلئے ڈھالا جاتا تھا۔ سکے ہند یونانی' کشان اور سا کا حکمران کی تاریخ کے مطالعہ کے لیے اہم ماخذ ہیں۔ جمہوری ریاستوں جیسے یہودیسر (yaudheyas)' ارجنایاس (Arjunayanas)' ملاواس کی تاریخ سکوں کے ذریعے معلوم کی گئی۔ گپتا کی نشانیوں میں گروڈا' لکشمی دیوی کی تصاویر وشنوازم کی طرف ان کے جھکاؤ کو بتلاتی ہیں۔ کشان کا بادشاہ کنشک کے سکوں میں گوتم بدھ کی تصویر کندہ کرادی گئی۔ ہندوستان کا سب سے قدیم سکہ (پنچ مارک سکہ)۔ کشان کا سکہ (گوتم بدھ کی تصویر کندہ)۔ سمندر گپت کا سکہ۔ شیر شاہ سوری کا سکہ

ادبی ماخذ

اسکالرز اس خیال کے حامی ہیں کہ ویدک ادب (1500-500 BC) کے درمیان لکھا گیا۔ سمرتی ادب (200 BC to 100 CE) کے درمیان' سوتر ادب 7 ویں اور دوسری صدی ق۔م میں لکھا گیا۔ تاریخی نظمیں جیسے رامائن اور مہا بھارت 5 ویں صدی ق م سے 3 ویں صدی ق م کے دوران لکھے گئے تھے۔

رگ وید کو دنیا کی قدیم ترین ادبی روایات سمجھا جاتا ہے۔ یہ دیگر تمام ویدوں کا ماخذ ہے۔ یہ ابتدائی آریاؤں سے متعلق ان کے سیاسی' سماجی' معاشی اور مذہبی عقیدوں کے بارے میں قیمتی معلومات دیتا ہے۔ دیگر وید جیسے سام وید' یجروید اور اتھروید آریاؤں کی تہذیب میں تبدیلیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ ہندوؤں کا خیال ہے کہ وید یں خود ساختہ ہیں۔ سام وید ہندوستانی موسیقی کی دھنوں پر قدیم ترین شاعرانہ مقالہ ہے۔ یجروید آریاؤں کی سماجی زندگی میں تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اتھروید عام لوگوں کے مقبول عقائد اور توہم پرستی کو بیان کرتا ہے۔ برہمناس' مذہبی رسومات' ائیتریا' جیمنیا' ستاپتا اور گوہتا برہمناس مختلف رسوم' ان کے معنوں' ان کوادا کرنے کے طریقوں اور دیگر روسمات کو تفصیل سے واضح کرتے ہیں۔ وہ ان طریقوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعہ غیر آریاؤں کو آریائی سماج میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

(ii) ماقبل تاریخ (Pre History)

تاریخ سے پہلے کا دور ماقبل تاریخ کہلاتا ہے۔ اس دور میں پتھر کا وسیع پیمانہ پر استعمال کیا گیا تھا' مورخین اس دور کو پتھر کا دور کہتے ہیں۔ اس دور کی اس طرح درجہ بندی کی گئی ہے۔

1۔ قدیم پتھر کا دور Paleolithic Age

2۔ درمیانی پتھر کا ور Mesolithic Age

3۔ جدید پتھر کا دور Neolithic Age

4۔ Chalcolithic دور

قدیم پتھر کا دور

لفظ Paleolithic کو یونانی الفاظ Paleo جس کے معنی قدیم اور Lithos جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ اس نے اس کو Old Stone Stage بھی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی لہذا اس دور کو Ice Age Pliocene کہا جاتا ہے۔ اس کا دور 100000 - 2mya برسوں قبل سے لیکر 10,000 برسوں کا ہے۔

نچلا قدیم پتھر کا دور Lower Paleolithic Period

یہ پتھر کے دور کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور ابتدائی میں انسان Homo Habilis کہلاتا تھا۔ Homo Erectus میں تبدیل ہوا۔ اس نے رفتار اور ہاتھ کی مہارت پر کنٹرول حاصل کیا۔ اس نے بڑے پتھر کے اوزار، ہاتھ کی کلہاڑیاں استعمال کیں۔ پھر انسان Homo Erectus سے بتدریج Homo Sapie میں تبدیل ہوا۔ اس کی باقیات پہلے پہل جرمنی میں دستیاب ہوئیں اس لئے یہ Man Neandertha کہلاتا ہے۔

درمیانی پتھر کا دور Middle Paleolithic Period

اس دور میں انسان Homo Erectus سے Homo Sapien میں تبدیل ہوا۔ یہ انسانی نشانیاں سب سے پہلے جرمنی میں Neanderthal Lensus میں دیکھی گئیں۔ اس لیے وہ Neandertha Man کہلایا۔ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ اس دور میں انسان نے کلہاڑیاں، کھرچیاں استعمال کئے۔ فلیک بلیڈ ٹکنالوجی کا استعمال چھوٹے اور باریک اوزار بنانے کیلئے ہونے لگا۔

درمیانی پتھر کا دور Mesolithic Age

یہ دور پتھر کے چھوٹے اوزار کے استعمال سے وابستہ ہے۔ یہ دور تقریباً 10,000 ق م تا 8,000 ق۔م کے درمیان کا ہے۔ درمیانی پتھر کے دور کے انسان نے پتھر کے چھوٹے اوزار بنانے میں مہارت حاصل کی۔ پتھر کو باریک ٹکڑوں میں توڑنے کیلئے جانوروں کی ہڈیا یا جانوروں کی سنگھ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ مستطیلی بلیڈز، سوئیاں، تیر وغیرہ وہ اوزار تھے۔ میت کو متصل دفن کرنا اس دور کی ایک اور اہم خصوصیت ہے۔ درمیانی پتھر کے دور کے انسان موت کے بعد زندگی میں ایقان رکھتے تھے۔ اس لیے جب وہ میت کو دفن کرتے تو اس کے ساتھ چند اوزار، غذائی اشیاء اور زیور بھی دفن کرتے تھے۔ ہندوستان میں کئی مقامات پر درمیانی پتھر (Meslolithic) کے دور کے مقامات پائے گئے۔ چند اہم مقامات تلنگانہ میں پانڈاؤلا گٹہ، سنگانونی پلی، راما کنڈم، راجستھان میں باگھور، گجرات میں لنگنوز، وسطی ہند میں اعظم گڑھ، بھیم بھٹیکا، گھگاریا وغیرہ شامل ہیں۔

جدید پتھر کے دور Neolithic Age

جدید پتھر کا دور ابتدائی ادوار سے مختلف ہے۔ اس دور نے انسانی طرز زندگی میں کئی تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا۔ ایک مشہور ماہر آثار قدیمہ وی۔ گورڈن چائلڈ نے ادوار کو جدید پتھر کا انقلاب قرار دیا ہے۔ اس دور کا وجود 8,000 ق۔م تا 4,000 ق۔م کے درمیان کئی مقامات پر رہا۔ درمیانی پتھر کے دور کے مقابلے جدید پتھر کے دور میں آبادی قابل لحاظ اضافہ ہوا۔ جمع کی گئی غذا آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ناکافی تھی اور قدرتی آفات کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید پتھر کے دور کے لوگوں نے خوراک پیدا کرنے کے طریقے اپنائے۔ انہوں نے خوردنی فصلوں، میوہ جات اور ترکاریوں کی نشاندہی کی اور ان کی پیداوار شروع کی۔ ان میں گیہوں، بارلی، دھان، جوار، باجرہ، شکرقند چند تغذیہ بخش فصلیں تھیں۔ اس دور میں مویشی پالن سے کئی طرح سے سماجی ترقی ہوئی۔ اول، فصلوں کی پیداوار میں اضافہ ہو چونکہ کھیتوں میں چرنے والے مویشیوں کے گوبر کی وجہ سے زمین زرخیز ہوگئی۔ دوسرے، بچوں کو غذا کے طور پر گائے کا دودھ استعمال کیا جانے لگا۔ تیسرے، ایک مقام سے دوسرے مقام تک اشیاء کی منتقلی کیلئے جانوروں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

فصلوں کو برتنوں میں محفوظ کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لیے اس مقصد کیلئے برتنوں کی تیاری کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ اناج کا ذخیرہ کیا

جاسکے۔اس کے نتیجے میں کمہار کا پیشہ ترقی پایا۔

ChalcolithicAge

پتھر کے دور کی ثقافتوں میں Chalcolithic آخری مرحلہ ہے۔جدید پتھر کے دور کے آخری مرحلے کے دوران ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے Chalcolithic دور کو جدید پتھر اور پیتل کے دور (Bronze Age) کا درمیانی دور سمجھا جاتا ہے۔اس عہد کے دوران پہلی مرتبہ پتھر کے ساتھ ساتھ اوزار بنانے کیلئے تانبے کا استعمال کیا گیا یہ اور 4000ق۔م سے شروع ہو کر 3000ق۔م تک جاری رہا۔یہ مرحلہ دریائے سندھ کے کنارے، میسوپوٹامیہ اور دریائے نیل کے کنارے پروان چڑھی اور بتدریج دنیا کے دیگر حصوں میں پھیلا۔

وادی سندھ کی تہذیب

وادی سندھ کی تہذیب کو ہندوستان کی سب سے قدیم تہذیب مانا جاتا ہے جو چارتا پانچ ہزار سال قدیم ہے اس تہذیب کی ابتداء وادی سندھ سے ہوتی ہے جہاں سے وہ ملک کے دیگر حصوّں میں پھیل جاتی ہے اس تہذیب کا خصوصی طور پر شہری کردار تھا۔ 3000ق۔م کے آس پاس دریائے سندھ کے کنارے انسانی بستیاں پروان چڑھی اور گزرتے وقت کے ساتھ برصغیر کی پہلی بڑی اور قدیم تہذیب کے طور پر ترقی پائیں یہ تہذیب دراصل پنجاب کے ضلع مانٹو گومری میں واقع ہڑپہ کے مقام پر دریافت کی گئی اس لئے اسے ہڑپہ تہذیب کے نام سے موسوم کیا گیا 1920ء میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ تہذیب کی دریافتوں نے ہندوستانی تاریخ کو تبدیل کرتے ہوئے ایک نئے باب کا آغاز کیا۔

وسعت

1922ء میں موہنجوداڑو شہر کی دریافت اس کے علاوہ ہڑپہ اور ان کے اطراف واکناف کے علاقے دریائے سندھ اور اس کی معاون ندیوں کے قریب ہیں جسکی وجہہ سے سرجان مارشل جو اس وقت کے محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر تھے انھوں نے اس تہذیب کا نام " وادی سندھ کی تہذیب" رکھا۔جغرافیائی اعتبار سے سندھ کی تہذیب سے مراد دو اہم شہروں کی تہذیب ہے جو دوسرے اس تہذیب کے ابتدائی نقوش سندھ اور اس کی معاون ندیوں کی وادی میں دستیاب ہوئے تھے اسی لئے اس کا نام وادی سندھ کی تہذیب یا سندھ کی تہذیب رکھا گیا لیکن جب ہڑپہ کے نمونے اشیاء اور تہذیبی آثار وادی سندھ سے باہر دوسرے علاقوں میں کی گئی کھدائیوں میں دستیاب ہوئیں تو محکمہ آثار قدیمہ نے اسے ہڑپہ تمدن یا ہڑپہ تہذیب کا نام دیا۔

ہڑپہ تہذیب کی دریافت

ہڑپہ تہذیب کی دریافت کے مراحل کو تین ادوار میں بیان کیا جاسکتا ہے

1 - پہلا مرحلہ 1820-1902

2- دوسرا مرحلہ 1902-1944

3- تیسرا مرحلہ (1944 کے بعد)

1 - پہلا مرحلہ (1820-1902)

پہلے مرحلے کا آغاز انیسویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے ابتدائی تحقیقات کرنے والا شخص چارلس میسن تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی میں برطانوی فوجی تھا۔1820ء میں اس نے پنجاب میں ہڑپہ کا دورہ کیا اپنے اس دورے کے دوران اس نے ہڑپہ کی باقیات جسے اس نے

اینٹوں کا کھنڈر محل قرار دیا کچھ سال بعد لفٹننٹ الیگزنڈر برنس نے بھی ہڑپہ کا دورہ کیا اس نے بھی بھاری مقدار میں اینٹوں کے کھنڈرات کا ذکر کیا میسن اور برنس کی دریافت کو آثار قدیمہ کے پہلے ڈائرکٹر جنرل سر الیگزنڈر کننگھم (Sir Alexander Cunningham) نے میسن اور برنس کے شواہد کی توثیق کی برطانوی انجینئر جو لاہور اور ملتان کے درمیان ریلوے لائین بچھا رہے تھے وہ ان پٹریوں کے نیچے ان دستیاب اینٹوں کو استعمال کر رہے تھے کننگھم نے فوری آثار قدیمہ کا سروے کروانے کا فیصلہ کیا اس سروے میں سب سے پہلے ایک مہر دریافت ہوئی جو ایک سیاہ پتھر کی غیر پالش شدہ مہر تھی اس مہر پر ایک بغیر کوہان بیل کی تصویر کندہ تھی جس کی گردن کے نیچے دو ستارے اور ایک تحریر بھی تھی یہ تحریر اب برطانوی میوزیم میں ہے۔

2۔دوسرا مرحلہ (1902-1944)

یہ مرحلہ 1902ء میں شروع ہوا جب کہ جان مارشل کا محکمہ آثار قدیمہ کے دوسرے ڈائرکٹر کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا اس وقت لارڈ کرزن ہندوستان کے گورنر جنرل تھے انھوں نے ہڑپہ اور اس سے متصل علاقوں میں کھدوائی کے لئے مارشل کی حوصلہ افزائی کی مارشل نے ہڑپہ اور کالی بنگم میں منظم کھدوائیاں کی پہلی جنگ عظیم کے آغاز کے سبب کھدوائی روک دی گئی۔ 1920ء میں دہیا رام ساہنی نے کھدوائی کے کام کو شروع کیا جو 1925ء تک جاری رہا اس کھدوائی کے دوران صرف تین مہریں دریافت ہوئیں جس پر تجسس سے بھر پور تصاویر پائی گئی 1919ء میں آر ڈی بنرجی نے موہنجوداڑو میں کھدوائی کا آغاز کیا اس کھدوائی کے دوران تین مہریں ملیں جو ہڑپہ میں ملی مہروں سے مشابہ تھیں مارشل۔ساہنی اور بنرجی نے اپنی دریافتوں کا تقابل کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ہڑپہ اور موہنجوداڑو ایک ایسی مشترکہ تہذیب کے دو شہر تھے جو 4500 سال قبل پروان چڑھی تھی۔

3۔تیسرا مرحلہ (1944 کے بعد)

یہ مرحلہ ہندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ کے طور پر مورٹی میرو ہیلر کے تقرر سے شروع ہوتا ہے اس نے کھدوائی کے ریکارڈ رکھنے کے طریقے کو رائج کیا کھدوائی کے دوران طبعی باقیات کو علحیدہ کیا جاتا ہے کھدوائی اس لئے کی جاتی ہے کہ کچھ دستیاب ڈھانچوں کا قریب سے مشاہدہ ومطالعہ کیا جاسکے کھدوائی دو طرح کی ہوتی ہے ایک عمودی اور دوسری افقی عمودی کھدوائی کم رقبے پر ہوتی ہے جبکہ افقی بڑے رقبے پر ہوتی ہے یہ ڈھانچوں کی باقیات کو کھوجنے اور کسی وقت میں باقیات کے جمنے کے ویلر نے اپنے سائنسی طریقہ کار سے کئی ماہرین آثار قدیمہ کی تربیت کی جو نئے تاریخی دریافتوں کا باعث بنے۔

ہڑپہ کی تہذیب (ق م 1700-3200) کے درمیان پروان چڑھی ہڑپہ کی تہذیب کا شہری تہذیب کی جانب منتقلی ایک طویل عمل تھا اس تبدیلی کے لئے چونکہ کئی سال لگ گئے اس لئے مورخین نے ہڑپہ کی تہذیب کی ترقی کو تین ادوار میں تقسیم کیا۔

ہڑپہ کا ابتدائی مرحلہ　(- 30002600ق م)

ہڑپہ کا ترقی یافتہ مرحلہ　(- 1900 تا 2600ق م)

ہڑپہ کا آخری دور　(- 1700 تا 1900ق م)

ہڑپہ کا ابتدائی مرحلہ (2600۔ 3200ق م)

2600۔ 3200ق م کے درمیان ہڑپہ کے ابتدائی مرحلے سے تعلق رکھنے والی تین اہم تہذیبوں کی نشاندہی کی گئی۔

1۔کوٹ ڈی جی تہذیب

یہ ہڑپہ کی ابتدائی تہذیبوں میں سب سے بڑی تہذیب تھی یہ شمال مغربی صوبہ سرحد سے پنجاب تک اور پاکستان کے شمالی سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔

2۔سوتھی سسوال تہذیب

یہ تہذیب ہندوستان میں شمالی راجستھان، پنجاب، اور ہریانہ تک پھیلی ہوئی تھی۔

3۔امری نال تہذیب

یہ تہذیب بلوچستان اور وسطی جنوبی سندھ سے گجرات تک پھیلی ہوئی تھی۔

ان تینوں تہذیبوں میں کوٹ ڈی تہذیب 2600 ق م کے بعد بھی برقرار رہی برتنوں کے استعمال رسوم ورواج میں فرق کے باوجود ان تہذیبوں کی خصوصیات مشترکہ تھی پہلی خصوصیت میں ان کی زراعت میں ترقی قابل ذکر تھی بیلوں کو زراعت کے علاوہ بنڈیاں کھینچنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ کچھ علاقوں میں ہل چلانے کے شواہد پائے گئے جس سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ یہ لوگ فصل بھی اُگاتے تھے کالی بنگن اور رحمن دھری میں بارلی اور گیہوں کو ربیع کی فصلوں کے طور پر کاشت کی جاتی تھی سوتھی سسوال صوبے میں جوار کو خریف کی فصل کے طور پر اگایا جاتا تھا ابتدائی مرحلے میں کالی بنگن میں بھٹیاں اور چولہے بھی پائے گئے اس سے ہندوستان میں روٹی کی تیاری کی تاریخ 5000 سال قبل اندازہ لگایا گیا۔

ان سب میں اہم عمودی پہیئے کا استعمال تھا اس سے میدانوں میں بھاری اشیاء کی حمل ونقل کی جاتی تھی برتن سازی ایک اہم ہنر تھا ابتدائی تین تہذیبوں میں چرخے پر بنے برتن چھائے رہے اس وقت اوزار پتھر سے بنائے جاتے تھے ان ہتھیاروں کو بنانے کے لئے چقماق کا پتھر استعمال کیا جاتا تھا اور انھیں کوٹ ڈی جی میں تیار کیا جاتا تھا اسکے علاوہ کوٹ ڈی جی، کالی بنگن، اور رحمن دھری میں دفاعی دیواریں بھی دیکھی گئی۔

ان تہذیبوں میں کچھ مماثلت تھی اور نہیں بھی جیسے پنجاب کی بستیوں میں ہکڑا برتنوں کا رواج زیادہ تھا جب کہ دوسروں میں اس کا رواج نہیں تھا تعمیر کیلئے مٹی کی اینٹیں استعمال کی جاتی تھی جب کہ کالی بنگن میں جلائی ہوئی اینٹوں کا استعمال وسیع پیمانے پر ہوتا تھا اسی طرح ایک مقام پر تیار کردہ اشیاء دوسرے مقام پر دستیاب نہیں تھی دفنانے کی رسومات میں بھی فرق محسوس کیا گیا۔

ہڑپہ کا ترقی یافتہ مرحلہ (1900-2600 ق م)

کئی دھاتی ثبوتوں کی دستیابی کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ ہڑپہ اور موہنجوداڑ و ترقی کے مرحلے کے دو ابتدائی شہر تھے اس ترقی یافتہ دور میں دستیاب شواہد میں دھاتوں کی وسیع تر اقسام جیسے مہریں، پہیئے، برتن اور اینٹوں سے بنے ڈھانچوں کی باقیات، بچوں کے کھلونے وغیرہ شامل ہیں ان کی بنیاد پر ہڑپہ کی تہذیب کے حسب ذیل خصوصیات بیان کی جاسکتی ہیں۔

ہڑپہ تہذیب کی اہم خصوصیات

مہریں اور تحریر

ہڑپہ رسم الخط 1923ء میں دریافت کئے جانے کے بعد ابھی تک مورخین اس کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مورخین نے

ہڑپہ تحریر اور مشرقی جزائر میں حاصل کردہ تحریر میں مطابقت پائی ہے لیکن ابھی تک ہڑپہ ادب کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوسکا ہڑپہ کی کندہ تحریریں مصریوں اور سومریوں کے مقابلے میں بہت چھوٹی تھی ان مہروں پر جو حکایات تھی وہ بہت ہی مختصر سی تھی تقریباً دریافت کی گئی مہریں 2000 تھی جس میں زیادہ تر تصویریں جانوروں جیسے ہاتھی، گینڈا، بارہ سنگھا، مگر مچھ وغیرہ کی تھی ان سب میں کوہان والے بیل کی شبیہ بہت ہی عمدہ ہیں مہروں پر موجود مختصر کتبات سے مورخین نے دوسو پچھتر 275 علامتوں کی شناخت کی ہے یہ علامتیں حروف نہیں بلکہ تصویری نشانیاں یا شناختی نشانیاں ہیں اور یہ تحریر بائیں سے دائیں جانب لکھی گئی تھیں کچھ مہروں میں یہ دائیں سے بائیں جانب بھی لکھی گئی ہیں عام مہریں مربع شکل کی ہوتی تھی جن کے کنارے تقریباً ایک اِنچ کے تھے مہر کو پکڑنے کے لئے ایک دستہ بھی ہوتا تھا بعض مہریں گول بھی تھیں اور بعض بیلن جیسی بھی تھی یہ کہا گیا کہ ہڑپہ رسم الخط ابجدی نہیں بلکہ تصویری رسم الخط ہیں۔

شہری منصوبہ بندی

ہڑپہ اور موہنجوداڑو شہر کی تعمیر بہت ہی متاثر کن تھی ہڑپہ شہر دریائے راوی کے کنارے جب کہ شہر موہنجوداڑو دریائے سندھ کے کنارے آباد تھا۔ ان شہروں کے مکانات ایک مستطیل آنگن کے اطراف کمروں پر مشتمل تھے عام طور پر مکانات ایک یا ایک سے زیادہ منزلوں پر مشتمل تھے ان میں حمام خانے اور کچرے کی ٹوکریاں بھی ہوا کرتی تھی بعض مکانات بہت ہی بڑے تھے یہ اندازہ لگایا گیا کہ شائد یہ دولت مند لوگوں کے تھے جلی ہوئی اینٹوں کا استعمال ہڑپہ کے لوگوں کا ایک اہم کارنامہ تھا اور ان اینٹوں کی ساخت اور حجم میں یکسانیت تھی دھولاویرا شہر میں پتھروں کا استعمال کیا گیا تھا مکان مربع اور مستطیلی بلاک میں بنائے گئے تھے ہر مکان میں ایک کنواں اور حمام موجود تھا ہر نکڑ پر ایک مشترکہ باؤلی (کنواں) بنا ہوا تھا۔ بڑی سڑکیں شمال سے جنوب اور مغرب سے مشرق کی طرف بنی ہوئی تھی رہائشی مکانات کے بیرونی دروازے چھوٹی گلیوں میں کھلتے تھے اور بڑی سڑکیں اونچی دیواروں سے گھری ہوئی تھی موہنجوداڑو کی سڑکیں چوڑی تھی بڑی سڑکیں تقریباً 45 فٹ چوڑی تھی ان کے ساتھ منسلک چھوٹی چھوٹی گلیاں بھی تھی بعض عمارتوں کی نوعیت مذہبی عبادت گاہوں جیسی تھی گھروں کو کھڑکیاں نہیں تھی اور گھروں کی دیواریں مشترکہ نہیں تھی شہری منصوبہ بندی کی اہم خصوصیات میں موریوں کا انتظام بھی تھا موریاں گلی کے اندر واقع پائپ سے جُڑی ہوئی تھی بعض موریاں پتھروں سے ڈھنکی ہوئی تھی۔

قلعے کا علاقہ

ہڑپہ اور مہنجو داڑو دونوں شہروں میں قلعے کے علاقے تھے ہڑپہ میں قلعہ کا ٹیلہ 45 تا 50 فٹ بلند تھا اور مہنجو داڑو میں جنوب کی جانب 20 فٹ اور شمال کی جانب 40 فٹ تھا قلعے کے نیچے مشرق کی جانب دونوں شہروں میں کم آبادی والا علاقہ تھا۔

سیاسی تنظیم

قلعے کے اندر جو لوگ رہائش پذیر تھے سماج کا اعلیٰ طبقہ تھا کھدوائیوں سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ ہڑپہ کی تہذیب میں شہر اور ریاست کا انتظام موجود تھا رومیلا تھاپر کے مطابق شہر کا نظم و نسق قبیلہ کے صدر کے ہاتھ میں ہوتا تھا اس طرح یہ قبیلہ کا صدر کے بجائے بعد میں حکمران نے جگہ لے لی۔

پانی کی نکاسی کا انتظام

ہڑپہ اور مہنجو داڑو شہروں میں پانی کی نکاسی کا انتظام بھی تھا استعمال شدہ پانی نالیوں کی مدد سے گھروں سے خارج کیا جاتا تھا اور

نالیاں بڑی سڑکوں کے کنارے موجود نالوں میں ملا دیا جاتا تھا مکانات کو سڑکوں سے اونچا بنایا جاتا تھا یہ سڑکیں 9 فٹ تا 34 فٹ چوڑی ہوا کرتی تھی اینٹوں کا استعمال ہوتا تھا ان اینٹوں کے بنانے میں مٹی اور گچی کا استعمال ہوتا تھا کنوؤں میں اور حمام کے کناروں پر L (ایل) شکل کی اینٹیں استعمال کی جاتی تھی اوپری منزل سے پانی کی نکاسی کے لئے کھڑے پائپ کا استعمال کیا جاتا تھا حمام گلیوں کے کنارے بنائے جاتے تھے چھتوں کو ستونوں کی قطاروں کے اوپر رکھا گیا تھا اور اوپری منزل پر جانے کے لئے چھوٹی اور اونچی سیڑھیاں بنائی گئی تھی۔

ایک بڑا غسل خانہ

موہنجوداڑو میں ایک بڑا غسل خانہ جس کی چوڑائی 30 فٹ اور گہرائی 8 فٹ تھی یہ ایک مستطیل تالاب کی شکل میں اینٹوں سے بنا ہوا ڈھانچہ تھا جو دریافت ہوا یہ قیاس لگایا گیا کہ شائد اس غسل خانے کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کے وقت استعمال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ حمام کے شمالی اور جنوبی سروں پر اینٹوں کی سیڑھیاں نیچے اترتی تھی سیڑھیوں میں لکڑی کے تختے جمائے گئے تھے حمام کے چاروں طرف وارانڈے تھے اور عقب میں کمرے بھی تھے ایک کمرے میں بڑا کنواں تھا یہ اندازہ لگایا گیا کہ حمام کے لئے پانی اسی کنویں سے آتا تھا اس غسل خانے میں گرم پانی کا انتظام بھی تھا۔

اناج کے گودام

موہنجوداڑو کے شہر میں ایک اناج کا گودام جس کی لمبائی 150 فٹ اور چوڑائی 75 فٹ تھی دستیاب ہوا اس کے علاوہ ہڑپہ کے مقام پر بھی چھ 6 گودام جو 50 فٹ لانبے اور 20 فٹ چوڑے تھے دستیاب ہوئے جن کے فرش اینٹوں کے پلاٹ فارم پر گول قطاروں میں بنائے گئے تھے جہاں پر چاول کو رکھا جاتا تھا ان گوداموں کے قریب مزدوروں کی رہائش کے لئے دو کمرے بھی تھے کالی بنگن اور لوتھل کے مقامات پر بھی ایسے ہی اینٹوں کے پلاٹ فارم برآمد ہوئے ان گوداموں میں اناج کا ذخیرہ کیا جاتا تھا۔

زراعت

ہڑپہ تہذیب میں زراعت اہم پیشہ تھا گیہوں اور جوار اہم فصلیں تھیں اسکے علاوہ تل، دالیں، کھجور، دیگر میوے جات بھی اہم پیداوار تھیں کپاس کی پیداوار ہوتی تھی لوتھل میں چاول کی کاشت کے ثبوت برآمد ہوئے ہیں چکنی مٹی اور مٹی کے برتنوں پر چاول کے بھوسے کے نشانات پائے گئے ان شہروں میں اناج کے گودام بھی تھے جس سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ ان گوداموں میں فاضل پیداوار کو محفوظ رکھا جاتا تھا وہاں کوئی ہل دریافت نہیں ہوا البتہ کالی بنگن میں ایک لامبی لکڑی جو بھالے نما تھی دریافت کی گئی شاید یہ بھالے سے زمین جوتنے کا کام لیا جاتا تھا وادی سندھ کے باشندے دریائے سندھ کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے فصلوں کی کٹائی میں پتھر کی درانتی استعمال کی جاتی تھی۔

دستکاری

ہڑپہ کے لوگ پتھر سے بنے اوزاروں سے واقف تھے اس کے علاوہ تانبے کے اوزار جیسے کلہاڑیاں، چاقو، آرے، برچھے کھدوائیوں کے مقام پر پائے گئے اینٹوں کی بھٹی اور تانبے کی دھات سازی بھی دریافت ہوئی جست کی تیاری بھی کی جاتی تھی جست کے ہتھیار بھی دستیاب ہوئے لوہے کے استعمال سے یہ ناواقف تھے جست کے اوزاروں پر کم مقدار میں قلعی دکھائی دی ہڑپہ کے لوگ موتی

ٹانکنے کا فن بھی جانتے تھے سونا چاندی اور کم قیمتی پتھروں کا بھی استعمال ہوتا تھا یہ لوگ سونا جنوبی ہند کے مقامات کولار اور اننت پور سے منگواتے تھے جبکہ تانبہ راجستھان اور بلاچستان سے لاتے تھے ساحلی علاقوں سے کوڑیوں کو منگوا کر استعمال کرتے تھے ہڑپہ کے لوگ کپڑے تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

مٹی کے برتن اور مجسمے

ہر گھر میں مٹی کے برتن ہوا کرتے تھے ان کا رنگ سرخ مائل اور کچھ کالا ہوتا تھا ان برتنوں کو سکھا کر جلانے کے بعد رنگ دیا جاتا تھا بعض برتنوں پر پالش بھی ہوتی تھی مٹی کے مجسمے اور کھلونے بہت دلچسپ انداز میں بنائے گئے ہیں۔ جسم اور مخصوص سر والی مورتیاں بھی پائی گئی یہ اندازہ لگایا کہ شائد یہ ماتا دیوی کی شبیہ ہیں وہ اس وقت عام لوگوں کی مقبول دیوی تصور کی جاتی تھی گلہری، بندر وغیرہ کے چھوٹے مجسمے ملے ہیں شاید یہ بچوں کے کھیلنے کے کھلونے تھے گھڑوں پر مور اور رکابی پر سینگوں والا ہرن بنا ہوا پایا گیا

مذہبی حالات

وادی سندھ میں دستیاب مہروں، مجسمے اور دھات کے بنے مورتیوں سے عوام کے مذہب اور عقیدے کا اندازہ لگایا گیا کئی مہروں پر ایک سینگ والے دیوتا کی شکل برآمد ہوئی اور کچھ مہروں پر اس دیوتا کو پدماسن میں بیٹھا ہوا پایا گیا اور ایک مہر پر اس دیوتا کو چبوترے پر بیٹھا ہوا دکھلایا گیا اور ایک مورتی بھی دستیاب ہوئی جس کے سر سے کونپلوں کو پھوٹتے ہوئے دکھلایا گیا اس مجسمہ کو شیو کی شبیہ کہا گیا اس مجسمے کو تخت پر بیٹھایا گیا اور تخت کے نیچے ایک ہرن بنا ہوا ہے اس مجسمے کے ہاتھ میں کئی چوڑیاں ہیں اور اوپر سات حروف بھی لکھے ہوئے ہیں کچھ مٹی کی مورتیاں میں برآمد ہوئیں جس میں ماتا دیوی کی مورتی قابل ذکر ہے یہ مورتی کا سر بڑا کمر کے اطراف پٹہ نکلس اور جُمکھے دکھلائے گئے ہے مورتی پر سیاہ نشانات بھی دیکھے گئے جس سے یہ قیاس کیا گیا کہ تیل کے چراغ کی روشنی میں پوجا کی جاتی تھی اور اس میں خوشبودار اشیاء جلائی جاتی تھی۔

ہڑپہ کی مہروں میں سے ایک مہر پر ماتا دیوی کی شکل اس انداز سے کندہ کی گئی ہیں کہ اس مورتی کے سامنے ایک عورت مرد سے بچنے کے لئے آواز لگا رہی ہے اس مرد کے ہاتھ میں ایک درانتی ہے اس سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ اس زمانے میں انسانوں کی بھی قربانی دی جاتی تھی

تجارت

ہڑپہ کے لوگ تجارت اندرون ملک اور بیرونی ممالک سے کرتے تھے مختلف قسم کی دھاتیں، قیمتی پتھر درآمد کرتے تھے یہ لوگ راجستھان کی کھیتری کی کان سے تانبہ، جنوبی ہند کرناٹک کولار کان سے سونا اور افغنستان سے چاندی درآمد کرتے تھے ہڑپہ کے باشندے دھات کے بنے ہوئے سکّہ کے استعمال کو فروغ نہیں دیتے تھے اس لئے مصنوعات دوسری اشیاء (یا) اناج کے معاوضے میں تبادلہ کیا جاتا تھا کرنسی کی ایجاد کے بعد سڑکوں پر حمل ونقل میں اضافہ ہوا بیل بنڈی سڑک کے حمل ونقل میں استعمال کی جانے والی مشہور سواری تھی پانی کے راستے سے بھی تجارت کی جاتی تھی۔

وادی سندھ کی برآمد مہروں سے پتہ چلتا ہے کہ ہڑپہ کے لوگ میسوپوٹامیہ سے تجارت کرتے تھے میسوپوٹامیہ (عراق) میں بے شمار ہڑپہ کی مہریں پائی گئی اس وقت سندھ کو ملوہا کے نام سے جانا جاتا تھا تجارت کشتیوں کے ذریعہ کی جاتی تھی موسمی حالات میں سمت کا تعین کرنے کے لئے پرندوں کا استعمال کیا جاتا تھا عراق کے ایک شہر مارا میں برآمد ایک مہر پر ایک کشتی اور قطب نمائی پرندے کی

تصویر کندہ کی ہوئی پائی گئی میسوپوٹامیہ اور ہڑپہ کے درمیان دو بڑے تجارتی مراکز تھے جو دلمن اور مکن کہلاتے تھے ساحل کے گجرات پر واقع لوتھ کے مقام سے سندھ کے لوگ سمندری تجارت کرتے تھے لوتھل کے مقام پر ایک خشک گودی دریافت ہوئی مغربی ساحل سے سندھ کے سمندری جہاز خلیج فارس اور پھر وہاں سے میسوپوٹامیہ کے لئے روانہ ہوتے تھے

ہڑپہ کے لوگ اوزان و پیمائش کے فن سے بھی واقف تھے اوزان ناپنے کے کئی اوزار برآمد کئے گئے اوزان عام طور پر مکعبی شکل کے تھے اوزان کا وزن 13.64 گرام تھا یہ معیاری پیمانے 1:16 کی شرح کے مماثل ہیں ناپ تول کے لئے کنکریوں کا استعمال ہوتا تھا ناپنے کے اوزار عشری نظام میں ہوا کرتے تھے۔

دفنانے کا طریقہ

ہڑپہ میں چھوٹے بڑے کئی قبرستان ملے جبکہ موہنجوداڑو میں کوئی بھی قبرستان نہیں ملا مردے عام طور پر جلائے جاتے تھے پھر ان کی راکھ اور ہڈیاں جمع کر کے ایک ہانڈی میں ڈال دئے جاتے تھے اور انھیں دفن کر دیا جاتا تھا موہنجوداڑو میں لاشیں آدھی جلائی جاتی اور آدھی ہانڈیوں میں رکھ کر دفن کیا جاتا تھا موہنجوداڑو میں ایک جگہ کئی لاشیں ایک ساتھ پڑی ہوئی حالت میں دستیاب ہوئیں یہ اندازہ لگایا گیا کہ یہ لوگ دفن نہیں کئے گئے بلکہ کسی حادثے میں ہلاک ہوگئے۔

i)۔سیاسی وجوہات

نامور مورخ وہیلر کے مطابق آریاؤں کے حملوں کی وجہ سے یہ تہذیب ختم ہوگئی۔

ii) قدرتی آفات

مسلسل سیلابوں نے وادی سندھ کے شہروں کو تباہ کر دیا مہنجوداڑو میں طغیانوں نے شہر کو ملیا میٹ کر دیا اور لوگ دوسرے مقامات پر ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے زلزلوں کی وجہ سے بہت سارے شہر تباہ و برباد ہوگئے آب وہوا اور ملیریا کے مچھر کو بھی ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اس کے علاوہ مورخین کا خیال ھیکہ بہت زیادہ تعداد میں وبائیں پھوٹ پڑگئیں جس سے بہت زیادہ ہلاکتیں ہوئی ہوگیا اور خشک سالی یعنی قحط سے بھی اس تہذیب کا نام ونشان باقی نہیں رہا سرسوتی ندی میں بھی خشکی کے آثار دیکھائی دیئے گئے اس کے علاوہ ناکافی بارش نے بھی بہت زیادہ اثر کیا۔

iii) ماحولیاتی وجوہات

وادی سندھ کے لوگوں نے زیادہ سے زیادہ کاشت کی جسکی وجہ سے زمین کی زرخیزی ختم ہوگئی اس کا اثر یہ ہوا کہ پیداوار میں کمی واقع ہوگئی جسکی وجہ سے غذائی اجناس کی قلت کی صورتحال پیدا ہوگئی اینٹوں کو بھٹی میں پکانے کے لئے درختوں کو کاٹ کر ایندھن کے طور پر بہت زیادہ استعمال کیا گیا لاتعداد پیڑوں کی کٹائی کی وجہ سے آب وہوا پر گہرا اثر ہوا گیا جسکی وجہ سے بارش میں کمی واقع ہوئی اور قحط جیسی صورتحال پیدا ہوگئی اس کا اثر یہ ہوا کہ اندرون و بیرون تجارت پر اس کا راست اثر ہوا جسکی وجہ سے یہ تہذیب رفتہ رفتہ ختم ہوگئی مورخین کا خیال ھیکہ شائد وحشی قبیلوں نے بھی ان کا قتل عام کیا ہوگا کیونکہ موہنجوداڑو میں ایک مکان سے چھ (6 ڈھانچے برآمد ہوئے اور اسی طرح ایک مکان کے کمرے سے عورتوں اور بچوں کے چودہ (14 ڈھانچے ملے اس سے یہ ظاہر ہوتا ھیکہ وہ ایک ساتھ تشدّد کا شکار ہوئے ہوں۔

ابتدائی ویدک دور

آریاؤں کا اصلی وطن

آریاؤں کی ہندوستان میں آمد کے ساتھ ہی ہندوستان کی تاریخ کا ابتدائی دور کی شروعات ہوتی ہے دراصل آریالوگ ہند۔یور پی زبان(Indo-European Language) بولنے والے لوگ تھے جو ہجرت کر کے ہندوستان میں داخل ہوئے سنسکرت ادب میں انھیں آریا کہا گیا 18 ویں صدی عیسوی میں تحقیقات میں یہ ثابت ہوا کہ متعدد زبانیں جیسے یونانی ،لاطینی، گوتھک ،سلٹک ،سنسکرت ،فارسی وانگریزی مشترکہ ماخذ کی نشاندہی ہوتی ہے ان تمام زبانوں کو ہند۔یورپی زبان کہا گیا اسطرح آریاؤں کے اصلی وطن سپتا سندھ یعنی مقامی ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

ماہر لسانیت میکس ملر (Max Muller) کا ماننا ہے کہ آریاؤں کا حقیقی وطن وسطی اشیاء تھا ان کے مطابق ہندوستان ،یونان ،ایران ،روم اور جرمنی کے قدیم باشندے جو آریا کہلاتے تھے مشترکہ طور پر ایک ہی علاقے میں رہتے تھے۔آریا لوگ ہندوستان میں داخل ہو کر مقامی عوام جو دراوڑی (Daravidian) یا دس یاس (Daysus) کہلاتے تھے شکست لے کر گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ہندوستان میں آنے والے کئی آریاؤں کے قبیلے تھے ان میں بھارتاس اور پوروس اہم تھے یہ دو قبیلے کورو قبیلے کے نام سے مشہور ہوئے مشہور جنگ مہابھارت کورو اور پانڈوں کے درمیان ہوئی تھی ہمارے ملک کا نام اس آریائی قبیلے بھارت کے نام پر رکھا گیا۔

ویدک دور

1500 ق۔م تا 1000 ق۔م کا دور ما قبل ویدک دور کہلاتا ہے رگ وید کے مطالعہ وید سے مراد علم کے ہیں۔ وید چار ہیں

رگ وید، سام وید، یجروید، اتھروید

رگ وید (Rig Veda)

چاروں ویدوں میں رگ وید سب سے قدیم وید تصور کیا جاتا ہے اسے (1400-1500 ق م) کے درمیان لکھا گیا اس کے بعض بھجن 1500 ق۔م قبل ہندوستان سے باہر لکھے گئے اس میں جملہ 1028 بھجن ہیں جو قدرتی دیوتاؤں کی عبادت کے تعلق سے ہیں ان کو قربانی کے وقت پڑھا جاتا ہے

سام وید (Sama Veda) سام وید۔میں 1800 بھجن (Hymn) ہیں۔

یجروید (Yajur Veda) یجروید رسومات کا ایک تفصیلی مجموعہ ہے۔اس وید کو رسومات کے انجام دیتے وقت پڑھا جاتا ہے۔

اتھروید (Atharva Veda) اتھر وید سب سے جدید وید ہے۔اس میں 20 ابواب اور 731 بھجن ہیں۔اس میں زیادہ تر بدروحوں سے لڑنے سے متعلق منتر اور طریقے بتلائے گئے ہیں

برہمن (Brahmanas) برہمناس ویدوں میں دیئے گئے بھجنوں کی تفسیر ہے اسے دعائیہ کتاب بھی کہا جاتا ہے

آرنیک (Aranyaka) آریانکاس برہمانا کا آخری اختتامی حصہؔ ہے اسے جنگل کی کتاب بھی کہا جاتا ہے

اپنشد (Upanishads) اپنشد جملہ 108 ہیں۔ان میں 13 کو اہم مانا جاتا ہے۔اپنشدوں میں برہمان اور روح کے فلسفہ کو پیش کیا گیا

ابتدائی ویدک دور

آریائی لوگ سات دریاؤں کے علاقے میں مرکوز تھے جو آج مشرقی افغانستان، پنجاب اور اتر پردیش کے مغربی حصوں پر مشتمل ہے

سماجی حالات

ابتدائی ویدک دور میں سماج تین طبقات میں منقسم تھا سپاہی، پجاری اور عام لوگ کئی غیر آریائی لوگوں کو آریائی سماج میں جذب کرلیا گیا جیسے پجاری وشوامترا اور ایک عالم انگی راس جوان کا نسب غیر آریائی تصور کیا جاتا ہے

معیشت

اس دور کے لوگوں کا اہم پیشہ زراعت تھا بیل سے کھیت جوتنے کا کام لیا جاتا تھا زراعت کے علاوہ تجارت بھی اہم پیشہ تھا تجارتی اشیاء میں کپڑے، غلاف اور چمڑے اہم ہوا کرتے تھے حمل ونقل کے اہم ذرائع میں بیل بینڈی اور رتھ جن کو گھوڑے کھینچتے تھے استعمال کئے جاتے تھے سوری لین دین کا ذکر کیا گیا دیگر پیشوں میں دستکار، نجار، رتھ بنانے والے، جولاہے، چمڑا بنانے والے کمار وغیرہ اہم تھے یہ لوگ زراعت کے لئے جنگلوں کو صاف کئے کھیتوں میں آبپاشی کی سہولت کے لئے کنویں کھدوائے۔

سیاسی حالات

ابتدائی ویدک دور میں قبیلہ واری حکومت تھی قبیلہ کے سردار کو راجن (Rajana) کہا جاتا تھا گاؤں کو گراما (Grama) کہا جاتا تھا پورے قبیلے کو جن (Jina) کہا جاتا تھا قبیلوں کے اجتماع کو سبھا (Sabha) اور سمیتی (Samiti) کہا جاتا تھا رگ وید کے آخری اختتامی دور میں ایک موروثی بادشاہ کا تصور بھی ابھر کر آیا لیکن ان کا اقتدار محدود تھا روزمرہ کے نظم ونسق میں بادشاہ کی مدد کے لئے بہت سے عہدہ دار جیسے پروہت (پجاری)، سیناپتی (سپہ سالار) اور دوسرے عہدے ہوا کرتے تھے ان عہدیداروں کو واراجاپتی، گرامنی (Gramini) وغیرہ کہا جاتا تھا جنگ میں حاصل ہونے والے مال واسباب کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

مذہبی حالات

اس دور کے لوگ قدرت کے مظاہر دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے اندرا (indra) ان کا اہم دیوتا تھا ان کے عقیدے کے مطابق اندرا بھوت پریت سے لڑتا ہے اور ان کو جنگوں میں کامیابی دلواتا ہے اس لئے جنگ کے وقت اسکی لازمی پوجا کی جاتی تھی ان کا دوسرا اہم دیوتا ورنا تھا جو اس کو ہوا کے دیوتا کے طور پر پوجتے تھے سوریا اور سوما پودوں کے دیوتا تھے جبکہ پشان دیوتا کو چرواہوں، گلہ بانوں اور مویشیوں کا تحفظ کرنے والا تصور کیا جاتا تھا آگ کے دیوتا کی اہمیت میں اضافہ ہوا تھا یہ لوگ اس کو اگنی دیوتا مانتے تھے

بعد کا ویدک دور

600 ق۔م سے 1000 ق۔م کا دور بعد کا ویدک دور یا بعد ویدک دور کہلاتا ہے

سیاسی حالات

شمالی ہندوستان میں آریاؤں کے پھیل جانے کے بعد تقریباً سولہ مہاجناپدا (سولہ ریاستیں) وجود میں آئیں بادشاہت موروثی تھی بادشاہ کا بڑا بیٹا تخت وتاج کا وارث ہوتا تھا اگر بڑا لڑکا معزور یا نا اہل ہوتا تب اسکو تخت وتاج سے بے دخل کر دیا جاتا تھا بادشاہ کا اہم کام ریاست کی حفاظت کرنا تھا اس کے لئے انھوں نے ایک مضبوط اور موثر فوج رکھی تھی بادشاہ کی مدد کے لئے وزراء کی جماعت ہوتی تھی

جن میں سینانی ،(سپہ سالار) ، پر وہت (پجاری) بھا گا دوگا (محصول وصول کرنے والا) ،سندھی وگرہا (وزیر خارجہ) ،اکشاواپا(کھیلوں کاانچارج)،اسکےعلاوہ گووی کرتنا،ورتاوہا،ستھاپتی،گرامنی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سینانی اور پروہت بادشاہ کی تاج پوشی کی رسم میں اہم کردار ادا کرتے تھے ریاست کے صدر کو ستھاپتی یا ستاپتی (Sthapath) کہا جا تا تھا گاؤں کے صدر کو گرامنی (Gramini) کہا جا تا تھا۔ بادشاہوں کے طاقتور ہونے کی وجہ سے سبھا اور سمیتی کے اختیارات میں کمی واقع ہوگئی سبھا کی عمارت میں سیاسی ،سماجی اور تعلیمی سرگرمیاں انجام دی جاتی تھی سبھا کے صدر کوسبھا پتی (Sabhapati) یاسبھاپالا کہا جا تا تھا بادشاہ انصاف کا سر چشمہ ہوتا تھا جبکہ بعض اہم موقعوں پر راجینا صدر قاضی کے فرائض انجام دیتا تھاچوری،جسم فروشی،قتل،شراب نوشی اور بغاوت سنگین جرم تصور کئے جاتے تھےقتل کے لئے موت کی سزادی جاتی تھی چند جرائم کی پاداش میں سوگائیوں کو بطور جرمانہ وصول کیا جا تا تھا جرم کی تصدیق کے لئے عینی شواہد کو معتبر مانا جا تا تھا گاؤں کی سطح پر گاؤں کے عہدیدار تنازعات کی یکسوئی کرنے اور خاطیوں کو سزا بھی دیتے تھے مجموعی طور پر سزائیں بڑی سخت تھیں۔

سماجی حالات

بعد کے ویدک دور میں ذات پات کی بنیاد پر سماج کی تقسیم اور زیادہ سخت ہوگئی سب سے اعلیٰ طبقہ برہمنوں کا تھا دوسری اہم ذات کھتریوں کی تھی زیادہ تر بادشاہ اسی طبقے سے تھے ان کا اہم کام عوام کی حفاظت کرنا اور فوجی خدمات انجام دینا تھا۔تیسری ذات ویش کی تھی ان کا اہم پیشہ زراعت اور مویشیوں کی پرورش تھا اسکے علاوہ تجارت بھی کرتے تھے یہ تین طبقات کا سماج میں اونچا مقام تھا ان تین اعلیٰ ذاتوں کو مقدس دھاگے کی رسم انجام دینے کا اختیار حاصل تھا یہ قربانیوں کو انجام دینے کے علاوہ منتروں کو بھی پڑھا کرتے تھے چوتھی ذات شودروں کی تھی یہ نچلی ذات تصور کئے جاتے تھے ان پر بہت ساری تحدیدات عائد تھی یہ اعلیٰ ذات کے لوگوں کی خدمت کرتے تھے اور وہ موچی اور چمڑے کا کام کرتے تھے ان کی رہائش گاہیں گاؤں سے دور ہوتی تھی اس کے علاوہ ان کو پوجا پاٹ،عبادت اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی تمام ذاتوں کے پیشے مختص کردیئے گئے کسی کو بھی اپنا پیشہ تبدیل کرنے کی اجازت نہیں تھی اور یہ پیشے موروثی ہو گئے کھتریوں میں شادی کے لئے سوئمبر کیا جانے لگا جبکہ باقی کے ذاتوں میں والدین اپنے بچوں کی شادی رچاتے تھے۔تعلیمی اداروں کو گروکل کہا جاتا تھا جس میں صرف اعلیٰ ذات کے بچے تعلیم حاصل کرسکتے تھے

معاشی حالات

بعد کے ویدک دور میں لوگوں کا پیشہ زراعت اور مویشی پالن تھا اس دور میں پہلی بار چاول کی پیداوار کا ذکر کیا گیا جسکی سال بھر میں دو یا تین فصلیں اگائی جاتی تھی اس کے علاوہ مختلف فصلیں جیسے گیہوں،مٹر،تل،بیجوں کی بھی کاشت کی جاتی تھی اس دور میں چاول کو وری ہی (Vrihi) کہا جا تا تھا تجارتی لین دین کے لئے کرکشاپن(Karasapana)اورستامنا(Satamana) نامی سکّے استعمال کئے جاتے تھے یہ سکّے چاندی کے ہوا کرتے تھے۔

مذہبی حالات

مابعد ویدک دور میں یگنہ (Yagna) اور جانوروں کی قربانیوں کو کافی اہمیت دی گئی اس دور میں ابتدائی ویدک دور کے" اندرا" اور " اگنی" دیوتاؤں کی اہمیت ختم ہوگئی اس کے برعکس اس دور میں پرجاپتی (پیدا کرنے والا) وشنو(انسانوں کی حفاظت کرنے والا) رودرا

(جانوروں کا دیوتا) جیسے دیوتاؤں نے اہمیت حاصل کر لی "ارانیا کسا" اور اپنشد اسی دور میں لکھے گئے ان کتابوں نے ذات پات کے نظام کی سخت مذمت کی اور یگنہ پر تنقید کی

مابعد ویدک دور میں آشرم کا نظام رائج تھا دھرم شاستر کی کتابوں نے انسانی زندگی کے چار مدارج میں تقسیم کر دیا۔

(i) برہما چاریہ :اس مرحلے میں طالب علم کی زندگی کے طریقوں کو بتلایا گیا وہ ہلکی غذا استعمال کرتے ہوئے استاد کے ہاں رہتے ہوئے تعلیم حاصل کرتا تھا۔

(ii) گری ہستھ :اس مرحلے میں شادی کرنے اور اولاد حاصل کرنے کی اجازت تھی۔

(iii) سنیاسی :اس دور میں دنیا کو ترک کرتے ہوئے عیش وعشرت کی زندگی ترک دینا پڑتا تھا اپنا زیادہ تر وقت عبادت میں گزارنا پڑتا تھا۔

(iv) سادھو :اس مرحلے میں انسان اپنی تمام ضروریات کو ترک کرتے ہوئے سادھو بن جانا اور خانہ بدوش طرز زندگی گزارنا پڑتا تھا۔

(i) نئے مذاہب کا ظہور

جین مت

جین مت کے بانی وردھمان مہاویر ہیں۔ 23 ویں ترتھنکار پرساوا ناتھ نے جین مت کے بنیادی اصولوں کا پرچار کیا۔ بعد میں انہیں مہاویر نے منظم کیا۔ مہاویر 599 ق م میں بہار کے ضلع ویشالی کے قریب کندا دیہات میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سدھارتھ کا تعلق جاناتری (Jnatri) سلطنت اور والدہ تھرشالا کا تعلق ویدیہا (Videha) سلطنت سے تھا۔ مہاویر کی شادی یشودھرا سے ہوئی۔ ان کی بیٹی پریادرشنی تھی۔ حالانکہ دیگمبر (Digambara) روایت کے مطابق مہاویر نے شادی نہیں کی تھی۔ 30 سال کی عمر میں انہوں نے خاندان اور سلطنت چھوڑ دیا اور علوم کی تلاش میں نکل پڑے۔ آخرکار 42 سال کی عمر میں انہیں سچائی کا پتہ چل گیا۔ انہیں جن (Jina) کہا جانے لگا جس نے دنیاوی سکون کو قربان کر دیا تھا۔ جن کے ماننے والے جین کہلائے جاتے ہیں۔ وردھمان مہاویر کو کویلی بھی کہا جاتا ہے انہوں نے کاشی' کوشل' چمپا' راج گرہ اور ویشالی علاقوں کا دورہ کیا اور اپنی حاصل کردہ فکر کا پرچار کیا۔ مگدھ کے سلاطین بمبسارا اور اجات شترو نے وردھمان مہاویر سے جین مت کے اصولوں کے بارے میں بات چیت کی۔ وردھمان کا انتقال 72 برس کی عمر میں پاواپوری میں 527 ق م میں ہوا۔

جین مت کے اصول

وردھمان نے اس وقت برہمنوں کی بالادستی' جانوروں کی قربانی اور اس دور میں چل رہی رسومات کی مخالفت کی۔ تاہم وہ روح یعنی آتما کے وجود کے قائل تھے۔ ان کا ایقان تھا کہ آتما نہ صرف زندہ اجسام میں ہوتی ہے بلکہ بے جان چیزوں میں بھی ہوتی ہے۔ وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے' کرما اور موکش پر یقین رکھتے تھے۔ وردھمان عدم تشدد اور جانوروں کی قربانی نہ کرنے پر گہرا یقین رکھتے تھے۔ وردھمان نے کرما کے خاتمے کے لیے تین رتنوں کی تجویز رکھی۔ وہ تین رتن درست عقیدہ Samyag (Darshana)۔ درست عمل (Samyag Charitra) اور درست علم (Samyag Jnana) کے تھے۔ ان کے علاوہ

وردھمان نے پانچ اہم اصولوں کی تعلیم دی۔ وہ پانچ اصول یہ ہیں 1۔ اہنسا۔عدم تشدد۔2۔ستیہ(Satya)۔سچ بولنا۔3۔اپاری گرہ(apari graha)۔چوری نہیں کرنا۔4۔استیا(asteya)۔دولت جمع نہیں کرنا۔5 برہمچاریہ۔مجرد رہنا۔

جین مت کی مقدس کتاب اگمس (Agams) کہلاتی ہے۔یہ وردھمان مہاویر کے ارشادات کا مجموعہ ہے جنہیں اردھ مگدھی میں تحریر کیا گیا۔جین مت کے دور میں اہم ادیبوں میں ہیم چندر، امرسمہا، سیدربہو اور سداسینا شامل ہیں۔جین مت کے منادر ماؤنٹ ابو(راجستھان)، سراونا بیلا گولا(کرناٹک) اور ایلورہ(مہاراشٹرا) میں پائے جاتے ہیں۔

بدھ مت

جین مت کے ساتھ چھٹی صدی ق م میں بدھ مت کو بھی فروغ ملا۔گوتم بدھ 563 ق م میں کپل وستو کے علاقے لمبنی میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام سدھارتھ تھا۔ان کے والدین کے نام شدودھن اور مایا تھا جو سلطنت ساکیا سے تعلق رکھتے تھے۔ان کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ مایا کا انتقال ہوگیا۔سدھارتھ کی پرورش ان کی سوتیلی ماں مہا پرجاپتی گوتمی نے کی۔جس کے بعد ہی وہ گوتم سدھارتھ کہلائے جانے لگے۔29 سال کی عمر میں سدھارتھ نے اپنی اولاد، والدین اور محل کی زندگی کو ترک کردیا اور سچائی کے تلاش میں گھر سے نکل پڑے۔انہوں نے اپنے آپ کو دکھ درد میں مبتلا کیا۔ویدوں کا مطالعہ کیا۔انہوں نے ارما کالما سے سنکھیا فلسفہ سیکھا اور رردرا کا رام پترا سے مراقبہ سیکھا۔انہوں نے 40 دن تک بہار کے گیا نامی علاقے میں مراقبہ کیا۔تب انہیں بصیرت حاصل ہوئی اور وہ" تتھا گتھا" کہلائے۔انہیں سچائی کا پتہ چلا۔بدھ نے سارناتھ کے ایک ہرنوں کے باغ میں اپنے پانچ چیلوں کو بدھ مت کی تعلیمات سکھائیں۔بدھ مت میں انہیں دھرم چکر پرورتھنا گھومنے والا پہیہ کہا جاتا ہے۔ بدھ کا انتقال 80 سال کی عمر میں کوسی نگر میں 483 ق م میں ہوا۔ان کی وفات کو بدھ مت میں پرنیروان (Puranirvana) کہا جاتا ہے۔

بدھ مت کے اصول

عالی سچائیاں(Ariya Sachchani)

1۔ دنیا مصائب سے بھری ہے۔

2۔ خواہشات مصائب کی وجہہ ہیں۔

3۔ لاپرواہی مصائب کا ذریعہ ہیں۔

4۔ لاپرواہی کو ان آٹھ باتوں اشٹ مارگ سے دور کیا جاسکتا ہے۔

اشٹ مارگ اس طرح ہیں۔

1۔	درست نظریہ	2۔	درست بات
3۔	درست روزگار	4۔	درست عمل
5۔	درست سوچ	6۔	درست قرارداد
7۔	درست علم	8۔	درست گیان

اگر یہ آٹھ رخی راستے پر سنجیدگی اور سختی سے عمل کیا جائے تو بدھ نے مسائل سے چھٹکارے کا یقین دلایا۔

بدھ سنگھا

سنگھا بدھ مذہب کی خانقہ ہے جہاں مذہب کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے۔سنگھا کے ممبر بننے کی عمر کم از کم 15 سال ہے۔ اس میں عورت مرد دونوں ہی ممبر بن سکتے ہیں۔ممبر بننے سے پہلے اس کی قسم لینی پڑتی ہے۔جو اس طرح ہے۔

1۔ بدھم سرنم گچھمی

2۔ دھرمم سرنم گچھمی

3۔ سنگم سرنم گچھمی

بدھ نے عدم تشدد پر زور دیا۔ بدھ مذہب میں بیکچھو (Monk) اور بیکچھونی (Nun) کو کسی جانور کو قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن انہیں گوشت کھانے کی اجازت ہے۔

دیگر تعلیمات

بدھ مت بہت مقبول مذہب ہو گیا تھا کیوں کے اس کے اصول عمل کے لیے بہت آسان تھے۔تاہم وقت گزرنے کے ساتھ اس میں پھوٹ پڑ گئی کیوں کہ بدھ کی تعلیمات کے بارے میں اس کے ماننے والوں میں اختلافات عام ہو گئے۔ابتداء میں اس کے دو گروہ استھ وراودن اور مہاسنگھ کا ہوئے جو بعد میں ہنایان اور مہایان کہلائے۔ابتدائی دور وسطیٰ میں اس کا ایک اور گروہ وجریانزم کے نام سے قائم ہوا۔گپتا دور میں ہندومت کے فروغ سے بدھ مت کمزور ہوتا گیا ہندوستان میں اس کی اہمیت کم ہوئی لیکن جنوبی ایشیائی مما لک میں یہ آج بھی مقبول ہے۔

سولہ مہا جن پد (16 Maha Janapada)

بدھ کتابوں کے مطابق 16 مہا جن پد تھے جن میں سے کچھ خود مختار جمہوریتیں تھیں جب کہ دیگر بادشاہت پر مبنی ریاستیں تھیں۔ذیل میں 16 جن پد کی مختصر تاریخ دی جا رہی ہے۔

انگا۔ یہ ریاست بہار کے موجودہ اضلاع بھاگلپور اور مونگیر پر مبنی ریاست تھی۔اس کا دارالحکومت چمپا تھا

کوشل ۔ یہ سلطنت موجودہ اودھ کے علاقے پر مشتمل تھی۔یہ ایک بڑی ریاست تھی اور کوشل کے دو دارالحکومت شروستی اور کوشاوتی تھے۔

کاشی۔ یہ ریاست دریائے ورون اور آسی کے درمیان تھی۔وارناسی اس کا دارالحکومت تھا۔

مگدھ۔ یہ ریاست موجودہ بہار کے پٹنہ اور گیا اضلاع پر مشتمل تھی۔راج گریہہ اور پاٹلی پتر بالترتیب اس ریاست کے دارالحکومت تھے۔

وجی۔ آٹھ جمہوریاؤں پر مبنی ایک مشترکہ ریاست تھی جو پُران دور کے جاتکا و یدھا کی باقیات پر بنائی گئی تھی۔

ملاا۔ ملا بھی 9 قبائلی ریاستوں کی ایک الحاقی ریاست تھی۔

چیڈی۔ یہ موجودہ دور کے بندیل کھنڈ علاقے پر مشتمل ریاست تھی۔اس کا دارالحکومت سکتی متی تھا۔

وتس۔ یہ 16 مہاپدا میں سب سے زیادہ دولت منداور خوشحال ریاست تھی۔یہ گنگا کے جنوب میں واقع تھی اور اس کا دارالحکومت کوسمبی تھا

کرو۔ دہلی اور میرٹھ کے علاقوں پر مشتمل تھی۔اندر پرستھ اس کا دارالحکومت تھا۔

پنچال۔ یہ ریاست موجودہ اتر پردیش کے علاقہ روہیل کھنڈ کے بدایوں اور فرخ آباد پر مشتمل تھی۔

متسیا۔ یہ سلطنت موجودہ راجستھان کے علاقوں جیسے پوڑ،الور اور بھرت پور پر مشتمل تھی۔اس کا دارالحکومت وراٹ نگر تھا

شرسین۔ یہ سلطنت جمنا ندی کے کنارے آباد تھی۔اس کا دارالحکومت مدھرا(موجودہ شہر متھرا) تھا۔

اسماکا۔ جنوبی ہند میں دریائے گوداوری کے کنارے دو پڑوسی ریاستیں اسماکا اور ملاکا تھیں۔

اونتی۔ یہ مغربی ہندوستان کی ایک طاقتور ریاست تھی۔دریائے نیترا وتی اسے شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کرتی تھی۔شمالی علاقے کا دارالحکومت اجین تھا جب کہ جنوبی حصے کا دارالحکومت ہیسمتی تھا۔

گندھار۔ یہ ریاست موجودہ پاکستان کے علاقوں پشاور اور راولپنڈی پر مشتمل تھی۔اس کا دارالحکومت ٹکشلا علوم وفنون کا مشہور مرکز تھا

کمبوجا۔ یہ ریاست موجودہ پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کے علاقوں راجوری اور ہزاری اضلاع پر مشتمل تھی

ایران اور سکندر کے حملے

چھٹی صدی ق م میں جب دریائے گنگا کے میدانوں کی ریاستیں مگدھ میں مل رہی تھیں ملک کے شمال مغربی حصے میں صورتحال مختلف تھی۔ان علاقوں کے حکومتیں جیسے کمبوجا، گندھارا اور مدرا مسلسل آپس میں متصادم تھیں۔کوئی بھی ریاست مگدھ کی طرح شمال مشرق میں متحد ہونے کے لیے تیار نہیں تھیں۔چھٹی صدی ق م کے وسط میں اچمینند نے ایران میں حکومت قائم کی۔اس نے مغرب میں بحیرہ روم سے مشرق میں گندھار تک اپنی سرحدات کو توسیع دی تھی۔ بعد میں دائرس سوم نے ہندوستان پر حملہ کیا اور 517 ق م میں سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔اس نے اسے اپنی ملکت کا 20واں ستراپے بنایا۔دولت سے مالا مال یہ ہندوستانی حصہ اس کی آمدنی کا ایک تہائی تھا جب کہ یہ 360 سنہری ٹیلنٹ کے مساوی تھا۔سکندر کے حملے کے ساتھ ہی ایران کا اقتدار ختم ہوگیا۔ایران کے حملے سے ہندوستان کے مغربی دنیا سے تجارتی روابط بڑھے۔ ہندوستانیوں نے فارسی رسم الخط کھروشتی (Khroshta) کو سیکھا۔ایران کی ثقافت نے ہندوستانی ثقافت کو متاثر کیا۔اشوک کے کتبات اور جانوروں کے سروں کی بنی عمارتیں اور ستون ایرانی طرز تعمیر سے ملی جلی تھیں۔اپنے شاہی حرموں میں خواتین کو ملازم رکھنا ہندوستانی بادشاہوں نے ایران سے ہی سیکھا۔

سکندر کا حملہ

شمال مشرق میں مگدھ کی سطلنت مضبوط تھی۔اور اس پر نندا کی حکومت تھی۔ 326 ق م میں جب سکندر نے دریائے سندھ کو پار کیا تو ٹکشلا کے راجا امبی (Ambni) نے ابھی ساریکا (Abhiar) کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔دونوں ہی حکمرانوں نے سکندر کی حکمرانی قبول کی اور اسے قیمتی تحائف دیئے۔تاہم راجہ پورس نے سکندر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

جنگ جہلم

سکندر نے اپنی کامیابی کی یاد میں دریائے جہلم کے کنارے دو شہر بوکے پھالا اور نکیہا تعمیر کروائے۔بعد میں سکندر نے دریائے راوی اور بیاس کو پار کیا اور کاٹھیا اور سوفیات کو اپنا باج گزار بنایا۔حالانکہ سکندر مگدھ پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن مسلسل جنگ لڑ رہی اس کی افواج وطن کی یاد ستانے پر اسے حملے سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔تاہم ہندوستانی مورخین لکھتے ہیں کہ سکندر سلطنت مگدھ کی

طاقت سے خوفزدہ تھا۔ جنگ کا خطرہ مول لینے کے بجائے اس نے جنگ سے باعزت طور پر دستبرداری کا فیصلہ کیا۔ سکندر نے اپنے فتوحات کو چھ حصوں میں تقسیم کیا اور ان پر اپنے فوجیوں نیرچس' فلپ' نکونار' امی' ابھیسار اور پرشوتم کو گورنر بنایا۔ وطن واپسی کے دوران سکندر نے مالا' سیبی' شدراکا' موسی کان اور اگلاسوئی کو شکست دی۔ 323 ق م بابل میں سکندر کا انتقال ہوگیا۔ جب کہ وہ یونان کے لیے واپس ہو رہا تھا۔

موریائی دور

ہندوستان کی تاریخ میں موریائی دور بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ موریا سلطنت کے قیام سے ہندوستان کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں ہندوستان میں ایک عظیم مملکت قائم ہوئی تھی جو اس دور کی معاشی خوشحالی اور سیاسی یکجہتی کا موجب بنی۔ چندر گپت موریا اس عظیم سلطنت کا بانی تھا۔ اس نے نندا خاندان کے حکمراں دھنا نندا (Dhana Nanda) کو شکست دے کر 322 ق م میں اس سلطنت کا قیام عمل میں لایا تھا۔ یہ سلطنت شمال میں ہمالیہ اور آکسیس ندی سے لیکر جنوب میں تنگا بھدرا ندی تک پھیلی ہوئی تھی۔

کوٹلیہ کی ارتھ شاستر

موریاؤں کی تاریخ کا سب سے اہم ماخذ کوٹلیہ کی ارتھ شاستر ہے۔ اس کتاب میں پندرہ باب اور 180 ذیلی باب ہیں۔ یہ کتاب حکمرانوں کے لیے دستور العمل اور رہبر کا کام کرتی تھی۔ اس میں ملک کے سیاسی نظام اور نظم ونسق کے بنیادی اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔

میگاستھنیز کی انڈیکا

موریائی دورِ حکومت کا دوسرا اہم ماخذ میگاستھنیز کی انڈیکا ہے۔ میگاستھنیز ایک یونانی سفیر اور مورخ تھا۔ چندر گپت موریا کے دور میں 302 اور 288 قبل مسیح کے درمیان پاٹلی پتر آیا تھا۔ اس نے موریائی دورِ حکومت کے حالات کو اپنی کتاب انڈیکا میں تفصیل سے لکھا ہے۔ انڈیکا کے مطابق میگاستھنیز نے چندر گپت موریا کے دور کے حالات کا شخصی مشاہدہ کیا تھا۔ اس نے سیول اور فوجی نظم ونسق پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ میگاستھنیز کہتا ہے۔ سیکورٹی کی بنیاد پر وہ ہر روز اپنی خواب گاہ تبدیل کرتا تھا۔ میگاستھنیز کے مطابق فوجی نظم ونسق تیس رکنی جنگی عملہ کے تحت تھا۔ اس طرح پاٹلی پتر شہر کا انتظام بھی تیس رکنی کمیٹی کے تحت تھا جو مختلف امور کی دیکھ بھال کرتی تھی کثیر ازدواجی بیاہ کا طریقہ رائج تھا۔ عہدیداروں کو مختلف ذمہ داریاں دی جاتی تھی۔ زرعی شعبہ ترقی پذیر تھا۔ کسانوں سے اراضی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ چاندی' سونا' لوہا' تانبہ اس دور کی اہم معدنیات تھیں۔ کسان خوشحال تھے۔ لوگ مویشیوں کو پالتے تھے۔

اشوک کے چٹانی اور ستونی کتبات

اشوک کے کتبات کے ذریعہ بھی موریا دور کی مفید جانکاری ملتی ہے۔ ان کتبات میں زیادہ تر اشوک کے فرامین اور بدھ مت کے اصولوں کو کندہ کروایا گیا تھا۔ ان کتبات میں موریا دور کے حالات اور خاص طور پر اشوک کے سیاسی' سماجی اور مذہبی حالات کی صراحت کی گئی ہے۔ ان ہی کتبات کے ذریعہ بدھ مت کے اصولوں کی تبلیغ بھی کی گئی ہے۔

آثار قدیمہ اور مسکوکات

متھرا' تکشا شیلا' بلند باغ کے باقیات موریاؤں کی راجدھانی پاٹلی پتر سے متعلق تھے۔ اشوک کے ستون تعمیراتی اور سنگ تراشی کے نمونے کے طور پر اس دور کے فن تعمیر اور فنون لطیفہ کی شاہی سرپرستی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس دور کے کتبات میں مختلف سیاسی ہدایات اور بدھ مت کے اصولوں کو کندہ کروایا گیا تھا۔ موریا دور میں چاندی کے سکوں کا چلن تھا۔ ان سکوں پر درخت' سورج' چاند' پہاڑ' جانوروں اور پرندوں کی اشکال کندہ ہوتی تھیں۔ سکوں پر کندہ یہ نشانیاں مقامی تجارت' گلڈ اور صوبائی نظم ونسق کو ظاہر کرتی ہیں۔

چندرگپت موریا (185-322 ق م)

چندرگپت موریا' موریا خاندان کا بانی تھا۔ اس نے مگدھ کے آخری حکمراں دھنا نندا (Dhana Nanda) کو شکست دے کر موریا سلطنت کی بنیاد ڈالی اور مگدھ پر قبضہ کرلیا۔ موریا دور 322 قبل مسیح سے 185 قبل مسیح تک جاری رہا۔ چندرگپت ایک عظیم مدبر اور قابل سیاستداں تھا۔ اس نے اپنی کوششوں سے ہندوستان میں سیاسی اتحاد قائم کیا تھا اور اس کام میں چانکیہ نے اس کی بھرپور مدد کی تھی کیوں کہ وہ بھی دھنا نندا کے ظلم کا شکار ہوا تھا۔ چانکیہ نے چندرگپت سے مل کر نندا خاندان کے خاتمہ کا عہد کرلیا تھا۔ چانکیہ نے چندرگپت کو فوجی تربیت' جنگی مہارت اور نظم ونسق کے ہنر سکھائے۔ دھنا نندا مگدھ کا ایک طاقتور' جابر اور ظالم بادشاہ تھا۔ ابتداء میں چندرگپت کو ناکامی ہوئی لیکن 322 قبل مسیح میں چندرگپت نے دھنا نندا کو شکست دی اور وہ میدان جنگ میں ہی مارا گیا۔ چندرا گپت موریا پہلے پاٹلی پتر کے راجہ کی حیثیت سے تخت نشین ہوا اور پھر مگدھ پر قبضہ کر کے سلطنت موریا قائم کی۔

مگدھ پر قبضہ :

چندرگپت موریا نے عوام کو نندا حکمرانوں کے ظلم وجبر سے نجات دلانے کے لیے مگدھ پر حملہ کیا۔ مدرا راکشس کے مطابق چندرگپت موریا نے دھنا نند کو شکست دی تھی۔ چندرگپت موریا پہلے پاٹلی پتر کے راجہ کی حیثیت سے تخت نشین ہوا اور پھر مگدھ پر قبضہ کر کے 322 ق م میں سلطنت موریا کا قیام عمل میں لایا۔

چندرگپت موریا کی جنوبی ہند کی فتوحات

چندرگپت موریا کی سلطنت مشرق میں بنگال سے لے کر مغرب میں آمو دریا تک پھیلی ہوئی تھی۔ شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں کرناٹک تک اس کی سلطنت کی حدود تھیں۔ کشمیر' کلنگ اور ٹامل ناڈو اس کی سلطنت میں شامل نہیں تھے لیکن ہندوستان کے بیرونی علاقے جیسے کابل' قندھار اور ہرات بھی چندرگپت موریا کی سلطنت کا ایک حصہ تھے۔

اشوک (232 - 268 ق م)

اشوک نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کی تاریخ کا بھی عظیم حکمراں گذرا ہے۔ اشوک کے دور کی تفصیلات اس کے کتبات اور بدھ مت کے لٹریچر سے حاصل ہوتی ہیں۔ اشوک کی عظمت اس کی فتوحات یا نظم ونسق سے نہیں بلکہ انسانیت' دھرم' رواداری اور بھلائی کے اقدامات کی وجہ سے قائم ہے۔ بندوسار کے زمانے میں ٹکشلا میں ہوئی بغاوت کو کچلنے میں اشوک نے اہم رول ادا کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق بندوسار کی وفات کے بعد اشوک نے خون کی ہولی کھیلی اور اپنے 99 بھائیوں کو قتل کر کے تخت وتاج حاصل کیا تھا لیکن اس بات کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ اشوک کے چوتھے' پانچویں اور چھٹویں فرامین کے مطابق وہ اپنے بھائیوں کو بہت چاہتا تھا۔ اشوک نے

اپنے دور حکومت کے ابتدائی 13 سال میں حکومت کے استحکام اور وسعت کی روایتی پالیسی کو اپنایا اور بیرونی مما لک سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ اجین اور ٹکشلا کی فتح کے بعد اشوک اپنی جنگی مہارت اور نظم ونسق کے لیے مشہور ہو گیا تھا۔ حصول اقتدار کے 13 سال بعد اشوک نے حدود سلطنت کی وسعت کے لیے کلنگ پر حملہ کیا۔ کلنگ کی فتح اشوک کے دور کا سب سے اہم واقعہ ہے۔

کلنگ کی جنگ

261 ق م میں اشوک نے کلنگ کی آزاد ریاست پر قبضہ کرنے کے مقصد سے حملہ کیا۔ کلنگ میں ایک خوں ریز جنگ ہوئی اور کلنگ کی حکومت کو شکست ہوئی۔ ایک اندازہ کے مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ افراد مارے گئے اور ڈیڑھ لاکھ افراد زخمی ہوئے۔ اشوک نے میدان جنگ کا مشاہدہ کیا۔ ہر طرف انسانی لاشیں' زخمی افراد' خون اور بربریت کے مناظر دیکھ کر اس کے دل ودماغ پر گہرا صدمہ ہوا اور اس نے یہ عہد کیا کہ وہ اب کوئی جنگ نہیں لڑے گا۔ اشوک نے دھمّا کی پالیسی اختیار کی اور جنگ وجدال کی پالیسی کو ترک کیا۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک نے بدھ مت کو اختیار کیا اور اس مذہب کی تبلیغ کے لیے اس نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ بدھ مت کی تعلیمات کی وجہ سے عوام کے لیے کئی فلاحی پروگراموں کو نافذ کیا۔ کلنگ کی فتح ہندوستان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس جنگ کے بعد اُس کی روحانی زندگی میں ایک انقلابی تبدیلی آئی۔ امن ویکجہتی' دوستی' سماجی ترقی' مذہبی تبلیغ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اشوک نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی۔ چولا' پانڈیا' ستیا پترا' کیرالا پترا اس کی سلطنت میں شامل نہیں تھے۔ ہندوستان میں کشمیر' پوندرا وردانا اور بنگال اور بیرون ہند کابل' قندھار' بلوچستان' ہرات اس کے حدود سلطنت میں شامل تھے۔ اشوک نے نظم ونسق میں بھی کئی تبدیلیاں کیں۔ دھمّا مہاماترا کے نام سے خصوصی منتظمین کا تقرر کیا تھا۔ اشوک کے کتبات سے اس کی نجی زندگی' فتوحات' مذہب اور اس کے دھرم کی تفصیلات معلوم ہوتی ہے۔ اشوک کے کتبات برہمی' خروشتی' یونانی اور آرامی رسم الخط میں پائے گئے ہیں۔ ان زبانوں میں اس کا نام دیوانم پریا اور پریاداسی راج لکھا گیا ہے۔ دیوانم پریا کے معنی بھگوانوں کا چہیتا اور پریاداسی اس کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہیں۔ ماسکی اور گجر کتبات میں بھی اشوک کے نام کا تذکرہ ہے۔

اشوک کا دھمّا

اشوک نے انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ اس نے عوام کی فلاح وبہبود کو ترجیح دی اور زندگی کو خوشگوار' خوشحال اور پاکیزہ بنانے کے لیے ایک ضابطہ اخلاق مدون کیا جسے اشوک کا دھمّا کہا جاتا ہے۔ اشوک کے دھمّا میں مندرجہ ذیل اصول شامل تھے۔

(۱) اساتذہ' والدین' بزرگوں اور برہمنوں کی تعظیم کرنا اور اپنے آپ کو برائیوں سے دور رکھتے ہوئے تمام انسانوں سے آداب واخلاق سے پیش آنا۔

(۲) عدم تشدد پر عمل پیرا ہونا اور جانوروں کے شکار اور جانوروں کے ذبیحہ سے پرہیز کرنا۔

(۳) مذہبی رواداری اشوک کے دھمّا کا ایک اہم اصول تھا کیوں کہ اس کی سلطنت میں کئی مذاہب' کئی ذاتوں اور کئی عقیدوں کے لوگ تھے۔ اس لیے اس نے مذہبی رواداری کی پالیسی پر زور دیا۔

(۴) اشوک نے نہ صرف دنیاوی خوشحالی بلکہ روحانی زندگی اور اچھے اخلاق وبرتاؤ پر زور دیا جو موکش یا نجات کا ذریعہ بن سکے۔

(۵) اشوک نے ضعیفوں اور قیدیوں سے فیاضانہ سلوک اور ماں باپ کی اطاعت پر زور دیا۔
(۶) اشوک نے سچائی، حق گوئی، رحمدلی، پاک باطنی، ضبط نفس، احسان اور ثابت قدمی جیسے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

سوتر اس طرح بیان کیے گئے تھے کہ ہر مذہب کا آدمی اس کو قبول کرسکتا تھا۔

اشوک کی عظمت

تاریخ میں اشوک کو اشوک اعظم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسے جدید فلاحی مملکت کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔ اشوک کے مطابق محبت، دیانتداری، امن و یکجہتی اور عدم تشدد کے ذریعہ کئی مسائل کا حل ممکن ہے۔ اشوک نے گوشت خوری، رقص و موسیقی کے چلن کو بند کرادیا تھا۔

موریا سلطنت کا زوال

چندر گپت موریا نے موریا سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اشوک کے دور میں یہ سلطنت اپنے عروج پر تھی لیکن اشوک کی وفات کے بعد موریا سلطنت کا زوال شروع ہو گیا جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

(1) اشوک کی ذمہ داری : اشوک کی مذہبی پالیسی کو موریا خاندان کے زوال کا سبب بتایا۔ ان کے مطابق اشوک کی عدم تشدد اور اہنسا کی پالیسی نے موریائی فوج کو کمزور کردیا تھا۔

(2) جانشینی کی جنگیں

: موریا سلطنت کے زوال کی ایک وجہ جانشینی کی جنگیں بھی تھیں جو اشوک کی وفات کے بعد شروع ہوگئیں تھیں۔ اشوک کے بیٹوں میں اتفاق نہیں تھا۔ کمزور اور نااہل جانشین اس وسیع سلطنت پر کنٹرول قائم نہیں رکھ سکے۔ ہر جگہ انتشار اور بدامنی پھیل گئی۔ آمدورفت کے ذرائع اور مواصلاتی نظام نہ ہونے کی وجہ سے دور دراز کے علاقوں پر کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا اور موریا سلطنت کمزور ہوگئی۔

(3) بغاوتیں : اشوک کی وفات کے بعد مرکزی حکومت کمزور ہوگئی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گندھار، کشمیر، پنجاب اور آندھرا کے صوبائی گورنر طاقتور ہوگئے اور اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا لیکن کمزور موریا حکمراں ان صوبائی گورنروں کی بغاوتوں کو کچلنے میں ناکام رہے۔

(4) بیرونی حملے : شمال مغربی سرحدوں کی حفاظت نہ ہونے سے یہ علاقے آزاد ہوگئے اور اس کی وجہ سے یونانی حملے شروع ہوگئے۔

موریائی نظم ونسق

چانکیہ چندر گپت موریا کا وزیر اعظم تھا اور موریا سلطنت کے قیام میں اس کا ایک اہم رول تھا۔ اسے موریائی نظم ونسق کا معمار بھی کہتے ہیں۔ چانکیہ کے مطابق حکومتی نظم ونسق فرد واحد کا کام نہیں بلکہ یہ ایک اجتماعی سرگرمی ہے۔

تیرتھاس

نظم ونسق کے لیے تیرتھاس یا افسران کا انتخاب کیا جاتا تھا جن میں پراساتی (انسپکٹر جنرل آف پولیس)، سنی داتا (خزانچی)، دنڈاپالا (پولیس عہدیدار) شامل تھے۔ اس کے علاوہ تیرتھاس میں کم درجہ کے عہدیداروں کا بھی تقرر کیا جاتا تھا جو مختلف شعبہ جات کے

سربراہ ہوا کرتے تھے جیسے کوسا (خزانہ)'اکارا(کانکنی)' سورنا(سونا)' پٹانا(بندرگاہ)' دیوتا(مذہبی امور)'سترادیکشا(بنگر)' شولک ادھیش (سیلز ٹیکس)' سوماادھیکش (شراب)'مدراادھیکش (پرنٹنگ)' سیتا ادھیکش (زراعت)وغیرہ۔ اس طرح کے 32 شعبہ جات تھے۔جن میں الگ الگ قسم کے امور کی نگرانی کی جاتی تھی۔موریائی نظم ونسق کی یہ خصوصیت آج کے جمہوری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ کئی اور عہدیدار بھی ہوا کرتے تھے جومختلف امور کی نگرانی کرتے تھے۔آمدنی کا ذریعہ محصول تھا جو کسانوں سے وصول کیا جاتا تھا۔

صوبائی اور مقامی نظم ونسق

انتظامی امور کی سہولت کی خاطر موریا سلطنت کومختلف صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن کو جن پت کہا جاتا تھا۔ ہر صوبہ پر ایک گورنر ہوا کرتا تھا اور عام طور پر شاہی خاندان کے افراد کو ہی گورنر کی ذمہ داری دی جاتی تھی۔صوبہ کو اضلاع میں تقسیم کیا گیا جن کو پردیش کہا جاتا تھا اور ایک پردیش کئی گاؤں پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ گاؤں نظم ونسق کی سب سے چھوٹی اکائی تھی۔ گرامیکا گاؤں کا منتظم ہوا کرتا تھا۔دس گاؤں کی نگرانی گوپا اور استھانیکا کے ذمہ تھی۔ ان کا کام مالگذاری کا ریکارڈ رکھنا اور ٹیکس وصول کرنا تھا۔ٹکشلا' اجین' کلنگ اور سورنا گری موریا سلطنت کے چار اہم صوبے تھے۔

بلدی نظم ونسق

بلدی نظم ونسق موریائی حکومت کی ایک اہم خصوصیت تھی ۔اس دور میں شہروں اور قصبوں کو ترقی دی گئی تھی۔ کوٹلیا کی ارتھ شاستر کے مطابق شہروں اور قصبوں کے انتظام کے لیے علحدہ عہدیدار ہوتے تھے جن کو نگر پالیکا کہتے تھے۔میگاستھنیز نے موریا سلطنت کے صدر مقام شہر پاٹلی پتر کی صراحت کی ہے۔ پاٹلی پتر کے انتظام کے لیے ایک تیس رکنی کونسل ترتیب دی گئی تھی۔اس کونسل میں پانچ اراکین کو منتخب کرتے ہوئے چھ ذیلی کمیٹیوں کو تشکیل دیا گیا تھا۔ان کے ذمہ صنعتیں' بیرونی سیاحت' پیدائش اور اموات کا ریکارڈ' اشیاء کی فروخت ونگرانی' فیکٹری نظام کی دیکھ بھال' ٹیکس کی وصولی جیسے امور شامل تھے۔

مالگزاری نظام

موریا حکمرانوں نے زرعی ترقی کے لیے کئی اقدامات کیے۔زراعت عوام کا اہم پیشہ تھا اور زرعی ٹیکس بھی حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ تھا۔ اس دور میں جنگلوں کو صاف کر کے زمین کو قابل کاشت بنایا گیا اور آبپاشی کے اقدامات کیے گئے۔زرعی پیداوار کا 1/4 حصہ ٹیکس کے طور پر وصول کیا جاتا تھا جو نقد یا جنس کی شکل میں ادا کیا جاسکتا تھا۔مخصوص حالات میں 1/8 حصہ بھی لیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ درآمدی ڈیوٹی یا چنگی' لائسنس فیس' چرواہوں سے مویشی ٹیکس' بحری جہازوں پر ٹیکس' شاہراہوں اور پلوں پر ٹول ٹیکس اور پیشہ وارانہ ٹیکس بھی وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی آمدنی کا بڑا حصّہ فوج اور دفاعی نظام پر خرچ کیا جاتا تھا۔عہدیداروں کو تنخواہ دی جاتی تھی۔مختلف فلاحی اور ترقیاتی کام اسی آمدنی سے انجام پاتے تھے۔ہنرمندوں اور فنکاروں کو مالی امداد دی جاتی تھی۔فلسفی اور درویش بھی بادشاہوں کی فیاضی سے مستفید ہوتے تھے۔ اس رقم سے کئی محلات اور یادگاریں تعمیر کروائی جاتی تھیں۔سڑکیں تعمیر ہوتی تھیں۔اس طرح عوامی افادیت کے کاموں پر کثیر رقم خرچ کی جاتی تھی۔

فوجی نظام

موریائی فوج بہت ہی منظم، مسلح اور بہادر تھی۔ پلینی کے مطابق چندرگپت موریا کے فوجی لشکر میں چھ لاکھ پیادہ فوج، تیس ہزار گھوڑسوار، نو ہزار ہاتھی اور آٹھ ہزار رتھ تھے۔

جاسوسی نظام

سیاسی استحکام کے لیے موریائی حکمرانوں نے جاسوسی نظام کو اہمیت دی تھیں۔

عدلیہ

موریاؤں کا عدالتی نظام اُن کے غیر جانبدارانہ انصاف کے لیے مشہور تھا۔ دو قسم کی عدالتیں ہوا کرتی تھیں۔ (۱) دھرما استھانا: ان عدالتوں میں دیوانی مقدمات کے فیصلے ہوا کرتے تھے جیسے شادی، بیاہ، طلاق، وراثت، جائیداد سے متعلق تنازعات، غلامی، مزدوروں کے مسائل سے متعلق فیصلوں کی سنوائی ہوتی تھی۔ (۲) کنگا سودھنا : ان عدالتوں میں سیاسی جرائم، قتل، چوری، لوٹ، ڈکیتی، جنسی جرائم جیسے فوجداری مقدمات کی سنوائی ہوتی تھی۔

سماج

موریاؤں کی سماجی تنظیم ذات پات پر مبنی چار ذاتیں تھیں۔ برہمن، چھتری، ویشیہ اور شودر۔ ان چار ذاتوں کو چترورن (Chatur Varna) سماج کی چار سطحی تقسیم کہا جاتا تھا۔ ذات پات کی نوعیت پیدائشی ہوتی تھی اور شادیاں بھی اپنی اپنی ذات کے اندر ہوتی تھیں۔ درجہ بند سماجی ڈھانچہ پایا جاتا تھا جس میں برہمنوں کا سب سے اونچا مقام تھا جن کا کام مذہبی فرائض انجام دینا تھا۔ چھتری دوسرے درجہ متعین پر تھے۔ ان کا کام سیاسی نوعیت کا تھا۔ درجہ بندی کے تیسرے مقام پر ویشیہ ہوا کرتے تھے جن کے ذمہ تجارت اور زرعی کام تھا آخر میں سب سے نچلی سطح پر شودر تھے جو اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔

معیشت :

موریائی دور کو معاشی خوشحالی کے دور سے تعبیر کیا جاتا تھا کیوں کہ اس دور میں زراعت، دستکاری، گھریلو صنعتوں اور تجارتوں کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ لوگوں کا معیار زندگی ان کی دولت کی فراوانی کو ظاہر کرتا تھا۔ زراعت اہم پیشہ تھا۔ زراعت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی بڑی تعداد گاؤں میں رہتی تھی۔ زرعی ترقی کے لیے حکومت کی جانب سے آبپاشی کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھی تا کہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہو۔ تالابوں کی تعمیر، ان کی دیکھ بھال، پانی کے ذخائر اور کنوؤں کی صفائی اور دیکھ بھال کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ارتھ شاستر کے مطابق زمین کو قابل کاشت بنایا گیا اور بستیوں کو آباد کیا گیا۔ دھان، گیہوں، جو، دالیں اور گنّا اہم فصلیں ہوا کرتی تھیں۔ ترکاریاں مختلف اقسام کے پھلوں کی کاشت بھی ہوتی تھی۔ زراعت کے ساتھ ساتھ صنعتوں پر بھی توجہ دی گئی۔ سوتی کپڑے، ہتھیار، کانکنی، جہاز سازی اور زرعی اوزار کی تیاری کو اہمیت دی گئی۔ سوتی کپڑے کے کارخانے مشہور تھے۔ سڑکوں، نہروں اور دریاؤں کے ذریعہ تاجروں کی آمدورفت ہوا کرتی تھی۔ سونے، چاندی، تانبہ، سیسہ اور لوہے کی کانیں تھیں۔ ہندوستانی ریشم اور سوت کی دیگر ممالک میں بہت مانگ تھی۔ بیرون ملک اور اندرون ملک تجارت کو فروغ دیا گیا۔ پاٹلی پتر سے اہم شہروں کا تعلق تھا۔ موریاؤں کے دور میں شام، مصر، یونان اور برما سے تجارتی تعلقات تھے۔ اس دور کی اہم بندرگاہوں میں مشرق میں تامرلپتی اور مغرب میں بھروچ اور سوپارا تھے۔ ہیرے، موتی، سوتی

کپڑے ٗ ہاتھی دانت کی مصنوعات اہم برآمدات تھے جبکہ دیگر مما لک سے گھوڑے ٗ سونا ٗ سیسہ ٗ شراب منگوائی جاتی تھی۔تجارتی کاروبار کی وجہ سے کرنسی کے استعمال کی ضرورت پیش آئی۔اس دور میں سونے ٗ چاندی اور تانبہ کے سکے ہوا کرتے تھے جن پر مہریں کندہ ہوتی تھیں۔ اس دور میں بینکوں کا وجودنہیں تھا لیکن مالیاتی کاروبار ہوا کرتا تھا۔سودی لین دین عام تھا۔دستکار بھی اپنی دستکاری میں ماہر تھے اور وہ مختلف اشیاء بناتے تھے۔ بڑھئی ٗ سُنار ٗ ہاتھی دانت کا روبار کرنے والے ٗ بنگر ٗ قیمتی پتھروں کو تراشنے والے ٗ چمڑے کا کام کرنے والے ٗ تیر کمان بنانے والے اور کشتیاں بنانے والوں کے علحدہ علحدہ طبقے تھے۔تجارتیں انجمنیں تجارتی سرگرمیوں کو منظم کرتی تھیں اور تجارتی سرگرمیوں کے لیے پورے ملک میں سڑکیں تعمیر کروائی گئی تھیں۔ان تمام سرگرمیوں کی وجہ سے عوام میں معاشی خوشحالی تھی اور معاشی خوشحالی کی وجہ سے ٹکشلا ٗ اجین ٗ الہ آباد ٗ بنارس ٗ پاٹلی پتر جیسے بڑے شہر وجود میں آئے اور شہری زندگی فروغ پائی۔

مذہب

موریائی دور میں بدھ مت اور جین مت کو مقبولیت حاصل ہوئی لیکن ویدیک دیوی دیوتاؤں کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔دیوی دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں دی جاتی تھیں۔اشوک نے کسی حد تک جانوروں کی قربانیوں کو روکنے کی کوشش کی۔چندر گپت موریا شیو کی پوجا کرتا تھا۔شیومت اور وشنومت اس دور کے اہم مذاہب تھے۔مذہبی علماء کا احترام کیا جاتا تھا۔اشوک کے دور میں بدھ مت کو شاہی سرپرستی حاصل ہوئی۔بدھ مت کی تبلیغ کے لیے مبلغین کو دیگر مما لک کو بھیجا جاتا تھا۔اشوک کے دور میں بدھ مت کو بین الاقوامی مذہب کا درجہ حاصل ہوا۔موریا دور میں جین مت کو بھی فروغ حاصل ہوا اور یہ مذہب مغربی اور شمال مغربی علاقوں میں پھیل گیا۔

ادب

موریا دور میں علم وادب کو بھی ترقی ہوئی۔اشوک نے تعلیم کو عام کرنے کے لیے کئی اقدامات کئے۔اس نے اپنے دھرم کی تعلیمات کو کتبات کی شکل میں کندہ کروایا تھا لیکن جب تک عوام تعلیم سے آشنا نہیں ہوں گے ان کتبات کو تحریر کروانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔اس لیے اشوک نے علم کی ترقی پر زور دیا۔موریا دور میں پراکرت زبان کو زیادہ ترقی ہوئی جو موریاؤں کی سرکاری زبان تھی۔ٹکشلا اور اجین علم وادب کے بڑے مراکز تھے جہاں تاریخ ٗ معاشیات ٗ سیاسیات اور فلسفہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔سیاست اور نظم ونسق پر کوٹلیہ کی تحریر کردہ کتاب ارتھ شاستر اس دور کی مقبول کتاب تھی۔تیسری بدھ مت کونسل کے دوران بدھ مذہب کی مقدس کتاب ''ابھی دما پیتا کا'' کی تصنیف کی گئی۔موگلی پتا تسا نے ''کھتا واتو'' نامی کتاب لکھی۔بھدرا باہو نے جین مت کی مشہور کتاب کلپا سوتر لکھی۔اشوک کے کتبات پراکرت زبان میں تھے۔اس کے علاوہ اس دور میں برہمی رسم الخط کا بھی استعمال ہونے لگا۔

آرٹ اور فن تعمیر

موریائی دور میں ہندوستانی آرٹ اور فن تعمیر کو کافی ترقی حاصل ہوئی۔موریائی دور سے قبل تعمیرات میں لکڑی کا زیادہ استعمال ہوتا تھا لیکن اشوک کے دور میں یونانی اور ایرانی طرز تعمیر سے متاثر ہو کر بڑے پیمانے پر پتھر کا استعمال ہونے لگا یعنی فن سنگ تراشی کو فروغ حاصل ہوا۔اشوک کے استوپ اور کتبات میں بھی پتھر کا زیادہ استعمال ہونے لگا۔اس دور کے اہم تعمیرات میں استوپ شامل ہیں۔اشوک نے کئی استوپ تعمیر کروائے تھے جس میں سانچی ٗ سارناتھ اور بھرت استوپ شامل ہیں لیکن سانچی کا استوپ کافی مشہور ہے جو مدھیہ پردیش میں ہے۔اس کی لمبائی 23 میٹر اور بلندی تقریباً تیس میٹر ہے۔اشوک کے پتھر کے کتبات اور پتھر کے ستون فن تعمیر کا اعلیٰ

نمونہ ہیں جو بدھ کے مقدس مقامات اورعوامی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ستونوں کی تیاری میں دوقسم کے پتھروں کا استعمال کیا گیا۔(۱) سفید ریت کے پتھر(۲) سیاہ زرد سرخ پتھر۔ اشوک کے ستون کے تین حصے ہوتے ہیں۔(۱) بنیاد یعنی زمین میں مدفون حصہ(۲) شافٹ یعنی ستون کا تناور حصہ(۳) اینمل کیپٹل یہ ستون کا اہم حصہ ہوتا ہے جس میں ایک یا ایک سے زائد جانوروں کی شبیہ ہوتی ہے جو ایک باکس کے اوپر اور نیچے گھنٹی نما الٹے کنول میں کندہ ہوتے ہیں۔ سارناتھ کا ستون فن سنگ تراشی کا نادر نمونہ ہے جسے ایک ہرن کے پارک میں تعمیر کروایا گیا جہاں سے گوتم بدھ نے اپنے پہلے درس کا آغاز کیا تھا۔ستون پر حسب ذیل جانوروں کو تراشا گیا۔ جیسے شیر اور بیل' ہاتھی اور گھوڑا۔شیو' اندرا' درگا اور گروڑا جیسے دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کو بھی کندہ کروایا گیا تھا۔ چار شیروں کے سامنے پیچھے ایستادہ کیپٹل کو قومی نشان بنایا گیا۔موریائی خاندان کے زوال کے بعد ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔تقریباً 500 سال تک یعنی گپت سلطنت کے قیام تک کوئی خاندان ایسا نہیں تھا جو پورے شمالی ہند کو مستحکم کر کے ایک طاقتور حکومت قائم کر سکے۔ ان حالات اور سیاسی انتشار کی وجہ سے بیرونی حملہ آوروں جیسے یونانی' شاکا' پارتھین اور کشان حکمرانوں نے شمالی مغربی ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔سونگا اور کنوا حکمرانوں نے مگدھ پر حکومت کی جبکہ آندھرا میں ستواہنوں نے خودمختاری کا اعلان کیا۔ چولا' چیرا' پانڈیا حکمرانوں نے جنوبی ہند پر حکومت قائم کی اور شمال مغربی ہندوستان یونانیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔موریائی دور کی بہ نسبت اس دور کے تاریخی ماخذ بہت کم دستیاب ہیں۔گارگی سمیتھا' پوران' پتانجلی مہا بھاسیا' دیویادانا' بانا کی ہرش چریتا اور کالی داس کی مالوا گنی مترا اس دور کے دستیاب ماخذ ہیں۔

مابعد موریا

اشوک کی وفات کے بعد بھی موریا سلطنت تقریباً پچاس سال تک قائم رہی۔لیکن کمزور اور نااہل جانشینوں کی وجہ سے موریا خاندان کا زوال شروع ہو گیا۔

سنگا خاندان

سلطنت موریا کے آخری حکمراں برھادرت کو اس کے سپہ سالار پشیامترا سنگا نے قتل کر کے سنگا سلطنت کا قیام عمل میں لایا۔ سنگا بھردواج برہمن تھے جن کا تعلق بھردواج قبیلے سے تھا۔ پشیامترا سنگا کی تفصیلات بانا کی ہرش چترا میں درج ہے۔ ہرش چترا کے مطابق برھادرت کی نااہلی اور عوام میں عدم مقبولیت کا فائدہ اٹھا کر پشیامترا سنگا نے اسے قتل کر دیا تھا۔ پشیامترا سنگا نے 36 سال تک حکومت کی۔ اس کے حدود سلطنت پاٹلی پتر سے جنوب میں نرمدا تک پھیلے ہوئے تھے۔اس کی سلطنت میں ایودھیا' جالندھر اور پنجاب بھی شامل تھے۔ یہ برہمنی مذہب کا پیرو تھا۔اس نے دوبار اشوا میدھ کی رسم انجام دی تھی۔ اس کا شمار موریاؤں کے بعد بڑے ہندوراجاؤں میں ہوتا تھا۔اس کے بعد اس کے جانشینوں میں اگنی مترا' سوجی سیتا' واسومترا' وجرمترا' بگوت اور دیوبھوتی قابل ذکر ہیں جنہوں نے مگذ پر حکمرانی کی۔سنگا خاندان میں جملہ دس بادشاہ گذرے ہیں جنہوں نے تقریباً 112 سال حکومت کی۔سنگا حکمراں کے ایک وزیر واسود یوا کنوا نے سنگا خاندان کے آخری بادشاہ دیوبھوتی کو قتل کر کے کنوا خاندان کی بنیاد ڈالی۔سنگا خاندان کا تاریخ ہند میں اہم مقام ہے۔ پشیامترا نے بیرونی حملہ آوروں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور یونانیوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے تھے۔

کنوا

کنوا خاندان کا پہلا بادشاہ واسود یوتھا جس نے کنوا خاندان کے آخری حکمراں دیوبھوتی کو قتل کر کے 75 ق م میں مگدھ پر قبضہ

کرلیا۔ تاریخی ادب میں کنوا کو کنوائن بھی کہتے ہیں۔ اس خاندان کے دیگر بادشاہوں میں بھومی مترا' نارائن اور سُسر ما قابل ذکر ہیں جنہوں نے 45 سال تک حکومت کی۔ پرانوں کے مطابق اس خاندان کا پہلا حکمراں واسود یوتھا جو9 سال تک حکمراں رہا۔ اس کا بیٹا بھومی مترا14 سال حکمراں رہا۔ نارائن بارہ سال اور نارائن کے بیٹے سُسر مانے 10 سال تک حکومت کی۔ ان کا دور 73 ق م سے 28 ق م تک رہا۔ اس خاندان کے آخری حکمراں سسرما کوستواہن حکمراں پلوماوی نے بیدخل کردیا اوراس طرح کنواؤں کا دور ختم ہوگیا۔ پلوماوی نے پاٹلی پتر پر قبضہ کرلیا۔

ہند۔یونانی

250 ق م میں بختر یااور پارتھیا سیلوکس کی سلطنت کے دو اضلاع تھے۔ بختر یاہندوکش کی پہاڑیوں اور دریائے جہلم کے درمیان ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں واقع تھا۔ بختر یاپر دیوڈیوس کی حکومت تھی۔ اس نے سیلوکس کوشکست دے کر اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا۔ ڈیمٹر یس اس خاندان کا مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوستان پر حملہ کرکے سندھ' افغانستان اور پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ اس نے چاندی اور تانبہ کے سکے جاری کئے۔ یونانی اور خروشتی رسم الخط کا استعمال کیا گیا تھا۔ یونانی مورخ اسٹرابو کے مطابق ڈیمٹر یس کی فتوحات سکندر سے بھی زیادہ تھی۔ مینا ندر ہند یونانی حکمرانوں میں سب سے زیادہ عظیم حکمراں تھا۔ اس نے گنگا جمنا دوآب کے زیادہ حصوں کو الحاق کرتے ہوئے کئی کامیاب مہمات انجام دی تھیں۔ مینا ندر کا دور حکومت 155 ق م سے 130 ق م تک رہا۔ افغانستان' شمال مغربی ہندوستان' پنجاب' سندھ' اتر پردیش' راجستھان اور سوراشٹر کے علاقے اس کی سلطنت میں شامل تھے۔ پالی ادب کی تحریر ملند پنہہ (Milind Panha) کے مطابق مینا ندر (Menandra) نے بدھ مت اختیار کیا تھا۔ ملند پنہہ میں بدھ راہب ناگا سینا اور مینا ندر کے درمیان مباحثہ کو بیان کیا گیا ہے جس میں ناگا سینا نے مینا نندر کوشکست دی۔ مینا ندر نے ناگا سینا سے بدھ مت کے فلسفہ اور مابعد الطبعیات سے متعلق چند سوالات کیے تھے جن کے جوابات سے مطمئن ہوکر مینا ندر نے بدھ مت اختیار کرلیا۔ مینا ندر کے انتقال کے بعد شاک' پارتھین اور کشان کے مسلسل حملوں کی وجہ سے ہند یونانی حکمرانی کا خاتمہ ہوگیا۔

شاکا

شاکا ایک خانہ بندوش قبیلہ تھا جس کا تعلق وسطی ایشیاء سے تھا۔ یوچی قبیلہ سے شکست کے بعد ہندوکش اور بولان کے راستہ سے یہ قبیلہ ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ شاکاؤں نے ہندوستانی تمدن' رسم ورواج اور مذہب کو اپنا لیا۔ ان لوگوں نے ہندوستانی لڑکیوں سے شادی کی۔ ساکاؤں کے ہندوستانی تمدن کو اپنانے کا ثبوت ان کے جاری کردہ سکوں سے ہوتا ہے۔ ان کے سکوں پر شیو اور بدھ کی کندہ تصاویر ملتی ہیں۔ کئی ساکا حکمراں ہند یونانی حکمرانوں کے ہمعصر تھے۔ ابتدائی شاکاؤں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان آنے سے قبل ایران میں پارتھیوں کے تحت کافی عرصہ تک مقیم تھے۔ ہندوستان میں شاکاؤں نے ہندوستانی ناموں اور ہندوستانی عقیدوں کو اپنا لیا۔ شاکا قبیلہ دو شاخوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کی ایک شاخ ماؤس نے پنجاب پر حکومت کی اور دوسری شاخ کی حکومت قندھار پر تھی۔ شاکا قبیلہ کا پہلا حکمراں ماؤس تھا جس نے 20 ق م سے 22 عیسوی تک حکمرانی کی۔ مدورا کے شاکا حکمرانوں میں قابل ذکر حکوماسا اور ہگاسا تھے جن کے سکّے مدورا کے گردونواح میں دستیاب ہوئے۔ مدورا پر کنشک کا قبضہ ہوگیا اور مدورا کے شاکا بادشاہوں کی حکمرانی ختم ہوگئی۔ شاکا قبیلہ کا سب سے عظیم حکمراں کرداما کا شاکا تھا جس نے اجین سے حکومت کی تھی۔ گوتم پتر ستکرنی کے ہاتھوں نہاپنا کی

شکست کے بعد وہ غیر مقبول ہو گئے لیکن چستانا کے دورِ حکومت میں انہوں نے پھر سے اقتدار حاصل کیا اور 130 عیسوی سے 304 عیسوی تک حکومت کی۔ چستانا نے اپنے بیٹے جیادامن اور پوتے رودرامن کو شترپ کی حیثیت سے مقرر کیا۔ چستانا کے بعد رودرامن نے ستواہن حکمراں کو دو مرتبہ شکست دے کر ستواہن سلطنت کے شمال مغربی علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں ستواہن خاندان سے ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد وہ علاقہ واپس کر دیا۔ دراصل رودرامن چستانا کا جانشین مقرر ہوا۔ جونا گڑھ کے کتبات سے رودرامن کی تفصیلات ملتی ہیں۔ رودرامن نے مہاشترپ کا لقب اختیار کیا تھا۔ رودرامن ایک قابل حکمراں اور ماہر نظم ونسق تھا۔ وہ ایک اسکالر بھی تھا۔ اس نے عوام کی بھلائی کے لیے کئی کام کیے۔ سدرشن نہر پر ایک تالاب بھی بنوایا تھا۔ اس کی سلطنت کے حدود مشرقی مالوا کے اکارا شمالی کاٹھیاواڑ کے انوپا' جنوبی کاٹھیاواڑ کے سوراشٹر' سابرمتی' مغربی وندیا اور اراوالی کے علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ اجین اس کا صدر مقام تھا اور یہ شہر علم کے گہوارہ کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ رودرامن کے جانشین چوتھی صدی عیسوی تک حکومت کرتے رہے لیکن وہ کمزور اور نااہل تھے جس کی وجہ سے شاکا حکومت زوال پذیر ہو گئی۔ رودراسمہا اس خاندان کا آخری حکمراں تھا جسے چندرا گپت وکرمادتیہ نے شکست دے کر اجین پر قبضہ کرلیا۔

پارتھین (پہلوی)

شاکاؤں کے بعد پارتھین ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ان کو پہلوی بھی کہتے ہیں۔ شاکاؤں اور پارتھیوں کے نام کی مشابہت سے ان کے قریبی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔ وونوس اس خاندان کا ابتدائی حکمراں تھا لیکن گونڈوفرنیس پارتھی خاندان کا ایک مقبول حکمراں گذرا ہے۔ اس نے کابل اور پنجاب کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کی حکومت 15 عیسوی سے 45 عیسوی تک تھی۔

کشان

کشان حکمرانوں کا تعلق شمال مغربی چین کے یوچی قبیلہ سے تھا جنہوں نے پارتھی حکمرانوں کے بعد ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ دوسری ق م کے چوتھے دہے میں ہنگ نو نامی قبیلے سے متصادم ہوئے اور فتح یاب ہونے کے بعد کشان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ کجولا کڈفیسس نے اپنی سلطنت کو ٹکشلا' کابل اور قندھار تک وسعت دی تھی۔ اس نے 15 عیسوی 65 عیسوی تک حکومت کی۔ اس کے رائج کردہ سکوں سے اس کے کارناموں کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے مہاراج' راج دھیر راج اور دیوپتر جیسے القابات حاصل کیے۔ کجولا کڈفیسس کے بعد اس کا بیٹا ویما کڈفیسس تخت نشین ہوا۔ اس نے 65 عیسوی سے 75 عیسوی تک حکومت کی۔ اس کے دور میں کشان سلطنت پنجاب اور سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ شیومت کا پیرو تھا اس لیے اس نے چاندی اور سونے کے سکوں پر شیو کی تصویروں کو کندہ کروا کر رائج کیا تھا۔ پانچاؤ نامی چینی کمانڈر کے ہاتھوں اس کو شکست ہوئی۔

سماج

کشان دور میں ورن نظام تھا یعنی سماج چار ذاتوں میں تقسیم تھا۔ برہمن' چھتری' ویشیہ اور شودر۔ سماج میں برہمنوں کا اعلیٰ مقام تھا ۔ یہ لوگ درس وتدریس کے علاوہ مذہبی فرائض انجام دیتے تھے۔ چھتری سماج دوسرے درجہ پر تھا ان کا کام سیاسی نوعیت کا تھا۔ تیسرے درجہ پر ویشیہ تھے جو زراعت اور تجارتی سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔ سماج کا سب سے نچلا طبقہ شودر کہلاتا تھا اور یہ لوگ اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس میں دھوبی' حجام' موچی وغیرہ شامل تھے۔ سماج پدر نسبی ہوا کرتا تھا جس میں صدر خاندان مرد آدمی ہوتا تھا جسے گرہا

پتی کہتے تھے ۔ اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہوتے تھے ۔ سماج میں خواتین کی عزت کی جاتی تھی اور محدود آزادی دی جاتی تھی ۔ ان کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی ۔ اس دور میں کئی خاتون شعراء بھی گذری ہیں ۔ بیواؤں کی شادی کا رواج نہیں تھا ۔ اگر اولاد نرینہ نہ ہو تو مردوں کو ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت تھی ۔ بین ذاتی شادیوں پر سخت پابندی تھی ۔ ان کو اپنے گوتر کے مطابق شادی کرنا پڑتا تھا ۔ قحبہ گیری کو ایک پیشہ کی حیثیت حاصل ہوئی تھی ۔ مدورا کی سنگ تراشی کے نمونوں سے اس دور کے لباس کا پتہ چلتا ہے ۔ بعض نمونوں میں دھوتی کے استعمال کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ اس دور کے تفریحی مشاغل میں ڈرامہ، رقص، گیت، موسیقی، شکار اور مختلف قسم کے کھیل کود تھے ۔ شطرنج ایک پسندیدہ کھیل تھا ۔ لوگ مختلف قسم کے موسیقی کے آلات کا استعمال کرتے تھے جن میں ڈرم، سارنگی، مینڈولین، بین وغیرہ تھے ۔ رد اور خواتین زیوارات کا استعمال کرتے تھے ۔ مدورا کے سنگ تراشی کے نمونوں کے مطابق مرد نکلس، بریسلٹ، کان کے رنگ پہنا کرتے تھے جبکہ خواتین نکلس، پازیب، کان کے ایرینگ، پرنکلس پہنتی تھیں ۔

مذہب

ابتداء میں کنشک اپنے آباء واجداد کی طرح ہندومت کا پیرو تھا اور وہ سورج، شیو، اگنی کی پرستش کیا کرتا تھا لیکن ایک بدھ مت عالم اشواگھوش کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس نے بدھ مت قبول کرلیا ۔ اس دور میں ہندومت کے ساتھ ساتھ بدھ مت اور جین مت بھی مشہور مذاہب تھے ۔ بدھ مت کی تبلیغ اور آپسی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کنشک نے کونڈل وانا کشمیر میں بدھ مت کی چوتھی کونسل (سنگیتی) منعقد کی ۔ اس کانفرنس کی صدارت واسومترا اور نائب صدارت اشواگھوش نے کی تھی ۔ چینی سیاح ہیون سانگ کے مطابق اس کانفرنس میں تقریباً پانچ سو بدھ بھکشو شامل ہوئے تھے ۔ کنشک کے دور میں بدھ مت دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا تھا ۔ (۱) مہایانا بدھ مت (۲) ہنایانا بدھ مت ۔ مہایانا بدھ مت کے مطابق گوتم بدھ کو خدا مانا جاتا ہے اور ہندو دیوتا کی طرح اس کی پرستش کی جاتی ہے ۔ جبکہ ہنایانا بدھ مت کے عقیدہ کے مطابق کوئی بھی فرد اپنے عیش وآرام کو ترک کر کے بدھ بھکشو بننے کے بعد بودھی ستوا (Bodhisatva) کا درجہ پاسکتا ہے ۔ مہایانا فرقہ کے لوگ تبلیغ کے لیے سنسکرت زبان کا استعمال کرتے تھے اور ہنایان فرقہ کے افراد پالی زبان میں تبلیغ کرتے تھے ۔ اس نے تمام مذاہب کی حوصلہ افزائی کی ۔ اس نے سکوں پر ہندو، ایرانی، یونانی دیوی دیوتاؤں کی تصاویر اور ان کی شبیہ کو کندہ کروایا تھا ۔ اس کے سکے برہمن اور ہندومت کی عکاسی کرتے تھے ۔

ادب

اس دور کا سب سے بڑا عالم اشواگھوش تھا جس نے بدھ چریتا اور سندرا نندا کی تصنیف کی تھی ۔ بدھ چریتا میں اشواگھوش نے گوتم بدھ کی زندگی کے حالات کو آسان سنسکرت زبان میں پوری عقیدت اور احترام کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ سندرا نندا میں بھی گوتم بدھ کی زندگی کے حالات کو پیش کیا گیا ہے ۔ اگھوش نے سری پوترا پرکرنا نامی ڈرامہ لکھا ہے ۔ کنشک کے دربار میں آچاریہ ناگرارجن، اشواگھوش، واسومترا بھی تھے ۔ شاہی طبیب چرکا بھی تھا جس نے علم طب سے متعلق چرکا سمیتا نامی کتاب تحریر کی ۔ اس کتاب میں چرکا نے مختلف امراض، ان کی وجوہات اور علاج کا ذکر کیا ہے ۔ دوران خون کا معائنہ اور انسانی جسم کے مختلف اعضاء کی کارکردگی کو بھی اسی کتاب میں بیان کیا گیا ہے ۔ اس کتاب کو کئی زبانوں میں ترجمہ کروایا گیا ۔

گندھارسنگ تراشی :

کشان دور گندھار کے فن سنگ تراشی کے لیے مشہور تھا ۔ گندھار آرٹ کو ہندیونانی سنگ تراشی بھی کہا جاتا تھا ۔ کنشک نے فنون لطیفہ

کی سرپرستی کی تھی۔ کنشک کے دور حکومت میں گندھارا آرٹ کو بہت ترقی ہوئی۔ گندھارا ہندوستان کے شمال مغربی سمت دریائے سندھ کی سیدھی جانب واقع ہے۔ گوتم بدھ کی تراشی ہوئی مورتی اور بدھ کے گھنگرالے بال ایرانی اور رومی تہذیب کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں کی فن سنگ تراشی بدھ مت سے منسوب ہے۔ گندھارا آرٹ میں ہند یونانی تہذیب کے اثرات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس آرٹ میں ہندوستان اور یونانی فن کے نمونے دکھائی دیں گے۔ اس لیے اس کو ہند یونانی فن سنگ تراشی کہا جاتا ہے۔ کنشک کے دور میں متھورا، گندھارا آرٹ کا مرکز بنا۔

سنگم دور

ٹامل کی تاریخ سنگم دور سے شروع ہوتی ہے۔ وینکٹ گیری اور کنیا کماری کا درمیانی علاقہ جہاں آج ٹامل ناڈو اور کیرالہ کی ریاستیں ہیں اُسے ٹامیلم کہتے تھے۔ سنگم سے مراد افراد کی جماعت یا انجمن ہے۔ ڈاکٹر سبرا منیم نے تین سنگموں یعنی ادبی کونسلوں کا نظریہ پیش کیا تھا۔ اس کے مطابق پہلا سنگم کنیا کماری کے جنوب میں پانڈین حکمران ما کیرتی نے قائم کیا تھا جو چار ہزار چار سو سال تک قائم رہا جس میں چار ہزار چار سو انچاس اسکالرس نے حصہ لیا تھا۔ دوسرا سنگم کپڑا پورم میں پانڈیا سلطنت کے صدر مقام پر قائم ہوا تھا جو تین ہزار سات سو برس تک قائم رہا اور اس میں تین ہزار سات سو شعراء شامل تھے۔ تیسرا سنگم مدورائی میں ہوا جو اٹھارہ سو پچاس سال تک قائم رہا جس سے 449 شعراء منسلک تھے۔

ادب

سنگم دور میں علم و ادب کو کافی ترقی حاصل ہوئی۔ اس لیے اس کو ٹامل ادب کا سنہری دور کہتے ہیں۔ سنگم دور کے اہم ادبی تصانیف میں تولکا پیم، ایٹوٹو گائے، پٹوپٹو، سیلاپپا دیگارم، منی میکالائی اور تیرو کولر شامل ہیں۔ تولکا پیم قدیم قواعد کی کتاب ہے جس کو تولکا پیار نے تحریر کیا تھا۔ تیروکرال کا مصنف ترووبلور تھا اس میں سماجی زندگی کے اقدار اور اخلاق پر بحث کی گئی ہے۔ شلپادی کرم، منی مکلائی اور جیوکا چنتا منی ٹامل رزمیہ داستانیں ہیں۔ شلپادیکلم کا مصنف ایلانگوادیگل تھا۔ یہ قدیم کتاب ہے۔ اس میں بوپار کے کوولن اور اس کی بیوی کناگی کی محبت کی داستان درج ہے۔ منی میکالائی کو مدورائی کے ستانار نے تحریر کیا تھا۔ ترونکوتوار نے جیویکا چینتا منی سنسکرت زبان میں لکھی جو کمبان کی ٹامل رامائن ایک اہم ادبی کارنامہ ہے۔

کلنگ چیڈی خاندان

مہاندی اور گوداوری ندی کے درمیان جو ساحلی علاقہ ہے اسے کلنگ کہتے ہیں۔ چیڈی خاندان کے مہا میگھاوانس نے کلنگ پر حکومت کی۔ وہ ابتدائی ستواہنوں کے ہمعصر تھے۔ کھاراویل چیڈی خاندان کا مشہور حکمران تھا۔ کھاراویل کی وفات کے بعد چیڑی خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

ستواہن دور

موریاؤں کے زوال کے بعد کئی چھوٹی سلطنتیں وجود میں آئیں جیسے چیرا، چولا، پانڈیا، سونگا، کنوا، چیڈی وغیرہ۔ لیکن ان میں ستواہن حکمراں کافی مشہور ہیں۔ ستواہن حکمرانوں نے جنوبی ہند میں پہلی بار ایک وسیع مملکت قائم کی تھی۔۔ پرانوں میں ستواہنوں کو آندھرا بھی کہا گیا ہے جبکہ کتبات میں ان حکمرانوں نے اپنے آپ کو ستواہن کہا ہے۔ پرانوں میں جن آندھرا راجاؤں کا ذکر کیا ہے انہوں نے کتبات میں اپنے آپ کو ستواہن کہا ہے۔ مورخوں کے مطابق دونوں ایک ہی ہیں۔ ستواہن ایک خاندان کا نام ہے جبکہ

آندھرا ایک نسل کا نام ہے۔

ستواہنوں کے اصلی وطن کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔بعض مورخین کے مطابق ان کا وطن مہاراشٹرا ہے کیوں کہ نانا گھاٹ اور ناسک کے کتبات مہاراشٹرا میں دستیاب ہوئے ہیں۔ دیگر مورخین کے مطابق میکادونی کے کتبات بیلاری میں پائے گئے۔اس طرح ان کا تعلق کرناٹک سے ہوتا ہےلیکن زیادہ ترمورخ اس بات سے متفق ہیں کہ ان کا تعلق آندھرا علاقہ سے تھا کیوں کہ اس خاندان کے پہلے حکمراں کے دور کے سکّے کوٹی لنگالا کریم نگر میں پائے گئے جوتلنگانہ میں ہے۔ستواہن خاندان کے حکمرانوں کی ذات کے متعلق بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔بعض مورخ ان کو برہمن کہتے ہیں۔بعض ان کو چھتری یا ناگ برہمن کہتے ہیں لیکن ناسک کے کتبات میں بلاساری تحریر کرتا ہے کہ اس کا بیٹا گوتم پتر ستا کرنی ایکا برہمن تھالہذا یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ستواہن حکمرانوں کا تعلق برہمن ذات سے تھا۔

سیاسی تاریخ

ستواہنوں نے چارسو سال سے زائد حکمرانی کی تھی اوراس خاندان کے تیس حکمران گذرے تھے۔ان کا دورحکومت 230 ق م سے شروع ہوکر 220 عیسوی میں ختم ہوتا ہے۔سری مکھا سے لیکر گوتم پتر ستا کرنی تک ابتدائی ستواہن حکمراں کہلاتے ہیں۔ باقی بادشاہ مابعد ستواہن حکمران کہلاتے ہیں۔

سری مکھا

سری مکھا (سموکا) ستواہن خاندان کا بانی تھا۔اس نے 23 سال حکومت کی اوراس کا دورحکومت 235 ق م سے 213 ق م تک تھا۔اس کا صدرمقام پرتسیس تھا نا یا پیٹھان تھا۔اس نے بدھ اورجین منادر کی تعمیر کی۔اپنے بیٹے ستا کرنی اوّل کی شادی رتیکا کی شہزادی ناگانیکا سے کی اوراپنی طاقت کومزید مستحکم کیا۔اس کے قتل کے بعداس کا بھائی کرشنا تخت نشین ہوااوراپنی سلطنت کوناسک تک وسعت دی۔

ستکرنی اوّل

کرشنا کے بعداس کا بھتیجہ ستکرنی اوّل تخت نشین ہوا۔اس کا شمارستواہن خاندان کے مقبول حکمرانوں میں ہوتا ہے۔نانا گھاٹ کے کتبات کے مطابق اس کو دکشن پت کا عظیم حکمراں کہا گیا ہے۔۔ستکرنی اوّل نے ویدیک مذہب کی سرپرستی کی تھی اوراس نے دوبار اشوامیدھ کی قربانی دی تھی،ایک بارراجہ سویا یا گا قربانی دی تھی۔اپوتریاااورانارم بھنیا انجام دے کر برہمنوں کوہزاروں گائیں، گھوڑے اور زمینوں کا عطیہ دیا تھا۔اس کے علاوہ اس نے کئی اور قربانیاں دی تھیں۔اس سے اس دورکی خوشحالی کا اندازہ ہوتا ہے۔ستکرنی کی وفات کے بعداس کا جانشین نابالغ تھااس لیےاس کی بیوی ناگانیکا نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی تھی۔

ستکرنی دوم

ستکرنی دوم ستواہن خاندان کا چھٹا بادشاہ تھااوروہ 166 ق م سے 111 ق م تک حکومت کی۔اس کا دورحکومت 56 سال تھا۔ ستکرنی دوم نے شاکاؤں کوشکست دے کر مدھیہ پردیش پر قبضہ کرلیا تھا۔پرانوں کے مطابق ستکرنی دوم کے بعدلمبودارااوراس کے بیٹے پالیکا نے چند برس تک حکومت کی ویسے ستکرنی جانشینوں کا کوئی واضح ریکارڈ موجودنہیں ہے۔اس خاندان کا 17 واں حکمراں ہالاتھا۔اس

نے 20 عیسوی سے 24 عیسوی تک حکومت کی۔ یہ عظیم حکمراں ہونے کے علاوہ ایک عظیم شاعر بھی تھا اور وہ شعراء کی سرپرستی کرتا تھا۔ اس نے پرکرات زبان میں گتا سپتاستی نامی کتاب لکھی جو ایک شعری مجموعہ تھا۔ ہالا کی موت کے بعد ستواہن سلطنت کمزور ہوگئی۔

گوتمی پتر ستکرنی

گوتمی پتر ستکرنی نہ صرف ستواہن خاندان بلکہ جنوبی ہند کا ایک عظیم بادشاہ گذرا ہے۔ یہ ستواہن خاندان کا 23 واں باشاہ تھا۔ اس نے ایک وسیع علاقہ پر حکومت کی۔ اس کی فتوحات کی تفصیلات ناسک کے کتبات میں ملتی ہے۔ اس نے ساکا' یووانا' اور پہلویوں کو شکست دی تھی اور اپنی فتوحات کے ذریعہ سلطنت کو وسعت دی۔ گوتمی پتر ستکرنی نے ملاکا' اساکا' ودربھ' انوپا' اپررات' ککورا' اونتی اور اجین پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس کی سلطنت شمال میں راجستھان اور کرناٹک میں وجینتی اور ٹامل ناڈو میں کدرور تک پھیلی ہوئی تھی۔ گوتمی پتر ستکرنی نے امن ویکجہتی' خوشحالی اور ترقی کے کئی کارنامے انجام دیئے۔ سماجی اصلاح کے ذریعہ سماجی برائیوں کا خاتمہ کیا۔ نچلی ذات کے مفادات کے لیے کام کیا' اس کو شتر یادرپامردانا اور اکابرہمنا کے خطاب سے نوازا گیا۔

یگنیا سری ستکرنی

بعد کے ستواہن حکمرانوں میں یگنا سری بہت بڑا حکمراں گذرا ہے۔ اس نے ستواہنوں کو وسطی ہندوستان اور منگی راشٹر سے نکال دیا تھا۔ اس کے سکوں سے سمندر پار بیرونی تجارتی تعلقات کی جانکاری ہوتی ہے۔ برما میں بحری جہاز کندہ سکّے دستیاب ہوئے تھے۔ اس نے بحری بیڑے تیار کیے اور سمودرادی پتی کا خطاب حاصل کیا تھا۔ مشہور فلسفی اچاریہ ناگرجنا اس کے دربار میں تھا۔ یاس کی موت کے بعد ستواہن مملکت پر اکشاوا' پلاوا چوٹ' اور ابھیرس کا قبضہ ہوگیا۔ پلومائی چہارم کو اس خاندان کا آخری بادشاہ کہتے ہیں۔ اس کے دور میں اس سلطنت کا شیرازہ بکھیر گیا تھا۔

نظم ونسق

ستواہنوں کا نظم ونسق موریائی نظم ونسق سے مشابہ تھا۔ بادشاہت موروثی تھی۔ بادشاہ مطلق العنان ہوتا تھا۔ حکومت کا سربراہ ہونے کے علاوہ مکمل اقتدار کا مالک ہوتا تھا۔ وہ دھرم شاستر کے مطابق حکومت کیا کرتا تھا۔ وزرا کی ایک کونسل ہوتی تھی جو بادشاہ کو مشورے اور تجاویز دیا کرتی تھی۔ وزرا کے علاوہ دیگر عہدیدار بھی ہوتے تھے جنہیں متعدد مراعات حاصل ہوتی تھیں۔ اعلیٰ رتبہ کے جاگیردار کو راجہ کہتے تھے اور اس کو اپنے سکّے رائج کرنے کا اختیار تھا۔ دوسرے درجہ کے جاگیردار کو مہارتھی اور مہا بھاجا کہتے تھے جن کو گاؤں دان کرنے کا حق ہوتا تھا۔ ناناگھاٹ کے کتبات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ اپنے جاگیرداروں سے ازدواجی رشتے قائم کرتے تھے۔

ستواہن حکمرانوں نے مملکت کو انتظامی امور میں سہولت کی خاطر جن پد' آہار یا ویشیا (Vishaya) اور گرام میں تقسیم کیا تھا۔ گاؤں سب سے چھوٹی انتظامی اکائی ہوتی تھی۔ جن پدوں کی نگرانی شہزادے کیا کرتے تھے۔ ویشیا اماتیہ کے کنٹرول میں ہوتے تھے اور گاؤں یا گرام کا نظم ونسق گرامیکا کے ذمہ میں ہوتا تھا۔ گرامیکا گاؤں کا بڑا عہدیدار ہوتا تھا۔ گاؤں کی کونسل گاؤں کے انتظامات میں گرامیکا کی مدد کرتے تھے۔ بڑے شہروں اور قصبوں میں موریاؤں کی طرح بلدی حکومت ہوتی تھی جو ان شہروں اور قصبوں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ اس کو نگم سبھا کہتے تھے۔ پیٹھان' دھنیا کٹک' بروکچا' کلیان اور سوپرا کے نظم ونسق کے ذمہ داری نگم سبھا ہوتے تھے۔ نگم سبھا کے اراکین کو گاہاپتی کہتے تھے۔ میگاستھنیز کی انڈیکا کے مطابق آندھرا میں تقریباً تیس قصبے اور شہر تھے۔ اس کے علاوہ دیگر عہدیدار بھی ہوا

کرتے تھے جن کے ذمہ میں مختلف فرائض تفویض کیے گئے تھے۔ جیسے مہامتر (وقف کا عہدیدار)' بندھیکا (محرر)' بھنڈاریکا (گودام کاانچارج)' مہاسیناپتی (فوجی جنرل) وغیرہ۔ بادشاہ زمین کا مالک ہوتا تھا لیکن خانگی افراد کو بھی اپنی نجی زمین پر مالکانہ حقوق حاصل تھے۔مملکت کی آمدنی کا ذریعہ زمین کا محصول تھا۔زرعی پیداوار کا 1/3 حصہ بادشاہ کو ادا کرنا پڑتا تھا جسے بھاگ کہتے تھے جو نقد یا جنس کی شکل میں ادا کیا جاسکتا تھا۔ اراضی ٹیکس کے علاوہ پیشہ ورنہ ٹیکس' ٹول ٹیکس ریاست کی آمدنی کے دیگر ذرائع تھے۔ستواہنوں کے پاس چار قسم کی فوج ہوا کرتی تھی جیسے پیادہ فوج' گھوڑ سوار فوج' ہاتھی سوار فوج اور رتھ سوار۔مہاسیناپتی فوج کا کمانڈر اور سربراہ ہوا کرتا تھا لیکن جنگ کے دوران بادشاہ خود فوج کی قیادت کرتا تھا۔مستقل ملٹری فوج کو کٹاکا اور عارضی ملٹری فوج کو سکنداوارا کہتے تھے۔ جنگ کے زمانہ میں عام شہریوں کو ہراساں نہیں کیا جاتا تھا۔ایسے بھی واقعات ملتے ہیں جہاں بعض حکمراں جیت کے نشہ میں عام شہریوں کو دہشت میں مبتلا کیا کرتے تھے۔ جیسے ہاتھی گپنھ کتبات کے مطابق کلنگ کے بادشاہ کھاراویل نے جیت کے نشہ میں پتونڈا شہر کو برباد کردیا تھا۔

سماج

ستواہن دور میں ذات پات کے نظام پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔گوتمی پتر ستکرنی نے ذات پات کی پاکیزگی کو برقرار رکھا اور ذاتوں کو آلودہ ہونے نہیں دیا۔سماج چار ذاتوں میں منقسم تھا جسے چتروَرن کہتے تھے یعنی برہمن' چھتری' ویشیہ اور شودر۔سماجی درجہ بندی میں برہمنوں کا پہلا مقام تھا۔اس کے بعد چھتری تھے جو سیاسی سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔تیسرے درجہ پر ویشیہ طبقہ تھا جو زراعت اور تجارت میں مصروف ہوا کرتا تھا اور سماج کا نچلا طبقہ شودر کہلاتا تھا جن کو اچھوت کہتے تھے اور یہ لوگ اعلیٰ ذاتوں کے افراد کی خدمت کیا کرتے تھے۔جین مت' بدھ مت اور شاکاؤں کے آنے کے بعد ذات پات کی پابندیاں کسی حد تک کم ہوگئیں۔شاکا ہندوستان آنے کے بعد بدھ مت اور جین مت کو اختیار کیا۔یہ لوگ ہندو سماج میں شامل ہوگئے اور ہندوستانی تمدن کو اپنایا۔چھتری کہلانے لگے اور ستواہنوں سے ازدواجی تعلقات ہموار کیے۔

معیشت

ستواہن دور کی معیشت مستحکم تھی اور مملکت میں معاشی خوشحالی تھی۔ یونانی مورخین کی تحریروں کے بموجب اس دور میں اندرون ملک اور بیرون ملک تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔اس دور کے سکوں سے بیرونی ممالک سے تجارتی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ پرا تیستھانا' تاگارا' جونار' کوڈرا' وجئے پوری' گوردھنا' جینتی اور دھانیا کٹک اس دور کے اہم تجارتی مراکز تھے۔ان شہروں سے سمندری اور زمینی راستوں سے دیگر ممالک سے تجارت ہوا کرتی تھی۔بیل گاڑی کا استعمال عام تھا۔کلیان' سوپارا' جینتی' کوڈورا اہم بندرگاہ تھے جو مغربی ساحل پر تھے۔میسولیا' کوڈور اور گھنٹا سالہ مشرقی ساحل پر تھے۔روم سے تجارت ہوتی تھی جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں رومی سکّے پائے گئے۔مغربی ممالک کے ساتھ بھی اچھے تجارتی تعلقات قائم تھے۔اس دور میں سوتی کپڑے' مسالہ جات' جڑی بوٹیاں' غذائی اجناس' ابرق' ہاتھی دانت' ریشم کا کپڑا شامل تھے جبکہ شراب' تانبہ' جوہرات' سیسہ اہم برآمدات تھے۔

مذہب

ستواہن دور میں بدھ مت اور جین مت کے علاوہ ویدک مذہب کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔اس دور میں برہمن مت کے احیاء کی تحریک شروع ہوئی۔ابتدائی ستواہن حکمرانوں نے ویدک مذہب کی سرپرستی کی۔ناناگھاٹ کے کتبات کے مطابق ستکرنی دوم

نے اشوامیدھ یگیہ اورراجسویہ یگیہ جیسی مذہبی رسومات انجام دیتے ہوئے برہمنوں کی تائید اورحمایت کی۔عوام کی اکثریت بدھ مت کی پیرو تھی لیکن مذہبی رواداری عام تھی۔

ادب

ستواہن حکمراں زبان وادب کے سرپرست تھے۔ستواہن دورکی سرکاری زبان پراکرت تھی اس لیے اس دور کے تمام کتبات پرکرات زبان میں ملتے ہیں۔ ہالاستواہن خاندان کاایک عظیم بادشاہ گذرا ہے جوخود بھی ایک شاعرتھا۔اس نے گتاسپتاستی کے نام سے 700 اشعارکاایک شعری مجموعہ ترتیب دیا تھا۔اس کوکوی وتسالا کہتے ہیں۔سنسکرت اور پراکرت زبان کےعلاوہ ایک اورزبان بولی جاتی تھی جسے دیسی زبان کہتے تھے۔یہ عام لوگوں کی زبان تھی۔اس سے موجودہ تلگو اورکنڑازبان کااحیاء ہواتھا۔آچاریہ ناگرجنا نے چند سنسکرت تصانیف لکھی ہیں جن میں سری لیکھا، پراگنا پرامتا اور مادھیا میکا کریکا شامل ہیں۔اس دور کے دیگر تصانیف میں سرواورما کی قواعد کی کتاب وتسائن کی کاماسوتراور کوتھالا کی لیلاوتی پری نائم قابل ذکر ہیں۔

فن اورفن تعمیر

ستواہن حکمرانوں نے موریاؤں کے طرزتعمیر کوجاری رکھا۔اس دورکےفن تعمیر پر بدھ مت کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ اس دورکی تعمیرات میں بدھ مت کی عمارتیں اوریادگارشامل ہیں جن کووہار،استوپ،چتیااورارااماس کہتے ہیں۔وہار بدھ مت کے راہبوں کی خانقاہیں ہوتی تھیں جوامراوتی، جگیاپیٹ اورناگرجنا کنڈہ میں واقع ہیں۔استوپ ایک عمارت ہوتی تھی جوگوتم بدھ یا کسی معلم کی باقیات پرتعمیر کرتے تھے۔استوپ،امراوتی، ناگرجنا کنڈہ، جگیاپیٹ اورگھنٹہ سالامیں واقع ہیں۔امراوتی کااستوپ فن تعمیر کانادرنمونہ ہے۔اس استوپ کے ذریعہ گوتم بدھ کی زندگی کے پانچ اہم واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے جسے پنچ کلیان کہتے ہیں۔چیتیا بدھ مت کی عبادتگاہیں ہوتی تھیں جوکارلے، ناسک، کنہیری اوربھاجامیں واقع ہیں۔مغربی دکن میں چٹانوں کوتراش کرکے مندرتیارکئے گئے ہیں جوکارلے ناسک اوربھاجامیں واقع ہیں۔مشرقی دکن میں اینٹوں سے تیارکردہ منادرہیں جوناگرجنا کنڈہ میں ہیں۔

امراوتی کااسکول آف آرٹ جنوبی ہندوستان میں بہت مشہور ہے۔پلاواؤں اور چولاؤں کی فن سنگ تراشی کااحیاء امراوتی کی سنگ تراشی سے ہوا۔گڈی ملم شیوکی مندرہندوستان کی سب سے قدیم مندر ہے جوستواہن دورمیں تعمیر کی گئی تھی۔مندرمیں شیوکی پوجالنگ کے طرز میں ہوتی تھی۔ستواہن دورمیں فن مصوری کوبھی فروغ حاصل ہوا۔اجنتہ کے غارنمبر 10 میں مضوری کے خوبصورت نمونے موجودہیں۔

گپت دور

گپت دورکوقدیم ہندوستان کاسنہری دورکہاجاتا ہے۔ گپت حکمرانوں کی حکومت تقریباًدوسوسال یعنی چوتھی صدی عیسوی سے چھٹی صدی عیسوی تک قائم رہی۔گپت حکمرانوں نے ان چھوٹی مملکتوں کاخاتمہ کرکے ایک عظیم سلطنت کاقیام عمل میں لایااورہنوں کے حملوں کوبھی روکا۔ہن ایک وحشی خون خوارقبائلی قوم تھی۔یہ لوگ شمال مغربی راستوں سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ نظم ونسق کے اعتبار سے بھی گپت دورکوایک عظیم دورکہاجاتا ہے۔چینی سیاح فاہیان نے اپنے سفرنامہ میں گپت نظم ونسق کی بہت تعریف کی ہے۔وہ چندرگپت دوم کے دورمیں ہندوستان آیا تھا۔

ابتدائی حکمراں ۔ اصلی وطن

سری گپت اس خاندان کا پہلا بادشاہ تھا جس نے تقریباً 275ء سے 300ء تک حکومت کی۔ اس نے مہاراج کا لقب اختیار کیا تھا۔ تاریخ میں مہاراج کا لقب سری گپت اور گھٹوٹ کچ دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ گھٹوٹ کچ' سری گپت کا بیٹا تھا جو اس کا جانشین ہوا۔ گھٹوٹ کچ کی حکومت تقریباً 300ء سے 320ء تک جاری رہی۔ لیکن ان دونوں حکمرانوں نے سلطنت کی توسیع کے لیے کیا کارنامے انجام دیئے تاریخ میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔ گپت خاندان کی عظمت اور اس کے سنہری دور کی ابتداء اس خاندان کے تیسرے بادشاہ چندر گپت اوّل سے ہوئی۔

چندر گپت اوّل (335ء۔320ء):

چندر گپت اوّل' گپت خاندان کا پہلا عظیم حکمراں گزرا ہے۔ یہ سری گپت کے پوتے گھٹوٹ کچ کا بیٹا تھا۔ اس نے مہاراج دھیراج کا لقب اختیار کیا تھا جس کے معنی بادشاہوں کا بادشاہ کے ہیں۔ جبکہ ابتدائی دو حکمرانوں نے یعنی سری گپت اور گھٹوٹ کچ کو مہاراج کا لقب حاصل ہوا تھا۔ یہ لقب اسے فتوحات کی بناء پر ملا تھا۔ چندر گپت اوّل نے لچھوی شہزادی' کمارا دیوی سے بیاہ کیا تھا۔ چندر گپت کی سلطنت میں بہار' بنگال کے کچھ علاقے اور اتر پردیش شامل تھے۔ اس کے علاوہ کوشل اور کوسمبی بھی چندر گپت اوّل کے قبضے میں آگئے۔ چندر گپت کی حکومت 320ء سے لیکر 335ء تک قائم تھی اور اس کے بعد اس کے بیٹے سمدر گپت نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لی۔

سمدر گپت (380ء۔335ء)

سمدر گپت 335ء میں تخت نشین ہوا اور اس نے تقریباً 45 سال حکومت کی۔ سمدر گپت کی شخصیت اور فتوحات کی تفصیلات الہ آباد کے ستونی کتبے سے حاصل ہوتی ہیں۔ سمدر گپت کے سکوں سے بھی اُس دور کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ سمدر گپت کے ایک عہدیدار ہری سینا نے اس کی جنگی مہمات کو الہ آباد کے اشوک کے ستون پر کندہ کروایا تھا۔ سمدر گپت ایک فاتح اور جنگجو بادشاہ تھا۔ اس لیے ڈاکٹر اسمتھ نے اس کو ہندوستان کا نپولین کہا ہے۔۔ جنوبی ہند کی مہم میں سمدر گپت نے جن بارہ حکمرانوں کو شکست دے کر اپنی اطاعت پر مجبور کیا تھا وہ مندرجہ ذیل تھے۔

1۔ کوشالا کے مہیندر (Mahendra of Kosala)
2۔ مہا کانترا کے ویا گراج (Vyagraj of Mahakantra)
3۔ پشت پور کے مہندرا (Mahendra of Pistapur)
4۔ کتور کے سوامی دت (Svamidatta of Kuttur)
5۔ کورالا کے منتراج (Mantaraj of Korala)
6۔ ونگی کے ہستی ورمن (Hastivaraman of Vengi)
7۔ کانچی کے وشنو گوپال (Vshnu Gopal of Kanchi)
8۔ پلاکا کے اگراسن (Ugrasena of Palakka)

9۔ارند پلا کے دامن (Damana of Erandapalla)

10۔اوامکتا کے نیل راج (Nilaraja of Avavmukta)

11۔دیواراشٹر کے کو ویرا (Kuvera of Devarashtra)

12۔کستھل پور کے دھننجے وغیرہ (Dahanajama of Kushthalapura)

چندر گپت دوم (380ء-415ء)

چندر گپت دوم کا شمار ہندوستان کے عظیم بادشاہوں میں ہوتا ہے۔اسے وکرمادتیہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جو اس کا لقب تھا۔ چندر گپت دوم، سمدر گپت اور مہارانی دتہ دیوی کا بیٹا تھا۔ ساکا حکمراں چندر گپت کے کٹر دشمن تھے جن کو چندر گپت نے شکست دی اور ساکا حکمراں رودراسمھا سوم کو شکست دے کر اس کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔اس کے بعد بھی چندر گپت دوم نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔اس کی فتوحات کے کارنامے دہلی میں قطب مینار کے قریب لوہے کے ستون پر کندہ ہیں۔ چندر گپت دوم کو وکرمادتیا ،نریندر چندر، سمہا چندرا، نریندر سمہا، سمہاوکرم، دیوراج دیوگپتا اور دیوسری کے القابات سے بھی جانا جاتا ہے۔۔

کمار گپت (415ء-455ء)

چندر گپت دوم کے بعد اس کا بیٹا کمار گپت تخت نشین ہوا۔ وہ دھروا دیوی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔اپنی چالیس سال کی حکومت میں کمار گپت نے اپنے باپ سے حاصل کردہ وسیع سلطنت پر حکومت کرتے ہوئے امن وامان اور خوشحالی کو برقرار رکھا لیکن اس کی حکومت کا آخری دور ہنوں کے حملہ کی وجہ سے پریشان کن صورتحال سے دوچار ہوا لیکن اس کے بیٹے سکند گپت نے ہنوں کو شکست دی اور اس فتح کی یاد میں نئے سکے جاری کیے۔اشوامیدھ کی قربانی کی رسم انجام دی۔اس نے مذہبی رواداری کو برقرار رکھا۔اس کے سکوں سے اس کے دور کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔کمار گپت کے بعد اس کا بیٹا اسکند گپت جانشین ہوا۔

اسکند گپت (455ء-467ء)

اسکند گپت نے پشیا مترا، وکاٹکا اور ہنوں کو شکست دے کر اپنی سلطنت کو محفوظ رکھا۔ ہنوں سے اپنی سلطنت کی حفاظت اس کا عظیم کارنامہ تھا۔ہُن ایک جنگجو قبیلہ تھا جو سلطنت روم کے زوال کا ذمہ دار تھا اور وہ ایران کے لیے بھی خطرہ بن چکا تھا۔اسکند گپت نے شمالی ہند کے وسیع علاقہ پر حکومت کی تھی۔مغرب میں کاٹھیاواڑ سے لیکر مشرق میں بنگال تک اس کی سلطنت کے حدود تھے۔۔ بدھ گپت 477ء میں تخت نشین ہوا اور 500ء تک حکومت کی۔ بدھ گپت کی حکومت تقریباً بیس سال قائم رہی۔اس نے اپنے سکے بھی جاری کیے ۔اس کے بعد شاہی خاندان کے افراد میں گپت سلطنت کا بٹوارہ ہو گیا اور ہنوں کے حملہ کی وجہ سے ہر طرف بدامنی اور انتشار تھا۔آخری گپت حکمرانوں میں کمار گپت سوم اور وشنو گپت شامل تھے جو چھوٹے صوبوں کے حکمراں تھے اور 570ء میں گپت سلطنت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔

صوبائی نظم ونسق

گپت حکمرانوں نے روایتی صوبائی نظم ونسق کو برقرار رکھا۔نظم ونسق میں سہولت کی خاطر سلطنت کو کئی صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن کو بھکتی (Bhukti) کہا جاتا تھا۔صوبہ کے نظم ونسق کا سربراہ اوپاریکا کہلاتا تھا جن کا تعلق شاہی گھرانوں سے ہوتا تھا۔ان کو مہاراج

پتر یا دیوا بھتر کا کہتے تھے۔صوبائی سربراہوں کو وسیع اختیارات حاصل تھے۔وہ اپنے ماتحت عہدیداروں کا تقرر کرتے تھے۔صوبوں کو وشیا' منڈل اور بھوگ میں تقسیم کیا گیا تھا۔وشیا کی دیکھ بھال وشیا پتی کے تحت ہوتی تھی۔وشیا کی مدد کے لیے کمار ماتیا اور ایوکت نامی عہدیدار ہوتے تھے۔ضلعی عہدیداروں کی مدد کے لیے دنڈا پاسک اور کولیکا نامی جونیئر افسران ہوتے تھے۔گاؤں نظم ونسق کی سب سے چھوٹی اکائی تھی۔گاؤں کی دیکھ بھال کے لیے گرامیک اور بھوجک اہم عہدیدار ہوتے تھے۔گاؤں اور اضلاع کے نظم ونسق میں نمائندگی کا طریقہ رکھا گیا تھا۔ضلع کے عہدیداروں کی مدد کے لیے ماتحت عہدیداروں کے علاوہ مختلف زمروں سے تعلق رکھنے والے نمائندے بھی شامل تھے۔ضلع کے عہدیداروں کی ایک مجلس ہوتی تھی جس میں زیادہ مالدار آدمی اور تاجروں کی انجمنوں کا صدر شامل ہوا کرتا تھا۔اسی طرح گاؤں کی مجلس بھی نمائندوں سے مامور ہوتی تھی۔

گپت دور میں خواتین کی حیثیت

بدھ مت کی تعلیمات کی وجہ سے گپت دور میں خواتین کی سماجی حیثیت میں کسی حد تک بہتری پیدا ہوئی۔اس کے باوجود عورت کو محدود آزادی دی جاتی تھی۔

گپت دور میں جاگیرداری نظام

ہندوستان میں جاگیرداری نظام کی ابتداء کشانوں کے دور میں ہوئی اور گپت دور میں یہ ادارہ عروج پر تھا۔گپتاؤں اور کشانوں نے ہندوستان میں جاگیرداری کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا۔تعلقدار' زمیندار' سردار' دیش مکھ اور سامنت یہ تمام اصطلاحیں جاگیردار کے ہم معنی ہیں۔ہندوستان کی آزادی کے بعد یہ ادارہ اپنا وجود کھو بیٹھا۔امراء اور جاگیردار بادشاہوں سے آراضی حاصل کرتے تھے اور اس کے عوض میں وہ حکمرانوں کو فوجی خدمات مہیا کرتے تھے۔جبکہ کسان ان زمینوں پر کاشت کرتے تھے۔کشان دور میں جاگیردار کو سامنت کہتے تھے۔سامنت کو تنخواہ کی بجائے آراضی دی جاتی تھیں اور وہ بادشاہ کے ماتحت ہوتے تھے۔حقیقی معنوں میں وہی زمینوں کے مالک ہوتے تھے۔بدلے میں بادشاہ کو فوج فراہم کرتے اور تھوڑی باجگذاری دیتے تھے۔ان کا طرز زندگی بادشاہوں جیسا تھا۔بڑے بڑے محلات تعمیر کرواتے اور عیش وعشرت کی زندگی گذارتے تھے۔

مذہب

گپت دور ہندو احیاء پرستی اور مذہبی تبدیلی کا دور تھا۔ویدک مذہب کی فطرت پرستی' قربانیوں کی انجام دہی سے لیکر وحدانیت' شلیث خدا اور اس کی اشکال' مندروں میں دیوی دیوتاؤں کی نذرانوں کے ذریعہ پرستش شامل تھی۔وشنو مت عروج پر تھا۔وشنو کے دس اوتاروں کا احترام کیا جاتا تھا۔وشنو کے تصور کو زمین پر حکومت کرنے والے بادشاہ سے وابستہ کیا۔

ادب اور تعلیم

گپت دور میں علمی اور ادبی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔اس دور میں سائنس' علم' ادب اور فنون لطیفہ کے شعبوں میں نمایاں ترقی ہوئی۔پاٹلی پتر' ولبھی' اجین' پدماوتی' اوارا پورہ' کاشی' متھرا' ناسک اور کانچی اہم تعلیمی مراکز تھے جہاں کئی علمی درسگاہیں تھیں۔ان درسگاہوں کو چلانے کے لیے حکمراں اور دولت مند افراد نقد' زمین یا دیگر اشیاء کی شکل میں اپنا تعاون دیتے تھے۔طلبہ کو مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ

قیام وطعام کی سہولتیں بھی تھیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں نالندہ یونیورسٹی کو سارے ایشیاء میں شہرت حاصل ہوئی۔ا

گپت دور کو کلاسیکی دور سے تعبیر کیا جاتا ہے کیوں کہ اس دور میں مذہبی اور سیکولر ادب میں نمایاں ترقی ہوئی تھی۔ بدھ مت اور جین مت کے عالموں نے اپنی نگارشات کے ذریعہ بہترین ادب کی تخلیق کی تھی۔ اس دور میں سنسکرت کو درباری اور اعلیٰ طبقہ کی زبان کا درجہ حاصل تھا۔ شاہی فرامین سنسکرت میں مرتب کیے جاتے تھے۔ سنسکرت زبان اور ادب کو کئی صدیوں بعد شاہی سرپرستی کی وجہ سے کلاسیکی معیار کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا تھا۔ سنسکرت میں کاویا طرز کو شہرت حاصل ہوئی۔ اس دور میں رزمیہ نظمیں مہابھارت اور رامائن نے موجودہ شکل حاصل کی اور پرانوں کو مرتب کرنے کا کام مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ نارد سمرتی، برہسپتی سمرتی اور مختلف دھرم شاستروں کو لکھا گیا۔ اسی دور میں ایشور کرشنا نے ''سنکھیا کاریکا'' کی تصنیف کی، واتسائن نے کاما سوترا اور وشنو شرما نے ''پنچ تنتر'' کی تصنیف کی تھی۔ جس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جاچکا ہے۔ واسو بندھو، اسانگا، دگنا گا اور دھرم پال بدھ مت کے مشہور اسکالرس تھے۔ جین مت کے اسکالرس میں سدھاسین، بھدرا باہو دوم اور اُمسواتی نے عالمگیر شہرت پائی۔ ان کی قابلیت اور عالمانہ تحریروں سے اس دور کے ادبی ذخیرہ میں کافی اضافہ ہوا۔ گپت دور سیکولر ادب کے لیے بھی مشہور تھا۔ سمدر گپت نے ہری سینا کی سرپرستی کی جو ایک سنسکرت شاعر تھا۔ مندرجہ ذیل اسکالرس نے بھی ادبی ذخیرہ میں اپنا اپنا تعاون دیا۔ سبھاندو (واسودت)، بھاتن (راون ودھ)، بھراوی (کراتار جونیوا) وشاکھادت (مدراکشس)، دانڈن (داس اوکوماراچریتا) ان کے علاوہ امرسمہا نے امرپوش لکھی تھی۔ سیکولر ادب کے سنسکرت شاعروں میں کالی داس کا ایک منفرد مقام تھا۔ اس کا ڈرامہ شکنتلا سنسکرت ادب کا ایک بہترین ڈرامہ تصور کیا جاتا ہے۔ مہابھارت میں بیان کردہ واقعات کی روشنی میں شکنتلا کی کہانی لکھی گئی تھی۔ اس کے علاوہ مالوی لگنی مترا، ریتوسمہارا، میگھ دوت اور کمارا سمبھوا کالی داس کے دیگر شہ پارے تھے۔

سائنس، قواعد، علم فلکیات اور طب

گپت دور میں علم ریاضی، علم فلکیات، قواعد، طب اور دیگر سائنسی علوم میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ آریہ بھٹ اس دور کا عظیم سائنسداں اور ماہر ریاضی داں تھا۔ اس نے اپنی کتاب آریہ بھٹم میں الجبرا، جیومٹری اور علم مثلث سے متعلق کئی مسائل کو پیش کیا اور علم فلکیات کو علم ریاضی سے علحدہ کیا۔ اس نے شمسی سال کی لمبائی کو 365 دن قرار دیا جو موجودہ حساب سے صحیح ہے۔ اس نے زمین کو ایک کرّہ قرار دیا جو اپنے محور پر گھومتی ہے۔ سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع پذیر ہونے کے سائنسی دلائل کو سمجھایا۔ آریہ بھٹ پہلا سائنسداں تھا جس نے زمین کی شکل کو بیضوی قرار دیا۔ وراہمہیرا اس دور کا دوسرا ماہر فلکیات تھا جس نے برہیت سمہیتا لکھی۔ جس کو سنسکرت ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس نے پنچ سدھانتک نامی کتاب بھی مرتب کی جو پانچ فلکیات سے متعلق ہے۔ اس دور میں علم طب پر بھی کافی کام ہوا اور اس شعبہ نے بھی بہت ترقی کی۔ طب کی مشہور کتاب نو انیتکم اسی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ واگ بھٹ کا تعلق بھی اسی دور سے تھا۔ قدیم ہندوستان میں طب کے تکون کا وہ آخری اسکالر تھا دیگر دو اسکالروں میں چرک اور سُسرت تھے جن کا تعلق گپت دور سے قبل کا ہے۔ واگ بھٹ نے اشٹانگ سمگراہا (طب کے آٹھ شاخوں کا خلاصہ) لکھا۔ ہست ایوروید یا وٹرنری سائنس جو پلاکلپیا کی تصنیف تھی گپت دور کی طبی ترقی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس دور میں گھوڑوں اور ہاتھیوں سے متعلق امراض پر بھی تحقیق ہوئی۔ آیوروید کے مشہور طبیب دھنونتری کا تعلق بھی اسی دور سے تھا۔ گپت دور میں دھات کاری کے فن کو ترقی ہوئی۔ دہلی کے قریب

مشہور لوہے کا ستون اسی دور کا ہے۔ سونے اور چاندی کے سکے اور مہریں معیاری کاریگری کی تصدیق کرتی ہیں۔ گپت دور کے سکے فن کاریگری کا نادر نمونہ تھے۔ پرندوں' بادشاہوں' دیوی دیوتاؤں کی تصاویر میں حقیقت کا رنگ بھرتے تھے۔ سکہ سازی کے فن میں گپتاؤں کا کوئی ثانی نہیں۔ لوہے' جست اور تانبے کو ڈھالنے کا فن اس دور میں عروج پر تھا۔

فن تعمیر

ہندوستان میں فن تعمیر کی تاریخ میں گپت دور کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس دور میں ناگرا (Nagara) اور دراوڑی طرز کے آرٹ کا ارتقاء ہوا۔ گپت دور میں استوپ' چیتیا ہالس' خانقاہیں اور مندروں کی تعمیرات کا سلسلہ جاری تھا۔ محلات اور کئی یادگاریں تعمیر کروائی گئیں۔ اجنتا کے غار نمبر سولہ اور سترہ کی تعمیر اسی دور کی ہے۔

مصوری

اجنتہ کے غاروں کے مصوری کی عالمی شہرت ہے۔ گپت دور کے مضوروں نے گوتم بدھ کی زندگی کے واقعات کو تصاویر کے ذریعہ نمایاں کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان دیواروں پر مختلف دیوی دیوتاؤں' پھول' پرندے اور جانوروں کی تصاویر موجود ہیں۔ غار نمبر 17 میں ایک دم توڑتی ہوئی شہزادی کی تصویر بنائی گئی ہے اور غار نمبر 17 میں ماں اور بچہ کی تصویر کو بنایا گیا ہے جو کافی خوبصورت ہے۔ غار نمبر 17 میں ایک تصاویر کی گیلری بھی موجود ہے۔

چالوکیہ سے جنگ

شمالی ہند پر اقتدار مستحکم کرنے کے بعد ہرش وردھن نے جنوبی ہند کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔ دکن میں بادامی کی چالوکیہ خاندان کی حکومت تھی۔ پلاکیشن دوم اس خاندان کا طاقتور بادشاہ تھا۔ جنوبی ہند میں پلاکشین دوم کی فتوحات کو روکنے کے لیے ہرش وردھن نے اس سے جنگ کی۔ یہ جنگ کافی اہمیت کی حامل رہی۔ اس جنگ کی قیادت خود ہرش وردھن نے کی تھی۔ یہ جنگ نرمدا کے کنارے ہوئی۔ اسی جنگ میں ہرش وردھن کو شکست ہوئی۔ اس بات کا تذکرہ پلاکیشن دوم کے آئی ہول (Aihole) کے کتبے میں ملتا ہے۔ ہرش وردھن کی حکومت صرف شمالی ہند تک محدود رہی۔

نظم ونسق

ہرش وردھن کے دور میں تین قسم کے ٹیکس ہوتے تھے جن کو بھاگ ہرنیا اور بالی کہتے تھے۔ بھاگ اراضی کا ٹیکس تھا۔ جسے زرعی پیداوار یا اناج کی شکل میں ادا کیا جاتا تھا۔ ہرنیا وہ ٹیکس تھا جسے کسان اور تاجر نقد کی صورت میں ادا کرتے تھے۔ بالی ایک قسم کا فری ٹیکس ہوتا تھا۔ مملکت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زرعی ٹیکس تھا جو پیداوار کا 1/6 حصہ ہوا کرتا تھا۔

ہیونگ سانگ کے مطابق ہرش وردھن کے پاس بڑی پیادہ فوج کے علاوہ 5 ہزار ہاتھی اور دو ہزار گھوڑ سوار تھے جن کو تربیت دی جاتی تھی۔ فوجیوں کو بھاٹ کہتے تھے۔ گھوڑ سوار فوج کے نگران کو برہات سوار' پیادہ فوج کے عہدیدار کو بالا دھیکر ناس اور کمانڈر انچیف کو مہا سیناپتی کہتے تھے۔

دھرم پریشد

ہرش وردھن پریاگ کے مقام پر ہر پانچ سال میں مہاموکش پریشد کے نام پر ایک مذہبی مجلس منعقد کرتا تھا۔ ہرش نے

اپنے دور حکومت میں ایسی چھ مجالس کا اہتمام کیا تھا۔ آخری مجلس میں چینی سیاح ہیونگ سانگ بھی شریک تھا۔ اس مجلس میں ہرش وردھن اپنی تمام دولت برہمنوں، عالموں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسے مہاموکش پریشد یا مجلس نجات کہا جاتا ہے۔ بادشاہ اپنے زیوارات، کپڑے اور نجی اشیاء بھی غریبوں میں تقسیم کرتا تھا۔ ابتداء میں ہرش وردھن شیومت کا پیرو تھا لیکن بعد میں اس نے ہیون سانگ کے زیر اثر مہایانا بدھ مت کو قبول کرلیا۔ اس نے کشمیر سے (گوتم بدھ کے آثار حاصل کئے) اور گوتم بدھ کی سونے کی ایستادہ مورتی بنوائی۔ اس کے علاوہ کئی استوپ، وہار اور بدھ مت کی خانقاہیں تعمیر کروائیں۔

معاشی حالات

ہرش وردھن کے دور میں معاشی ترقی ہوئی۔ زراعت لوگوں کا اہم ذریعہ معاش تھا۔ زمین کی زرخیزی کی وجہ سے زرعی پیداوار زیادہ ہوتی تھی۔ گیہوں، چاول، شکر، آم، سنترہ، انگور کی کاشت ہوتی تھی۔ کنوؤں سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ کھادی، اونی اور ریشمی کپڑے بنائے جاتے تھے۔ اندرون اور بیرون ملک تجارت ہوتی تھی۔ اہم برآمدات میں مسالے اور زعفران تھے جبکہ گھوڑے، تانبہ، موتی اور قیمتی پتھروں کی درآمد ہوتی تھی۔ کپڑے کی بنکاری اور رنگ سازی کا کام ہوتا تھا۔ وارانسی اور متھورا پارچہ صنعت کے اہم مراکز تھے۔ ہیون سانگ اپنے ساتھ گوتم بدھ کی سونے چاندی اور ہاتھی دانت کی مورتیوں کو چین لے گیا۔ تمرالپتی، کانگوڑا اور بھروچ اہم بندرگاہیں تھیں جن کے ذریعہ بیرونی ممالک سے تجارت ہوتی تھی۔

مذہب

ہندومت، بدھ مت اور جین مت ہرش وردھن دور کے اہم مذاہب تھے۔ شاہی خاندان کے افراد کی مذہبی ترجیحات الگ الگ تھیں۔ پربھاکر وردھن سورج کی پرستش کرتا تھا۔ راج وردھن، بدھ مت کا پیرو تھا۔ ابتداء میں ہرش وردھن شیومت کا پیرو تھا لیکن بعد میں اس نے مہایانا بدھ مت قبول کیا۔ سی یوکی (Si-yu-ki) کے مطابق گیا کی مجلس میں ہرش وردھن، گوتم بدھ، شیو اور سوریہ کی پرستش کرتا تھا۔ یہ مجالس پانچ سال میں ایک مرتبہ ہوا کرتی تھیں۔ کاشی شیومت کا بڑا مرکز تھا۔ شیومت کے دو اہم فرقے کالاموکھا اور کپیلیکا وجود میں آئے۔ نالندہ یونیورسٹی اس دور کی بین الاقوامی درسگاہ تھی۔ یہاں دس ہزار طلبہ اور پندرہ سو اساتذہ تھے۔ کوریا، منگولیا، جاپان، چین، تبت، سیلون کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہاں وید، علم منطق، قواعد، طب اور یوگا کے مضامین بھی شامل نصاب تھے۔ درس وتدریس کی بہترین سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔ نالندہ یونیورسٹی کے لیے 200 گاؤں کی مالگذاری مقرر تھی۔

ادب

ہرش وردھن نہ صرف ادب کا سرپرست تھا بلکہ وہ خود بھی سنسکرت کا شاعر اور اسکالر تھا۔ اس نے سنسکرت میں ناگانندا، رتناولی اور پریادرشیکا نامی تین ڈرامے لکھے تھے۔ اس کے دربار میں بانا بھٹ، میوورا، ماتنگا، دیواکر، بھرتروہری اور جئے سینا نامی شاعر تھے۔ بانا بھٹ نے کدمبری اور ہرش چریتا کی تصنیف کی تھی۔ بھرتوروہری نے نیتی، سرینگار، ویراگیا شاٹک نامی کتابیں لکھی ہیں۔ میورا نے سوریا ستا کا نامی کتاب لکھی ہے۔ ہرش وردھن کو تعلیمی ترقی سے بہت دلچسپی تھی۔ اس نے نالندہ یونیورسٹی کے اخراجات کے لیے سو گاؤں کی آمدنی وقف کردی تھی۔ سرکاری آمدنی کا 1/4 حصہ ہرش وردھن اسکالرس اور شاعروں کی سرپرستی میں خرچ کیا کرتا تھا۔ ہرش وردھن

ایک عظیم جنگجو بادشاہ، قابل قائد اور باصلاحیت منتظم تھا۔ وہ شعراء کی ہمت افزائی اور سرپرستی کرتا تھا۔ اس نیشمالی ہند میں ایک عظیم حکومت قائم کی تھی۔

جنوبی ہند کی سلطنتیں

پلاوا (Pallavas)

جنوبی ہند خصوصاً دکن میں ستواہنوں کے زوال کے بعد پلاووا ؤں نے اپنی سلطنت قائم کی اور جنوبی ہند کی تاریخ میں ایک عظیم کردار ادا کیا۔ ان کے دور حکمرانی میں ادب، فن اور فن تعمیر میں بڑی ترقی ہوئی۔ جنوبی ہند میں سیاسی غلبہ کیلئے ان کو بادامی چالوکیاؤں کے ساتھ مسلسل لڑائی کرنی پڑی۔

نئے پلاوا

جنوبی ہند میں پلاواؤں کی طاقت اور شان وشوکت کا احیا سمہاوشنو (575-600 نے کیا۔ اس کے جانشین نے پلاوا کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کا لقب 'آونی سمہا'' تھا۔

نرسمہاورمن اول (630-666ء)

مہیندا ورما اول کا بیٹا نرسمہا ورمن اول اس کا جانشین تھا۔ وہ تمام پلاوا حکمرانوں میں عظیم تھا۔ سنسکرت کا عظیم شاعر بھاراوی (Bharavi) بھی اس کے دربار سے منسلک تھا، جس کی کتاب ''کیراجونیم'' (Kerajuniyam) بہت مشہور ہے۔

اپر یجیتا ورمن (Aparjitavarman)(897-896ء)

نروپا تنگاورما کے بعد، اپر یجیتا ورمن راجہ بن گیا۔ یہ پلاواؤں میں آخری راجہ تھا۔

نظم ونسق

پلاواؤں نے ''دھرما مہاراجہ دھیراجہ'' کا لقب اختیار کیا۔ اُر (Ur) تمام زمینداروں پر مشتمل ارکان کی سبھا تھی۔ تمام برہمنوں پر مشتمل ارکان، سبھا (Sabha) کہلاتی تھی اور تمام تاجر ارکان کی انجمن نگرام (Nagaram) کہلاتی تھی۔

سماجی حالات

پلاوا حکمرانوں نے ''ورنا آشرم درھم'' (Varnasharama Dharma) کی پیروی کی۔ سماج میں برہمنوں کا مقام اعلیٰ تھا۔ سماج میں چار طبقات تھے۔ برہمن شٹکر ما (چھ فرائض) انجام دیتے تھے۔ یگنا، یاجانہ، ادھیانا، ادھیاپنا، دانہ اور پری گراہنا۔ برہمن دیہات کی مندر میں پجاری سے لیکر سیکولر فرائض جیسے مہامنتری، ڈنڈانائیکا وغیرہ راجہ کونسل میں انجام دیتے تھے۔ پلاوا اپنے آپ کو درونا (Drona) اور اشواتھاما خاندان کے سلسلے سے ظاہر کرتے تھے۔ مورخین نے ان کو برہمنوں کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے ایک طویل مدت تک چھتریہ پیشے کو اختیار کیا۔ جین ازم، بدھ ازم اور بھکتی تحریک کے زیر اثر ذات پات کے نظام پر سختی سے عمل نہیں کیا گیا۔ نائناروں اور الواروں میں کئی نچلی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔۔ ان کی تعلیمات کو حتیٰ کہ بڑی ذات کے لوگوں نے بھی قبول کیا۔ پلاوا سماج میں شودر کے حالات دستیاب ذرائع سے واضح نہیں ہیں۔

مذہبی حالات

پلاوا حکمران ویدک مذہب کے ماننے والے تھے۔ پلاواؤں کا نشان ''بیل'' تھا۔ اوران کے پرچم پر چیل (عقاب) کو قبول کیا گیا تھا

چولا حکمران

جنوبی ہند کی تاریخ میں چولاؤں نے نہایت اہم مقام حاصل کیا ہے۔ اس سلطنت کے عظیم حکمران راجہ راجہ اور راجیند رتھے۔ ان کا دور مثالی حکومت مقامی خود اختیاری کیلئے مشہور ہے۔

مآخذ

چولاؤں کی سیاسی تاریخ کیلئے پرنٹا کا نما اتا رمیرو کتبہ' کدمبا پورو کتبہ' ویرارا جندر کا تروملکوڈا کتبہ' تنجو راجہ راجہ کا کتبہ' کولوتنگا سوم کا ترومنگلم کتبہ' اتم چولا کا تانبے کی تختی کا کتبہ' راجندر کا تروو النگا ڈو اراجہ راجہ کے تانبے کی تختی کے کتبات مندر کی دیواروں پر سینکڑوں کنٹرا 'تلگو' ٹامل کتبات' کالنگا تپارانی کتاب' مہاومشا' ایک چینی کتاب چو۔زو۔کاوا' شیوا اور وشنوسنتوں کی تحریریں' تاریخی عمارتیں اور اس کے مفید ہیں۔

راجہ راجہ چولا (985-1014ء)

اتم چولا کی موت کے بعد سندر چولا کا بیٹا ارالا مولی 985ء میں راجہ راجہ کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ یہ چولا راجاؤں نے میں زیادہ مشہور تھا۔ اس نے چولا عظمت کا احیاء کیا اور چولا تاریخ میں ایک نئی شروعات کی۔ راجہ راجہ اول نے چیرا سلطنت پر حملہ کیا اور کنڈالور و بحری لڑائی میں اس کے بعد راجہ بھاسکرا روی رما کو شکست دی اور کولم اور اوڈ وگائی پر قبضہ کیا۔ بعد میں راجہ راجہ نے پانڈیاؤں کو شکست دی اور مدورائی اور کڈ وملائی پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سری لنکا پر حملہ کیا' انورادھا پورہ کو تباہ کیا اور پولوتروا میں شیود یوتائی ایک مندر بنائی۔ سری لنکا کا راجہ جنوبی علاقہ کو فرار ہو گیا' راجہ راجہ نے شمالی سری لنکا کا نام مماڈی چولا منڈلم رکھا اور اس کے چولا سلطنت میں ضم کر دیا۔

سندھ پر عربوں کے حملے

جب سری لنکا سے لوٹ رہے ایک جہاز کو قزاقوں نے لوٹ لیا اور چند عرب عورتوں کو قید کر لیا۔ چوں کہ یہ بندرگاہ راجہ داہر کے کنٹرول میں تھی۔ خلیفہ نے راجہ داہر کو ہرجانہ ادا کرنے کے لیے کہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ نتیجاً 711ء میں محمد بن قاسم نے بھاری لشکر کے ساتھ سندھ پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں داہر کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کی جانب پیش قدمی کی جو بدھ مت کے راہبوں کے قبضہ میں تھا۔ انہوں نے جنگ کیے بغیر ہی ہتھیار ڈال دیئے۔ نیرون کے بعد عربوں نے سہوان کا رخ کیا جو راجہ داہر کے رشتہ کے بھائی بھوجرا کے کنٹرول میں تھا۔ معمولی مزاحمت کے بعد اس نے بھی شکست قبول کر لی۔ اس کے بعد برہمن آباد اور آرور پر قبضہ کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان پر چڑھائی کی اور اس کو بھی فتح کر لیا۔

ہندوستان پر غزنوی حکمرانوں کے حملے

963ء میں خراسان کے سامانی حکمرانوں کے کمانڈر الپتگین نے غزنی (افغانستان) کی طرف پیش قدمی کی اور آزاد حکومت قائم کی۔ اس دور میں افغانستان پر ہندوشاہی حکمرانوں کی حکومت تھی۔ ہندوشاہی حکمران جئے پال نے غزنی کے بادشاہوں سے خوفزدہ

ہوکر غزنی کے سابقہ سامانی گورنر' ملتان کے بھٹی حکمرانوں اور ملتان کے امیر سے اتحاد کرلیا لیکن غزنی پر جئے پال کا حملہ ناکام رہا اور وہ اتحاد ختم ہوگیا۔

الپتگین کے بعد 977ء میں سبکتگین جانشین ہوا۔ اس نے ہندوستانی حکمرانوں سے جنگیں جاری رکھی اور ان کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ 91-990ء میں ہندوشاہی حکمرانوں کو شکست ہوئی۔ کابل اور جلال آباد غزنی میں شامل ہوگئے۔ دسویں صدی عیسوی تک ہندوستان کا زبولستان اور افغانستان پر کنٹرول ختم ہوگیا۔ غزنی کے ترک سلطانوں نے غزنی سے کابل اور جلال آباد تک سڑک مواصلات کو ترقی دی۔ اس دوران ہندوشاہی حکمران جئے پال نے مغربی علاقے کی بھرپائی کے طور پر مشرق میں اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اس طرح 991ء میں اس نے لاہور پر قبضہ کرکے مقامی حکمران کے حوالے کیا لیکن 999ء میں لاہور ہندوشاہی کا حصہ بن گیا تھا اور ہندوشاہی سلطنت پشاور سے بیس (Beas) تک پھیل گئی تھی۔

محمود غزنوی کی تخت نشینی اور ہندوستان میں اس کی فوجی مہمات

محمود غزنوی سبکتگین کا بڑا بیٹا تھا۔ بعض مورخین کے مطابق ہندوستان کی دولت کو لوٹنے کے لئے محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ ہندوستان پر حملوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن یہ مانا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان پر 1000ء سے 1027ء کے دوران کل 17 بار حملہ آور ہوا۔

محمود کی مہمات

محمود غزنوی کی پہلی مہم راجہ جئے پال کے خلاف تھی۔ 1001ء میں پشاور کے مقام پر جئے پال کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد جئے پال نے آگ لگا کر خودکشی کرلی تھی۔ اس حملہ میں محمود غزنوی کو کافی دولت ہاتھ لگی تھی۔ دولت کی ہوس محمود غزنوی کو بار بار حملہ کرنے پر مجبور کررہی تھی۔ 1006ء میں محمود غزنوی نے ناگر کوٹ کے مندر کو لوٹا۔ 13-1012ء میں تھانیشور' متھرا اور قنوج اور 18-1016ء میں سومناتھ کا مندر اس کا نشانہ بنا۔ ان تمام مقامات پر بے شمار دولت ملی۔ محمود غزنوی کا سب سے بڑا حملہ 1025ء میں سومناتھ کے مندر پر ہوا۔ سومناتھ کی جنگ تین دن تک جاری رہی اور سومناتھ کے سپاہیوں نے مندر کی حفاظت کے لیے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن محمود کو اس جنگ میں کامیابی ملی اور اسے بے شمار دولت حاصل ہوئی۔ اس علاقہ پر چالوکیہ کے بادشاہ بھیم اول کی حکومت تھی۔

ہندوستان پر ترکوں کے حملے

محمود غزنوی کے تقریباً دوسوسال بعد ہندوستان میں ترک حملہ آور داخل ہوئے۔ یہ حملے معزالدین محمد غوری کے قیادت میں ہوئے اور اس کو فتح حاصل ہوئی۔

ہندوستان پر حملے

محمد غوری نے ہندوستان پر کئی حملے کئے۔ اس کا مقصد ہندوستان میں ایک سلطنت کا قیام تھا۔ 1175ء میں محمد غوری نے ملتان اور کچھ پر اپنی پہلی مہم انجام دی اور اس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس نے 1178ء میں گجرات پر حملہ کیا لیکن وہاں چالوکیہ حکمرانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ شکست کی پرواہ کیے بغیر وہ پشاور کی جانب بڑھتا چلا گیا اور 1179 پر اس پر قبضہ حاصل کرلیا۔ 1181ء میں وہ لاہور اور سیالکوٹ پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد محمد غوری غور واپس ہوگیا اور بامیان اور سیستان کے حکمرانوں کے ساتھ مل

کر 1190ء میں سلطان شاہ کو شکست دینے میں اپنے بھائی غیاث الدین کی مدد کی۔

ترائن کی پہلی جنگ

محمد غوری اور پرتھوی راج کے درمیان 1191ء میں ترائن (موجودہ ہریانہ) کی پہلی جنگ ہوئی۔ 1191ء میں محمد غوری خیبر کے راستہ پنجاب، ہندوستان میں داخل ہوا۔ اس نے بھٹنڈہ کے قلعہ پر قبضہ کرلیا جو پرتھوی راج کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس قلعہ کو فتح کرکے قاضی ضیاء الدین کو گورنر بنایا۔ یہ خبر پاتے ہی گووند تائی کی قیادت میں پرتھوی راج کی فوج قلعہ کی جانب روانہ ہوئی۔ تھانیشور کے قریب ترائن کے مقام پر دونوں فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہوئیں۔ ترکی فوج کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں محمد غوری پرتھوی راج کے بھائی گووند تائی کے ہاتھوں زخمی ہوا۔ محمد غوری نے اس شکست کے بعد دوسری جنگ کی تیاری کی۔ وہ اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

ترائن کی دوسری جنگ

یہ جنگ بھی ترائن کے میدان میں 1192ء میں ہوئی۔ اسی لیے اس کو ترائن کی دوسری جنگ کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے لیے محمد غوری نے بہت تیاری کی تھی۔ یہ جنگ راجپوتوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔ راجپوتوں نے بہادری کے ساتھ محمد غوری کی افواج کا مقابلہ کیا لیکن گووند راج لڑتے لڑتے اس جنگ میں مارا گیا اور پرتھوی راج چوہان کو قیدی بنا کر قتل کردیا گیا۔ محمد غوری کی فوج نے راجپوت افواج پر صبح ہونے سے قبل حملہ کردیا۔ اس جنگ میں ترکوں کو فتح کی اصل وجہ ماہر گھوڑسواروں پر مشتمل فوج، جنگی تدبیر اور فوجی حکمت عملی تھی۔

چنداور کی جنگ (1193-1194ء)

1192ء میں ترائن کی دوسری جنگ میں فتح کے بعد محمد غوری کے حوصلے بلند ہوئے اور اس نے قنوج کا رخ کیا جہاں گھد وال حکمران راجہ جئے چند کی حکومت تھی۔ راجہ جئے چند اور محمد غوری کی افواج کے درمیان چنداور کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اسی لیے اسے چنداور کی جنگ کہتے ہیں جو 1193ء میں لڑی گئی تھی۔ چنداور (موجودہ فیروزآباد) دریائے جمنا کے کنارے آگرہ کے قریب واقع ہے۔ اس جنگ میں جئے چند کو شکست ہوئی۔ تیر سے اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا گیا اور میدان جنگ میں ہی وہ فوت ہوگیا۔ چنداور کی فتح سے شمالی ہندوستان کا بڑا حصہ محمد غوری کے قبضہ میں آ گیا لیکن راجپوتوں نے لگاتار مزاحمت کی یہاں تک کہ التتمش کے حملہ تک قنوج آزاد رہا۔ 1195ء میں محمد غوری نے ویانا اور گوالیار بھی فتح کیا۔

دہلی سلطنت کا قیام

1206ء میں محمد غوری ہندوستان کے سیاسی معاملات کی یکسوئی کرنے کے بعد اپنے غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستان کا نظم ونسق اور مقبوضات کا نگران بنا کر غزنی واپس ہوگیا لیکن راستہ میں اس کا قتل کردیا گیا۔ محمد غوری کے پاس کئی غلام تھے جن کو وہ افسران کی حیثیت سے مقرر کرتا تھا۔ قطب الدین ایبک کو ہندوستان میں وائسرے کی حیثیت سے باقاعدہ اختیارات تفویض کیا تھا۔ قطب الدین اس کا وفادار جنرل تھا۔ جس وقت محمد غوری کی موت ہوئی وہ لاہور میں تھا۔ وہاں سے ہی اس نے خودمختاری اور جانشینی کا اعلان کیا۔ دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح دہلی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ دہلی سلطنت 1206ء سے 1526ء تک قائم رہی اور مندرجہ

ذیل پانچ خاندانوں نے حکومت کی۔

(۱)البری خاندان	(1206-1290ء)
(۲)خلجی خاندان	(1290-1320ء)
(۳)تغلق خاندان	(1320-1413ء)
(۴)سید خاندان	(1414-1451ء)
(۵)لودھی خاندان	(1451-1526ء)

ان میں ابتدائی تین سلطنتوں کے سلاطین کا تعلق ترکی نسل سے تھا اور دوسری دو سلطنتوں کے سلاطین کا تعلق افغان نسل سے تھا۔تمام حکمران سلطان کے نام سے جانے جاتے تھے اور ان کو مسلم مذہبی خلیفۃ کے نمائندے ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

البری خاندان

البری خاندان پہلا خاندان ہے جس نے دہلی سلطنت پر حکومت کی۔بعض مورخین اس کو خاندان غلامان بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس خاندان کے 9 حکمرانوں میں سے صرف تین حکمران یعنی قطب الدین ایبک‘ التمش اور بلبن ہی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں غلام تھے۔بعض مورخین ان کو مملوک کہتے تھے اس کے معنیٰ بھی غلام کے ہی ہوتے ہیں۔اس خاندان کے تمام حکمرانوں کا تعلق ترکوں کے البری قبیلہ سے تھا۔

قطب الدین ایبک(1206-1210ء)

1206ء میں محمد غوری کے انتقال کے بعد قطب الدین ایبک نے دہلی کے سلطان کی حیثیت سے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی اور ہندوستان میں ایک آزاد ترک سلطنت قائم کی۔وہ ایک غلام تھا لیکن اس کی بہادری‘ شجاعت اور صلاحیت کی وجہ سے ترک امیروں نے اس کو سلطان منتخب کیا۔اس کا صدر مقام لاہور تھا۔اس کی حکومت صرف چار سال قائم رہی۔ وہ ایک رحمدل اور خیر خواہ بادشاہ تھا۔اس کی خیر خواہی کی وجہ سے اس کو لاکھ بخش یعنی لاکھوں دینے والا کہتے تھے۔اس نے قطب مینار کی بنیاد ڈالی جو مشہور صوفی بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے نام سے موسوم ہے لیکن اپنے دور حکومت میں قطب مینار کی تکمیل نہ کرسکا جس کی تکمیل التمش کے دور میں ہوئی۔ ترک امراء نے بدایون کے گورنر التمش سے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے کی درخواست کی۔التمش بدایوں سے دہلی پہنچا اور آرام شاہ کو بیدخل کردیا اور خود دہلی کا حکمراں بن گیا۔

شمس الدین التمش(1236ء-1210ء)

التمش کو دہلی سلطنت کا حقیقی بانی کہا جاتا ہے۔قطب الدین کی وفات کے بعد اس نے دہلی کو اپنا پایہ تخت بنایا۔مشہور مورخ آر پی ترپاٹھی نے کہا ہے کہ ہندوستان میں مسلم اقتدار کی تاریخ کی ابتداء التمش کے دور سے ہوتی ہے۔تخت نشینی کے وقت ہر طرف بدامنی اور سیاسی انتشار تھا۔ریاستوں کے گورنر خود مختار بننے کی کوشش کررہے تھے اور بعض گورنر التمش کو حکمراں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔التمش نے سب سے پہلے باغی گورنروں کے خلاف مہم شروع کی اور سب کو اپنے زیر اثر کرلیا۔التمش نے اپنی زندگی کی شروعات ایک غلام کی حیثیت سے کی۔اس کو قطب الدین ایبک نے خرید لیا تھا اور اس کی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر اُسے بدایوں کا

صوبیدار مقرر کیا تھا۔ وہ اپنی محنت اور جانفشانی سے کام کرتا رہا۔ ایبک نے اس کو اپنا داماد بھی بنالیا تھا۔

اس وقت منگول لیڈر چنگیز خاں وسط ایشیاء کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس نے 1215ء میں پیکنگ اور 1220ء میں ماورا النہر پر قبضہ کرلیا تھا لیکن التتمش نے سیاسی بصیرت اور ڈپلومیسی کے ذریعہ اپنی چھوٹی سی سلطنت کو منگولوں کے حملوں اور دہشت سے بچالیا۔ چنگیز کی وفات کے بعد 1227ء میں التتمش نے جنگی مہمات کو شروع کیا۔ 1228-1227 میں بنگال اور پھر نصیر الدین قباچہ کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کرلیا التتمش سے ہی ہندوستان میں مسلم حکمرانی کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس نے دلی کو اپنی سلطنت کا صدر مقام بنایا جو آج تک برقرار ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بادشاہی طرز حکومت اور مملکت کو مقتدر اعلی کا درجہ دیا۔ اس نے چالیس امراء کی ایک جماعت بنائی تھی جسے چہلگانی کہتے تھے۔ التتمش نے اپنی سلطنت کو کئی چھوٹے اور بڑے اقطاع میں تقسیم کیا تھا۔ التتمش نے کرنسی کے طور پر چاندی کا ٹنکا اور تانبے کا جتیل رائج کیا تھا۔ یہ اس دور کے امتیازی سکّے تھے۔ دہلی کو خوبصورت شہر میں تبدیل کیا اور قطب مینار کی تکمیل بھی کی۔

التتمش نے اپنی بیٹی رضیہ کو اپنا سیاسی وارث بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک اہم فیصلہ تھا کیوں کہ عام طور پر وراثت کا حقدار بڑا بیٹا ہوتا تھا لیکن ان اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے اس نے اپنی بیٹی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

رضیہ سلطان

رضیہ، التتمش کی بیٹی تھی اور وہ عہد وسطی کے ہندوستان کی پہلی اور آخری خاتون حکمراں تھی۔ وہ ایک باہمت اور بہادر خاتون تھی۔ فوج کی رہنمائی کرتی تھی۔ وہ مردانہ لباس پہن کر دربار میں حاضر ہوتی تھی۔ حجاب کی پابندی نہیں کرتی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے کی سواری کرتی تھی۔ یہ عمل اس وقت کے علماء کو پسند نہیں تھا۔ رضیہ سلطان کے ساڑھے تین سال کے مختصر دور میں اکثر امیر اس سے ناراض تھے۔ اس وقت دہلی میں ترک امراء نے التتمش کے دوسرے بیٹے بہرام شاہ کو دہلی کے تخت پر بیٹھا دیا۔ رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہوئی لیکن اس کو بہرام شاہ سے شکست ہوئی اور بہرام شاہ کی فوج نے رضیہ کا قتل کردیا۔ بہرام شاہ 1242-1240ء ایک نااہل اور کمزور بادشاہ تھا۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں اس کو امیروں نے بیدخل کردیا۔ اس کے بعد علاالدین مسعود شاہ (46-1242ء) تخت نشین ہوا لیکن وہ بھی اپنی نااہلی کی وجہ سے حکمرانی نہیں کرسکا۔ اس کے بعد التتمش کا پوتا نصیر الدین محمود حکمران بنا اور اس نے بیس سال تک حکمرانی کی۔ وہ سولہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا لیکن ناتجربہ کاری کی وجہ سے امراء کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس کی بیٹی کی شادی غیاث الدین بلبن سے ہوئی جو ایک ترک امیر تھا۔ بلبن کو الغ خان کا خطاب دے کر ''نائب مملکت'' کے عہدہ پر تقرر کیا گیا تھا۔ چودھویں صدی کے مورخ ابن بطوطہ اور عصامی کے مطابق بلبن سلطان کا قتل کرکے دہلی کا حکمراں بن بیٹھا۔

غیاث الدین بلبن (1286ء-1266ء)

بلبن 1266ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کا تعلق ترکوں کے البری قبیلہ سے تھا۔

بلبن کا نظریہ بادشاہت

بلبن دہلی کا پہلا سلطان تھا جس نے بادشاہت سے متعلق اپنے خیالات اور نظریات پیش کیے تھے۔ اس نے بادشاہت کے وقار کو بلند وبالا رکھنا ضروری سمجھا اور امراء سے تصادم اور اختلافات کی پالیسی سے گریز کیا۔ بادشاہ سے متعلق نظریہ کے بنیادی عناصر کو

ساسانی ایران سے اخذ کیا۔ بادشاہت کو نیابت خدائی سے تعبیر کرتے ہوئے لوگوں کو متاثر کیا۔ اس کا نظریہ تھا کہ بادشاہ زمین پر خدا کا عکس اور سایہ ہوتا ہے۔ اس نے قدم بوسی یعنی بادشاہ کے قدم چومنے کے طریقہ کو رائج کیا۔

بلبن نے اپنے دربار کو ایرانی طرز پر منظم کیا اور ساسانی حکومت کے طور طریقوں اور رواجوں کو متعارف کروایا۔ سلطان سے قبل بلبن ترک امراء یعنی چہلگانی کا سرگرم رکن تھا اور اس کو ان کی حقیقی طاقت کا اندازہ تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ چہلگانی کی فاداری التمش خاندان سے تھی۔ لہذا اس کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے التمش خاندان کے تمام اراکین کو قتل کر دیا اور ترک امراء کے اقتدار کو قابو میں کر کے ان پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

بلبن کو مرکزی سیاسی اقتدار کی اہمیت کا اندازہ تھا اس لیے اس نے سلطان کو زیادہ طاقتور بنایا۔ وہ اکثر عہدیداروں کا تقرر راست اپنی نگرانی میں کیا کرتا تھا۔ بہترین نظم ونسق کے لیے ایک منظم جاسوسی کے شعبہ کو قائم کیا جو بادشاہ کو اندرونی خبریں دے سکے۔ بلبن کی فوج میں ایرانی اور ترک سپاہی ہوتے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوؤں کا فوج میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر نہیں ہوتا تھا۔ فوج میں ڈسپلن کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ بلبن کے دور میں منگول ہندوستان پر مسلسل حملے کرتے رہے اور شمال مغربی ہند پر حملے کر کے بھاری نقصان پہنچاتے رہے۔ اس نے اپنے بیٹے محمد کو اس علاقہ کا نگراں بنا دیا لیکن منگولوں کے خلاف لڑتے ہوئے محمد مارا گیا۔ اس بات کا بلبن کو بہت صدمہ ہوا۔ بیٹے کی موت کے چار سال بعد اسی صدمہ سے بلبن کی موت واقع ہوئی۔ بلبن کی موت سے البری خاندان کی حکمرانی کا دور ختم ہو گیا۔

بلبن کے بعد اس کا پوتا کیقباد جانشین ہوا لیکن سلطنت میں استحکام نہیں تھا۔ ہر طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ امراء کا ایک گروہ جس کی قیادت ملک فیروز کر رہے تھے اور جو بعد میں جلال الدین فیروز خلجی کہلائے' نے کیتباد کو راستے سے ہٹا کر جلال الدین خلجی کو تخت نشین کیا۔ اس کے ساتھ ہی خاندان غلامان کا خاتمہ ہو گیا اور خلجی خاندان کا دور شروع ہوا۔

خلجی خاندان (1290-1320ء)

کیقباد کے قتل کے بعد اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی اور اس میں ایک ترک امیر جلال الدین خلجی نے دہلی کے تخت کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی اور 1290ء میں خلجی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کو خلجی انقلاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس خاندان کا بانی جلال الدین فیروز خلجی تھا جو بلبن کے زمانے میں ایک صوبائی گورنر تھا۔

جلال الدین خلجی (1290ء-1296ء)

جلال الدین خلجی خلجی خاندان کا پہلا حکمراں تھا جو 1290ء میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر 70 سال تھی۔ وہ ایک رحمدل اور ایک نیک مزاج انسان تھا۔ وہ قتل وخون' غارت گیری اور جنگ وجدال کے خلاف تھا۔ اس نے منگولوں کے ساتھ بھی مصالحت اور مفاہمت کی پالیسی کو اپنایا۔ جب منگول 1292ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو ان کو بھگا دیا لیکن بعض لوگوں کو دہلی میں قیام کی اجازت دی۔ ان منگولوں نے اسلام قبول کر لیا جس وجہ سے ان کو نئے مسلمان کا نام دیا گیا۔ جلال الدین نے اپنی بیٹی کی شادی الغ خان سے کروادی جس کا تعلق چنگیز خان کے نسب سے تھا۔ جلال الدین کے عہد میں علاء الدین خلجی نے یادو سلطنت کے صدر مقام دیوگیری پر حملہ کیا۔ علاالدین کڑہ کا گورنر تھا۔ دیوی گیری کی فتح سے علاالدین کو بہت دولت حاصل ہوئی۔ جلال الدین اپنے بھتیجہ کو مبارک باد دینے کے لیے 1296ء میں کڑہ گیا جہاں علاالدین

نے دھوکہ سے اپنے چچا کو قتل کردیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔

علاالدین خلجی (1296ء-1316ء)

دہلی سلاطین میں علاالدین خلجی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ وہ ایک بہادر اور ذہین سپہ سالار تھا۔ 1292ء میں اُسے کڑہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ دیوی گیری کو فتح کرنے کے بعد اس نے اپنے چچا جلال الدین کے خلاف سازش کی اور قتل کرکے خود دہلی کا سلطان بن بیٹھا۔ اس نے جلال الدین کے بیٹوں کو بھی اقتدار سے بیدخل کردیا۔ سلطان بننے کے بعد علاالدین کو کئی ایک مسائل کا سامنا کرنا پڑا جیسے منگولوں کے حملے، طاقتور امیروں، جاگیرداروں کی بغاوتیں، ہندو مخالفتیں وغیرہ۔ اس کا پہلا کام ایک طاقتور اور مستحکم حکومت کا قیام تھا۔ اس کے لیے اس نے فوجی قیادت پر توجہ مرکوز کی اور طاقتور فوج جمع کی۔

1299ء : گجرات میں واگھیلا کے حکمراں کرن دیو کو شکست دی۔ شکست کے بعد کرن دیو نے اپنی بیٹی دیول دیوی کے ساتھ دیوگری کے یادو حکمراں کے پاس پناہ لی۔

1300ء : علاالدین نے راجپوتانہ کا رخ کیا اور رنتھمبور پر قبضہ کرلیا جہاں ہمیر دیو (Hamri Deo) کی حکومت تھی۔

1303ء : چتوڑ پر حملہ کرکے اس کے پایہ تخت میواڑ پر قبضہ کرلیا۔ چتوڑ پر رتن سنگھ کی حکومت تھی۔ مختلف راجپوت ذرائع اور ملک محمد جائسی کی پدماوت کے مطابق چتوڑ پر حملہ کا مقصد رانا رتن سنگھ کی ملکہ پدمنی کو حاصل کرنا تھا۔ اس مہم میں امیر خسرو بھی علاالدین کے ساتھ تھے اور اس نے اس بات کی توثیق نہیں کی ہے۔ آٹھ مہینے کے طویل محاصرہ کے بعد چتوڑ پر قبضہ کرکے اس کو خضر آباد کے نام سے موسوم کیا۔ خضر خان علاالدین کے بیٹے کا نام تھا اور خضر خان کو وہاں کا گورنر بنایا گیا۔

1305ء : عین الملک ملتانی کو علاالدین نے 1305ء میں مالوہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس میں کامیابی کے بعد عین الملک کو مالوہ کا گورنر بنایا گیا۔ اس کامیابی کے بعد شمالی فتوحات مکمل ہوگئی تھیں۔ اس کے بعد علاالدین خلجی نے اپنی توجہ دکن اور جنوبی ہند کی جانب مبذول کی۔ جنوبی فتوحات کا مقصد بھی وہاں کی بے پناہ دولت کو حاصل کرنا اور وہاں کے حکمرانوں کو اپنے زیر کرلینا تھا۔

1307ء : جنوبی ہند کی فتوحات کے لیے علاالدین نے اپنے قابل جنرل ملک کافور کو روانہ کیا۔ ملک کافور علاالدین کا بااعتماد رفیق تھا جس کو علاالدین نے فوج کی قیادت سونپی تھی۔ 1307ء میں ملک کافور نے یادو حکمران دیوگیری کے رامچندر کو شکست دی۔

1309-10: ورنگل کے کاکتیہ حکمراں پرتاپ ردر کو شکست دی۔

1311ء : ہیوسالا حکمراں ویربلّال سوم کو شکست دینے کے بعد ملک کافور نے پانڈیا سلطنت کا رخ کیا۔ پانڈیا فوج کو شکست ہوئی لیکن پانڈیا حکمرانوں نے علاالدین کی ماتحتی قبول کرنے سے انکار کردیا۔

1313ء : یادو حکمراں رامچندر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سنگھانا سوم آزاد حکمراں بن گیا اور اس نے سلطان کو خراج دینے سے انکار کردیا۔ چنانچہ ملک کافور نے دیوگیری پر حملہ کیا اور اس کو دہلی سلطنت میں شامل کرلیا۔

علاالدین خلجی کی اصلاحات

علاالدین خلجی ایک قابل حکمراں، مدبر سیاستداں اور ماہر منتظم تھا۔ اس نے حالات کا بغور جائزہ لے کر نظم ونسق، فوج اور معیشت میں کئی اصلاحات کیں۔ اس نے داخلی امن وامان کی برقراری کے لیے کئی اقدامات کیے۔ ذیل میں علاالدین خلجی کی اصلاحات کا جائزہ

لیا گیا ہے۔

امراء کے خلاف قواعد وضوابط : امراء میں ناراضگی کی وجہ سے داخلی بغاوتوں کو روکنے کے لیے علا الدین نے سخت گیر اقدامات اٹھائے ۔ان اصلاحات کو نافذ کرنے سے قبل اس نے داخلی بغاوتوں کی وجوہات کا جائزہ لیا۔ جیسے اپنے عہدیداروں کی خوشحالی' امراء طبقہ کے درمیان شادیاں' جاسوسی نظام کی خامیاں' شراب نوشی وغیرہ۔

ان خامیوں کو دور کرنے اور امن وضبط کی برقراری کے لیے سلطان نے سخت اقدامات اٹھائے :(1) جاسوسی نظام کی ازسرنو تنظیم کی گئی' امراء کے مکانوں میں ہونے والی خفیہ سازشوں کی فوری اطلاع دینے کا انتظام کیا گیا' (2) شراب اور نشہ آور ادویات کے فروخت پر امتناع عائد کیا گیا' (3) امراء کی ملاقاتوں اور تقریبات پر پابندی عائد کی گئی۔اس سلسلہ میں باضابطہ احکام جاری کئے گئے کہ کوئی عہدیدار شاہی اجازت کے بغیر امراء کے خاندان سے رشتہ ازدواج میں منسلک نہ ہو۔

دیہی امراء کی سرکوبی

مندرجہ بالا اقدامات کا مقصد شاہی دربار میں مسلم امراء کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا اور کنٹرول کرنا تھا۔ دیہی سطح پر گاؤں کے سربراہ ہوتے تھے جن کو خوط اور مقدم کہا جاتا تھا جو بہت دولت مند ہوتے تھے ۔وہ اکثر باغیوں کے ساتھ مل کر سلطنت کے احکام اور گرفت سے باہر رہنے کی کوشش کرتے رہتے تھے ۔سلطان کی مالی اصلاحات کے ذریعہ یہ غریبی کا شکار ہوگئے اور ایک معمولی کسان کی زندگی گذارنے لگے تھے۔

زرعی اصلاحات

علاالدین خلجی نے سلطنت کی معاشی ترقی کے لیے مندرجہ ذیل اصلاحات نافذ کیں۔

(1) مالگذاری کے نئے طریقے کے مطابق قابل کاشت اراضی کی پیمائش کی جاتی اور اسی بناء پر مالگذاری کا تعین کیا جاتا۔زمین کی پیمائش بسوا کے ذریعہ کی جاتی تھی جو پیمائش کی معیاری اکائی تھی۔زرعی پیداوار کا 50 فیصد حصہ بطور ٹیکس ریاست کو ادا کرنا ہوتا تھا۔

(2) خوط' مقدم اور چودھریوں کے اختیارات (حق خوطی) ختم کئے گئے اور عام کسانوں کی طرح گاؤں کے سربراہوں کو بھی اراضی ٹیکس اور دیگر ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔

(3) زرعی آبادی کو ''گھری''، یعنی گھر کا ٹیکس اور ''چرائی''، یعنی چراگاہوں کا ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔

(4) فوجیوں کو بطور تنخواہ دیئے جانے والے اقطاع کو ختم کردیا گیا اور ان کو خالصہ زمین یعنی براہ راست سلطان کے ماتحت لایا گیا۔

(5) کسانوں کو اجناس اور نقد کی شکل میں ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔زرعی پیداوار کو کھیتوں میں ہی فروخت کرنے کا انتظام کیا جاتا تھا تاکہ ذخیرہ اندازی نہ ہوسکے اور غلہ بازار وشہروں تک جلد پہونچ سکے۔

(6) مالگذاری کے شعبہ میں دیوانِ مستخراج کا ایک محکمہ وجود میں لایا گیا تاکہ ٹیکس وصول کیا جاسکے۔

(7) علاالدین کے دور میں مختلف قسم کی اراضی بطور امداد دی جاتی تھی جسے انعام یا ادار وغیرہ کہتے تھے۔ یہ امداد علماء' دانشور' صوفیاء وغیرہ کو دی جاتی تھی۔

تغلق خاندان(1412ء-1320ء)

خلجی خاندان کے بعد دہلی سلطنت پر تغلق خاندان کی حکومت شروع ہوئی۔غیاث الدین تغلق،تغلق خاندان کا بانی تھا۔تغلق خاندان کا تعلق قرونا ترک قبیلہ سے تھا۔غیاث الدین تغلق بلبن کے ایک غلام اور پنجاب کی ایک جاٹ خاتون کا بیٹا تھا۔۔اس نے تغلق آباد نامی شہر کی تعمیر کی۔اقتدار مستحکم ہونے کے بعد غیاث الدین تغلق نے اپنے بیٹے جونا خان کو جو بعد میں محمد بن تغلق کے نام سے مشہور ہوا جنوبی ہند کی فتوحات کے لیے بھیجا۔جونا خان نے 1322ء میں ورنگل (کاکتیہ سلطنت) اور 1323ء میں مدورائی (پانڈیا سلطنت) پر حملہ کر کے دہلی سلطنت میں شامل کرلیا۔غیاث الدین بنگال کے خلاف بھی ایک کامیاب مہم کی قیادت کی تھی۔دہلی واپسی پر غیاث الدین کے استقبال کے لیے ایک خصوصی اسٹیج بنایا گیا تھا۔جشن کے دوران وہ اسٹیج منہدم ہوگیا اور ملبہ میں دبنے سے غیاث الدین کی موت واقع ہوگئی۔ابن بطوطہ نے اس حادثہ کے لیے جونا خان کو ذمہ دار قرار دیا۔سلطان کی موت کے بعد جونا خان محمد بن تغلق کے نام سے تخت نشین ہوا۔

محمد بن تغلق(1351ء-1325ء)

محمد بن تغلق اپنے باپ کی وفات کے بعد 1325ء میں دہلی کی حکومت کا سلطان بنا۔بعض مورخین نے محمد بن تغلق کو قدرت کی غیر معمولی تخلیق اور اس کی شخصیت کو مجموعہ اضداد سے تعبیر کیا ہے لیکن ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے محمد بن تغلق کو عہد وسطیٰ کا ایک قابل ترین حکمراں قرار دیا ہے۔وہ عالم وفاضل تھا۔علم ریاضی،علم نجوم،علم منطق اور علم فلسفہ کا اسکالر تھا۔شاعری سے لگاؤ تھا۔اس کی زندگی پاکیزہ تھی۔وہ ایک مذہبی انسان تھا لیکن دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ رواداری کے ساتھ پیش آتا تھا۔غیر مسلموں کے ساتھ فراخدلانہ سلوک کیا کرتا تھا اور ان کو اپنی سلطنت میں بڑے عہدوں پر مامور کرتا تھا۔اس سے تغلق کی وسیع النظری اور روشن خیالی کا پتہ چلتا ہے۔وہ ایک انصاف پسند حکمراں تھا اور عدلیہ کی سرگرمیوں کا شخصی طور پر مشاہدہ کرتا تھا۔وہ ہندوستان میں سیاسی اتحاد قائم کرنا چاہتا تھا۔محمد بن تغلق نے جین اسکالر جنا پربھا سوری اور راج شیکھر کی سرپرستی کی تھی۔محمد تغلق نے دہلی میں ایک چھوٹے سے شہر کو تعمیر کروایا جس کا نام عادل آباد رکھا یعنی عدل کا مقام۔اگرچہ محمد بن تغلق کے منصوبے اچھے تھے لیکن وہ ناکام ہوگئے۔ان اقدامات کے نفاذ میں عملی دشواریوں اور مشکلات کا خیال نہیں رکھا گیا تھا۔

محمد بن تغلق کی اصلاحات

اس کے پانچ اصلاحی اقدامات مندرجہ ذیل تھے۔

(1) 1326ء : مالیہ کو مستحکم کرنے کے لیے دوآب کے علاقہ میں ٹیکس میں اضافہ۔

(2) 1327-28 : پایہ تخت کی منتقلی۔دہلی سے دولت آباد

(3) 1329-30 : ٹوکن کرنسی کا اجراء ۔ چاندی کے عوض تانبے کے سکوں کی اجرائی

(4) 1330 : خراسان کی مہم۔ خراسان کے خلاف فوجی پیش قدمی

(5) 1333 : قراچیل کی مہم۔قراچیل وسط ہمالیائی علاقہ میں گڑھوال کے پاس کا علاقہ تھا اس علاقہ کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتا تھا۔اس علاقہ کو اپنے قبضہ میں کرنے کے لیے سلطان نے خسرو ملک کی قیادت میں فوجی مہم چلائی

لودھی خاندان

لودھی دہلی سلطنت کے آخری حکمراں تھے جنہوں نے 75 سال دہلی پر حکومت کی۔ یہ افغان تھے۔اس سلطنت کا بانی بہلول لودھی تھا جس نے جون پور کے حکمراں کوشکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا تھا۔اس نے 39 برس تک حکومت کی تھی۔۔بہلول لودھی کے بعد نظام شاہ' سکندرشاہ کے لقب سے 1489ء میں تخت نشین ہوا۔وہ اس خاندان کے قابل ترین حکمرانوں میں سے ایک تھا۔اس نے 28 برس حکومت کی۔1506ء میں سکندرلودھی نے آگرہ شہر کی بنیاد ڈالی اوراس کو اپنا پایہ تخت بنایا۔وہ ایک قابل اور ماہر منتظم تھا۔ اس نے جاسوسی کے نظام کو رائج کیا تا کہ سازشوں اور بغاوتوں پر نظر رکھی جاسکے۔حسابات کی جانچ کا طریقہ شروع کیا گیا۔تجارتی سختیوں کوختم کرکے تاجروں کوسہولتیں دی گئیں تا کہ لوگوں کی معاشی ترقی ہوسکے۔وہ ایک تعلیم یافتہ شخص تھااوراس نے فارسی زبان میں شاعری لکھی تھی۔لودھی خاندان کا آخری حکمراں ابراہیم لودھی تھا جس نے 1517-1526ء تک حکومت کی تھی۔ابراہیم لودھی' سکندرلودھی کا بیٹا تھا۔ابراہیم لودھی اور بابر کے درمیان پانی پت کے میدان میں 1526ء میں ایک جنگ ہوئی۔لودھی کی فوج میں ایک لاکھ سپاہی تھے اوردشمن کی فوج سے زیادہ تھے۔لیکن مغل فوج زیادہ تربیت یافتہ تھی اوران کی فوجی قیادت کی وجہ سےلودھی کی فوج کوشکست ہوئی۔اس جنگ میں ابراہیم لودھی مارا گیاجس کو پانی پت کی جنگ بھی کہتے ہیں۔یہ فتح ہندوستان کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ 1526ء کی تاریخ سے ہندوستان میں ایک نئے دورکا آغاز ہوتا ہے جسے مغل دور کہتے ہیں۔

غیاث الدین تغلق پہلا ہندوستانی حکمران تھا جس نے اپنے سکّوں پر غازی لقب کندہ کروایا تھا۔غیاث الدین کے سکّے خلجی طرز پر رائج ہوئے لیکن دہلی سلطنت کے سکّوں میں ایک بڑی تبدیلی محمد بن تغلق کے دور میں ہوئی۔اس نے سونے' چاندی اور کانسے کے سکّے چلائے۔

صنعتوں کی ترقی

دہلی سلاطین نے سوتی کپڑے کی صنعت اور دیگرنئ صنعتوں میں کئی نئے تجربات کیے۔سوتی کپڑے کی صنعت میں نئ تکنیک کا استعمال کیا گیا جیسے اسپننگ ویل' روئی دھننے کی مشین' ٹریڈل مشین وغیرہ۔شمالی ہند میں دہلی پارچہ بافی کا ایک بڑا مرکز تھا۔

دہلی سلاطین کے دور میں تہذیب وتمدن

زبان وادب

دہلی سلاطین کے دور میں فارسی زبان وادب کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی تھی۔ان سلاطین نے شعراء کی بھی سرپرستی کی تھی۔اس دور کے اہم مصنفین میں حسن نظامی اور منہاج سراج شامل ہیں۔امیر خسرو(1252-1325ء)اس دور کا فارسی کا مشہور ادیب تھا۔امیر خسرو کی تصنیف خزائن الفتوح میں علاء الدین خلجی کی فتوحات کا ذکر ہے۔اا میر خسرو ایک اچھا موسیقار بھی تھا۔

نشان سلسلہ	مصنف	کتاب	مضمون
1	البیرنی	کتاب ہند(تاریخ ہند)	ہندوستانی علوم
2	حسن نظامی	تاج المآثر	البریوں کی تاریخ

3	منہاج سراج	طبقات ناصری	1260ء تک کی دہلی سلطنت کی تاریخ
4	امیر خسرو	خزائن الفتوح	علاء الدین خلجی کی فتوحات
5	امیر خسرو	تغلق نامہ	غیاث الدین کا عروج
6	امیر خسرو	مفتاح الفتوح	جلال الدین کی فتوحات
7	فیروز تغلق	فتوحات فیروز شاہی	سوانح حیات
8	ضیاء الدین برنی	تاریخ فیروز شاہی	دہلی سلطنت کی تاریخ
9	شمس سراج عفیف	تاریخ فیروز شاہی	تغلقوں کی تاریخ
10	عصامی	فتوح السلاطین	بہمنی سلطنت کے دربار میں لکھی گئی تاریخ
11	ابن بطوطہ	کتاب الرحلہ	سفر نامہ

مملوک دور میں فن تعمیر

مملوک ترکوں نے 1206ء سے 1290ء تک دہلی پر حکومت کی تھی۔قطب الدین ایبک اس خاندان کا عظیم حکمران گذرا ہے۔ دہلی کا قطب مینار اس دور کی عظیم یادگار ہے۔قطب مینار صوفی بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کے نام سے موسوم ہے۔قطب الدین کی وفات کی وجہ سے اس کام کو التمش نے مکمل کیا۔قطب مینار فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔اس میں سرخ اور سفید ریت کے پتھروں کا استعمال کیا گیا۔اس میں خطاطی کا بہترین نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

وجئے نگر اور بہمنی سلطنت　　: تہذیب وتمدن

وجئے نگر حکمرانوں کی سیاسی تاریخ کا مختصر جائزہ (1336-1640ء)

1336ء میں وجئے نگر سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانی ہری ہر رائے اور بکا رائے تھے۔ یہ دونوں سنگما کے بیٹے تھے۔سلطنت وجئے نگر کے تحت چار خاندانوں نے 1336ء سے 1640ء تک حکومت کی تھی۔سنگم خاندان، سلوا خاندان، تلوا خاندان اور اراویڈو خاندان۔سلطنت وجے نگر کے دور میں موجودہ آندھرا، کرناٹک، ٹامل ناڈو اور اڈیشہ شامل تھے۔اس سلطنت کے بانی تلگو قوم سے تعلق رکھتے تھے۔بعض مورخین کے مطابق ہری ہر رائے اور بکا رائے آخری کاکتیہ حکمران پرتاب رودرا دوم کے دربار میں ملازم تھے۔سنگم خاندان کے حکمرانوں میں ہری ہر رائے اول اور بکا رائے اول تھے۔ہری ہر رائے نے 1336ء سے 1357ء تک حکومت کی اور بکا رائے نے 1357ء سے 1377ء تک حکومت کی۔سنگم خاندان کے دیگر حکمرانوں میں ہری ہر رائے دوم (1377-1404ء) ۔ دیو رائے اول (1406-1422ء) ، دیورائے دوم (1422-1446ء) اور ملکا ارجن (1446-1465ء) قابل ذکر ہیں۔

سلوا نرسمہا سلوا خاندان کا بانی تھا جس نے 15 سال تک حکومت کی ۔اس کے بعد اس کا بیٹا اماڈی نرسمہا رائے تخت نشین

ہوالیکن وہ کمسن تھا جس کی وجہ سے تلوا نرسا نائیک نے نگران بن کرزبردستی اقتدار حاصل کرلیا اور 12 سال تک حکومت کی اور 1505ء میں تخت پر قبضہ کرلیا۔اس طرح تلوا خاندان کی حکومت شروع ہوئی۔سلوانرسمہا نے کئی فتوحات حاصل کیں۔اس کی فوج منظم تھی۔ پیادہ فوج اور گھوڑسوار فوج کو ہتھیاروں سے لیس کیا تھا۔اودے گری' تروملا اور پنیو گنڈہ ریاست کے اہم مراکز تھے۔اس کے قابل حکمرانوں نے نظم ونسق میں سلوانرسمہا کی کافی مدد کی۔

سری کرشنا دیورایا کا عظیم دور(1529-1509ء)

تلوا خاندان کا سب سے عظیم حکمران سری کرشنا دیورایا تھا۔وہ تلوانرسا نائیک کا بیٹا تھا جس نے 1509ء سے 1529ء تک حکومت کی۔وجے نگر کے تمام حکمرانوں میں کرشنا دیورایا سب سے اہم حکمراں تھا۔تاریخ ہند میں اس کا ایک منفرد مقام ہے۔کرشنا دیورایا کے پرانے کتبہ پراس کی تخت نشینی کی تاریخ 26 جولائی 1509 ہے۔اس کی تاج پوشی کی رسم سری کرشن جنم شٹمی کے پندرہ دن بعد ہوئی تھی۔

فوجی فتوحات (1526-1510ء)

کرشن دیورایا کی تصانیف اموکتا ملیادا' رایاواچکم' کیفیات اور دیگر کتبات میں اس کی فتوحات اور کامیابیوں کی تفصیل درج ہے۔اس کے علاوہ بیرونی سیاحوں نے بھی خاص طور پرڈومنگو پیس اور فرناؤنیونیز بہمنی سلاطین اور کلنگ کے گجپتی کے درمیان ہوئی جنگوں کی تفصیل کو بیان کیا ہے۔اس کے قابل فوجی جنرل' وزراء جیسے سلواتمارسو' رائے سم کنڈ ماراسیا' رائے سم ایپاراسو نے کرشن دیورایا کی فوجی مہمات میں کامیاب رول ادا کیا تھا۔کرشن دیورایا کا سب سے عظیم کارنامہ کلنگ کی فتح تھی جہاں کا حکمراں پرتاب گجپتی راجو تھا۔ کنڈہ ویڈؤ' وینوکنڈہ' اوراودے گیری پر قبضہ کے بعد کرشن دیورایا نے ورنگل' نلگنڈہ' دیورکنڈہ جو گجپتی حکمرانوں کے ماتحت تھے ان پر بھی قبضہ کرلیا۔سری کرشن دیورایا نے گجپتی کی لڑکی سے بیاہ کرکے مقبوضہ علاقوں کو اس کے باپ کے حوالے کردیا اور پرتاب رودرا گجپتی' کرشن دیورائے کا باجگذار بن گیا۔

سری کرشن دیورایا کے دور میں فنون لطیفہ :ادب' فن اور فن تعمیر

وسطی ہندوستان کی تاریخ میں سری کرشن دیورایا کو فنون لطیفہ اور ادب سے محبت کے لیے یادرکھا جائے گا۔وہ تلگو کا بہت بڑا عالم تھا۔اس کی کتاب اموکتا ملیادا کو کئی اسکالرس نے سراہا ہے اور اُسے ایک عظیم ادبی کارنامہ قرار دیا ہے۔اس کو آندھرا بھوجا بھی کہتے تھے۔اس کا دور تلگو ادب کا سنہری دور کہلاتا ہے۔اس کے دربار کو بھوناوجیم کہتے تھے۔اس کے دربار میں آٹھ شعراء تھے جن کو اشٹھا ڈگجاس کہتے تھے۔ان میں چند یہ ہیں۔الاسانی پدنا' نندی تمنا' پنگلی سُرانا' ٹنالی راما کرشنا ہیں۔الاسانی پدنا اس دور کا مشہور شاعر تھا۔ اُسے آندھرا کوی پتا رمہا کہتے تھے۔اس کا شعری مجموعہ منو چریتر ابعد کے شاعروں کے لیے ایک مثال بن گیا۔

1592ء میں مختصری علالت کے بعد سری کرشن دیورایا فوت ہوگیا۔

سری کرشن دیورایا کے بعد سداشیورائے 1543ء میں تخت نشین ہوا۔سداشیورائے بہت کمزور حکمراں تھا اور وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔مکمل اقتدار راما رائے کے ہاتھوں میں تھا اور وہی عملی طور پر حکمران کے فرائض انجام دے رہا تھا۔رام راج نے دوراندیشی سے کام نہیں لیا۔اس نے دکن کی مسلم ریاستوں میں مداخلت کرنا شروع کردیا تھا اور دکن کے سلاطین کو ایک دوسرے سے

لڑا کر کمزور کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ ان پر حملہ کر سکے لیکن دکن کے سلاطین کو اس بات کا اندازہ ہو گیا اور تمام مسلم حکمراں باہمی اختلافات کو بھلا کر متحد ہو گئے اور 1565ء میں وجئے نگر پر حملہ آور ہوئے۔ رام راج کو اپنے غلط اندازوں کی وجہ سے بہت بڑی قیمت چکانی پڑی۔ اس جنگ کو تاریخ میں جنگ تالی کوٹا یا راکشش تنگڑی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وجے نگر کی تاریخ میں یہ جنگ ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ جس میں ایک طرف رام راج کی فوج تھی تو دوسری طرف دکن کے سلاطین کی متحدہ افواج۔ اس جنگ میں وجئے نگر کی فوج کو شکست ہوئی اور رام راج کا قتل کر دیا گیا۔

وجئے نگر کے حکمرانوں کے دور میں تلگو ادب

رایاؤں کے دور میں تلگو زبان اپنے عروج پر تھی۔ سنگم، سلوا، تلوا، اراویڈو حکمرانوں اور ان کے عہدیداروں نے تلگو شعراء اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ ناچنا سوما اس دور کا پہلا تلگو شاعر تھا۔ وہ بکارائے کے دور میں تھا۔ اس نے اترا ہری ونشم لکھی تھی۔ اس دور کے دیگر مشہور تلگو شاعروں میں سری ناتھ، بمارا پوتنا اور الاسانی تھے۔ جا کنانے وکرما چرا یتم نامی کتاب لکھی تھی جسے اس نے دیورا یا دوم کے وزیر کے نام سے موسوم کیا تھا۔ سری ناتھ دوم کے دربار میں اس نے اپنی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے درباری شاعر گوڈا ڈنڈینا کو مباحثہ میں شکست دی تھی۔ اس عظیم تلگو شاعر کو دیورا یا دوم نے متیالا سالا کے اعزاز سے نوازا تھا۔ سری ناتھ کے دیگر ادبی کارناموں میں بھیما کھنڈم، کاشی کھنڈم، ہراولاسم اور شیوراتری مہاتیم عوام میں بہت مقبول ہوئے۔ سلوا نرسمہا رایا جو دوسرے حکمراں خاندان کا بانی تھا کئی تلگو شعراء اور عالموں کی سرپرستی کی تھی۔ پلا مرّی، پینا ویرا بھدرا نے جمنی بھارتم تحریر کی تھی اور اپنے آقا سے منسوب کیا تھا۔ یہ بہت مشہور ہوئی۔ اس کا دوسرا ادبی کارنامہ سنگارا شکنتلم تھا۔ سلوا نرسمہا رایا نے انامیا کی سرپرستی کی تھی اور اس کے سنکرتن تانبے کے پتروں پر کندہ کروائے تھے۔ انامیا کے ارکان خاندان لارڈ وینکٹیشورا کے بہت بڑے خدمت گزار تھے۔ اسی صدی کا ایک اور عظیم شاعر ویمنا تھا جس کی نظمیں بچوں میں بہت مقبول ہوئیں۔ وہ ان نظموں کے ذریعہ بچوں کے اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانا چاہتا تھا۔

سری کرشنا دیورایا کا دور تلگو ادب کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اسے آندھرا بھوجا بھی کہتے ہیں۔ اس کا عہد تلگو شاعری کا عظیم دور تھا۔ اس دور کی شاعری بہادری، محبت، رومانس، جذبات، خوف اور تجسس سے بھری پڑی ہے۔ اس دور کی شاعری انفرادی ذہانت 'شاعرانہ تخیل اور ادبی برتری سے پُر ہے۔ سری کرشنا دیورایا کے دور میں تلگو ادب کے آٹھ بڑے مشہور شعراء تھے جسے اشٹا ڈگاجاس کہتے تھے۔ یہ تمام شعراء اپنے دور کے بے مثال شاعر تھے۔ کرشنا دیورایا کا دربار ادبی مباحث اور ادبی سرگرمیوں کا مرکز مانا جاتا تھا۔ اس کے دربار کو بھونا وجیم کہتے تھے۔ وجئے نگر حکمرانوں کے دربار میں تلگو کے علاوہ سنسکرت، کنڑ اور ٹامل شاعر وادیب بھی تھے۔ بھیم کوی تلگو اور کنڑ ادب کا عالم تھا۔ اس نے سومناتھ کی لیوا بکرانا کا کنڑ زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ کمارا ویاسا نے کنڑ زبان میں مہا بھارت کے دس حصے لکھے۔ کمار والمکی نے کنڑی زبان میں راماجیا لکھی۔ وجئے نگر دور حکومت میں ٹامل ادب میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ ارونا گری ناتھ نے تروپگا زنامی ایک شعری مجموعہ ترتیب دیا جو تامل شاعری کا بے مثال نمونہ کہلاتا ہے۔

وجئے نگر فن تعمیر کی اہم خصوصیات

(1) کلیانا منڈپم' (2 ستونی ہال' (3 ہزار ستونی ہال (4 اونچے گوپورم' (5) ستونوں اور دیواروں کی سجاوٹ' (6 منادر مستطیل یا نیم

مستطیل ہوا کرتے تھے۔ ہر مندر میں داخلی دروازہ، خارجی دروازہ، دوارم، رنگا منڈ پم، اردھا منڈ پم، گربھا گرہم پر مشتمل ہوتا تھا۔ ہمپی کی ہزار سوامی مندر، ویروپکشا مندر، بالا کرشنا مندر اس دور کے فن تعمیر کے بہترین نمونے کہلاتے ہیں۔ لپکاشی کی ویرا بھدری مندر فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ لپاکشی کے مندر میں رامائن کے مناظر اور وشنو کے اوتار کی تصاویر بنائی گئی تھیں۔ اس دور کے منادر راکشش تنگڑی جنگ کے بعد تباہ و برباد ہو گئے۔

اس دور میں خواتین اپنے گھروں کی دیواروں پر تصاویر بناتی تھیں۔ ہمپی کے مقام پر وٹھل مندر میں چٹان سے کاٹا گیا رتھ اور ستونوں پر مشتمل ہال جس میں سات موسیقی کی آوازیں نکلتی ہیں۔ اس زمانے کی سنگ تراشی کا عظیم کارنامہ تھا۔

بہمنی سلاطین

بہمنی حکومت میں دکن کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ وہ مقامی لوگوں سے بہت گھل مل گئے تھے اور ان کے جذبات و احساس کا بہتر احترام کرنے لگے۔ سلطنت کے امور میں مقامی لوگوں کے تجربہ سے استفادہ کیا جانے لگا۔ ایک مخلوط تمدن کی بنیاد ڈالی گئی۔ کسانوں کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ تلنگانہ، کرناٹک اور ریاست کے دیگر علاقوں میں تالابوں، نہروں اور کنووں کی مرمت اور تعمیر کروائی گئی۔ دستکاروں، کاریگروں اور دیگر پیشہ ور گروہوں کی سرپرستی کی گئی۔ گھریلو صنعتوں کو ترقی دی گئی۔ ان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ بیدر کو مٹی کے مختلف قسم کے برتنوں اور دیگر اشیاء کی تیاری میں شہرت حاصل تھی۔ بہمنی دور کے بنکر بھی بہترین قسم کے کپڑے کی تیاری میں ماہر تھے۔ اس دور میں بیرونی اور مقامی تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ سلطان تاجروں کو تحفظ فراہم کرتے تھے اور بازاروں پر نگرانی رکھتے تھے۔ روسی سیاح نیکیتن نے بھی اپنے سفرنامہ میں مندرجہ بالا احوال کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مملکت کی آبادی زیادہ تھی۔ دیہی عوام کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے برعکس امراء اور دولت مند عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ گوا، مسولی پٹنم، دابل اور ماہیم اہم بندرگاہیں تھیں جہاں سے عرب، پرتگالی اور ایرانی تجارت کرتے تھے۔ ہفتہ واری بازار ہوا کرتے تھے۔ مقامی بازاروں میں ضرورت کی اشیاء، جانوروں، پرندوں وغیرہ کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

بہمنی سلطان فن، فن تعمیر اور ادب کے دلدادہ تھے۔ اس دور کی اہم عمارتوں میں بیدر کا قلعہ، بیدر کا مدرسہ، گلبرگہ کی مسجد، رنگن محل، شاہی محل، گگن محل، چنی محل، نگینہ محل، شاہی غسل خانے اور دیگر عمارتیں فن تعمیر کے بہترین نمونے ہیں۔ اس دور کے فن تعمیر میں ہندوستانی، ترکی، مصری اور ایرانی طرز تعمیر کی جھلک نظر آتی ہے۔ بیدر کے محلات، مساجد اور شاہی مقبروں میں ایرانی طرز تعمیر کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ بیدر کے فن تعمیر میں رنگین پتھر کا استعمال کیا گیا تھا۔ دیواروں پر نقش و نگاری کی گئی تھی۔ گنبدوں کے لیے پتھر ایران سے لائے گئے تھے اور بیرونی حصہ میں نصب کیے گئے تھے۔ بہمنی سلاطین نے اپنے تہذیبی ورثہ کی حفاظت کی۔ گولکنڈہ کے سلاطین نے اپنی فراخدلانہ پالیسیوں اور پدرانہ شفقت کی وجہ سے مقامی تلگو عوام کے دلوں میں جگہ بنالی تھی۔ بہمنی دور میں جو مشترک تہذیب کے بیج بوئے گئے تھے۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی دور میں وہ تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ اسی کو گنگا جمنی تہذیب کہتے ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ 1580-1612ء نے ایک نئے شہر حیدرآباد کی بنیاد رکھی۔ یہ گنگا جمنی تہذیب آج بھی حیدرآباد میں نظر آتی ہے جو صوفی بزرگوں اور بھگتی سنتوں کا مرکزی تصور تھا۔

دکن میں وجے نگر اور بہمنی سلاطین کی حکمرانی جو تلگو، کنڑ، تامل اور مراٹھا علاقوں میں تھی ایک منفرد نوعیت کی حامل رہی۔ مقامی لوگ اس دور کے کارناموں کو اپنے لیے قابل فخر سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس تہذیبی ورثہ کا جانشین سمجھتے ہیں۔

کاکتیہ سلطنت

ماخذ: کاکتیہ حکمرانوں کی تاریخ کا مطالعہ کے ماخذات کو ہم دوحصّوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔1۔کتبات 2۔ادبی ماخذ

1۔کتبات : کاکتیہ کے کتبات ہمیں پتھر (Stone Inscription)، اورکاپر پلیٹ(Copper Plate) میں ملتے ہیں۔اس میں سے کچھ اہم کتبات کاذکرمندرجہ ذیل میں کیا گیا ہے۔

کاپر پلیٹ کتبات(Copper Plate Inscriptions)

1۔منگلوگرانٹ کتبہ : اس کتبہ کو مشرقی چالوکیاؤں کے حکمران دنرناوا(Danarnava) نے 956ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ کے مطابق کاکتیہ گنڈیانہ(Gundyana) کو ابتدائی رکن کہا گیا۔

2۔کریم نگرکاپر پلیٹ1254ء : یہ کتبہ گنپتی دیو سے منسلک ہےجس میں ایک نہر کے تنازعہ کاذکر ہے۔

3۔رودراما دیوی کا آلایادوفرمان : یہ کتبہ 1264ء کا ہےجس میں رانی کے داماد ایلانا دیو (Ellanadeva) کے زریعہ برہمن کوآلایادو گاؤں عطا کیا گیا۔

پتھرکےکتبات (StoneInscription)

1۔ ہنمکنڈہ کاہزارستون والامندرکاکتبہ : اس کتبہ کوکاکتیاءحکمران رودرادیو نے 1163ء میں جاری کیا۔جس میں رودرادیو نے اپنے آپ کوخودمختارحکمران قراردیا۔

2۔دراکشارامم(Draksharamam) کتبہ : اس کتبہ کو پرولادوّم کے وزیر ملیالاہیمادری انگالا برہمی ریڈی نے 1158ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ میں یہ بتلایا گیاھیکہ پرولادوّم کے بیٹے نے کاکتیہ سلطنت پرحملہ کیا تھا۔

3۔بیارم تالاب کا کتبہ: اس کتبہ کوکاکتیا حکمران گنپتی دیو کی بہن میلما(Mailama) نے 1219ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ میں بتلایا گیا کہ میلما نے کیوں اورکیسے بیارم تالاب کوبنوایا تھا

4۔موٹوپلی کا کتبہ : اس کتبہ کوگنپتی دیو نے 1244ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ میں بیرونی تجارت کی حوصلہ افزائی اورفروغ کے لئے کاکتیائی حکمرانوں کے اقدامات کاذکرملتا ہے۔

5۔ملکاپورم کا فرمان : اس کتبہ کوگنپتی دیو نے 1261ء میں جاری کیا تھا۔اس فرمان میں مذہبی تعلیمی اِداروں کے قیام کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔

6۔چندلو پاٹلا کے کتبات : اس کتبہ کورودرما دیوی کافوجی عہدیدار پوڈّلا مُماڈی نے 1289ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ میں پوڈّلا مُماڈی کی جانب سے مقامی مندروں کورودرما دیوی کی یاد میں دیئے گئے زمینات کےعطیات کے بارے میں معلومات فراہم کئے گئے ہیں ۔مزیداس کتبہ میں رودرما دیوی کی موت جوکہ امبادیوا کے خلاف بغاوت کی سرکوبی کے دوران ہوئی تھی اس واقعہ کاذکربھی اس کتبہ میں ملتا ہے۔

7۔تھری پوراٹکم کافرمان : اس کتبہ کو پرتاپ رودردوّم کےلڑکے اندولوُری انیّا نے 1291ء میں جاری کیا تھا۔اس کتبہ میں امبادیو کے خلاف پرتاپ رودرکی فتح کاذکرملتا ہے۔

2۔ادبی مآخذ

چند ادبی ماخذات حسب ذیل ہیں۔

1۔ پنڈتارادھیا چرترا(Panditaradhya charitra) : شاعر پالگوری سومناتھ کی کتاب ہے جو تلگو زبان میں لکھی گئی ہے ۔جو کاکتیہ دور کے سماج کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہے۔

2۔ بسواپورنم : پالگوی سومناتھ نے یہ کتاب تلگو زبان میں تحریر کی۔اس میں مملکت کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا گیا اس کے علاوہ کاکتیہ سلطنت میں شیومت کے بارے میں لکھا۔

3۔ نیتی سارا :(Nitisara) اس کتاب کو کاکتی ردرادیو نے تلگو زبان میں لکھا۔اس کتاب میں اس نے سیاست کو زیرِ موضوع بنایا۔

4۔ نیتی سارامکتھاولی :(Nitisaramukhtavali) اس کتاب کو تلگو چولا چیف بیدنا نے تلگو میں تحریر کیا۔اس کتاب میں اس نے حکمرانوں، وزراء، قلعوں، حکمرانوں کے دفاعی نظام جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔

5۔ پرتاپ چرترا : پرتاپ چرترا کو ایکمرنتھا(Ekamrantha) نے تلگو زبان میں تحریر کیا۔اس کتاب میں مصنف نے کاکتیہ دور کے سماجی حالات کا احاطہ کیا۔

6۔ کردھابھی رامو :(Kridhabhiramamu) وینوکنڈہ ولا بھاریا نے اس کو تحریر کیا۔جو تلگو زبان میں تھی اس میں اس نے کاکتیہ سلطنت کے پایہ تخت ورنگل کے شہریوں کے معیارزندگی کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

7۔ شیوایوگاسرم :(Sivayoga Saramu) اس کتاب کو کولانو گنپتی دیو نے تلگو زبان میں لکھا۔اس نے اندولوری چیف کی فوجی خدمات اور فتوحات کا ذکر کیا ہے۔

8۔ پرتاپ رودرایم:(Pratabrudrayam) اس کتاب کو شاعر ودیاناتھ نے سنسکرت زبان میں تحریر کیا۔اس کتاب میں کاکتیاؤں کی نظم ونسق اور فوجی تنظیم پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

9۔ نرتیارتناولی:(Nrittaratnavali) اس کتاب کو جیاسیناپتی (Jayasenapati) جو گنپتی دیو کا فوجی عہدیدار تھا اُس نے اس کتاب کو سنسکرت میں لکھا۔اس کتاب میں رقص کے مختلف خصوصیات کو بیان کیا۔اس رقص کو پالم پیٹ کے رمپامندر میں کُندا کروایا گیا۔

کاکتیاؤں کی ابتدائی تاریخ

کاکتیاؤں کے ماخذ اور نام کے بارے میں مورخین میں لفظ کاکتیہ دراصل کاکتما خاندان سے لیا گیا ہے شاعر وشواناتھ اور مورخ پارابرہما شاستری کے مطابق یہ کاکتی نامی دیوی کی پوجا کرتے تھے اس لئے ان کا نام کاکتیہ پڑا اس سلطنت کے حکمرانوں نے کاکتی پورادلابھا، کا لقب اختیار کیا۔

کاکتیہ کے خودمختار حکمراں

ردرادیو(Rudradeva) 1158-1195

روردادیو پرولادوّم کا بیٹا تھا جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد جانشین بنا اس کے حکمرانی کے دور کو دو حصوّں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلے وہ

1158-1162 تک وہ مغربی چالوکیاؤں کے باجگزار کی حیثیت سے حکمرانی کی مغربی چالوکیاؤں کے زوال کے بعد اس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا اور 1163ء تا 1195 تک خودمختار حکمران کے طور پر حکمرانی کی گج کیسری (Gajakesri) کا لقب اختیار کیا اور سکّے جاری کئے جس میں اس نے اپنی تصویر کندہ کروائی ہنمکنڈہ میں موجود ہزار ستون والا مندر یا ردرشیورا مندر کی تعمیر اسی نے کروائی ردرادیوا نے صدر مقام انوماکنڈہ کے قریب ایک نیا شہر اروگلو بسایا جو آج ورنگل کے نام سے مشہور ہے اس شہر کو سنسکرت میں ایکا شیلانگرا اور تلگو میں اُنٹی کنڈہ کہا جاتا ہے اس نے سنسکرت میں نیتی سارا (Nitisara) نامی کتاب لکھی

مہادیو Mahadeva (1195ء-1199ء)

ردرادیو کو کوئی اولاد نہیں تھی جسکی وجہ سے اس کا چھوٹا بھائی مہادیو، ردرادیو کا جانشین بنا اس نے صرف تین سال تک ہی حکومت کیا۔

گنپتی دیو Ganpatideva (1199-1262)

گنپتی دیو تمام کاکتیہ حکمرانوں میں سب سے کامیاب حکمران تھا اور اس کو تمام کاکتیہ حکمرانوں میں مرکزی حیثیت حاصل تھی یہ مہادیو کا بیٹا تھا جو اس کے انتقال کے بعد جانشین ہوا۔ اس نے 63 سال حکمرانی کی

فتوحات

اس کی فوج نے ویلاناڈو کے حکمران پرتھیشورا کو ایک جنگ میں شکست دی جو ساحلی آندھرا کا ایک طاقتور حکمران تھا کولان (کولیرو) کے راجا، کوٹہ خاندان (پرکاشم ضلع) نیلور کے تلگو چولا کے علاوہ کڑپہ اور چنگل پیٹھ کے حکمرانوں کو شکست دیتے ہوئے اپنے ماتحتی کے لئے مجبور کیا کاکتیہ فوج ساحلی آندھرا کے آگے کے علاقے "دھرنی کوٹہ" کرشنا کے کنارے تک آگے بڑھا۔

ایّا (Ayya) خاندان جس کی حکمرانی رائلسیما کے علاقے پر وہاں کا حکمران پیناچوڑی (Pinnachodi) اور اس کے بیٹے جیا پیا کو گنپتی دیو کی فوج نے شکست دی اور اُن کو اپنا باجگزار بنایا۔ پیناچوڈی نے اپنی دو بیٹیوں نرمبا اور پیرمبا کی شادی گنپتی دیو سے کروادی اور گنپتی دیو نے جیا پیا کو اپنی فوج میں شامل کرتے ہوئے ہاتھیوں کے فوج کا سربراہ مقرر کیا اس طرح اقدامات سے ایّا (Ayya) خاندان ہمیشہ گنپتی دیو کے وفادار ہو گئے اور مختلف جنگوں میں گنپتی دیو کا ساتھ دیا۔ گنپتی دیو نے دی وی (Divi) کے حکمرانوں کو بھی جنگ میں شکست سے دوچار کیا اس فتح میں اس کے جنرل ملیلا چوموڈا (Malyalachomda) اپنے زبردست جوہر دکھائے جسکی وجہ سے گنپتی دیو نے ملیلا چوموڈا (Malyalachomda) کو "دی وی چُراکرا" (Divichurakara) کے خطاب سے سرفراز کیا۔

متوکور کی لڑائی 1263ء

گنپتی دیو اور منوماسدھی کی مشترکہ فوجوں نے "متوکور" ضلع نیلور کے مقام پر 1263ء میں پانڈیا حکمران جتاورماسندراپانڈیا سے مقابلے کے لئے جمع ہوئے لیکن اس جنگ میں گنپتی اور منوماسدھی کی فوجوں کو شکست ہوگئی یہ جنگ گنپتی دیو کے 63 سالہ طویل دور کا خاتمہ ہوگیا

ردرامادیوی Rudramadevi (1262-1289)ء

گنپتی دیو کو کوئی بیٹا نہیں تھا اس وجہ سے گنپتی دیو کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی ردرامادیوی 1262ء تخت وتاج کی جانشین بنی اسے ردرامہاراجا کے لقب سے نوازا گیا ردرامادیوی پہلی خاتون تھی جس نے جنوبی ہندوستان میں حکمرانی کی۔　ردرامادیوی نے "رایا گج کیسری" کا

لقب اختیار کیا۔

پرتاپ رودردوّم (Pratap Rudra II)(1289-1323ء)

پرتاپ رودرادوّم کا کتیہ خاندان کا آخری حکمران تھا یہ رودرا مادیوی کے انتقال کے بعد 1289ء میں تخت نشین ہوا

مذہبی حالات

کا کتیہ سلطنت کے دور میں جین مت اور بدھ مت زوال پذیر ہو گئے ان مذاہب کی جگہ شیومت نے لے لی اب شیومت کو بہت زیادہ شہرت ملی شیومت تین زمروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(i) پشوپتی شیومت　Pashupati Shaivism

(ii) کلاموکھا شیومت　Kalamukha Shaivism

(iii) کپالیکا شیومت　Kapalika Shaivism

تینوں مسلکوں کا مرکز سری سیلم تھا ویراشیومت کی بنیاد سبواویشورا نے ڈالی ویراشیومت کے گرو کو جنگم (Jangam) کہا جاتا تھا ان کی مذہبی کتابوں کو اگمس (Agams) اوران کے ماننے والوں کو لنگایاتھس (Langayats) کہا جاتا تھا۔

آرٹ اور ادب

کا کتیہ حکمرانوں نے سنسکرت اور تلگو ادب کی سرپرستی کی رودرادیوا نے سنسکرت میں نیتی سارا (Nitisara) نامی کتاب لکھی۔ شاعر گونابڈھا ریڈی اوراس کا لڑکا تلگو میں " ڑنگاناد ھارامائنم " کتاب لکھی جو تلگو ادب کی پہلی رامائن تھی۔

فن اور فنِ تعمیر

کوٹہ مندر جو کتیاؤں نے تعمیر کی تھی جس میں چالوکیہ طرز تعمیر کو اپنایا گیا تھا یہ مندر ہزاری مندر کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ دوسرے عالیشان مندر تعمیر کئے گئے جوحسب ذیل ہیں۔

(i) ہزارستون والا مندر 1162-63ء: میں ہنمکنڈہ کے مقام پر رودرادیوا نے ایک عالیشان مندر کی تعمیر کروائی اس مندر کو رودرایشوا مندر بھی کہا جاتا ہے۔

(ii) رامپا مندر: ضلع ورنگل کے گاؤں پالم پیٹھ میں ریچرلہ رودرا جو گنپتی دیوا کا فوجی کمانڈر تھا 1213ء میں مندر تعمیر کی اس میں بھورے رنگ کا پتھر اور ہلکے وزن کے اینٹوں کا استعمال کیا گیا

(iii) کوٹہ گڈی: یہ نندی کا مجسمہ بہترین فن تعمیر کا نمونہ تھا

(iv) اکیشوارا مندر: اس مندر کو نلگنڈہ میں تعمیر کیا گیا یہ بھی کا کتیہ دور کا ایک عظیم شاہکار مانا جاتا ہے۔

یادو حکمران (860-1318ء)

یادو سلطنت 9ویں صدی سے 13ویں صدی کے درمیان تلنگانہ کے شمالی موجودہ مہاراشٹرا مغربی علاقوں میں قائم تھی ان کا پایہ تخت دیوگری (اورنگ آباد) تھا۔

دیوگری کے یادو حکمران

1187ء میں بھلاّ ما پنجم (Bhillama V) وہ پہلا یادو حکمران تھا جس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور 1191ء تک حکمرانی کی۔

بھلاّ ما پنجم کو دیوگری یادو سلطنت کا بانی کہا جاتا ہے بھلاما پنجم کا جانشین جیتوگی (Jaitugi) یا جیترا پالا بنا۔ یہ اپنے باپ بھلاما پنجم کے زمانے میں کئی جنگوں میں حصّہ لیا تھا جیتوگی نے کاکتیہ حکمرانوں رودرادیوا اور مہادیوا کو شکست دیتے ہوئے قتل کر دیا جیتوگی کے بعد اس کا لڑکا سمہانا دوم (Simhana II) تخت نشین ہوا اور 1210ء تا 1247ء تک حکمرانی کی سمہانا ایک عظیم جنگجو را جا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو مضبوط کرتے ہوئے کافی وسیع کر دیا تھا جس کی وجہہ سے اسے "پریدھوی ولبھا" کا لقب دیا گیا۔

پنا گالو یادو سلطنت

سمہانا کا تیسرا لڑکا سارنگا پنی دیوا تلنگانہ کے لئے روانہ ہوا اور کاکتی رودراما دیوی کے ماتحت کی حیثیت سے پنا گالو کے مقام پر حکمرانی کی یہ نلگنڈہ کا علاقہ تھا اور انھوں نے پنا گالو کو اپنا صدر مقام بنایا۔

اڈانکی الوالا پاڈو یادو سلطنت

سارانگا دھارا اوّل اس سلطنت کا پہلا حکمران تھا اس نے کاکتی رودرادیو کا کئی جنگوں میں ساتھ دیا مہادیو کے کتبے کے مطابق سنگالا دیوا اور سارنگا دیو دوّم اڈانکی یادو سلطنت سے تعلق رکھتے تھے یہ تمام حکمران کاکتیہ حکمران گنپتی دیو کے ماتحت تھے۔

انتظام سلطنت

یادو حکمرانوں نے روایتی نظم ونسق کو برقرار رکھا بادشاہ مملکت کا صدر ہوا کرتا تھا اور لا محدود اختیارات کا مالک ہوتا تھا۔ بادشاہ کی مدد کے لئے وزراء کی ایک کونسل ہوتی تھی ان وزراء میں مہا پردھان، ساندھی وی گریا، مہا پرچندا، ڈنڈ نائیکا (فوج اور جنگ وجدال کا وزیر) بہت ہی اہمیت کے حامل تھے۔ صوبے اور دیہاتوں کا نظم ونسق کو موثر بنایا گیا تھا تا کہ انتظام میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہ جائے مرکزی حکومت کا کنٹرول تمام صوبوں اور مقامی حکومتوں پر تھا۔

علم وادب

یادو حکمرانوں نے شعراء کی سرپرستی کی" ہمادری" (Himadari) شاعر یادو دور کا عظیم عالم تھا اس نے "چترورگا چِنتامنی" اور "ایورویہ ارسنیم" کتابیں لکھی۔ مکندرایا اور ایک شاعر اور عالم تھا اس نے "وویکا سندھو" لکھی یہ کتاب ویدانتا پر لکھی گئی تھی اس کو آدی کوئی کا خطاب دیا گیا سنت جنشیور نے " بھگوت گیتا" لکھی بھاسکرا چاریہ نے ریاضی" پرسدھانتا سرومنی" اور" کرانا کوتوکلا" لکھی کوشیورا مہشیورا نے فلکیات پر کتاب لکھی سنگانا یادو کا درباری شاعر سارنگا دیوا نے رقص پر " سنگیتا رتنا کرم" Sangeetratnakaram لکھی۔

ہوئی سالا سلطنت (1106-1342ء)

ہوئی سالا حکمرانوں نے 1106ء سے 1342ء تک کنڑی بولنے والے علاقوں پر حکومت کی دوارا سمدرم اُن کا مرکز تھا اس کا ابتدائی رکن سال (Sala) تھا ان کا تعلق چِک مگلور کے ضلع" میسور" (ساما کا پورا) سے تھا ان کا حسب نسب یادو خاندان سے ملتا ہے

وشنووردھن Vishnu Vardhan(1108-1152)

وشنووردھن ہوئی سالا سلطنت کا پہلا خود مختار حکمران تھا اس نے تالا کاڈ و پر قبضہ کر کے اپنے نام سکّے جاری کئے۔

وشنووردھن کے بعد نرسمہا اول (Narsimha I) جانشین بنا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا بلالہ دوّم جانشین بنا اس نے یاداؤں حکمران بھلاما دیوا کو شکست دی اس کے بعد اسکا بیٹا نرسمہا دوّم (Narsimha II) تخت نشین ہوا نرسمہا دوّم کا دور بھی شاندار تھا۔ اس کے بعد ویر سومیشورا (Virasomeshwara) جانشین بنا اس کے دور میں چولا حکمرانوں سے اس نے دوستانہ تعلقات قائم کئے اس نے اپنی سلطنت اپنے دو بیٹوں نرسمہا سوّم اور راماناتھا کے درمیان تقسیم کر دی لیکن بعد میں بلالہ سوّم جو نرسمہا سوّم کا بیٹا تھا پھر سے سلطنت کے اتحاد کو بحال کیا۔

بلّال سوّم (Ballal III)

بلّال سوّم ہوئی سالا سلطنت کا آخری حکمران تھا اس کو کئی ایک حملوں کا سامنا کرنا پڑا جن میں کاکتیہ، یادوا، اور دہلی سلطانوں کے حملے قابل ذکر ہیں پہلے تو اس نے دہلی سلطانوں کو روکنے میں کامیاب ہوا خلجی سلطنت کا سپہ سالار ملک کافور نے ہوئی سالا سلطنت پر 1310ء میں حملہ کیا اور بلّال سوّم کو شکست ہوئی اور اس کو معاہدہ کرنا پڑا اور وہ دہلی سلطان کا ماتحت بن گیا۔

فن اورفن تعمیر

وشنووردھن نے نیلور کے مقام پر چنکشیورا مندر کی تعمیر کی یہ مندر بھی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے

علم وادب

ہوئی سالا حکمرانوں نے کنڑی اور سنسکرت ادب کو فروغ دیا۔ ناگا چندر جو جین مت کا شاعر تھا جسکی سرپرستی وشنووردھن نے کی تھی کنڑی زبان میں "جین رامائن" لکھا مشہور شاعر نیمی چندر نے "لیلاوتی" (Leelavati) نامی کتاب تحریر کی یہ کنڑی زبان کی پہلی ناول تھی اس کے علاوہ اس نے "نیمی ناتھا یکرا" (Neminathekara) کتاب بھی لکھی ہری ہرا دیوا کی گریجا کلیانہ بہت اہم کتاب تھی جو کنڑی زبان میں لکھی گئی تھی اس نے اپنی سو تصانیف جے راگا کے نام سے موسوم کیا اس میں اس نے شیومت اور ویراشیومت کے ریشیوں کی زندگی کا حال بیان کیا

پانڈیا حکمران (1190-1328ء)

پانڈیوں کی حکمرانی مدورائی، رم نڈا (Ramnad) اور ترنویلی (Tirunelveli) کے اضلاع پر مشتمل تھی مدورائی ان کا پایہ تخت تھا اور دریائے تامرپرتی کے دہانے پر کورکے (ضلع ٹینولی) ان کا خاص تجارتی بندرگاہ تھا۔ والمیکی کی رامائن میں پانڈیا راجدھانی کی دولت کا ذکر ملتا ہے۔ کوٹلیہ کے ارتھ شاستر میں ایک قسم کے موتی کا ذکر آیا ہے جو" پانڈیہ کاوٹک" کہلاتا تھا۔ یہ موتی پانڈیہ علاقے کے ایک پہاڑ پانڈیہ" کاوٹ" پر دستیاب ہوتا تھا۔

کیرتی ورمن: اس خاندان کا یہ اہم حکمران تھا اس نے اپنی طاقت کا احیاء کیا جو اُس کے آباواجداد کے زمانے میں کالاچوری راجاؤں گانگیا دیو اور لکشمی کرن کی حملوں کی وجہہ سے متاثر ہوئے تھے۔ کیرتی ورمن کو ابتداء میں لکشمی کرن نے شکست دی لیکن کتبوں کے مطابق اسے چیدی حریف کے مقابلے میں زبردست فتح ہوئی۔

مدن ورمن: مدن ورمن کا دور 1129ء تا 1163ء تھا۔ محو کے کتبے کے مطابق مدن ورمن نے چیدی حکمران گا نگیا کرن کو شکست دی اور کاشی کے حکمران وجئے چندگاہڑوال سے دوستانہ تعلق رکھا۔

جتاورمن کولاشیکھر (Jatavarman Kulashekara) جس نے 1190-1216ء تک حکمرانی کی پانڈیا سلطنت کی شان وشوکت میں زبردست اضافہ کیا جتاورمن سندرا پانڈیا (Jatavarman Sundar Pandya) تمام پانڈیا حکمرانوں سب سے زیادہ طاقتور راجا تھا جس نے 1257-1268ء تک حکمرانی کی۔ بیرونی سیاح مارکو پولو (Marco Polo) نے پانڈیائی سلطنت کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس نے کولاشیکھر کو ایک طاقتور حکمران بتایا اور اس نے پانڈیائی سلطنت کے انتظام سلطنت کی بے حد تعریف کی 1328ء میں دہلی سلطنت فوج نے پانڈیا سلطنت پر قبضہ کرلیا۔

ہندوستان میں مغل سلطنت کا قیام اور استحکام

نصیر الدین محمود اس خاندان کا آخری حکمران تھا۔ اس کے دور میں منگول لیڈر تیمور نے 1398ء میں دہلی پر حملہ کیا اور دہلی کو فتح کرنے کے بعد بھی 15 دن تک شہر میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ تیمور کے حملہ کے بعد تغلق خاندان کا وقار ختم ہو گیا۔ 1412ء میں سلطان محمود کی وفات کے بعد اقتدار کے لیے رسہ کشی شروع ہوئی۔ اس میں ملتان کے گورنر اور تیمور کے نائب خضر خان کو کامیابی حاصل ہوئی اور خضر خان نے سید خاندان کی بنیاد ڈالی۔ سید خاندان میں چار حکمران گزرے ہیں جنہوں نے 37 سال حکمرانی کی۔ سید خاندان کے 37 سالہ دور میں دہلی سلطنت بیرونی حملوں، اندرونی بغاوتوں، سازشوں اور انتشار کا شکار ہوئی۔ ایک طاقتور جاگیردار بہلول لودھی نے ان سیاسی حالات کا فائدہ اٹھا کر دہلی پر قبضہ کرلیا اور لودھی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ لودھی خاندان کا آخری حکمران ابراہیم لودھی تھا جس نے 1517ء سے لیکر 1526ء تک حکومت کی۔ میوات کا حکمران رانا سانگا بھی ابراہیم لودھی سے آگرہ اور دہلی چھین لینا چاہتا تھا۔ جنوبی ہند کی بہمنی سلطنت اور وجئے نگر کی سلطنت میں مسلسل جنگیں جاری تھیں۔ پورے ہندوستان میں سیاسی افراتفری کا عالم تھا۔ ان حالات میں عالم خان لودھی نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کی دعوت دی تا کہ وہ پنجاب پر اپنا تسلط برقرار رکھ سکے۔ رانا سانگا نے بھی بابر کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

بابر نے 1526ء میں پانی پت کی تاریخی جنگ میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور ہندوستان میں مغل سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس جنگ کے بعد بابر اپنی فوج کو دہلی اور آگرہ کو روانہ کیا تا کہ وہاں قبضہ جما سکے۔ 27 اپریل 1526ء میں دہلی کی مسجد میں بابر کے نام سے خطبہ پڑھا گیا۔ مورخین مغل دور کو دو مرحلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ 1526ء سے لیکر 1707ء تک کا تھا جس میں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کی حکومت تھی۔ دوسرا مرحلہ اورنگ زیب کے بعد کے دور یعنی 1708ء سے لیکر 1857 تک کا تھا۔

آثار قدیمہ کے ماخذ

نشان سلسلہ	مقام کا نام	محل وقوع۔عمارت/مقام/قلعہ وغیرہ	معمار کا نام	کیفیت
1	شیر شاہ سوری کا مقبرہ	ساسارام (بہار)	شیر شاہ سوری	

2	فتح پور سیکری 1570-1580ء	اس شہر میں واقع اہم عمارت موتی مسجد پنچ محل جودھا بائی کا محل بلند دروازہ اکبر کا مقبرہ راجہ بیربل کا محل شیخ سلیم چشتی کا مقبرہ عبادت خانہ	اکبر	یہ عمارت مغل آرٹ اور فن تعمیر کی خصوصی مہارت کو ظاہر کرتی ہے۔
3	آگرہ	تاج محل	شاہ جہاں	//
4	شاہ جہاں	دہلی کا لال قلعہ، جامع مسجد		
5	مغلوں کے سکے	مختلف مغل حکمرانوں کے دور میں رائج تھے۔	سونے، چاندی اور تانبے کے سکے اس دور کی معیشت کی عکاسی کرتے ہیں	
6	فرامین	مغل بادشاہوں کے جاری کردہ حکمنامے	مغل نظم ونسق کی تفصیلات	

یوروپی سیاحوں کے سفرنامے

1	راپلھ فچ (Rolph Fitch)	اکبر کے دور کا انگریزی سیاح
2	ولیم ہاکنس (Willian Hawkins)	جہانگیر کے دور میں آنے والا انگریزی سفیر
3	پیٹر منڈی (Peter Mundi)	شاہ جہاں کے دور کا انگریزی سیاح
4	فرانکوس برنیر (Farncois Bernier)	اورنگ زیب کے دور کا فرنچ سیاح
5	جین باپٹیس ٹونیر (Jean Baptisle Tavenier)	//
6	نیکولس منوچی (Niccolao Mannucci)	اورنگ زیب کے دور کا اٹالین سیاح
7	منسٹریٹ Father Monserrate	اکبر کے دور میں پرتگال کا ایک پادری

ادبی ماخذ

نشان سلسلہ	کتاب کا نام	منصف کا نام اور زبان	کیفیت

1	تزک بابری یا بابرنامہ (سوانح حیات	(ترکی) ظہیرالدین بابر	اس میں بابر کے آباء واجداد اور اس کی مہمات، گاڑیوں، فرغانہ کی صورتحال اور اس دور کے ہر انسان کے حالات کی تفصیلات درج ہے۔
2	ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم (فارس)	اکبر کی درخواست پر لکھی گئی تھی۔ اس میں ہمایوں کے کارناموں کی تفصیل درج ہے۔
3	قانونِ ہمایونی	خواندمیر (فارسی)	اکبر کے دور کے حالات درج ہیں۔
4	اکبرنامہ اور آئین اکبری	ابوالفضل (فارسی)	اکبر کے دور کے سیاسی حالات اور اس کی پالیسیوں کے مطالعہ میں اہمیت کی حامل کتاب ہے۔
5	منتخب التواریخ	عبدالقادر بدایونی (فارسی)	اکبر کے دور کو جاننے کا ایک اہم ماخذ
6	طبقات اکبری	نظام الدین (فارسی)	//
7	تزک جہانگیری	جہانگیر	جہانگیر کی صفات اور خوبیوں کی تفصیل
8	اقبال نامہ جہانگیر	معتمد خان/فارسی	جہانگیر کے دور کے اہم ماخذ
9	شاہ جہاں نامہ	حمیدالدین خان/(فارسی) محمد صادق خان/(فارسی) عنایت خان/(فارسی)	شاہ جہاں کے دور کا اہم ماخذ جس کو تین الگ الگ مصنفین نے لکھا
10	عمل صالح	محمد صالح کمبوہ	شاہ جہاں کے دور کا اہم آخذ
11	منتخب الباب	خافی خان (فارسی)	اس میں اورنگ زیب کی دکن مہم سے متعلق تفصیلات درج ہیں۔
12	ماثر عالمگیری	محمد ساقی مستعد خان (فارسی)	اورنگ زیب کے دور کا اہم ماخذ

ہندوستان میں مغل حکمرانی کا قیام۔ بابر

ہندوستان میں مغل سلطنت کے قیام کو تاریخی ہند کا ایک اہم دور کہا جاتا ہے۔اس سلطنت کا بانی بابر تھا۔ بابر کا پورا نام ظہیرالدین محمد تھا۔ بابر اس کی کنیت تھی۔ بابر فرغانہ کے صوبیدار عمر شیخ کا بیٹا تھا۔اس کی پیدائش 14 فروری 1483ء میں فرغانہ کے مقام

پر ہوئی۔ اس کا نسبی سلسلہ والدہ کی جانب سے چنگیز خان اور والد کی جانب سے تیمور لنگ سے ملتا ہے۔ اس طرح بابر کا تعلق وسطی ایشیاء کے دو طاقتور فاتحین سے تھا۔ 1500ء میں بابر نے دوسری مرتبہ سمرقند کو فتح کیا لیکن جلد ہی اس کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا اور سمرقند کے علاوہ فرغانہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ بابر کابل کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں کے سیاسی حالات کا فائدہ اٹھا کر 21 سال کی عمر میں 1504ء میں کابل پر قبضہ کرلیا۔ کابل کے حکمران کی حیثیت سے بابر 1504ء سے لیکر 1526ء تک حکومت کیا۔ قندھار اور ہیرات کو فتح کیا۔ اس کے بعد بابر نے اپنی توجہ ہندوستان پر مرکوز کی۔

پانی پت کی پہلی جنگ (1526)

ابراہیم لودی اور بابر کے درمیان 21 اپریل 1526ء کو پانی پت کے تاریخی میدان میں جنگ ہوئی جسے پانی پت کی پہلی جنگ کہتے ہیں۔ بظاہر تو بابر اور ابراہیم لودی کا کوئی مقابلہ ہی (موجودہ ہریانہ میں مقیم ہے جو دہلی سے تقریباً 86 کیلومیٹر کی دوری پر ہے) نہیں لگ رہا تھا کیوں کہ ابراہیم لودی کی فوج ایک لاکھ سے زائد سپاہیوں اور ایک ہزار ہاتھیوں پر مشتمل تھی جبکہ بابر کی فوج میں صرف 12 ہزار سپاہی تھے۔ فوج کی کمان دو قابل جنرل استاد جنگ میں بابر کی فتح کی وجہ سے ہندوستان میں مغل دور حکومت کا آغاز ہو گیا اور تقریباً 320 سالہ دہلی سلاطین کی حکومت کا دور ختم ہو گیا۔

کھنوا کی جنگ (1527)

پانی پت کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد بھی بابر کو ہندوستان میں مغل سلطنت کے قیام اور استحکام میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس کو ایک طاقتور اور بڑے دشمن رانا سانگا کا سامنا کرنا تھا۔ رانا سانگا میوات کا حکمران تھا اور وہ دہلی کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن بابر کے ہندوستان میں مستقل قیام کی وجہ سے یہ کام مشکل نظر آرہا تھا۔ رانا سانگا 100 جنگوں کے جنگجو سورما کی حیثیت سے مشہور تھا۔ رانا سانگا بابر سے ٹکرانے کی ٹھان لی تھی۔ حسن خان میواتی' سلطان محمد لودھی اور کچھ افغان سردار بھی رانا سانگا کے ساتھ مل کر بابر کو شکست دینے کی تیاری کرنے لگے۔ 1527ء میں کھنوا (Khanwa) (راجستھان کے ضلع بھرت پور میں مقیم ہے) کے مقام پر ایک خوفناک جنگ ہوئی۔ جسے کنواہ کی جنگ کہتے ہیں۔ یہ جنگ بابر کے لیے ایک چیلنج تھی۔ رانا ایک وسیع لشکر لیکر میدان جنگ میں داخل ہوا۔ رانا سانگا کی فوج میں تقریباً 2 لاکھ سے زائد فوجی تھے۔ اس کے برخلاف بابر کی فوج میں 24 ہزار سپاہی تھے۔

چندیری کی جنگ (1528)

کھنوا کی جنگ میں بابر کے فتح یاب ہونے کے بعد ایک طرف راجپوتوں کی طاقت کمزور پڑ گئی تو دوسری جانب بابر کو اپنی فتوحات میں اضافہ کرنے کا حوصلہ ملا۔ بابر نے چندیری کو فتح کرنے کی ٹھان لی جہاں راجپوت سردار مدنی رائے کی حکومت تھی۔ مدنی رائے ایک طاقتور راجپوت سردار تھا۔ جنوری 1528ء میں بابر نے چندیری پر حملہ کیا۔ مدنی رائے بابر سے کسی معاہدہ کیلئے تیار نہیں تھا۔ بابر نے چاروں طرف سے چندیری کے قلعہ پر حملہ کردیا۔ راجپوتوں نے بڑی بہادری سے مغل افواج کا سامنا کیا لیکن ان کی شکست ہوگئی۔ اس جنگ میں بہت سارے راجپوت سپاہی مارے گئے اور 1528ء میں چندیری پر بابر کا قبضہ ہوا۔ اس جنگ میں شکست کے بعد راجپوت خواتین اپنے آپ کو جلاتے ہوئے جوہر کی رسم انجام دیں تا کہ وہ مغل افواج سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

گھاگرہ کی جنگ (1529)

راجپوتوں کے خاتمہ کے بعد محمود لودی (ابراہیم لودی کا بھائی) جو بہار میں پناہ گزین تھا اپنی فوجی طاقت کو مستحکم کرکے بابر کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اس کے ساتھ پانی پت اور کھنوا کی جنگ میں شکست خوردہ افغان بھی شامل ہوگئے۔ محمود لودی ایک لاکھ کے فوجی لشکر کو منظم کیا۔ محمود لودی نے بنگال میں پناہ لی لیکن وہاں کے حکمران نصرت شاہ نے بابر کی مدد کرنے کا تیقن دیا۔ بابر افغانوں کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ 1529ء میں گھاگرہ (موجودہ بہار کے ضلع چھپرا) کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں افغانوں کو بدترین شکست ہوئی۔

بابر کے انتقال کے وقت اس کی عمر صرف 48 سال تھی۔

مورخین کے مطابق بابر کی شخصیت

بابر کا شمار نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے عظیم بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک بہادر فوجی، ایک قابل جنرل، ایک نیک انسان، مدبر سیاستداں اور ایک سیکولر حکمران تھا۔ وہ خدا پرست اور رحم دل انسان تھا اور غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ وہ ایک شاعر اور مصنف بھی تھا۔ اس کو ترکی، عربی اور فارسی زبان پر مہارت حاصل تھی۔ اس نے اپنی سوانح حیات ''تزک بابری'' لکھی جس کو عالمی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔

ہمایوں 1530-1540ء اور 1555-1556

نصیر الدین محمد ہمایوں کی پیدائش مارچ 1508ء میں کابل میں ہوئی۔ وہ بابر کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام ماہیم بیگم تھا۔ بابر کی وفات کے بعد جون 1530ء میں ہمایوں تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر صرف 23 سال تھی۔

ہمایوں کے دور حکومت کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا مرحلہ 1530 سے 1540ء کا ہے۔ دوسرا مرحلہ 1555 سے 1556ء کا ہے۔ 1530-1540 کے دوران ہمایوں افغانوں اور راجپوتوں سے جنگوں اور فوجی مہمات میں مشغول رہا۔ ہمایوں ان مہمات میں مختلف وجوہات کی بناء پر ناکام رہا۔ 1540ء سے لیکر 1555ء تک ہمایوں جلاوطنی کی زندگی گزارتا رہا۔ وہ سندھ سے ہوتا ہوا قندھار اور وہاں سے ایران پہنچا۔ شاہ ایران طہماسپ نے ہمایوں کو پناہ دی۔ اس جلاوطنی کے دور میں امر کوٹ (سندھ) کے مقام پر 1542ء میں اکبر کی پیدائش ایک راجپوت رانا ویرسل کے گھر میں ہوئی۔ اکبر کی والدہ کا نام حمیدہ بیگم تھا جو ایک ایرانی خاتون تھی۔

24 جنوری 1556ء کو ہمایوں کی وفات ہوگئی۔ ہمایوں کی وفات سے مغل سلطنت کے متزلزل ہونے کے آثار نظر آرہے تھے کیوں کہ اس وقت اکبر کی عمر صرف 14 سال کی تھی۔ لیکن بیرم خان نے 14 سالہ اکبر کو تخت نشین کروایا اور تمام حکومتی سرگرمیوں کی دیکھ بھال خود کرتا رہا۔ اکبر بھی بہت جلد حکومتی نظم ونسق اور سیاست کے ہُنر سے واقف ہوگیا۔

شیر شاہ کا ہمایوں سے مقابلہ

چوسا کی فتح نے شیر شاہ کو بنگال اور بہار کا حقیقی حکمراں بنا دیا۔ 1539ء میں اس نے اپنے سلطان ہونے کا باضابطہ اعلان کردیا۔ 1540ء میں قنوج کی جنگ میں شیر شاہ کو زبردست فتح حاصل ہوئی۔ ہمایوں کو اپنے قریبی رفقاء اور افراد خاندان کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور اس نے ایران کے بادشاہ کے پاس پناہ حاصل کی۔ قنوج کے بعد شیر شاہ نے مغل سلطنت کی جگہ افغان سلطنت قائم کی۔ وہ تمام صوبے جو مغلوں کے قبضہ میں تھے شیر شاہ کے کنٹرول میں آگئے اور شیر شاہ ہندوستان کے ایک بڑے علاقے پر 1545ء تک حکومت کرتا رہا۔ مئی 1545ء میں شیر شاہ کی وفات ہوگئی۔

صوبائی نظم ونسق

شیر شاہ نے نظم ونسق میں آسانی کے لیے اپنی سلطنت کو کئی صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ یہ صوبے نہیں بلکہ سرکار ہوا کرتے تھے۔ شیر شاہ کے صوبائی نظم ونسق کے متعلق دو نظریات اہم ہیں۔ قنانگو کے مطابق شیر شاہ نے اپنی سلطنت کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا تھا جن کو سرکار کہتے تھے۔

سرکار

شیر شاہ نے نظم ونسق میں سہولت کی خاطر اپنی سلطنت کو سرکاروں (اضلاع) میں تقسیم کیا تھا۔ سرکار کے سربراہ کا انتخاب بادشاہ ہی کیا کرتا تھا۔ ہر سرکار میں دو اہم عہدیدار ہوتے تھے جن کو صدر منصف اور صدر شقدار کہتے تھے۔ منصف ایک جج ہوتا تھا اور وہ عدالتی امور کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ وہ عدلیہ کا عہدیدار ہوتا تھا۔ شقدار کا کام سرکار میں امن وامان کو قائم کرنا تھا۔ اس کے علاوہ باغیوں کی سرکوبی کرنا بھی شقدار کی ذمہ داری تھی۔ دیگر عہدیداروں کے کام کی نگرانی بھی شقدار ہی کرتا تھا۔ شیر شاہ کے دور میں تقریباً 47 سرکار تھے۔

پراگنہ کا نظم ونسق

ہر سرکار میں کئی پرگنہ ہوتے تھے اور ہر پراگنہ کئی گاؤں پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ پراگنہ کے کئی عہدیداروں میں شقدار، امین، خازن، منصف، ہندی اور فارسی کے محاسب شامل تھے۔ شقدار کا کام فوجیوں کی نگرانی اور امن وضبط قائم کرنا تھا۔ امین کا کام اراضی کے ریکارڈ، اراضی ٹیکس کا تعین اور ٹیکس کی اصولی تھا۔

گاؤں کا نظم ونسق

شہر کے نظم ونسق کی پہلی اکائی گاؤں تھا۔ گاؤں کی پنچایتیں، گاؤں کے نظم ونسق میں معاون ہوتی تھیں۔

شیر شاہ کا مالگزاری نظم ونسق

شیر شاہ اراضی کی مالگزاری کے نظم ونسق کی وجہ سے تاریخ میں مشہور ہے۔ زمین کی پیمائش کی جاتی تھی اور زمین کی قوت پیداوار کے اعتبار سے اس کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ بیگھا (Bigha) زمینی پیمائش کی اکائی ہوتی تھی۔ ہر پرگنہ اور ہر گاؤں میں زمین کی پیمائش کا کام مکمل کرلیا جاتا تھا۔ پیداوار کا 1/3 حصہ بطور محصول راست کسانوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ کسانوں کو نقد یا جنس کی شکل میں ٹیکس ادا کرنے کو کہا جاتا تھا۔ ہر پرگنہ کو مالگزاری کی وصولی کا مرکز بنایا جاتا تھا۔ مالگزاری کی وصولی شقدار کا فریضہ تھا۔ اس کے ساتھ زمینی ریکارڈ اور ایک کلرک ہوتا تھا جو مقامی زبان میں حساب کتاب لکھتا تھا۔ وصول شدہ مالگزاری کی رقم کو وہ مرکزی حکومت کے پاس بھیج دیتا تھا۔ ٹیکس وصول کرنے میں سختی کی جاتی تھی لیکن صحت، خشک سالی اور طغیانی کی صورت میں کسانوں کو چھوٹ دی جاتی تھی۔ کسانوں کو قرضے بھی دیئے جاتے تھے۔ شیر شاہ نے جاگیرداری نظام کو ختم کردیا تھا جس کی وجہ سے کاشت کار زمینداروں اور جاگیرداروں کے ظلم سے محفوظ تھے۔

سکّے

شیر شاہ نے کرنسی نظام میں غیر معمولی تبدیلیاں کیں۔ اس نے اپنے سکّے سونے، چاندی اور تانبے میں جاری کئے۔ اس نے اپنے چاندی

کے سکوں کے وزن میں معمولی اضافہ کیا جس کا وزن تقریباً 11.50 گرام تھا اوران سکوں کو''روپیہ'' کا نام دیا جو سنسکرت کے لفظ''روپ''(جس کا مطلب چاندی کے ہے) سے لیا گیا۔ چاندی کے سکے کے لیے لفظ روپیہ سب سے پہلے شیر شاہ نے ہی استعمال کیا۔ اپنے چاندی کے سکوں میں شیر شاہ نے عربی کے علاوہ چاندی کے سکے پر اپنا نام دیونا گری میں بھی کنند کروایا۔ دوسری اہم تبدیلی یہ تھی کہ دہلی سلطنت میں رائج بیلن (چاندی اور تابنے کا ملا ہوا دھاتو) کے سکوں کو بند کردیا اوراس کی جگہ تانبے کے بھاری سکوں کی جس کا وزن تقریباً 20 گرام ہوتا تھا اورشاید اسے پیسہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

عوامی بھلائی کی اسکیمیں

شیرشاہ ایک عظیم حکمراں تھا۔ اس کو عوامی بھلائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ اس نے عوام کی بھلائی کے کئی اقدامات کیے تھے۔

اس نے کئی سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اس کے دور کی تعمیر شدہ اہم سڑکیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ایک سڑک سنارگاؤں بنگال سے لیکر سندھ تک تعمیر کروائی گئی یہ 1500 کیلومیٹر طویل تھی جسے گرانڈ ٹرنک روڈ کہتے ہیں۔

(۲) دوسری سڑک آگرہ سے برہانپورتک بنوائی گئی تھی۔

(۳) تیسری سڑک آگرہ سے جودھپورتک تھی۔

(۴) چوتھی سڑک لاہور سے ملتان تک تعمیر کروائی گئی تھی۔

سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگوائے گئے تھے تا کہ مسافرین گرمی کے موسم میں آرام کرسکیں۔ ہر تھوڑی دور پر مسافروں کے لیے سرائے اور مسافر خانے تعمیر کروائے تھے۔ سراؤں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے علحدہ قیام گاہیں تھیں۔ کنویں کھدوائے گئے تا کہ مسافروں کو پانی دستیاب ہو سکے۔ ان سراؤں کے قریب تجارتی مراکز بھی قائم کیے گئے تھے۔

شیر شاہ کے دورحکومت میں نظم ونسق کا عمدہ نظام تھا۔

شیرشاہ کے دور کی عمارتیں

شیر شاہ نے اپنے مختصر دورحکومت میں کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ دہلی کا پرانا قلعہ شیر شاہ کا تعمیر کردہ ہے۔ سہسرام میں شیر شاہ کا مقبرہ بھی فن تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ وی ای اسمتھ نے اس کو خوبصورت بہترین نقشہ والی عمارت قرار دیا ہے۔

سورخاندان کا زوال

1545ء میں شیر شاہ کی وفات ہوئی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ جلال خان اور عادل خان۔ امراء نے جلال خان کو بادشاہت کے لیے منتخب کیا اور وہ اسلام شاہ کا لقب اختیار کرکے تخت نشین ہوگیا اور 1553ء تک حکومت کیں۔ اس کا دور سازشوں اور بغاوتوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنے عہدیداروں کو کنٹرول نہیں کرسکا اور اپنے امراء کے اعتماد سے بھی محروم ہوگیا۔ اندرونی طور پر اسلام شاہ کے خلاف سازشیں جاری تھیں۔ اس کی ساری توانیاں باغیوں کی سرکوبی میں لگی ہوئی تھیں۔ 1555ء میں ہمایوں ہندوستان واپس آیا اور وہ ہندوستان میں مغل حکومت کو دوبارہ قائم کیا۔ شیر شاہ کی قائم کردہ سورسلطنت کے زوال پذیر ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

(۱) شیر شاہ کے کمزور اور نااہل جانشین۔

(۲) محمد عادل کے دور میں پانچ افغان حکمرانوں کی اقتدار کے لیے رسہ کشی اور سیاسی اتحاد کی کمی۔

(۳) افغان سردار شخصی مفادات کے لیے جدو جہد کر رہے تھے۔

(۴) شیر شاہ کے جانشینوں نے کسانوں اور عوام کے لیے کچھ نہیں کیا۔

(۵) جا گیرداروں اور امراء کا ظلم۔

اکبر اور اس کے کارنامے

1556ء میں ہمایوں کے وفات کے وقت اکبر پنجاب اور لاہور کا گورنر تھا۔ اکبر کو اپنے والد کے وفات کی خبر کلانور (گرداس پور) میں ملی۔ بیرم خاں کی زیر قیادت 14 / فروری 1556ء میں اکبر پنجاب کے کلانور میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت اکبر کی عمر صرف 14 سال تھی۔ اکبر کی تربیت میں بیرم خان کا بہت بڑا دخل ہے وہ ہمایوں کا وفادار سپاہی تھا۔ اس نے اکبر کو جنگی تربیت کے علاوہ تمام سیاسی امور سکھادئے تھے۔ تخت نشینی کے بعد بھی بیرم خان نے اکبر کو سیاسی امور کی انجام دہی اور حکومتی نظم ونسق میں کافی مدد کی۔ 1560ء میں اکبر نے بیرم خان کو ان زمیداروں سے سبکدوش کر دیا اور مغل سلطنت کی زمیداری خود سنبھال لی۔

پانی پت کی دوسری جنگ :

5 نومبر 1556ء کو اکبر کی فوج بیرم خان کی قیادت میں ہیمو کی فوج کے خلاف صف آرا ہوئی۔ اس جنگ کو پانی پت کی دوسری جنگ کہا جاتا ہے۔ ہیمو کی فوج ایک لاکھ فوجی لشکر پر مشتمل تھی۔ دونوں جانب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ ابتداء میں ہیمو کا پلہ بھاری تھا لیکن ایک تیر ہیمو کی آنکھ میں لگی اور اس کی موت کی خبر عام ہوگئی جس کی وجہ سے ہیمو کی فوج پست ہمت ہو کر میدان سے فرار ہونے لگی۔ ہیمو کو مغل افواج نے میدان جنگ میں ہی ختم کر دیا۔ اکبر اپنی شاندار کامیابی کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا اور آگرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس جنگ نے سور خاندان کا خاتمہ کر دیا اور مغل سلطنت کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ ختم ہوگی۔

اکبر کی فتوحات

اکبر نے اپنے پچاس سالہ دور حکومت میں کئی فتوحات حاصل کیں۔ پانی پت کی جنگ کے بعد بیرم خان نے فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور وہ گوالیار، اجمیر اور جونپور کو فتح کر لیا۔ 1561ء میں اکبر نے باز بہادر کو شکست دیتے ہوئے مالوہ پر اقتدار حاصل کر لیا اور باز بہادر نے اکبر کی اطاعت قبول کر لی۔ 1564ء میں گونڈوانہ پر قبضہ ہو گیا وہاں کی رانی درگاوتی اپنے بیٹے نرائن کے ولی کی حیثیت سے حکومت کر رہی تھی۔ اس نے جبل پور کے قریب مغل فوج کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ جب اس کے بچنے کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں تو درگاوتی نے اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ کر خودکشی کر لی اور اس کا بیٹا بیر نارائن بھی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اکبر نے 1567ء میں میوات پر حملہ کر دیا اور وہاں کا راجہ رانا اودے سنگھ نے اکبر کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اکبر ایک بڑی فوج کے ساتھ رانا پر حملہ آور ہوا۔ رانا اودے سنگھ اکبر کا مقابلہ نہیں کر سکا اور اپنی حکومت جئے مل اور پٹا سنگھ کے حوالہ کر کے پہاڑیوں میں فرار ہو گیا۔ جئے مل اور پٹا سنگھ نے اکبر کی فوج کا بہادری سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست ہوئی۔ اودے سنگھ کی موت کے بعد اس کا بیٹا رانا پرتاب سنگھ نے اپنی فوجی کاروائیوں کو جاری رکھا۔ آخر کار 1576ء میں ہلدی گھاٹی کی جنگ میں رانا پرتاب سنگھ کو شکست ہوئی۔ فروری 1569ء میں رنتھمبور کی لڑائی میں مغلوں کا مقابلہ راو سورجن سے تھا لیکن اس نے اپنی شکست قبول کر لیا اور رنتھور کے قلعہ کی کنجیاں اکبر کے حوالے کر دیا۔

اکبر نے اسی سال بندیل کھنڈ میں کلنجر کو فتح کرلیا۔ کلنجر کی فتح شمالی ہندوستان کی ایک عظیم کامیابی کہلاتی ہے۔ 1570ء میں جسلمیر اور بیکانیر کے راجپوت حکمرانوں نے اکبر کی بالادستی کو قبول کرلیا۔ میواڑ کے سوا پورا راجپوتانہ اکبر کی اطاعت کو تسلیم کرچکا تھا۔

اکبر کے وزیر راجہ ٹوڈرمل نے گجرات میں مالگزاری نظام میں تبدیلیاں لائیں جس کی وجہ سے مغل سلطنت کے خزانہ میں اضافہ ہوا۔ 1576ء میں اکبر نے بنگال کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں کا حکمران داؤد خان کرانی نے اکبر کی اطاعت سے انکار کردیا۔ 1576ء میں داؤد خان کو شکست ہوئی اور وہ اڑیسہ فرار ہوگیا۔ اس کے بعد وہ پھر بغاوت پر اتر آیا۔

اکبر کی مذہبی پالیسی

اکبر کی مذہبی پالیسی یا اکبر کی مذہبی نظریات کو سمجھنے کے لیے مشہور مورخین ستیش چندر نے اسے تین ادوار (Phases) میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور 1556-1573 : اس دور میں اکبر نے کچھ اہم فیصلے لئے جن میں 1563 میں ہندو زیارت گاہوں پر جانے پر لگائے گئے ٹیکس (Pilgrimage Tax) کو ختم کردیا۔ 1564ء میں جذیہ (ایک ٹیکس غیر مسلمانوں نے وصول کیا جاتا تھا) کو ختم کردیا۔ اس دور میں اکبر نے راجپوت شہزادیوں سے شادیاں کی اور انہیں ان کی مذہبی آزادی بھی دی۔

اس دور میں اکبر اپنی ذاتی زندگی میں ایک مذہبی سنی مسلم تھا۔ جو نماز پابندی کرتا تھا۔ مسجد بھی جایا کرتا تھا۔ اس دور میں اکبر نے حج پر جانے والے قافلے کو 6 لاکھ روپئے مکہ میں ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کے لیے دیئے۔

دوسرا دور 1573-1581 : اس دور میں اکبر نے قرآن، مذہب اور پیغمبر کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کے علاوہ صوفیائے اکرام اور لبرل فلسفی (Libral Philosphers) کو بھی سمجھنے کی کوشش کی۔ اس دور میں اکبر نے 1575ء میں فتح پور سکری میں ایک عبادت خانہ بنوایا جہاں مذہبی گفتگو بحث ومناظرہ ہوا کرتے تھے۔ شروع میں عبادت خانہ میں صرف سنی علماء ہی اس میں حصہ لیتے تھے بعد میں شیعہ عالموں نے بھی حصہ لینا شروع کردیا اور بعد میں ہندو، عیسائی، جین اور پارسیوں کے علماء کو بھی حصہ لینے کی اجازت ملی لیکن 1581ء میں اکبر نے عبادت خانہ کو بند کردیا۔

1579ء میں اکبر کے دور کے چند علماء کے دستخط سے ایک دستاویز جاری کیا گیا جیسے محضر (Mahzar) کہتے ہیں اس دستاویز کے مطابق اکبر کی حیثیت ایک مجتہد سے بڑھ کر ہے اور اسے مذہبی یا شرعی معاملوں میں فیصلہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ حالانکہ اس فیصلے کی دوسری علماؤں نے تنقید بھی کی۔

تیسرا دور 1581-1605 : اس دور میں اکبر کی مذہبی عقیدے میں بڑی تبدیلی دیکھی گئی۔ اس دور کے بارے میں مشہور مورخین بدایونی لکھتا ہے کہ اکبر نے سورج کی پوجا کرنا شروع کردیا تھا اور دوسرے کئی ہندوریتی رواج کو ماننے لگا تھا۔ یہاں تک کہ جانوروں کی قربانی بھی روک لگادی تھی۔

حالاں کہ بدایونی کی بہت ساری باتوں کو جدید مورخین بڑھا چڑھا کر لکھا ہوا مانتے ہیں۔ 1581ء میں اکبر نے ایک نیا مذہب دین الٰہی شروع کیا۔ دین الٰہی میں اکبر نے کئی مذہب جیسے اسلام، ہندومت، عیسائیت، زرتشیت کے اچھے اصولوں کو یکجا کیا۔

لیکن جدید مورخین دین الٰہی ایک مذہب ہی نہیں مانتے ہیں کیوں کہ نہ تو اس کی کوئی مذہبی کتاب ہے نہ کوئی پیغمبر ہے اور اس

کے صرف 18 ہی ممبر تھے۔

اس دور اکبر کے کچھ سماجی اصلاحات بھی کئے تھے۔ جیسے لڑکیوں کی شادی کی عمر 14 سال اورلڑکوں کی شادی کی عمر 16 سال کر دیا تھا۔ستی کو ختم کر دیا لیکن اکبر کی یہ اصلاحات کس حد تک کامیاب ہوئی یہ کہنا مشکل ہے۔

مرکزی حکومت

بادشاہ کو مرکزی حکومت میں کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ اس کے اختیارات لامحدود تھے اور وہ مطلق العنان حکمراں ہوتا تھا۔ تاہم وہ اپنے وزراء سے مشاورت بھی کرتا تھا۔ بادشاہ اپنی مجلس وزراء اور عہدیداروں سے سیاسی اور دفاعی امور پر خصوصی میٹنگیں کرتا تھا۔ وہ سیول نظم ونسق کا سر براہ ہونے کے ساتھ ساتھ فوج کا سپہ سالار بھی ہوتا تھا۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا لفظ قانون بن جاتا تھا۔ مرکزی نظم ونسق میں وزیر اعظم (وکیل)، وزیر مالیہ (دیوان)، میر بخشی (وزیر دفاع) اور صدر قاضی کے ذمہ میں عدلیہ کے علاوہ مذہبی امور اور وقف کے امور کی دیکھ بھال تھی۔ اس کے علاوہ اکبر کے دور میں میر ساماں ایک اہم عہدیدار ہوتا تھا جس کے ذمہ شاہی محلات کو ضروری اشیاء کی فراہمی تھی۔ اس عہدہ پر بادشاہ کے بااعتماد فرد کو ہی مقرر کیا جاتا تھا۔ شہنشاہ ہی سب سے بڑا جج ہوتا تھا لیکن دیگر ماہرین کے وضع کردہ قوانین کا احترام کرتا تھا۔ شہنشاء کے بعد وزیر اعظم کا عہدہ سب سے زیادہ قابل احترام تھا۔

مالگزاری نظام

اکبر نے شیر شاہ سوری کے مالگزاری نظام کو بڑی حد تک اپنایا۔ اکبر کے دور میں مالگزاری نظام کی ذمہ داری اس کے قابل وزیر راجہ ٹوڈرمل کو دی گئی تھی۔ اس کو ٹوڈرمل کا بندوبست نظام بھی کہتے ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد کسانوں کی بھلائی اور ان کو فائدہ پہنچانا تھا۔ ٹوڈرمل نے زمین کی پیمائش کا طریقہ رائج کیا۔ اس نے اپنے عہدیداروں کے ساتھ لیکر زمین کی پیمائش کا کام مکمل کیا۔زیر کاشت زمین کو زرخیزی کی بنیاد پر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

(۱) پولاج :اس زمین پر ہر سال کاشت کی جاتی تھی اور یہ زرخیز ہوتی تھی۔

(۲) پروتی :اس کو ایک یا دو سال کی مدت کے لیے زیر کاشت نہیں لایا جاتا تھا۔

(۳) چھجر :اس زمین پر تین یا چار سال تک کاشت نہیں کی جاتی تھی اور یہ زیادہ زرخیز بھی نہیں ہوتی تھی۔

(۴) بنجر :اس زمین پر پانچ سال یا اس سے زائد مدت کے دوران کاشت نہیں کی جاتی تھی۔

پولاج اور پروتی اراضی کی مزید درجہ بندی کی جاتی تھی۔ اس درجہ بندی کی بنیاد پر ہی مالگذاری کی شرح مقرر کی جاتی تھی۔ مالگزاری نقد یا جنس کی شکل میں ادا کی جاتی تھی۔ عام طور پر کسان پیداوار کا 1/3 حصہ حکومت کو ادا کرتے تھے۔ کسان حکومت کو راست طور پر ٹیکس ادا کرتے تھے درمیانی افراد کی مداخلت کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ مالگزاری کی شرح کا تعین کرنے میں پچھلے دس سالوں کی اوسط پیداوار کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ جسے آئین دہ سالہ کہتے ہیں۔ بادشاہ کی جانب سے کسانوں کو پٹہ سرٹیفکیٹ دیئے جاتے تھے جس کے مطابق وہ اس زمین کے مالک ہوتے تھے۔ کسانوں کو قرضے دیئے جاتے تھے۔

اکبر کے دور حکومت میں فنون لطیفہ اور ادب کا فروغ

اکبر کو ادب، موسیقی، مضوری اور شاعری سے دلچسپی تھی۔ اس کے دور میں شاعروں، ادیبوں، موسیقاروں، مضوروں اور معماروں کی

حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ اکبر کوفن تعمیر سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔اس کے دور میں کئی تعمیری کام انجام دیئے گئے تھے۔آگرہ، فتح پور سیکری کے محلات تعمیر کیے گئے جس میں ہند۔ایرانی طرز تعمیر کی چھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ہمایوں کے مقبرہ کو بھی مکمل کرلیا گیا۔ اکبر اعظم کی نگرانی میں آگرہ اور لاہور کے قلعوں کی تعمیر کروائی گئی۔ اکبر اعظم کو اس کی ادبی خدمات کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔اس کی لائبریری میں تاریخ، مذہب، فلسفہ اور فلکیات سے متعلق بیس ہزار سے زائد کتابیں موجود تھیں۔ ابوالفضل اسی دور کا مورخ اور ادیب گزرا ہے۔ اس نے اکبر نامہ اور آئین اکبری نامی کتابیں لکھی ہیں جس میں اس دور کے حالات کا تذکرہ ہے۔ اکبر کے دور میں فارسی ادب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔شیخ مبارک ابوالفضل فیضی اور بدایونی وغیرہ اس دور کے فارسی کے بڑے عالم تھے۔مشہور ادیب تلسی داس رامائن کے مصنف اکبر کے ہمعصر تھے۔تلسی داس اکبر کے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کردیا لیکن اکبر ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ہندی کے شاعر رحیم بھی اکبر کے دور میں ہی تھا۔رحیم کا پورا نام عبدالرحیم خانِ خاناں تھا جو بیرم خاں کا بیٹا تھا جس کی پرورش اکبر کے زیر سائے ہوئی تھی۔ اکبر کو موسیقی کا بہت شوق تھا۔تان سین اس دور کے عظیم موسیقار تھے۔ اکبر نے ان موسیقاروں کی سرپرستی کی تھی۔اس دور میں کئی موسیقار تھے۔ان میں ہندو، ایرانی، تورانی اور کشمیری شامل تھے۔ درباری موسیقار ہر روز اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ان موسیقاروں کا ایک دن مختص ہوتا تھا۔ رام داس اور سورداس اس کے درباری گلوکار تھے۔ اکبر نقارہ اور ڈنکا بجانے میں ماہر تھا۔ وسطی ایشیاء کے بہزاد، خواجہ عبدالصمد، بساون اور دسونت بہت بڑے مصور تھے جنہوں نے قدرتی مناظر، پودوں، درختوں، جانوروں اور پرندوں کی تصاویر بنائی تھیں۔ اکبر نے سنسکرت، عربی اور یونانی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا تھا۔اس کے علاوہ رامائن، مہابھارت اور قرآن کا بھی فارسی زبان میں ترجمہ کروایا گیا تھا۔اس کے علاوہ دیگر کئی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا گیا۔

اکبر کی دیگر اصلاحات

(۱) 1564ء میں اکبر نے جذیہ ٹیکس کو برخاست کردیا جو غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا۔

(۲) ہندوؤں کو ان کے مذہبی عقیدے کے شہر جانے میں (Pilgrimage tax) ٹیکس وصول کی جاتی تھی اسے اکبر نے 1563ء میں بند کرویا۔

(۳) ہندوؤں اور راجپوتوں میں موجود ستی کے رواج کا بھی ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس کو روکنے کے لیے خصوصی عہدیداروں کو مقرر کیا گیا تھا۔لیکن رواج کو ختم کرنے اکبر کس حد تک کامیاب ہوا۔ یہ کہنا مشکل ہے۔

(۴) بچپن کی شادی پر روک لگادیا گیا تھا۔ اس کے دور حکومت میں 16 سال سے کم عمر لڑکے اور 14 سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی پر سخت امتناع عائد تھا۔

(۵) گھوڑوں کو داغنے کا طریقہ شروع کیا گیا اور گھوڑوں پر شاہی مہر لگادی جاتی تھی۔

(۶) عوامی شکایات وصول کرنے کے لیے میر عرض کا تقرر کیا گیا تھا۔ وہ ان شکایات کو شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ دربار کے اجلاسوں کی روداد کو ضبط تحریر لایا جاتا تھا اور اس کا ریکارڈ بھی رکھا جاتا تھا۔

بیرونی حکمرانوں سے اکبر کے تعلقات

اکبر نہ صرف ایک عظیم بادشاہ، سیاستداں اور بہادر فوجی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم سفارتکار بھی تھا۔ دیگر ممالک سے اس کے سفارتی

تعلقات تھے۔ انگلینڈ کی ملکہ الیزبتھ اوراسپین کے فلپ دوم نے اپنے سفیروں کو اکبر کے دربار میں بھیجا تھا۔ ایک دوسرے کو تحائف لینے اور دینے کا رواج تھا۔ اکبر نے انگلینڈ اوراسپین سے تجارتی تعلقات شروع کیے تھے۔ وہاں کے تاجروں کو ہندوستان میں خرید وفروخت کی اجازت دی گئی تھی۔ پرتگالی عیسائی مشنری بھی اکبر کے دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ فادر' منسوریٹ (Monsserate) اٹلین میشنری اور فادر روڈلفوا کوواویوو(Rudolf Cquaviva) اکبر کے دربار میں اعزازی مہمانوں کی حیثیت سے آئے تھے۔ ان کی تحریرات کے مطالعہ سے اکبر کے دور کے مذہبی' سماجی' معاشی اور سیاسی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ 17 اکتوبر 1605ء میں اکبر کی وفات سے مغل تاریخ کے ایک عظیم دور کا خاتمہ ہوگیا۔ اکبر کی وفات کے وقت اس کی عمر 63 سال تھی۔ اکبر اپنے جانشینوں کو ہندوستان کی سا لمیت اور اتحاد کو برقرار رکھنے کا درس دیا۔

جہانگیر (1605-1627)

اکبر کی وفات کے بعد ''سلیم'' نورالدین محمد' جہانگیر کے لقب سے 36 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ جہانگیر کی پیدائش 1569ء میں ہوئی۔ اس کی ماں ایک راجپوت خاتون تھیں جو راجہ بہادر امل کی بیٹی تھیں۔ جہانگیر کی ماں مریم زمانی کے نام سے جاتی تھیں۔

(۱) جہانگیر اقتدار کے ابتدائی ایام میں ہی کچھ محصول پر امتناع عائد کردیا۔

(۲) ہاتھ' پاؤں' ناک' کان کاٹنے والی جسمانی سزاؤں پر روک لگادی۔

(۳) شراب اور نشہ آور ادویات کی تیاری اور فروخت پر پابندی لگادی۔

(۴) غریبوں کے علاج کے لیے مفت دواخانے کھولے گئے اور ڈاکٹروں کا تقرر کیا گیا۔

(۵) بعض مخصوص دنوں میں جانوروں کے ذبیحہ پر امتناع عائد کیا گیا۔

(٦) سڑکوں کے کنارے مساجد' سرائے اور کنویں کھدوانے کے احکامات جاری کیے۔

(۷) مرحوم شخص کی جائیداد کو اس کے ورثاء کو دینے کے احکامات جاری کیے۔ اگر کوئی وارث نہ ہوتو اس جائیداد کو عوامی عمارتوں میں تبدیل کیا جاتا تھا۔ جائیدادوں کی جبری ضبطی کو بند کردیا گیا۔

(۸) جہانگیر نے آگرہ کے قلعہ میں ایک گھنٹی نصب کروائی تھی اور جمنا کے قریب ایک ستون نصب کیا تھا جہاں شکایت کنندہ اپنی عرضیاں چھوڑ جاتے تھے اور گھنٹی بجا کر بادشاہ کی توجہ مبذول کروا کر انصاف طلب کرتے تھے۔

جہانگیر کے دور کے اہم واقعات

شہزادہ خسرو کی بغاوت (1606)

جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد اس کے سب سے بڑے بیٹے خسرو نے تخت نشین کے لیے بغاوت کردی۔ اس بغاوت کو اکبر کے دور کے دو بڑے امراء مرزا عزیز کوکا اور مان سنگھ کا ساتھ مل رہا تھا۔ مان سنگھ' خسرو کا ماموں تھا۔ اس بغاوت میں سکھوں کے گرو ارجن سنگھ نے خسرو کی مدد کی تھی۔ اس کے بعد خسرو نے لاہور کا رخ کیا لیکن لاہور کے گورنر دلاور خان نے خسرو اور اس کے ساتھیوں کی مزاحمت کی۔ باغیوں کو لاہور میں گھسنے نہیں دیا۔ جہانگیر خود ایک بڑی فوج کے ساتھ لاہور پہنچ گیا اور بھیروں کے مقام پر جنگ میں باغیوں کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد خسرو اور اس کے ساتھی کابل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ دریائے چناب کو عبور کرنے کی کوشش

میں جہانگیر کی فوج نے خسرو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا اور جہانگیر کے روبرو پیش کیا جہانگیر نے اپنے بیٹے کو جیل میں بند کردیا۔ جہاں اسے اندھا کردیا گیا۔ جہانگیر نے سکھ گروارجن سنگھ کو باغی شہزادہ کی مدد کرنے کی پاداش میں قتل کروادیا۔ بعد میں خسرو کو خرم (بعد میں شاہ جہاں کے نام سے جانا جاتا ہے) کے حوالہ کردیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ خرم نے خسرو کو جیل میں 1620ء میں قتل کردیا۔

جہانگیر کا سکھوں سے تصادم

جب خسرو نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی تھی اس وقت گروارجن سنگھ نے شہزادہ خسرو کی مالی مدد کی تھی۔ یہ بات جہانگیر کو بہت ناگوار گزری اور اس نے گروارجن اور اس کے ساتھیوں کو جسمانی اذیتیں پہنچائیں اور 1606ء میں گروارجن سنگھ کو قتل کردیا۔ اس وجہ سے سکھوں میں بادشاہ کے خلاف سخت ناراضگی پیدا ہوئی اور سکھ طبقہ آخر تک مغلوں کے خلاف رہا۔

نور جہاں سے شادی (1611)

نور جہاں مرزا غیاث بیگ کی خوبصورت بیٹی تھی۔ نور جہاں کا نام مہرو النساء تھا۔

شاہ جہاں کا دور (1627-1658)

شاہ جہاں کا پورا نام شہاب الدین خرم تھا۔ اس کی پیدائش جنوری 1592ء میں ہوئی۔ اس کی ماں کا نام من متی بائی تھا جو راجپوت حکمران اودے سنگھ کی بیٹی تھی جو بعد میں تاج بی بی بلقیس مکانی بیگم کے نام سے جانی جاتی تھی۔ خرم، اکبر اعظم کا چہیتا پوتا تھا۔ ابتداء ہی سے اسے جہانگیر کا جانشین سمجھا جا رہا تھا۔ اس کو تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ فوجی تربیت بھی دی گئی۔ اس کی بہادری، احساس ذمہ داری، سیاسی تدبر اور غیر معمولی ذہانت کو دیکھ کر جہانگیر نے کئی جنگی مہمات کی ذمہ داری سونپی تھی۔ 1607ء میں 8 ہزار ذات اور 5 ہزار سوار کا منصب دار بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد 1611ء میں دس ہزار ذات اور 5 ہزار سوار کا منصبدار بنایا گیا۔ 1612ء میں خرم کی شادی آصف خان کی بیٹی ارجمند بانو سے ہوئی جو بعد میں ممتاز محل کے لقب سے مشہور ہوئی۔ جہانگیر کے انتقال کے وقت شاہ جہاں دکن کی مہم میں مصروف تھا۔ نور جہاں، جہانگیر کے سب سے چھوٹے بیٹے شہریار (جو نور جہاں کا داماد تھا) کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھی لیکن آصف خان نور جہاں کو اس کے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیا ور خرم اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ شاہ جہاں 14 فروری 1628ء میں تخت نشین ہوا اور اس وقت اس کی عمر 36 سال تھی۔ اس کی تخت نشینی کی تقریب آگرہ میں ہوئی تھی۔ اس تقریب میں تحائف تقسیم کیے گئے تھے اور عالمی شہرت یافتہ تخت طاوس تیار کروایا گیا تھا۔ شاہ جہاں کی تخت نشینی کے بعد نور جہاں عوامی زندگی سے سبکدوش ہوگئی اور شہریار کو قید کردیا گیا۔ 1645ء میں نور جہاں کا انتقال ہوگیا۔ سیاسی امور کی انجام دہی کے لیے شاہ جہاں نے اپنے سسر آصف خان کو وزیر بنایا۔ ابتدائی دور میں شاہ جہاں کو کئی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سب سے بڑی بغاوت جہانگیر کے دوست بیر سنگھ کے بیٹے جھوجھر سنگھ کی تھی لیکن شاہ جہاں نے اپنی دانشمندی سے ان تمام بغاوتوں کو کچل دیا۔ شاہ جہاں اپنی بیوی ممتاز محل کو بہت چاہتا تھا۔ ممتاز محل ایک نیک خاتون تھی۔ 1631ء میں برہان پور میں زچگی کے دوران اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کی یاد میں شاہ جہاں نے آگرہ میں سفید سنگ مرمر سے تاج محل بنوایا جو محبت کی نشانی کہلاتی ہے اور اس کا شمار دنیا کے سات عجائب میں ہوتا ہے۔

تخت نشینی کی جنگ

اورنگ زیب 1658ء میں اپنے والد شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعہ میں قید کردیا اور وہ ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ 1666ء میں شاہ جہاں کا انتقال ہو گیا۔

شاہ جہاں کے تعمیری کام

شاہ جہاں کا شمار مغل کے عظیم حکمرانوں میں کیا جاتا ہے۔ کچھ مورخین اس کے دور کو مغل تاریخ کا سنہری دور کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک بحث کا موضوع ہے۔ دراصل اس کے دور کی عمارتیں اور اچھی معیشت کی بنیاد کچھ مورخین نے اسے سنہری دور کہا ہے۔ منوچی (Manucci) اطالوی (Italian) سیاح کے مطابق شاہ جہاں اپنے عہدیداروں پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ فرائض سے غفلت اور لاپرواہی پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ وہ غیر مسلموں سے رواداری سے پیش آتا تھا۔ مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ اس دور کے ہندو عہدیداروں کی تعداد اکبر کے دور سے بھی زیادہ تھی۔ شاہ جہاں ایک سیکولر مزاج بادشاہ تھا۔

شاہ جہاں ایک عظیم معمار بھی تھا۔ اس کو عمارتیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ اس کی تعمیر کردہ عمارتوں میں دہلی کا لال قلعہ، رنگ محل، دیوان عام، دیوان خاص، آگرہ کا قلعہ، حالانکہ یہ قلعہ اکبر کے دور میں بنا تھا لیکن شاہجہاں کے دور میں اس قلعے کے اندر کئی عمارتیں بنوائی گئیں۔ موتی مسجد اور دہلی کی جامع مسجد شامل ہے۔ شاہ جہاں کے دور کی عمارتوں میں جوہری اور مضوری آرٹ کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ شاہ جہاں کا سب سے عظیم کارنامہ آگرہ کے تاج محل کی تعمیر ہے جس کا شمار دنیا کے سات عجابیلنات میں ہوتا ہے۔ شاہ جہاں نے تاج محل کو اپنی بیوی ممتاز محل کی یاد میں تعمیر کروایا تھا جسے وہ بہت چاہتا تھا۔ آج دنیا میں تاج محل کو محبت کی نشانی کہا جاتا ہے۔ تاج محل کو دریائے جمنا کے کنارے تعمیر کروایا گیا۔ عبدالحمید لاہوری کے مطابق اس کی تعمیر پر پچاس لاکھ روپئے اور بارہ سال کی مدت لگی تھی۔

اورنگ زیب (1707-1658)

اورنگ زیب کا پورا نام محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر بہادر تھا۔ اورنگ زیب تاریخ ہند کا پہلا حکمران تھا جس کی سلطنت کے حدود غزنی سے چٹا گاؤں اور کشمیر سے کرناٹک تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی سلطنت ایک سیاسی اکائی کی طرح متحد اور مستحکم تھی۔ دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد یکم جولائی 1658ء کو اورنگ زیب رسمی طور پر تخت نشین ہوا لیکن جون 1659ء میں دوبارہ اس کی تخت نشینی کی رسم انجام دی گئی۔ اورنگ زیب مغل سلطنت کا واحد بادشاہ تھا جس کی تخت نشینی اس کے والد کے زندگی میں ہوئی اور تخت نشینی کے بعد اورنگ زیب نے اپنے والد شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ شاہ جہاں کے چار بیٹے تھے جنہیں دارا، شجاع، اورنگ زیب اور مراد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دارا الہ آباد کا گورنر تھا لیکن زیادہ تر وقت وہ اپنے والد کے ساتھ دہلی میں رہتا تھا۔ شجاع بنگال کا اور اورنگ زیب دکن کا گورنر تھا جبکہ مراد کو صوبہ گجرات کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ شاہ جہاں نے اپنی بادشاہت کے وقت ہی اپنے بڑے بیٹے دارا کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کر دیا تھا اور اسے بلند اقبال کا لقب عطا بھی کیا تھا۔ دارا کو 60000/40000 ذات اور سوار کا منصب بھی حاصل تھا۔ وہ کافی تعلیم یافتہ شہزادہ تھا اور تصوف سے بہت متاثر تھا۔ دارا کے دوسرے بھائی اس کی بادشاہت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ شاہ جہاں کی بیماری کی وجہ سے اس کے بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کی جنگ شروع ہوگئی جن میں جنگ دھرمت اور ساموگڑھ اہم ہیں۔ تخت نشینی کی جنگ میں اورنگ زیب فتح یاب ہوا اور مغل سلطنت کی حکمرانی اس کے ہاتھوں میں آئی۔

اورنگ زیب نے 1658ء سے 1707ء تک حکومت کی۔ اس کا دور حکومت تقریباً پچاس سال رہا۔ جے۔ این سرکار کے

مطابق اورنگ زیب ہی وہ واحد مغل حکمران تھا جس نے پورے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ ابتدائی 25 سال شمالی ہند کے جنگی مہمات اور سیاسی امور میں دلچسپی لی تھی اور اپنے دور حکومت کے آخری پچیس سال اس نے اپنی توجہ دکن پر مرکوز کی۔ گولکنڈہ، بیجا پور اور مراٹھوں کے خلاف اپنی مہمات کو جاری رکھا۔ مراٹھا حکمراں شیواجی اور آخری قطب شاہی حکمراں عبدالحسن تانا شاہ، اورنگ زیب کے ہمعصر تھے۔ شیواجی نے اورنگ زیب کے خلاف بغاوت کر کے اپنی سلطنت بنالی تھی۔ لیکن شیواجی کے انتقال کے بعد مغل کے سپہ سالار نے شیواجی کے بیٹے سنبھو کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شاہو کو قید میں لے لیا۔

1687ء میں دکن کی آخری سلطنت گولکنڈہ پر اورنگ زیب نے قبضہ کرلیا۔ اس نے کئی مساجد اور خانقاہوں کی تعمیر کروائی۔ اس نے مکانات کے ٹیکس کو بھی برخاست کر دیا۔ اورنگ زیب کو فنون لطیفہ یا فن تعمیر سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ اس لیے اس کے دور میں زیادہ عمارتیں تعمیر نہیں کروائی گئیں۔ چند مساجد کی تعمیر ہوئی، اس کی عمارتوں میں سے بی بی کا مقبرہ ایک اہم عمارت ہے اور اورنگ زیب کے بعد مغلیہ فن تعمیر زوال پذیر ہو گیا۔

اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی

اس کی سرپرستی میں لکھی گئی فتاویٰ عالمگیری شریعت اسلام کی ایک مشہور کتاب ہے۔ اس نے سکوں سے کلمہ طیبہ اور خلفائے راشدین کے نام کو ہٹا دیا تا کہ اس کی بے ادبی نہ ہو۔ اورنگ زیب نے سکھوں کے گروہ تیغ بہادر کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے سکھوں نے بادشاہ کے خلاف کھلے عام بغاوت کی۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کی حکومت کے زوال پذیر ہونے کی ایک اہم وجہ سکھوں اور مغلوں کے درمیان تصادم رہا ہے۔

اورنگ زیب کی دکن پالیسی

اورنگ زیب نے شمالی ہند میں اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے بعد اپنی زندگی کے آخری پچیس سال (1682-1707) دکن میں گزارے۔ اس وقت دکن میں بیجا پور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں کافی کمزور ہو چکی تھیں۔ اس کا مقصد ان دونوں ریاستوں پر اپنا قبضہ جماتے ہوئے پورے دکن کو فتح کرنا تھا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ میں شیعہ حکمرانوں کی حکومت تھی۔ سکندر عادل شاہ بیجا پور کا حکمراں تھا۔ اورنگ زیب نے اپریل 1685ء میں بیجا پور پر حملہ کیا اور سکندر عادل شاہ قیدی بنالیا گیا۔ 1686ء میں بیجا پور مغل سلطنت کا حصہ بن گیا۔ عادل شاہ کو ایک لاکھ کی پنشن دیتے ہوئے منصبدار بنایا گیا۔ گولکنڈہ کا سلطان ابوالحسن تانا شاہ تھا۔

اورنگ زیب نے خود اپنی فوج کے ساتھ گولکنڈہ پر فوج کشی کی اور قبضہ کرلیا۔

اورنگ زیب کے کمزور جانشین

1707ء میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغلوں کی حکومت زوال پذیر ہو گئی۔ اس کے کمزور جانشینوں نے 1857ء کے غدر تک شمالی ہند کے چند مقامات پر اپنی حکومت برقرار رکھی۔ دوران بغاوت بہادر شاہ ظفر نے انگریزوں کے خلاف مغل افواج کی قیادت کی۔ سیاسی اعتبار سے مغل سلطنت کمزور ہو چکی تھی اور انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں طاقتور بن چکی تھی۔ برطانوی پالیسیوں اور اصلاحات کی وجہ سے مغل دور کے سیاسی اور سماجی ڈھانچہ میں بھی کئی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ مغل حکمراں انگریزوں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں بن چکے تھے۔ بعض خود غرض حکمراں اور صوبائی گورنر خود مختار ہو گئے تھے۔ بنگال، اودھ اور حیدرآباد آزاد ریاستیں بن چکی تھیں۔ نادر

شاہ اوراحمدشاہ عبدالی جیسے بیرونی حملہ آوروں کی وجہ سے ملک کمزور ہو چکا تھا۔ نادرشاہ ایران کا ایک جنگجو بادشاہ تھا۔ وہ 1739ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی کے لال قلعہ میں مغلوں کے محل پر قبضہ کرلیا۔ مزاحمت کی کوشش پر ہزاروں لوگوں کا قتل کردیا اور شہر کولوٹ لیا۔ وہ اپنے ساتھ کروڑ ہا روپیوں کی دولت اورتخت طاوس لیکر ایران چلا گیا۔ احمدشاہ عبدالی افغان بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوستان پر سات مرتبہ حملہ کیا۔ 1761ء میں اس نے پانی پت کی تیسری جنگ میں مراٹھوں کوشکست دی۔

مالگزاری کا نظم ونسق

اکبر کے وزیر راجہ ٹوڈل رمل' مالگزاری کے نظم ونسق میں سدھار لایا۔ ٹوڈرمل نے شیرشاہ کے نظام مالگزاری کواپنایا تھا۔ راجہ ٹوڈرمل نے زمینات کی پیائش کروائی تھی اور زمین کی زرخیزی کے اعتبار سے چار زمروں میں تقسیم کیا گیا تھا جیسے

(۱) پولاج : اس زمین پر ہر سال باقاعدگی سے کاشت ہوتی تھی۔

(۲) پروتی : جس کوایک یا دو سال کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔

(۳) چھچر : اس زمین پر تین یا چار سال تک کاشت نہیں ہوتی تھی۔

(۴) بنجرزمین : جس پر پانچ سال یا زائدمدت کے لیے کاشت نہیں کی جاتی تھی۔

زمین سے متعلق تمام دستاویزات بنائے جاتے تھے۔ جاگیرداری نظام کومنسوخ کردیا گیا۔ راجہ ٹوڈرمل مالگزاری (نظام) کا مقصد کسانوں کی بہتری اور سرکاری خزانہ کو مستحکم کرنا تھا۔ کسانوں اور سرکاری عہدیداروں کے درمیان راست رابطہ ہوتا تھا۔ بدعنوانیوں کوروکنے کے لیے درمیانی افراد کو برخاست کردیا گیا۔ زمین کی اوسط زرعی پیداوار کا 1/3 حصہ بطور مالگزاری وصول کیا جاتا تھا جونقد یا جنس کی شکل میں ہوتی تھی۔ نقد رقم مقرر کرنے کے لیے راجہ ٹوڈرمل نے پچھلے دس سالوں کی قیمتوں کا اوسط نکالا تھا۔ اس نظام مالگزاری کورعیت واری نظام کہتے ہیں۔ یہ نظام عوام اور کسانوں میں بہت مقبول ہوا۔ راجہ ٹوڈرمل مل نے کسانوں کو پٹہ جات جاری کیے جس میں کسانوں کے زمینی حقوق کے علاوہ زمین کا رقبہ اور زمین کی نوعیت درج ہوتی تھی۔ کسانوں سے ایک اقرارنامہ لیا جاتا تھا جسے قبولیت کہتے تھے۔ کسان بہت خوش تھے اور مملکت کی آمدنی میں اضافہ بھی ہوا تھا۔ زمینی پیائش کی اکائی کو بھگا کہتے تھے جو تین ہزار چھ سومربع گز کے مماثل ہوتی تھی۔ راجہ ٹوڈرمل نے کسانوں کی پیشگی قرضے دینے کا طریقہ بھی روشناس کروایا۔ سالانہ اقساط کی شکل میں قرض کی ادائیگی کی جاتی تھی۔ قحط سالی' طغیانی اور خراب موسم کی وجہ سے اگر فصلیں ناکام ہوجائیں تو مالگزاری معاف کردی جاتی تھی۔ مالگزاری کی وصولی کے عہدیداروں کو بتکچی فوتیدار' مقدم اور پٹواری کہتے تھے۔ عہدیدار ٹیکس وصولی کی رسید بھی دیتے تھے۔ اس آمدنی کوشاہی خزانے میں جمع کروایا جاتا تھا۔ مغلوں کا محکمہ مالگزاری بہت کامیاب اور منظم رہا۔ تمام مغل حکمرانوں نے معمولی تبدیلی کے ساتھ اسی نظام پر عمل کیا۔ اس سے کسانوں کی فلاح وبہبود ہونے لگی اور زراعت کوفروغ حاصل ہوا۔

مغلیہ دور میں سلطنت کے کئی حصوں کوشدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ مغل حکمرانوں نے عوام اور کسانوں کے لیے کئی اقدامات کیے تھے۔ مغل دور میں مندرجہ ذیل علاقے قحط سالی سے شدید متاثر ہوئے۔

(۱) آگرہ/بیانا۔(1556-1557) (۲) گجرات۔(1573-1574)

(۳) مالوہ' گجرات' دکن(1613-1631) (۴) کشمیر۔(1659, 1702-1704)

مغل دور کے مذہبی حالات

مغلوں نے آزادانہ مذہبی پالیسی کو اختیار کیا تھا۔ دہلی سلاطین کٹر مذہبی تھےلیکن مغل حکمرانوں نے مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری کی پالیسی کو اپنایا۔ بابر اور ہمایوں عقائد کے اعتبار سے سنی تھے۔

مغل دور میں ٹیکنالوجی کا فروغ

اکبر کا درباری شاعر فیضی نے بھاسکر چاریہ کی مشہور کتاب لیلاوتی کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب علم ریاضی سے متعلق تھی۔ یہ کتاب 1150ء میں لکھی گئی تھی۔ فتح اللہ شیرازی علم ریاضیات اور علم فلکیات کا ماہر تھا۔ اس نے اکبر کی ہدایت پر 1584ء میں الٰہی کلینڈر تیار کیا تھا۔ مغل دور میں سیکڑوں ٹکسال تھے جہاں ڈائی کے ذریعہ(Diestriking Technique) کے ذریعہ سکے بنائے جاتے تھے۔ دھاتوں کو پگھلانے کا طریقہ بھی بہت ہی ترقی یافتہ تھا۔ ڈائی(Die) بنانے کے لیے قابل دستکار موجود تھے۔

تعلیم، زبان اور ادب

مغل بادشاہوں کی مادری زبان چغتائی ترکی تھی لیکن اس دور میں ہندی، ترکی، سنسکرت اور فارسی زبانوں کو فروغ حاصل ہوا۔ بابر فارسی اور ترکی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ اس نے بابرنامہ ترکی زبان میں لکھا۔ یہ اس کی خودنوشت سوانح حیات تھی۔ ابوالفضل، فیضی، بدایونی، فارسی زبان کے عظیم اسکالر تھے۔ ابوالفضل نے اکبرنامہ اور آئین اکبری تصنیف کی۔ جس میں اکبر کے دور کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ اس دور کی دوسری کتابوں میں بداوینی کی منتخب التواریخ، نظام الدین احمد کی طبقات اکبری قابل ذکر ہیں۔ مغل دور میں بنگالی، ہندی، اردو زبانوں کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ اس دور میں یونانی، عربی، ترکی، سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی کتابوں کا فارسی ترجمہ کروایا گیا۔ ایک علحدہ دارالترجمہ بھی قائم کیا گیا تھا۔ رامائن، مہابھارت اور اتھرویدکا بھی فارسی ترجمہ کروایا گیا۔ اس کے علاوہ لیلاوتی جو علم ریاضیات سے متعلق کتاب تھی اس کو بھی فارسی میں لکھوایا۔ راج ترنگنی، پنچ تنتر اور کلیلا دیمنا(Kaleela wa Dimna) کے بھی فارسی تراجم کیے گئے۔ شاہ جہاں کا بیٹا داراشکوہ فارسی میں کئی مذہبی اور فلسفیانہ کتابیں تحریر کیا۔ اس نے ہندومت اور اسلام دونوں مذاہب کے تقابلی مطالعہ پر مجمع البحرین(Majmaul Bahrain) کتاب لکھی تھی۔ مغل دور میں مراٹھی ادب کی بھی سرپرستی کی گئی۔ ایکناتھ اور تکارام اس دور کے مشہور مراٹھی شاعر تھے۔

مغل دور میں فن اور فن تعمیر

مغل حکمرانوں کو عظیم معمار کہا جاتا ہے۔ اس دور میں سلطنت کے مختلف حصوں میں کئی محلات، عمارتیں، مساجد، قلعے اور درگاہوں کی تعمیر ہوئی۔ اکبر نے ہندو مسلم فن تعمیر کا آغاز کیا۔ اس دور میں ہندو مسلم امتزاج واضح نظر آتا ہے جو اس دور کی مذہبی رواداری کی عکاسی کرتا ہے۔ اکبر کا دور فن تعمیر کے لیے مشہور ہے۔ فتح پور سیکری اس کی عظیم تعمیری تخلیق ہے۔ اس کے اندر کئی عمارتیں بنوائی گئیں جس میں سلیم چشتی کی درگاہ جودھا پیلس، بیربل محل، جامع مسجد، بلند دروازہ قابل ذکر ہیں۔ دہلی میں ہمایوں کا مقبرہ، آگرہ اور لاہور کے قلعے بھی اہم عمارتیں ہیں۔ سرخ ریت کے پتھروں کا استعمال، ہندو مسلم روایت کا منفرد امتزاج، سنگ مرمر کا استعمال، گنبد اور محراب اکبر کے فن تعمیر کی خصوصیات تھیں۔ جہانگیر کے دور میں سکندرا میں اکبر کا مقبرہ اور آگرہ میں اعتمادالدولہ کا مقبرہ تعمیر کروایا۔ کشمیر کے شالیمار گارڈن بھی اسی دور کی یادگار ہیں۔

شاہ جہاں کے دور کو مغل فن تعمیر کا سنہری دور کہتے ہیں۔شاہ جہاں کے دور کی عمارتوں میں مضبوطی سے زیادہ خوبصورتی اور سجاوٹ پر توجہ دی گئی۔شاہ جہاں نے سرخ پتھر کے بجائے سنگ مرمر کے استعمال کو ترجیح دی۔جبکہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں سرخ پتھروں کا استعمال کیا گیا۔اس دور کی عمارتوں میں ہندو مسلم طرز تعمیر کا ملاپ نظر آتا ہے۔شاہ جہاں کے دور کی عمارتوں میں یہ خصوصیت نظر نہیں آتی۔ اس دور کی عمارتوں میں دہلی کا لال قلعہ، رنگ محل، دیوان عام، دیوان خاص، موتی مسجد اور تاج محل قابل ذکر ہیں۔تاج محل کو شاہ جہاں نے اپنی ملکہ ممتاز محل کی یاد میں تعمیر کروایا جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔شاہ جہاں بھی اسی مقبرہ میں مدفون ہے۔شاہ جہاں آگرہ میں جامع مسجد بھی بنوائی۔موسمن برج ایک ہشت پہلو عمارت ہے جو آگرہ کے قلعہ میں واقع ہے۔ یہاں سے شاہ جہاں تاج محل کا نظارہ کرتا تھا اور اسی عمارت میں شاہ جہاں کا انتقال ہوا تھا۔ یہ عمارت بھی سنگ مرمر کی تعمیر کردہ ہے۔شاہ جہاں نے لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ تعمیر کروایا اور باغات لگوائے۔شاہ جہاں 1639ء میں شاہ جہاں آباد شہر کی بنیاد ڈالی جو قدیم دہلی پر محیط ہے۔شاہ جہاں نے جامع مسجد دہلی کی تعمیر کروائی جس کا شمار دنیا کی بڑی مساجد میں ہوتا ہے۔اس کی تعمیر پر دس لاکھ روپئے کا خرچ آیا تھا۔شاہ جہاں کی تعمیر کردہ دیگر عمارتوں میں نظام الدین اولیاء کا مقبرہ اور اجمیر میں تعمیر کردہ عمارتیں ہیں۔شاہ جہاں کے انتقال کے بعد اس کے جانشینوں میں کوئی قابل ذکر عمارتیں تعمیر نہیں کروائیں۔اکبر کے دور میں مضوری کو بھی کافی فروغ دیا گیا۔ بساونت اور جساونت اکبر کے دور کے مشہور مضور تھے۔ جہانگیر کو مضوری کا شوق تھا اور وہ بھی ایک قابل مضور تھا۔اس نے ابوالحسن اور استاد منصور نامی مضوروں کی سرپرستی کی تھی۔ پرسی براؤن نے بحیثیت ایک مضور جہانگیر کی بہت تعریف کی ہے۔اس کے علاوہ خطاطی (Calligraphy) کو بھی مغل کے دور میں کافی فروغ حاصل ہوا۔

مغل سلطنت کے زوال کے اسباب

1526ء میں مغل سلطنت کا قیام عمل میں آیا اور 1707ء میں اورنگ زیب کے دور حکومت تک مغل سلطنت اپنے عروج پر تھی۔اورنگ زیب کے انتقال کے بعد 1707ء میں مغل سلطنت کمزور جانشینوں کے ہاتھوں میں چلی گئی جس کی وجہ سے یہ عظیم سلطنت زوال پذیر ہوگئی۔مغل سلطنت کے زوال کے اسباب کو دو زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔(۱) داخلی اسباب اور (۲) خارجی اسباب۔

مراٹھا

بھکتی تحریک کے مصلحین جیسے تکارام، رام داس، ایکناتھ، اور وامن پنڈت کی تعلیم اور تبلیغ نے مراٹھوں کے اندر بیداری پیدا کی ان مصلحین کی زبان مقامی مراٹھی ہونے کی وجہ سے ان سے مراٹھے کافی متاثر ہوئے اور ان کے درمیان طبقاتی حائل دیوار کو انھوں نے توڑ ڈالا اور ایک گروہ کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا ان ہی عوامل کی وجہ سے مراٹھوں کو ایک قوم بننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی اور انھوں نے اپنے آپ کو ایک بہادر قوم کے طور پر پیش کیا۔

17 ویں صدی عیسوی میں مہاراشٹرا کے بیشتر علاقے احمد نگر کے نظام شاہی اور بیجاپور کے عادل شاہی کے حکمران کے زیر نگیں آگئے۔مراٹھا سرداروں جیسے دیشمکھ اور دیش پانڈے کو مالگزاری وصول کرنے پر مامور کیا گیا جس کے عوض میں ان کو زمینات جاگیر میں دی گئی جن کو ٹیکس سے مستثنیٰ بھی قرار دیا گیا۔ملک عنبر (Malik Ambar) جو احمد نگر سے تعلق رکھتا تھا مراٹھوں کا بہترین استعمال کیا اور اپنے آپ کو مغل سلطنت سے بچائے رکھا اس کے علاوہ مراٹھوں نے ملک عنبر سے گوریلا جنگ کے طور طریقے

سیکھے مراٹھوں کو ان مسلمان ریاستوں سے سیاست، نظم ونسق، تعلیم اور اسلحہ کی تربیت کا موقعہ ملا۔

شیواجی کے باپ شاہ جی بھونسلے اور دادا مالوجی ملک عنبر سے وابستہ تھے خاندیش کا زوال، بتدریج احمد نگر کی تنزلی اور مغلوں کے دکن پر حملے مراٹھوں پر اثر انداز ہوئے جسکی وجہہ سے مراٹھے شیواجی کی قیادت میں ایک مراٹھا قوم کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔

شیواجی (1630-1680)

شیواجی کی پیدائش شیونر کے قلعے میں ہوئی جو پونا سے پچاس میل کے فاصلے پر مغربی گھاٹ میں واقع ہے۔ شیواجی کی تاریخ پیدائش ابتدائی مورخین نے 6 اپریل 1627ء بتائی ہے۔ دادا جی کونڈا دیو جو ایک برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شیواجی کا سرپرست اور استاد کی حیثیت سے تقرر کیا گیا دادا کونڈا دیو نے نہ صرف شیواجی کی تربیت کی بلکہ انتظامی مہارت اور فوجی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا گرورام داس شیواجی کے رہبر تھے اور بھکتی تحریک کے سنت تکارام سے شیواجی کو گہرا لگاؤ تھا گرورام داس کی تعلیمات کی بدولت شیواجی میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہوا 1637ء میں شیواجی کے باپ نے پونے کی جاگیر کے انتظامیہ کو شیواجی کے حوالے کیا۔

ابتدائی فتوحات

اٹھارہ 18 سال کی عمر میں پونے کے قریب کئی قلعوں کو شیواجی نے فتح کیا سب سے پہلے اس نے تورنا (Torna) کا قلعہ 1646ء میں فتح کیا اس کے بعد اس نے چاکن، کونڈنا، رائے گڈھ اور پورندھر پر بھی قبضہ کیا۔ اس نے رائے گڑھ اور پرتاب گڑھ میں نئے قلعوں کی تعمیر کی رائے گڑھ کو انھوں نے اپنا مرکز بنایا شیواجی کے ان اقدامات کو دیکھتے ہوئے بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کے باپ شاہ جی بھونسلے کو قیدی بنالیا۔

شیواجی کے بیجاپور کے خلاف حملے (1656-1662

1656ء میں شیواجی نے بیجاپور کے ماتحت علاقے پر حملوں کی شروعات کردی اور اس نے جاوالی ایک چھوٹی ریاست جو کہ بیجاپور سلطان کے ماتحت تھی، پر حملہ کیا اور وہاں کے جاگیردار چندر راؤ مورے کو شکست دی اور قتل کردیا۔ اورنگ زیب کے تحت مغلوں نے دفاعی پالیسی اختیار کی اور بیجاپور کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا شیواجی نے 1657ء مغلوں کے علاقے کلیان تھانے، کولابہ اور شمالی کونکن پر قبضہ کرلیا بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کے باپ شاہ جی بھونسلے کو بلا کر اپنے بیٹے کے سرگرمیوں پر روک لگانے پر زور دیا لیکن شاہ جی بھونسلے نے معذرت ظاہر کی کہ وہ اپنے بیٹے کو روکنے میں ناکام ہوجائیں گے۔

بیجاپور کے سلطان نے شیواجی کو زیر کرنے کے لئے افغانی پٹھان افضل خان کو ایک بھاری فوج دیکر روانہ کیا افضل خان نے شیواجی سے بات چیت کے لئے کرشنا جی بھاسکر کو روانہ کیا افضل خان اور شیواجی کے درمیان ملاقات طئے پائی اور یہ طئے ہوا کہ دونوں بھی غیر مسلح ہونگے اور ان کے ساتھ ایک قاصد دو مسلح محافظ ہوں گے لیکن شیواجی نے اپنے لباس کے اندر زرہ بکتر اور سر پر پگڑی کے نیچے فولادی ٹوپی پہن لی اس کے علاوہ شیواجی باگھ نکھ (شیر کا پنجہ) کو اپنے بائیں ہاتھ میں لگائے رکھا تھا اور ایک خنجر اپنے پاس رکھ لیا 10 نومبر 1659ء میں پرتاب گڑھ کے قلعے کے قریب جب دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے اور بغلگیر ہوئے دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف شک وشبہات تھے۔ مراٹھا وقائع نویس کے مطابق افضل خان نے شیواجی کی گردن دبوچ کر اپنے خنجر سے شیواجی کو مارنا چاہا لیکن شیواجی کے حفاظتی لباس کی وجہہ سے شیواجی محفوظ رہا اور شیواجی نے افضل خان پر حملہ کردیا۔ اپنے ہاتھ میں

موجود باگھ نکھ (شیر کا پنجہ) کو افضل خان کے جسم میں پیوست کر دیا جیسے ہی افضل خان ڈھیر ہوا شیواجی اور اس کے سپاہی افضل خان کے سپاہیوں کو پرتاب گڑھ کے قلعہ کے پاس شکست دی۔شیواجی نے افضل خان کی نعش کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ قلعہ کے نیچے دفن کروایا اور ایک مقبرہ بنوایا اس جنگ میں شیواجی کو بہت سارا لوٹا ہوا مال حاصل ہوا۔

منتخب اللباب کے مصنف خافی خان کے مطابق شیواجی نے سازش اور دھوکہ کے ساتھ افضل خان پر حملہ کیا جبکہ مراٹھا روایت کے بموجب شیواجی کو اپنے بچاؤ میں افضل خان پر حملہ کرنا پڑا بیجاپور کے سلطان نے رستم خان کی قیادت اور ایک فوج روانہ کی لیکن وہ بھی شیواجی کو شکست دینے میں ناکام ہو گیا۔

شیواجی کے اس کامیابی سے حوصلے بلند ہو گئے اور اس نے جنوبی پنہالہ سے لیکر دریائے کرشنا تک اپنی وسعت کو پھیلا دیا۔

مغلوں سے تصادم

بیجاپور سلطان کے خلاف شیواجی کی فتح نے شیواجی کے حوصلے بلند کر دئے اور اس نے مغلوں کے علاقوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا اورنگ زیب نے شیواجی کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے 1660ء میں شائستہ خان (مرزا ابو طالب جو رشتہ میں اورنگ زیب کے ماموں تھے) کو دکن کا گورنر مقرر کیا۔اورنگ آباد پہنچنے کے بعد شائستہ خان نے شیواجی کے علاقے چاکن، کلیان اور پونا کو آسانی کے ساتھ فتح کرلیا اس کے بعد شہر پونا میں شیواجی کے آبائی گھر لال محل میں قیام پذیر ہوا۔شیواجی/ 15 اپریل 1663ء کو اپنے جانباز 400 سپاہیوں کے ساتھ شادی کی بارات کی شکل میں شہر پونہ میں داخل ہوا اور رات کی تاریکی میں شائستہ خان کے آرام گاہ میں یکا یک حملہ کر دیا شائستہ خان اس حملے سے بالکل ناواقف تھا یکا یک حملے کی وجہہ سے شائستہ خان کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملا کسی طرح سے وہ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوا اورنگ زیب نے شائستہ خان کو واپس طلب کرلیا اور بنگال کا گورنر مقرر کیا۔

1664ء میں شیواجی نے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ سورت بندرگاہ پر حملہ کر کے لوٹ لیا۔شائستہ خان کی شکست کے بعد اورنگ زیب نے مرزا راجا جئے سنگھ کو 1665ء میں شیواجی کو زیر کرنے کے لئے دکن روانہ کیا۔جیسے ہی مغل فوج نے مرٹھا علاقے میں قدم رکھا ان کا سامنا مرار جی دیش پانڈے سے ہوا اس نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی مغل فوج نے دیش پانڈے کو شکست دے کر ہلاک کر دیا اور کئی قلعوں کو اپنے قبضے میں لے لیا اور پورندھر قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس میں شیواجی پناہ لیا ہوا تھا مغل فوج کی طاقت کو دیکھتے ہوئے شیواجی نے جنگ کے بجائے امن کے معاہدے کی پیشکش کی/ 22 جون 1665ء کو شیواجی اور مغلوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا یہ معاہدہ "پورندھر معاہدہ" کہلایا اس معاہدے میں شیواجی نے اپنے 23 قلعے مغلوں کے حوالے کر دئیے اور صرف 12 قلعوں کو اپنے پاس رکھا اسکے علاوہ شیواجی نے 40 لاکھ ہون (Huns) بطور خراج دینے کا وعدہ کیا۔مغلوں کی طرف سے شیواجی کے بیٹے سمبھاجی کو 5000 منصبدار کی حیثیت سے اعلان کیا گیا شیواجی اورنگ زیب کے دربار میں حاضری دینے کے لئے بھی رضامند ا ہوا جس کے لئے جئے سنگھ نے شیواجی کی سلامتی وحفاظت کی ذمہ داری لی اور یہ امید ظاہر کی کہ اسے انعام واکرام سے نوازا جائے گا شیواجی بھی خود مغل دربار کی شان وشوکت دیکھنے کے لئے مشتاق تھا۔شیواجی اپنے بیٹے سمبھاجی کے ساتھ/ 9 مئی 1666ء کو دہلی پہنچا لیکن شاہی دربار میں اُسے/ 12 مئی 1666ء میں حاضری کے لئے لے جایا گیا شاہی دربار میں کسی نے بھی اُس کا استقبال نہیں کیا اور اسے پنج ہزاری کے امیر کا درجہ دے کر منصبداروں کے پیچھے کھڑا کیا گیا شیواجی نے اس پر اعتراض جتایا جسکی وجہہ سے اُسے اور اسکے

بیٹے سمبھا کو گرفتار کرلیا گیا شیواجی کو تمام سہولتوں کے ساتھ آگرہ کے کوتوال فولاد خان کی نگرانی میں رکھا گیا۔شیواجی / 17 اگسٹ 1666ء تقریباً نو مہینے قید میں رہنے کے بعد مٹھائی یا پھولوں کی ٹوکری میں چھپ کر بیٹھ گیا اور قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا شیواجی اور سمبھاجی کی ملاقات متھورا میں ہوئی دونوں کسی بھی طرح سے واپس اپنے علاقے میں لوٹ آئے اور اس نے تقریباً تین سال تک اپنی سرگرمیوں کو روکے رکھا شہزادے معظّم کی سفارش پر شیواجی کے بیٹے سمبھا کو پنج ہزاری امیر کا درجہ دیا اس کے علاوہ شیواجی کو برار کی جاگیر بھی عطا کردی اور بیجاپور پر حملے کی اجازت بھی دے دی بیجاپور حکمران نے شیواجی کے ساتھ معاہدہ کرلیا شیواجی نے پھر ایک بار اکٹوبر 1670ء میں مغلوں کے علاقوں پر حملے شروع کردیا سورت شہر پر دوسری بار حملہ کیا گیا اور وہاں سے اُسے 66 لاکھ روپیوں کا مال غنیمت حاصل ہوا اس کے علاوہ شیواجی نے اپنے کھوئے ہوئے تمام قلعے حاصل کرلئے۔

شیواجی کی تاجپوشی (6 جون 1674ء)

شیواجی نے 6 جون 1674ء کو پہلے مراٹھا حکمران کے طور پر اپنی تاجپوشی کی رسم منعقد کی رائے گڑھ کو اپنا پایہ تخت بنایا اس تاج پوشی کی رسم کی ادائیگی کے لئے اس نے کاشی (وارانسی) سے برہمنوں کو مدعو کیا پنڈت گاگا بھٹ نے تاجپوشی کی رسم انجام دی۔شیواجی نے " چھتر پتی مہاراج" کا لقب اختیار کیا اور اپنی سلطنت کو "سوراج " کا نام دیا اور اس کے علاوہ شیواجی کو ہندو دھرمودھارک کے خطاب سے پکارا گیا۔اسی دوران / 5 اپریل 1680ء کو رائے گڑھ میں شیواجی کی موت واقع ہوگئی شیواجی کے موت کے وقت سلطنت مغربی گھاٹ اور کونکن کے حصےّ پر مشتمل تھی جنوب میں مغربی کرناٹک کا کچھ حصہّ جو بلگام سے بلاری اور تنگبھدرا سے کاویری تک پھیلا ہوا تھا اس کی سلطنت میں تقریباً تین سو قلعے تھے۔

شیواجی کا نظم ونسق

شیواجی نے اپنے علاقوں کو دوحصوّں میں تقسیم کیا تھا پہلا حصہّ سوراج کہلاتا تھا یہ علاقہ راست شیواجی کی نگرانی میں تھا دوسرے علاقے کو مغلائی کہا جاتا تھا جو اطراف واکناف کے علاقے تھے ان علاقوں سے دو قسم کے محصولات سردیش مکھی اور چوتھ وصول کئے جاتے تھے۔

مرکزی حکومت

شیواجی نے وزراء کی ایک جماعت قائم کی جس کو " آشٹھ پردھان" کہا جاتا تھا جو آٹھ وزراء پر مشتمل تھی ہر وزیر راست طور پر بادشاہ کو جوابدہ تھا۔یہ آٹھ وزراء درج ذیل ہیں۔

1۔ پیشوا یا مکھیہ پردھان

اس وزیر کا اہم کام عام انتظامیہ اور مالیہ کی دیکھ بھال کرنا تھا

2۔سیناپتی یا سری نوبت

یہ فوج کا سپہ سالار تھا یہ فوج میں بھرتی کرنے کا ذمہ دار تھا

3۔ مجمدار

اس کی اہم ذمہ داری خزانے کا حساب وکتاب رکھنا تھا اسکے علاوہ حکومت کی آمدنی اور خرچ لکھتا تھا۔

4۔واقعہ نویس

اس کی اہم ذمہ داری بادشاہ اور دربار کی کاروائی کی سرگرمیوں کا ریکارڈ رکھنا تھا۔

5۔چٹنس یا سرونویس

اس کا اہم کام بادشاہ کی مراسلت خط وکتابت کے امور کو دیکھنا تھا۔اسکے علاوہ ریاستی خطوط اور سرکاری دستاویزات کو منظور کرنا تھا۔پرگنوں کے حسابات کی بھی نگرانی کرتا تھا۔

جنگ بکسر 1764ء

1760ء میں رابرٹ کلائیو کے برطانیہ واپس چلے جانے کے بعد ونسی ٹارٹ (Vansittart) کو بنگال کی ذمہ داری دی گئی۔انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے اس کے داماد میر قاسم کو بنگال کا نواب بنا دیا۔علی وردی خان کے جانشینوں میں میر قاسم تعلیم یافتہ اور مالیاتی وسفارتی امور میں مہارت کا حامل تھا۔اس نے مرشد آباد کے بعد مونگیر (Monghyr) کو بنگال کا پایہ تخت بنایا۔اس نے مالگزاری میں اضافہ کرتے ہوئے اپنے صوبے کو زبردست ترقی دی۔اس نے اپنی فوج کو یورپی خطوط پر منظم کیا۔یورپی کمپنیوں سے اس نے زیادہ تجارت کرنے پر احتراز کیا۔اس نے اپنے تمام زمینداروں کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔میر جعفر کی طرح وہ انگریزوں کی کٹھ پتلی بننا نہیں چاہتا تھا۔ان تمام اقدامات کی وجہ سے انگریزوں سے تنازعہ شروع ہو گیا۔1763ء میں میر قاسم اور انگریزوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔انگریزوں نے اس جنگ میں میر قاسم کو شکست دے کر پھر سے میر جعفر کو بنگال کا گورنر بنا دیا۔میر قاسم اودھ چلا گیا اور وہاں اس نے مغل شہنشاہ شاہ عالم دوم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ کے ساتھ اتحاد کیا۔ان تینوں کی مشترکہ پچاس ہزار (50,000) سپاہیوں پر مشتمل فوج تھی جبکہ انگریزی فوج جس کی کمان ہکٹر منرو (Hector Munro) سنبھال رہا تھا 7000 (سات ہزار) فوجیوں پر مشتمل تھی۔دونوں افواج کا آمنا سامنا 22/اکٹوبر 1764ء کو بکسر (Buxar) کے مقام پر ہوا۔اس جنگ میں انگریزوں نے اتحادی افواج کو شکست دی۔میر قاسم میدان جنگ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا جب کہ شجاع الدولہ نے روہیلا علاقے میں پناہ حاصل کی اور مغل شہنشاہ شاہ عالم دوم نے انگریزوں سے صلح کر لی۔

بکسر کی لڑائی کے بعد الہ آباد معاہدہ ہوا۔اسی جنگ کے بعد بنگال، بہار اور اڈیسہ پر انگریزوں کی ملکیت کا دعویٰ مستحکم اور مضبوط ہو گیا۔یہاں پر دوہری حکومت قائم کی گئی۔1765ء میں میر جعفر کے انتقال کے بعد انگریزوں نے اس کے بیٹے نظام الدولہ کو بنگال کا گورنر بنا دیا اور ایک نئے عہد نامے پر دستخط لیا۔

وارن ہسٹنگز (Warren Hastings) (1772-1785ء)

1772ء میں وارن ہسٹنگز (Warren Hastings) کو بنگال کا گورنر بنایا گیا۔1772ء تا 1885ء کے دوران اس نے نہ صرف بنگال پر قبضہ کرنے میں بلکہ ہندوستان پر برطانوی حکمرانی کے استحکام میں بھی اہم کردار ادا کیا۔اس کا اہم مقصد انگریزی طاقت کو وسیع کرنا تھا۔اس کے لئے اس نے اہم جنگیں لڑیں جن میں پہلی اینگلو۔مراٹھا جنگ (1775-82ء)' دوسری اینگلو۔میسور جنگ (1780-84ء) اور روہیلا جنگ قابل ذکر ہیں۔

وارن ہسٹنگز نے 1765ء میں ادھ کے نواب کے ساتھ بنارس کا معاہدہ کیا جس کی رو سے کڑا اور الہ آباد اودھ کے نواب کو پچاس لاکھ

کے عوض فروخت کردیئے گئے اور کمپنی نے ضرورت پڑنے پر اودھ کے نواب کو فوجی مدد دینے کا بھی تیقن دیا۔ وارن ہسٹنگز نے روہیلے افغانوں پر جو اودھ کے شمال مغرب میں سکونت پذیر تھے تشدد کیا اور ساتھ میں اکثر وبیشتر مراٹھے بھی روہیلوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ وہاں کے حاکم حافظ رحمت خان نے مراٹھوں کے حملوں کو روکنے کے لئے اودھ کے نواب شجاع الدولہ سے مدد طلب کی اور اس کے بدلے شجاع الدولہ کو چالیس لاکھ (40,00,000) روپئے دینے پر راضی ہوگیا۔ 1773ء میں مراٹھے حملوں سے دستبردار ہوگئے اور اودھ کے نواب کو کبھی بھی اپنی فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اس کے باوجود حافظ رحمت خان سے اودھ کے نواب نے چالیس لاکھ روپئے دینے کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کی عدم تکمیل پر اس نے وارن ہسٹنگز سے مدد طلب کرتے ہوئے روہیلوں کے خلاف ایک فوج روانہ کی اس جنگ میں روہیلوں کو شکست ہوگئی اور حافظ رحمت خان مارا گیا۔ 1761ء میں تیسری پانی پت کی جنگ کے بعد مراٹھے کمزور ہوگئے۔ مادھوراؤ کے مرنے کے بعد اس کا بھائی نارائن راؤ پیشوا بنا لیکن اس کے چچا رگھوناتھ راؤ (نانافڈنویس) کی قیادت میں رگھوناتھ راؤ کو بے دخل کرتے ہوئے مادھوراؤ دوم کو تخت پر بٹھادیا اور پیشوا ہونے کا اعلان کردیا۔ یہاں پر رگھوبا نے انگریزوں سے مدد طلب کی اور انگریزوں نے رگھوبا کی تائید کردی جس کے نتیجے میں اینگلو۔مراٹھا جنگ (1775ء) کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تمام مراٹھا سرداروں نے پیشوا کی تائید کی۔ وارن ہسٹنگز نے بنگال سے دو فوجیں روانہ کی۔ 1780ء میں احمد آباد فتح کرلیا گیا اور پھر گوالیار پر بھی قبضہ کیا۔ آخر کار 1782ء میں ''سلبائی کا معاہدہ'' کے ذریعہ جنگ کو ختم کیا گیا۔

پہلی میسور جنگ (1767-69)

1766ء میں حیدرآباد کے نظام نے انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کی رو سے انگریزں نے میسور کے حکمران حیدرعلی کے خلاف نظام کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔۔ حیدرعلی انگریزوں کو کرناٹک سے ہی نہیں بلکہ ہندوستان سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے انگریزوں نے نظام اور مراٹھوں کے ساتھ سہ رخی معاہدہ کیا تھا۔ اس معاہدہ نے حیدرعلی میسور کو تشویش میں مبتلا کردیا۔ اس طرح پہلی میسور کی جنگ 69-1766ء میں شروع ہوئی۔ پہلی میسور جنگ میں حیدرعلی کا پلڑا بھاری رہا اور انھوں نے زبردست کامیابیاں حاصل کیں۔ یہ جنگ صلح نامہ مدراس (Treaty of Madras) کے ساتھ اختتام کو پہنچی

دوسری جنگ میسور (1782 - 1780ء)

انگریزوں کی جانب سے دغابازی کے بعد حیدرعلی نے فرانسیسیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ کئی فرانسیسیوں کو اپنے پاس ملازمت دی۔ فرانس سے جنگی ساز وسامان خرید کر اپنی فوجی صلاحیتوں میں اضافہ کیا۔ دوسری میسور جنگ کا آغاز 1780ء میں ہوا۔ اس جنگ میں ابتداء میں حیدرعلی نے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے کئی کامیابیاں حاصل کی۔ کرناٹک کے بیشتر علاقوں پر حیدرعلی کا قبضہ ہوگیا۔ سرایری کوٹ (Sir Eyre Coote) نے جولائی 1781ء میں پروٹونوا (Porto Novo) کے مقام پر میسور کی فوج کو شکست دی۔ اس کے علاوہ شولی گڈھ، ناگاپٹنم اور ٹریکومولی کے مقامات پر بھی انگریزوں کو کامیابیاں نصیب ہوئی۔ لیکن اسی دوران 7/ستمبر 1782ء کو چتور سے آٹھ میل مشرق میں نرمنگا رابائی پیٹ کے مقام پر بیماری کی وجہ سے حیدرعلی کا انتقال ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود حیدرعلی کے بہادر بیٹے ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ 11/مئی 1784ء کو منگلور (Mangalore) کے مقام پر ایک صلح نامہ کے ذریعہ جنگ کو ختم کیا گیا۔ دونوں فریق بھی دوران جنگ قبضے کئے ہوئے علاقوں کو ایک دوسرے کو واپس کرنے پر رضامند ہوگئے۔

کارنوالس(Cornwallis) اور تیسری جنگ میسور(1792 - 1790ء)

ہندوستان میں برطانوی انتظامیہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کارنوالس (Cornwallis) کو 1786ء میں برطانیہ سے ہندوستان روانہ کیا گیا۔ انگریزوں نے اسی کی قیادت میں تیسری میسور جنگ لڑی۔

کارنوالس نے نظام اور مراٹھوں سے معاہدہ کرکے اپنے آپ کو اور مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ منگلور صلح نامہ کے باوجود ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف نفرت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہندوستان میں حکومت کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کے لئے انگریز ٹیپو سلطان کو اپنے لئے ایک رکاوٹ سمجھتے تھے جبکہ ٹیپو سلطان انگریزوں کو کسی بھی حال ہندوستان سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ انگریزوں کے نظام اور مراٹھوں سے اتحاد کے جواب میں ٹیپو سلطان فرانس اور ترکی سے اپنے سفیروں کو بھیج کر مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ایسی صورتحال میں تیسری میسور جنگ ناگزیر ہوگئی۔ 1790ء میں گورنر جنرل خود فوج لے کر مدراس روانہ ہوا۔ اس نے ویلور، چتوراور کولار پر قبضہ کرلیا۔ ٹیپو سلطان کے کئی پہاڑی قلعوں کو اپنے قبضہ میں کرتے ہوئے 1792ء میں سری رنگا پٹنم کا محاصرہ کرلیا۔ اپنے کمزور موقف کو دیکھتے ہوئے ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے صلح کی درخواست کی جس کے نتیجے میں 1792ء میں صلح نامہ سری رنگا پٹنم کو قطعیت دی گئی۔ اس صلح نامہ کی رو سے ٹیپو سلطان نے اپنی مملکت کا نصف حصہ انگریزوں کے حوالے کرنے سے اتفاق کرلیا جس کو انگریزوں، نظام اور مراٹھوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس کے علاوہ تاوان جنگ کے طور پر ساڑھے تین کروڑ روپئے بھی ادا کرنے پر راضی ہوگیا۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ فوراً ادا کرنے پر مجبور کیا گیا اور بقیہ رقم ادا کرنے کی مہلت دیتے ہوئے انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے دو بیٹوں کو اپنے پاس یرغمال بنالیا۔ اس طرح تیسری میسور جنگ کے ذریعہ انگریزوں کی برتری میں اضافہ ہوا جبکہ ٹیپو سلطان کی مملکت کی وسعت میں کمی واقع ہوگئی۔

ویلزلی(Wellesley) اور چوتھی جنگ میسور(1799ء)

کارنوالس کے بعد نیا گورنر جنرل ویلزلی (Welleseley) نے بھی اپنی جارحانہ پالیسی برقرار رکھی۔ ٹیپو سلطان تیسری میسور جنگ کی شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے چنانچہ وہ ریاست کو مزید مضبوط بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے لئے انھوں نے فرانس، ترکی، عرب اور کابل سے مدد حاصل کرنے کے لئے اپنے سفیروں کو روانہ کیا۔ 1798ء میں منگلور میں فرانس کی ایک چھوٹی فوج آپہنچی۔ دوسری طرف ویلزلی نے ٹیپو سلطان کے خطرے کو پوری طرح سے ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح 1799ء میں چوتھی میسور جنگ شروع ہوگئی۔ میسور پر مغربی ممبئی سے جنرل اسٹوراٹ(General Stewart) کی سرکردگی میں اور دوسری فوج مشرقی مدراس سے جنرل ہیرس(General Harris) کی قیادت میں ٹیپو سلطان پر حملہ آور ہوئی۔ میسور کے ضلع مالولائی (Malvalli) کے مقام پر ٹیپو سلطان کو شکست دی گئی۔ پھر سے صلح کی بات ہوئی اور انگریزوں نے ٹیپو سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے نصف مملکت سے دستبردار ہوجائے اور تاوان جنگ کے طور پر مزید دو کروڑ روپئے ادا کرے۔ ٹیپو سلطان ان شرائط کو ماننے کے بجائے ایک بہادر فوجی کی طرح لڑنے اور مرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ سر آرتھر ویلزلی نے ایک بھاری فوج لے کر سری رنگا پٹنم پر یلغار کردیا۔ انگریزوں نے ٹیپو سلطان کی فوج میں شامل چند عہدیداروں کو لالچ دے کر ٹیپو سلطان سے دغابازی کرنے پر اکسایا۔ اس طرح 4/مئی 1799ء کو ٹیپو سلطان ایک شیر کی طرح لڑتے ہوئے فوت/ شہید ہوگئے۔

دوسری مراٹھا جنگ (1803 - 1805ء)

دوسری مراٹھا جنگ ویلزلی کی قیادت میں لڑی گئی۔انگریزوں کی جارحانہ پالیسی،مراٹھوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور مراٹھوں پر عہد معارفت(Subsidiary Alliance) قبول کرنے کے دباؤ کی وجہ سے دوسری مراٹھا جنگ کا آغاز ہوا۔ 1794ء میں مہادجی سندھیا اور 1800ء میں نانافڈنویس کی اموات نے انگریزوں کے لئے راستہ بالکل صاف کردیا۔دولت راؤ سندھیا ومہادجی سندھیا کا جانشین بنا اور جسونت راؤ ہولکر جو کہ توکوجی ہولکر کا 1797ء میں جانشین بنا تھا کے درمیان 1802ء میں پونا میں اقتدار کے لئے سخت مقابلہ ہوا۔ہولکر پیشوا کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا جبکہ سندھیا بھی پونے کے بالکل قریب آگئے تھے۔ایسی صورتحال میں بالاجی راؤ دوم بسائیں(Bassein) فرار ہوگیا اور 31/دسمبر 1802ء کو عہد معاونت قبول کرلیا۔اس طرح اس نے انگریزوں کی مدد حاصل کی۔ برطانوی فوج نے اسے پونا میں بحال کردیا۔ہولکر انگریزوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ 1803ء میں انگریزوں نے سندھیا اور بھونسلے کی مشترکہ افواج کو اسائے (Assaye) اور آرگاؤں کے مقام پر شکست دی۔لیکن انگریز ہولکر کو مغلوب کرنے میں ناکام رہے اور 1806ء تک اس کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھی۔آخرکار 1806ء میں انگریزوں اور ہولکر کے درمیان ایک معاہدہ کے ذریعہ امن قائم کیا گیا اس معاہدہ کو تاریخ میں ''معاہدہ راج پور گھاٹ'' کا نام دیا گیا۔

عہد معاونت (Subsidiary Alliance)

عہد معاونت کا مقصد ہندوستانی شاہی ریاستوں کو برطانوی اقتدار کے تحت لانا تھا۔ویلزلی نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔اس اصول کی بدولت انگریزوں نے اپنی سیاسی طاقت بڑھائی اور کئی ریاستوں پر اپنی اجارہ داری قائم کرلی۔ عہد معاونت کے ذریعہ انگریزوں نے ہندوستان کے بڑے حصے پر اپنی سلطنت قائم کرلی۔شاہی ریاستوں کو غیر مسلح کرتے ہوئے فوجی طاقت میں کمی کردی گئی کیونکہ انگریزوں نے ان کا تحفظ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔اس لئے یہ بالکل بے فکر ہوگئے۔انگریزوں نے مقامی حکمرانوں کی دولت کے بل بوتے پر ایک طاقتور زبردست فوج تیار کی۔۔عہد معاونت کو سب سے پہلے حیدرآباد کے نظام نے قبول کیا۔اس کے بعد میسور،تنجور، اودھ،مراٹھا،پیشوا،ارکاٹ،برار،راجپوت حکمران،سندھیا جئے پور اور بھرت پور کے حکمرانوں نے بھی عہد معاونت قبول کرلیا۔

وارن ہسٹنگز (1813-1823ء) اور تیسری مراٹھا جنگ

1813ء میں وارن ہسٹنگز (Warren Hastings) کو گورنر جنرل بنایا گیا۔اور اسی کی قیادت میں تیسری مراٹھا جنگ لڑی گئی۔تیسری مراٹھا جنگ کی اہم وجہ مراٹھوں پر ضرورت سے زیادہ سختی اور اپنی آزادی کے سلب ہونے کا احساس تھا۔ 1817ء میں۔اس جنگ نے مراٹھا طاقت کو پوری طرح سے ختم کردیا۔

ڈلہوزی اور اصول الحاق (Doctrine of Lapse)

ہندوستانی گورنر جنرل ڈلہوزی نے 1848-1856ء تک خدمات انجام دیں اور انگریزی حکومت کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا۔وہ اپنے سابقہ پیشروؤں کے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ریاستوں پر قابض ہونا چاہتا تھا۔وہ کسی بھی ہندوستانی ریاست کے الحاق کے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔اسے کمزور حکمرانوں سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔وہ مغلیہ سلطنت کو کمزور کرکے دوسری شاہی ریاستوں کے حکمرانوں کو بے دخل کرنا چاہتا تھا۔اس کا ماننا تھا کہ انگریزی نظم ونسق شاہی ریاستوں کے

حکمرانوں کے طریقہ حکمرانی سے بدرجہ بہتر ہے۔اس نے اپنے دور میں دو بڑی جنگیں لڑی جو دوسری سکھ جنگ اور دوسری برما جنگ تھی۔

ڈلہوزی کے اصول الحاق (Doctrine of Lapse) کے مطابق اگر کسی دیسی یا شاہی ریاست کا حکمران جو کمپنی کے ماتحت ہو انتقال کر جائے اور اس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو تو اس کے گود لئے لڑکے کو ریاست کا حکمران نہیں بنایا جاسکتا بلکہ وہ ریاست انگریزی اقتدار کے تحت چلی جائے گی۔اس اصول کے تحت ہندوستان کی کئی دیسی ریاستیں جیسے جھانسی، ستارا، سنبھل پور، ناگپور، جئے پور، بھوپال، اودے پور ریاستوں کو انگریزی اقتدار کے تحت کردیا گیا۔

اس کے علاوہ ڈلہوزی نے سکم کے بڑے علاقے پر قبضہ کرلیا اور اودھ کا بھی الحاق کرلیا۔مغل شہنشاہ کا وظیفہ بند کردیا گیا۔ ارکاٹ اور تنجور کے راجاؤں کے خطابات منسوخ کردیئے گئے۔ برار جو نظام کی مملکت کا حصہ تھا کمپنی کے تحت کردیا گیا۔اس کے علاوہ دارجلنگ کے راجا کو محصول دنیا بھی بند کردیا گیا۔1853ء میں مراٹھا پیشوا باجی راؤ دوم کے انتقال کے بعد آٹھ لاکھ روپے دیا جانے والا وظیفہ بند کردیا گیا۔ باجی راؤ دوم کی جانب سے گود لیا ہوا لڑکا ڈھنڈو پنت" جو نانا صاحب کے نام سے مشہور ہوا" کو انگریزوں نے تسلیم نہیں کیا۔ڈلہوزی نے اپنی ظالمانہ پالیسی کے ذریعہ کئی ریاستوں کا الحاق کرلیا جس سے دیسی حکمرانوں کے دل میں انگریزوں کے تئیں نفرت پیدا ہوئی جو آگے چل کر 1857ء کی غدر یا پہلی جنگ آزادی کا موجب بنا۔

یوروپی اقوام کی آمد

پرتگالی

یوروپی ممالک میں سب سے پہلے ہندوستان کو بحری راستے سے پہنچنے والے پرتگالی تھے۔ پرتگال کے حکمران ہنری نے پرتگال میں جہازرانوں کے لئے ایک اسکول شروع کیا۔ نئے ممالک کی کھوج کرنے والوں کی وہ ہمت افزائی کرتا اور انھیں انعامات واکرامات سے نوازتا تھا۔وہ ہر سال آفریقہ کے مغربی ساحل کی کھوج کے لئے جہاز روانہ کرتا تھا۔واسکوڈی گاما جنوبی آفریقہ کے آخری سرے راس اُمید Cape of Good Hope کو پہنچنے میں کامیاب ہوا۔اس کی مدد ایک گجراتی پائلٹ عبدالماجد نے کی لیکن یہاں پر عربوں نے واسکوڈی گاما کی مخالفت کی۔ اس طرح 17 رمئی 1498ء کو واسکوڈی گاما ہندوستان کے مغربی ساحل کالی کٹ پہنچا۔ بحری راستے سے ہندوستان پہنچنے والا وہ پہلا یوروپی باشندہ تھا۔اس طرح واسکوڈی گاما نے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیا۔اس وقت کالی کٹ کی حکمرانی زامورن (Zamorin) کے ہاتھ میں تھی۔ 1502ء میں واسکوڈی گاما ہندوستان دوسری مرتبہ آیا۔

المیدا (Almeida)

پرتگالی بادشاہ نے المیدا کو تین سال کی مدت کے لئے وائسرائے کی حیثیت سے مقرر کیا اور اس کی مدد کے لئے ایک بھاری فوج بھی بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ پرتگالیوں کے مفادات کا تحفظ ہوسکے اور اسے یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ کلوا، انجدی وا، کنانور اور کوچن کے مقامات پر قلعوں کی تعمیر کرے فرانسیسکو المیدا پرتگال سے روانہ ہوا وہ 1505ء میں ہندوستان پہنچا۔۔اس نے پرتگالیوں کو مزید مستحکم بنانے کے لئے سمندری طاقت (Noval Power) کو مضبوط کیا۔اس کے لئے اس نے بلیو واٹر پالیسی (Blue Water Policy) کی حکمت عملی اختیار کی۔ 1506ء میں اس نے چند فتوحات کے ذریعہ مالابار کے ساحل پر زامورن کی برتری کو مکمل تباہ کردیا۔المیدا کی قیادت میں پرتگالیوں کو ابتداء میں چند ناکامیاں ملی لیکن بعد میں المیدا کی قیادت میں زبردست کامیابیاں حاصل ہوئی۔

اس نے زامورن اور گجرات کے سلطان کے مشترکہ بحری بیڑے کا کامیابی کے ساتھ دفاع کیا۔ اس کامیابی سے بحر ہند پر آئندہ سو سال تک پرتگالی طاقت باقی رہی۔

الفنسو البوقرق Alfonso de Albuquerque(1509-1515)

الفنسو البوقرق 1509ء میں المیدا کا جانشین بنا۔ 1503ء میں اس نے بحری کمانڈر کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور اس کی صلاحیت کے مدنظر اس کو گورنر بنایا گیا۔ وہ ہندوستان میں گوا کو اپنا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ 1510ء میں گوا کو اس نے اپنے قبضہ میں لیا جو بیجاپور سلطنت کے تحت تھا۔ 1515ء میں مشرق بعید میں ملاکا (Malacca) کو فتح کیا۔ خلیج ایران پر حملہ کرتے ہوئے ہرمز (Hormuz) کو اپنے قبضے میں کیا۔ اس نے پرتگال کی طاقت بڑھانے کے لئے قلعوں کی تعمیر کی۔ کئی ہندوستانی اس کی فوج اور انتظامیہ میں شامل تھے۔ ان فوجیوں کو مغربی خطوط پر ٹریننگ دیتے ہوئے مزید ان میں نکھار پیدا کیا گیا۔ البوقرق ایک بہادر جنرل تھا اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا تقابل برطانوی فوجی جنرل رابرٹ کلائیو سے کیا جاتا ہے۔ اس کی فتوحات کی وجہ سے اسے البوقرق اعظم Albuquerque the great کہا جاتا ہے۔

نینوڈا کنہا (1529-1538ء) Nuno da Cunha

البوقرق کے بعد نینوڈا کنہا وائسرائے کی حیثیت سے 1529ء میں ہندوستان آیا۔ اس نے پرتگال کے مرکز کوچین سے گوا کو منتقل کر دیا۔ ہمایوں مغل بادشاہ نے جب گجرات کے حکمران بہادر شاہ کے خلاف پیش قدمی کی تب پرتگالیوں نے بہادر شاہ کا ساتھ دیا تھا۔ جس کے عوض بہادر شاہ نے بین اور آس پاس کے علاقوں سے مالگزاری وصول کرنے اور دیو علاقے میں اپنے قدم جمانے کی بھی اجازت دی تھی لیکن جب ہمایوں 1536ء میں گجرات پر حملہ سے دستبردار ہوا اس کے بعد بہادر شاہ اور پرتگالیوں کے تعلقات میں دراڑ پیدا ہوئی۔ اس کی اہم وجہ گجرات کی عوام اور پرتگالیوں کے درمیان تنازعہ کو سمجھا جاتا ہے۔ بہادر شاہ نے پرتگالیوں اور عوام کے درمیان تصادم کو روکنے کے لئے ایک دیوار تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کی پرتگالیوں نے مخالفت کی اور بہادر شاہ کو مذاکرات کے لئے مدعو کیا۔ جب بادشاہ گفت وشنید کے لئے پرتگالی کشتی میں سوار ہوا تب اسے دھوکے سے قتل کر دیا گیا اور اس کی نعش کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ نینوڈا کنہا کے دور میں پرتگالیوں نے اپنا اثر ورسوخ بنگال اور ہوگلی تک بڑھانے کی کوشش کی۔

گرشیا ڈی نورونہا (1538ء) Garcia de Noronha

گرشیا ڈی نوروہنا 1538ء میں گورنر کی حیثیت سے ہندوستان آیا۔ 1539ء میں نوروہنا نے بہادر شاہ کے جانشین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کے رو سے انھیں دیو کے علاقے کے علاوہ ایک تہائی درآمد پر محصول کی اجازت دے دی گئی۔ کالی کٹ کے حکمران زامورن کے ساتھ بھی ایک معاہدہ تشکیل پایا۔ یہاں پر بھی پرتگالیوں نے کچھ مراعات حاصل کیں۔ پرتگالیوں نے ہندوستان میں ساسیٹ، چول، ممبئی، میلاپور (مدراس) اور بنگال میں ہوگلی کے قریب اپنی بستیاں قائم کی۔ انھوں نے سیلون پر بھی اپنی طاقت بڑھائی۔ فرانسیسکو زاویر 1542ء میں ہندوستان آیا۔ اسی کے دور میں ہندوستان میں عیسائیت کو فروغ ملا۔

پرتگالیوں کی ابتدائی کامیابیوں کی وجوہات

پرتگالیوں کی ابتدائی کامیابیوں کی کئی وجوہات ہیں۔ مالابار ساحل پر پرتگالیوں کی آمد کے وقت چھوٹی چھوٹی ریاستیں آپس میں

ایک دوسرے سے حسد کرتی تھیں۔ یہ چھوٹی ریاستیں پرتگالیوں کی پیش قدمی کو روکنے کے قابل نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ دوسری طرف وجئے نگر سلطنت جس نے تمام جنوبی ہندوستان پر اپنا اثر ورسوخ بنایا تھا داخلی انتشار کی وجہ سے پرتگالیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ شمالی ہندوستان میں بھی ان کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ گجرات سلطنت ہی واحد طاقت تھی جس نے پرتگالیوں سے مقابلہ کیا لیکن انھوں نے کوئی خاص حکمت عملی اختیار نہیں کی۔ کوچین اور مالابار کے ساحلی علاقے اناج کی خاطر خواہ پیداوار نہیں کرسکتے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر ساحل سے تجارت پر ہی انحصار کرتے تھے۔ چنانچہ مقامی حکمرانوں نے بھی غیر ملکی تاجروں اور خاص طور پر پرتگالیوں کا پرتپاک استقبال کیا کیونکہ ان کی زیادہ تر آمدنی کا انحصار سمندر پار تجارت سے تھا۔ اس کے علاوہ ساحل مالابار کے جغرافیائی حالات بھی پرتگالیوں کو اپنے قدم جمانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ ایک طاقتور حریف کی عدم موجودگی بھی پرتگالیوں کے لئے ایک نعمت ثابت ہوئی۔ 1493ء میں پوپ الیگزنڈر ششم (Pope Alexander VI) نے خصوصی طور پر پرتگالیوں کو مشرق کے ساتھ تجارت کی اجازت دی تھی۔ دوسرے اس وقت پوپ کے فرمان کو تمام یورپ میں قانون کا درجہ دیا جاتا تھا جبکہ پروٹسٹنٹ طبقے کے حامل دوسرے یورپی ممالک پوپ کے فرمان کی مخالفت نہیں کرسکے کیونکہ اس وقت وہ زیادہ طاقتور نہیں تھے لیکن وہ ہمیشہ مشرق سے تجارت کے موقع کی تلاش میں تھے۔ ڈچ جو بعد میں پرتگالیوں کے کٹر حریف بن گئے انھوں نے بھی ابتداء میں پرتگالی اجارہ داری کو چیلنج نہیں کیا تھا۔

ڈچ (ولندیزیوں) کی ہندوستان میں آمد

1602ء میں امسٹرڈم (Amsterdam) کے تاجروں نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی Dutch East India Company قائم کی۔ اس کمپنی نے اپنے حکمران سے وسیع اختیارات حاصل کئے جن میں کسی بھی ملک کے خلاف اعلان جنگ کرنا، کسی بھی علاقے پر قبضہ کرنا اور معاہدات تشکیل دینا نیز ختم کرنا شامل تھا۔ 1605ء میں ولندیزیوں نے اپنی پہلی فیکٹری مسولی پٹنم میں قائم کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی اہم فیکٹریاں پالیکٹ 1610ء، سورت 1616ء، مسولی پٹنم 1641ء اور کوچن 1663ء میں قائم کی۔ انھوں نے ہندوستان سے مختلف اشیاء جیسے ریشم، قلمی شورہ، (پوٹاشیم نائٹریٹ جو بارود میں استعمال ہوتا تھا)، افیون اور چاول وغیرہ کو مشرق بعید کے جزائر کو دیئے۔ 1605ء میں انھوں نے پرتگالیوں سے امبویانہ کو چھین لیا اور ملایا کے مجمع الجزائر (Malyam Archipelogo) جنھیں گرم مسالوں کے جزائر کہا جاتا تھا 1619ء میں وہاں سے پرتگالیوں کا عملاً صفایا کردیا۔ جکارتہ پر بھی انھوں نے قبضہ کرلیا۔ 1639ء میں گوا کی ناکہ بندی کردی۔ 1641ء میں ملاکا (Malacca) کو فتح کرتے ہوئے پرتگالیوں کے آخری علاقے سیلون پر 1658ء میں قبضہ کیا۔ گرم مسالوں کی تجارت سے حاصل ہونے والے زبردست منافع نے انھیں سماترا، جاوا اور مولوکس جزائر منتقل ہونے پر آمادہ کیا۔ انڈونیشیا پر یہ 1949ء تک قابض رہے۔

ولندیزیوں کی کامیابی کے اسباب

ولندیزیوں کی مستقل مزاجی اور الوالعزم رویہ نے انھیں کئی کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ کونین اور وین ڈائی مین جیسے قابل جنرلوں کی خدمات نے مشرق میں انھیں کئی کامیابیاں دلوائیں۔ وہ اپنے حریفوں کے تجارتی، مالی اور بحری طاقتوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ پرتگال جواب تک مشرق میں طاقتور موقف رکھتا تھا رفتہ رفتہ وہ زوال پذیر ہوگیا اور انگریز جو ان کے دوسرے حریف تھے وہ بھی طاقتور نہیں تھے۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کو شاہی سرپرستی حاصل نہیں تھی۔ مزید یہ کہ انگریز اپنے بادشاہ اسٹوارٹ کو بے دخل کرنا چاہتے

تھے۔اسٹوراٹ بادشاہ کی خارجہ پالیسی انگریز کمپنی کے مفادات کے موافق نہیں تھی۔

اورنگ زیب کے بعد مغل حکمران (1857-1707)

بہادرشاہ- I/شاہ عالم- I(1712- 1707)

☆اپنے وقت کے ایک مورخ کافی خان نے انہیں شاہ بیخبری (غافل بادشاہ) کے نام سے پکارا تھا۔

جہاندارشاہ(1713-1712)

1712 جہاندارشاہ نے جزیہ ٹیکس کو ختم کر دیا (جزیہ ٹیکس پہلی بار 712 میں محمد بن قاسم نے ہندوستان میں متعارف کرایا تھا اور 1712 میں مستقل طور پر ختم کر دیا گیا تھا)

ان کے دور میں ایک نیا زمینی ریونیو سسٹم، ''اجارا'' متعارف کرایا گیا تھا جس میں زمین کی آمدنی درمیانی لوگوں کے ذریعے جمع کی جاتی تھی۔

فرخ سیر(1719-1713)

انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی نے سرجان ولیم ہیملٹن کو فرخ سرا کے علاج کیلئے بھیجا اس کے علاج سے خوش ہوکر شہنشاہ نے 1717 میں ایک فرمان جاری کیا جسکے مطابق کمپنی نے تین مغل صوبوں تین مغل صوبوں یعنی بنگال، دکن اور گجرات میں کسٹم فری ٹریڈ (تجارتی) مراعات حاصل کیں۔اس شاہی فرمان کو ایسٹ انڈیا کمپنی کا میگنا کارٹا کہا جاتا ہے۔

محمد شاہ رنگیلا 1749- 1719

ان کا اصلی نام روشن اختر تھا ان کی خوش مزاجی اور انتظامیہ کی مکمل لاپرواہی غفلت کی وجہ سے محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور ہوئے.
اس کے دو اعلیٰ افسروں نے اپنی اپنی سلطنتیں قائم کی جو یہ ہیں.

(1) سعادت خان برہان الملک:- اس نے 1722 میں سلطنت اودھ کی بنیاد ڈالی جسکا دارالحکومت فیض آباد تھا اور بعد میں لکھنو منتقل کر دیا گیا۔

(2) نظام الملک:-ان کا اصلی نام میر قمرالدین خان تھا انھیں آصف جاہ اور چن قلیج خان کے القابات سے نوازا گیا تھا وہ مغل بیوروکریسی میں تورانی گروپ کے سربراہ تھے 1724 میں دکن میں ریاست نظام کی بنیاد رکھی اسکا ابتدائی دارالحکومت اورنگ آباد تھا اور بعد میں اسے حیدرآباد منتقل کر دیا گیا۔

1739 میں نادرشاہ جو ایرانی نپولین کے نام سے مشہور تھا اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور اس نے جنگ کرنال میں محمد شاہ کو شکست دے دی اس نے کوہ نور ہیرا اور تخت طاؤس کے ساتھ 70 کروڑ مالیت کی بے پناہ رقم لیکر چلتا بنا۔

محمد شاہ رنگیلا تخت طاؤس پر بیٹھنے والا آخری مغل حکمران تھا۔

احمد شاہ (1754- 1748)

اس کے دور حکومت میں اس کا وزیر عماد الملک حقیقی حکمران بنا جب ان کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تو عماد الملک نے شہنشاہ کو اندھا کر کے قید کر دیا۔

عالمگیر II(1759–1754)

☆انکا اصل نام عزیز الدین تھا اور عالمگیر ثانی کے لقب سے حکومت کرتے تھے (اورنگ زیب کو عالمگیر اول کہا جاتا ہے)۔

شاہ عالم-1759–1806)II)

☆انکا اصل نام علی گوہر تھا۔

☆اپنے وزیر اعظم عماد الملک کے خوف سے وہ دہلی سے فرار ہوکر بارہ سال تک اودھ میں پناہ گزین کی حیثیت سے اپنی زندگی گزاری۔

اکبرII–(1806–1837)

☆انگریزوں نے انہیں 11,50,000 روپے سالانہ پنشن عطا کرنے کی منظوری دی۔اس نے رام موہن رائے کو راجہ کا خطاب دیا اور اسے اپنی پنشن بڑھانے کی درخواست کرنے کے لیے انگلینڈ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔راجہ رام موہن رائے کا انتقال 1833 میں انگلینڈ میں ہوا اور برسٹل میں ان کی تدفین کی گئی۔

(1837–1857)II– بہادر شاہ

☆ یہ آخری مغل بادشاہ تھے۔

☆ انگریزوں نے 1858 میں گرفتار کر کے رنگون جلاوطن کر دیا تھا۔مغل خاندان کا باقاعدہ خاتمہ 1862 میں رنگون میں بہادر شاہ کی موت کے ساتھ ہوا۔

بنگال پر قبضہ

مرشد قلی خان(1727–1717)

بنگال کے مغل گورنر مرشد قلی خان نے 1717 میں آزادی کا اعلان کرتے ہوئے مرشد آباد کو اپنا دار الحکومت بنایا۔

سراج الدولہ(1757–1756)

یہ 1756 میں بنگال کے نواب بنے ان کے دور حکومت میں انگریزوں کے ساتھ تنازعات کی بنا پر جنگ پلاسی کی لڑائی ہوئی۔

پلاسی کی جنگ کے اسباب درج ذیل ہیں۔

☆ 1756 میں سراج الدولہ نے فورٹ ولیم پر قبضہ کر لیا اور 146 انگریز افسروں کو ایک چھوٹے سے تاریک کمرے میں رکھا گیا. اپنی کتاب دی بلیک ہول ٹریجڈی میں ایک انگریز شخص ہول ویل نے ذکر کیا ہے کہ صرف 23 قیدی زندہ بچ گئے اور ما باقی اس تاریک کمرے میں دم گھٹنے سے مر گئے۔

جنگ پلاسی(1757)

جنگ پلاسی 23/ جون 1757 کو بھاگیرتی کے کنارے لڑی گئی اور انگریزوں کی طرف سے ہندوستان کی فتح اس جنگ سے شروع ہوئی اور اس جنگ کے بعد ہندوستان میں انگریزوں کی پوزیشن مضبوط کر دی اور رابرٹ کلائیو اس جنگ میں سازش کے ذریعے فتح یاب ہوا۔کلائیو نے نواب کے دربار کے کچھ افسروں یعنی میر جعفر، رائے درالبھا اور لطیف خان کے ساتھ مل کر سازش کی جنہوں نے نواب کو دھوکہ دیا۔

میر جعفر (1760– 1757)

انگریزوں نے جنگ پلاسی میں مدد کرنے پر میر جعفر کو بنگال کا نواب بنایا۔

میں انگریزوں نے ڈچوں کو شکست دے کر ہندوستان سے نکال دیا۔انہوں نے 1760 میں میر جعفر کو برطرف کر کے انکے بھتیجے میر قاسم کو بنگال کے تخت پر بٹھایا۔

میر قاسم (1763–1760)

میر قاسم نے اپنا شکر ادا کرنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کیلئے چٹاگانگ بردھوان اور مدناپور اضلاع کی زمینداری عطا کی۔اس نے اپنا دارالحکومت بنگال کے مرشد آباد سے بہار کے مونگھیر میں منتقل کیا۔انگریزوں کے اثر کو کم کرنے کے لیے (اس وقت بہار اور اڑیسہ بنگال کے حصے تھے) مونگھیر کے مقام پر ایک جدید اسلحہ ساز فیکٹری قائم کردی اور انگریزوں کو برطرف کر دیا اور اس کے بعد میر جعفر کو دوبارہ تخت پر بٹھادیا۔

جنگ بکسر (1764)

میر قاسم نے شاہ عالم–دوم اور شجاع الدولہ کے ساتھ سہ فریقی اتحاد قائم کیا۔اس اتحاد کو 1764 میں جنگ بکسر میں میجر ہیکٹر منرو کی قیادت میں برطانوی افواج نے زیر کرلیا

قومیت کا عروج اور تحریک آزادی ہند

ہندوستان کی جنگ آزادی ایک باشعور تحریک ہے۔اس کا مطالعہ عوام میں قومیت کے جذبہ کو پیدا کرتا ہے۔یہ تحریک ملک گیر یعنی پورے ملک میں چلائی گئی۔اس تحریک کے کئی مقاصد تھے۔یہ تحریک صرف سیاسی نہیں بلکہ معاشی اور سماجی آزادی کی تحریک تھی۔ہندوستان کے تقریباً تمام فرقوں نے اس میں حصہ لیا۔لہذا اس تحریک نے عوام میں اتحاد کا جذبہ پیدا کیا۔اس تحریک کو تین حصوں میں چلایا گیا۔

(1) اعتدال پسند

(2) انتہا پسند

(3) دستوری انقلابی اور دوسرے طریقے

ہندوستانی قومی تحریک کے آغاز کے اسباب

غیر ملکی حکمرانی اور نسلی تفرق

ہندوستان میں برطانوی حکومت کی وجہہ سے عوام کے دلوں میں قومی جذبہ پیدا ہوا۔برطانیہ کی نسلی پالیسی نے ہندوستانیوں سے تمام اہم نظم ونسق اور حکومت کے فیصلوں کو نافذ کیا لیکن ہندوستانیوں کے سیاسی حقوق نہیں دیئے۔غیر ملکی حکومت ہمیشہ عوام میں فوقیت کے جذبہ کو بیدار کرتی ہے۔اور ہندوستان بھی اس بیداری سے بچ نہیں سکا۔

انگریزی تعلیم

انگریزی تعلیم نے بھی قوم پرستی کے جذبات پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا لیکن اس تعلیم کے برے اثرات بھی ظاہر ہوئے

جس کے نتیجے میں مختلف زبانیں اور قومی ثقافت کو نظر انداز کیا گیا۔ پھر بھی انگریزی تعلیم نے ہندوستانیوں میں آزادی، مساوات اور جمہوریت کے نظریہ کو پیدا کیا۔ ہندوستانی عوام جو انگریزی علم سے آراستہ ہوئے وہ فرانس اٹلی اور جرمنی کے انقلابات اور قومی تحریک سے متاثر ہوئے۔ اس طرح ایرلینڈ کی جنگ آزادی کے بارے میں واقف ہوئے۔ ان معلومات سے عوام میں قوی قومیت کا احساس اور جذبہ پیدا ہوا۔

قومی ادب اور صحافت

1821ء میں راجا رام موہن رائے نے کلکتہ سے پہلا اخبار سمبد کوموی (Sambad Kaumudi) بنگالی زبان میں نکالا اور 1822ء میں دوسرا اخبار میرات الخبار (Mirat ul akhbar) فارسی زبان میں نکالا۔ ان اخباروں کے ذریعہ معاشرتی اصلاح کو بڑھوا دیا گیا۔

سیاسی اتحاد

برطانوی حکومت سے ہندوستان میں انتظامی اور سیاسی اتحاد پیدا ہوا جس کے نتیجہ عوام میں قومیت کا جذبہ ترقی پایا اور ملک میں ایک ہی قسم کے نظم ونسق یا انتظام کو نافذ کرنے کی وجہہ سے عوام میں اتحاد پیدا ہوا۔ یہ اتحاد قومیت کا نظریہ بن گیا۔

انگریز حکمرانوں کی پالیسیاں

برطانوی حاکموں کی مخالف ہندوستانی پالیسی کی وجہہ سے عوام میں قومی جذبہ پیدا ہوا۔ اس ضمن میں ہندوستان کے ایک وائسرے لارڈ لٹن کی مخالف ہندوستانی پالیسی قابل ذکر ہے۔ اس نے دہلی میں دربار ایسے موقع پر قائم کروایا جب کہ ہندوستانی قحط کی وجہہ سے فاقے کرر ہے تھے۔ افغانستان کی دوسری جنگ میں ہندوستانی خزانے کے تیس کروڑ روپئے خرچ ہوگئے۔ اور ہندوستانی اخبارات پر پابندی لگانے کی وجہہ سے عوام کو غصہ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہندوستانیوں کو ہتھیار رکھنے پر پابندی عائد کردیا عوام برہم ہوگئی لٹن نے ہندوستانیوں کو برطانوی عہدوں پر کم کردیا۔ نیز وائسرے کے اس برتاؤ سے تعلیم یافتہ لوگوں کے دلوں میں قومیت کا جذبہ ابھرنے لگا۔

انگریزوں کی معاشی پالیسی

ہندوستان کی دولت برطانیہ کو منتقل ہونے کی وجہہ سے ملک مفلسی کا شکار ہوگیا۔ بروک آدمس کے الفاظ میں دنیا کی تاریخ میں کہیں پر بھی اتنی کثیر دولت ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل نہیں ہوئی۔ ہندوستانی دستکاری اور صنعتوں کو سخت نقصان پہنچا جو انگریزوں کی آزاد پالیسی کو اپنانے سے ہوا۔ برطانیہ اپنی فیکٹریوں کے لئے خام مال ہندوستان سے بہت ہی کم قیمت میں خریدتا اور انگلستان میں تیار شدہ اشیاء اعلی قیمتوں پر فروخت کرتا جس سے ہندوستان کی دستکاری اور معیشیت تباہ ہوگئی۔ برطانوی پالیسی کی وجہہ کسان شدید مقروض ہوگئے۔ برطانوی تاجر ہندوستانی کسانوں کو ان کے مقصد کی فصلیں پیدا کرنے پر مجبور کردئے جس کے نتیجے میں غذائی اجناس کی فصلیں کم ہونے سے قحط سالی پیدا ہوئی اس لئے برطانوی معاشی پالیسی کی وجہہ سے عوام کے جذبات بھڑک اٹھے اور قومی جذبات پیدا ہوئے۔

سماجی ومذہبی اصلاحی تحریکیں

ہندوستانی نشاۃ ثانیہ 19 صدی عیسوی میں سماجی ومذہبی اصلاحات کی تحریک سے شروع ہوتا ہے اس تحریک کے مشہور

ومعروف سماجی مصلح راجا رام موہن رائے ۔سوامی دیانند سرسوتی ،سوامی وویکا نندا نے اپنے بیانات سے قومی جذبہ اور خود اعتمادی کو ہندوستانیوں میں ترقی دی۔ڈاکٹرانی بیسنٹ جو پیدائشی آئرلینڈ عورت تھی۔اپنی پسند سے ہندوستانی شہری بن گئی اور ہندوستانیوں میں مادر وطن کے لئے محبت اور عزت بڑھانے کی کوشش کی۔

البرٹ بل

عدالتی محکموں میں نسلی امتیاز کی وجہہ سے ہندوستانیوں سے جونا انصافی ہوئی جو لارڈ رپن کے دور تک ہوتی رہی۔اس ناانصافی کو ہٹانے کی کوشش لارڈ رپن نے کی اور مسٹرالبرٹ سے قانونی معاملے میں مشورہ طلب کیا۔مسٹرالبرٹ کے مشورے پر ایک بل بنائی گئی جس کی رو سے متذکرہ ناانصافی یا امتیاز کو دور کیا جانے لگا۔یہ عمل برطانیوں میں غصہ کی لہر پیدا کی اور انہوں نے حکومت کے خلاف متحدہ ہوکر اس بل کی منسوخی کے لئے جدوجہد کی۔جس انداز سے انگریزوں نے اس بل کی مخالفت کی اور ہندوستانیوں کا متحدہ ہوکر کامیاب ہوجانا ہندوستانیوں کے لئے سبق آموز درس بنا۔ ہندوستانیوں کو یہ سبق ملا کہ اپنے مطالبوں کو پورا کرنے کے لئے متحدہ ہونا ضروری ہے۔

انڈین نیشنل کانگریس

ہندوستان کی تاریخ میں اور اسکی آزادی کی جنگ میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام ایک نیا موضوع بنکر ابھرا ہے۔اس پارٹی کے احکامات کی روشنی میں کئی تحریکیں وجود میں آئیں تا کہ ملک کو آزادی مل سکے۔دانشور اور تعلیم یافتہ اپنے خیالات کا اظہار ایک عام سیاسی اساس پر کانگریس کے وجود کے ساتھ ہی کرنے لگے۔اس قسم کی قومی تنظیم کو قائم کرنے والا ایک انگریز تھا۔ جسکا نام "Allen Octavian Hume" تھا۔اس لئے اس نے آگے بڑھکر ہندوستانیوں کے لئے نیشنل کانگریس قائم کروایا۔اے۔او۔ہیوم کا ساتھ دینے والے افراد سریندر ناتھ بنرجی ،فیروزشاہ مہتا ،دادا بھائی نوروجی ،سبرامنیم ایر وغیرہ تھے۔انڈین نیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس گوکل داس تیج پال سنسکرت کالج بمبئی میں 28 سے 30 ڈسمبر تک منعقد ہوا۔ نیشنل کانگریس کے پہلے اجلاس کی صدرات بنگال کے مشہور برسٹر ومیش چندر بنرجی نے کیا۔جس میں پورے ملک سے 72 مندوبین نے شرکت کی۔بیرونی ممالک کے مندوبین جیسے ہنری کاٹن ،وڈربرن کے علاوہ اے۔او۔ہیوم نے اس اجلاس میں شرکت کیا۔

ہندوستانی قومی تحریک کے تین ادوار

(1) پہلا دور 1885ء سے 1905ء کے دور کو اعتدال پسند دور Moderate Period کہتے ہیں۔

(2) دوسرا دور 1905ء سے 1918ء تک رہا اس دور کو انتہا پسند دور Extremists Period کہتے ہیں۔

(3) تیسرا دور 1919ء سے 1947ء تک رہا اس کو گاندھیائی دور GandhianEra کہتے ہیں۔

اعتدال پسند دور (1885-1905ء)

اس اعتدال پسند دور کے نمایاں رہنما یہ ۔ایس۔این۔بنرجی ،دادا بھائی نوروجی ،بدرالدین طیب جی ،فیروزشاہ مہتا ،گوپال کرشن گھوکھلے ،آنندا چارلیو تھے۔اعتدال پسند تحریک کے دوران دادا بھائی نوروجی برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔اعتدال پسند کے قومی لیڈروں کا نظریہ برطانوی نظم ونسق کے تعلق سے بہت اچھا تھا۔ان کا مقصد حکومت سے ہندوستانیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ اصلاحات منظور کروانا تھا۔اس وقت ان کے ایجنڈہ میں سوراج آزادی کا مطالبہ نہیں تھا۔

اعتدال پسندوں کے کارنامے

اعتدال پسند دور میں کانگریس نے عوام میں سیاسی شعور خصوصاً متوسط طبقے کے لوگوں میں تصنیفات اور تقریروں کے ذریعہ پیدا کیا۔ یہ دور قومی تحریک کے بیج بونے کے دور سے تعبیر کیا گیا۔اور ایک مضبوط و مستحکم جنگ آزادی کی بنیاد ڈالی۔ 1892ء کے قانون کی منظوری اس دور کی اہم کامیابی تھی۔اس ایکٹ کے ذریعہ مرکزی اور صوبائی مقننہ میں ہندوستانی اراکین کی تعداد کو بڑھا دیا گیا۔ان اراکین کو مقننہ میں بجٹ پر بحث کرنے اور اس پر سوالات کرنے کا اختیار دیا گیا۔نیز انہیں معاشی استحصال پر نکتہ چینی کا موقع دیا گیا۔دادا بھائی نوروجی اور آر۔سی دت نے کامیابی کے ساتھ برطانوی معاشی پالیسیوں کو برطانوی نواز اور غیر ہندوستانی قرار دیا۔

انتہاء پسندوں کا دور (1905-1918ء)

نیشنل کانگریس کے اعتدال پسند دور کی پالیسیوں کے اثرات برطانوی حکومت پر کارگر نہ ہوسکے۔جس کی وجہ سے کانگریس کے ارکان اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستانیوں کو برطانیوں کے خلاف شدید جدوجہد کے ذریعہ اپنے مطالبوں کو حاصل کرنا چاہیئے۔ان افراد کو انتہاء پسند کہتے ہیں۔انتہاء پسند لیڈروں میں اہم مقام رکھنے والے افراد لالہ لجپت رائے، بال گنگا دھر تلک، بپن چندر پال ان تینوں افراد کو مختصر نام جیسے لال، بال پال سے یاد کیا جانے لگا۔یہ تینوں رہنما انتہاء پسند دور میں (1905-1918ء) قومی تحریک کی رہنمائی کررہے تھے اور ہندوستان کی قومی تحریک کی تاریخ میں انہیں انتہاء پسند دور سے یاد کیا جاتا ہے۔اروند گھوش بھی انتہاء پسند دور کے ایک اہم لیڈر تھے۔

وندے ماترم تحریک 1905ء (سودیشی تحریک)

لارڈ کرزن نے انتظامی سہولت کے لئے بنگال کو دو صوبوں میں تقسیم کیا حقیقت میں کرزن کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کو علحدہ کردینا تھا۔اس لئے ہندو اور مسلمان متحدہ ہوکر بنگال کی تقسیم کی مخالفت کرنے لگے۔

بنگال کی تقسیم کے خلاف جو تحریک ہوئی وہ نہ صرف بنگال میں بلکہ پورے ملک میں شدت کے ساتھ چلائی گئی اس تحریک کو سودیشی یا وندے ماترم کی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔وندے ماترم کی تحریک ہندوستان کی سب سے پہلی اجتماعی تحریک تھی جسکو کانگریس لیڈروں نے چلایا۔

اس تحریک کو چلانے سے عوام میں قومی جذبہ پیدا ہوا اور وندے ماترم کی نظم سے ہوا۔جو بنکم چندر چٹرجی کی ناول آنند مٹھ میں ہے۔حالانکہ اس تحریک کو شروع کرنے والے اعتدال پسند لیڈر سریندر ناتھ بنرجی تھے۔لیکن ان کے ہاتھ سے نکل کر تحریک انتہاء پسند لیڈروں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔اس تحریک کا ایک حصہ یہ بھی تھا جس میں برطانیہ کا تیار شدہ مال کپڑے اور اس کے قائم کردہ تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ کیا گیا۔غیر ملکی کپڑوں کے انبار کو آگ لگا کر برباد کردیا گیا۔اس تحریک میں دونوں فرقے ہندوؤں اور مسلمانوں نے حصہ لیا تھا۔

بائیکاٹ تحریک کے ساتھ ساتھ لیڈروں نے تعمیراتی پروگرام بھی شروع کئے جیسے قومی تعلیمی ادارے اور مقامی صنعتیں۔وندے ماترم تحریک کے مشہور رہنما یہ بال گنگا دھر تلک، لالہ لاجپت رائے، بپن چندر پال، اروند گھوش تھے۔

وندے ماترم کی تحریک سودیشی تحریک کی ایک اہم روح رواں تھی۔سودیشی تحریک کا نظریہ ملک کے کونے کونے کے عوام

پر اثر انداز ہوا اس کے جذبات اور احساسات اور نظریئے تمام امور میں پھیل گئے جیسے تعلیم، ثقافت، تجارت، صنعت اور دیگر امور میں چند ہندوستانیوں نے ہندوستان میں مال تیار کرنے کے لئے صنعتیں قائم کر لی۔ جس میں اسٹیل، جہاز سازی، ادویات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس تعلق سے چند ہندوستانیوں کو بیرونی مما لک جیسے جاپان اور جرمنی کو تربیت حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ لوگوں نے برطانوی تعلیم کو بائیکاٹ کیا کیونکہ وہ سودیشی ترقی کی رکاوٹ تھی۔ کئی مقامات پر قومی تعلیمی ادارے قائم کئے گئے تا کہ قومی تعلیم ترقی پائے ان میں ایک ادارہ نیشنل کالج کے نام سے مچھلی پٹنم میں قائم کیا گیا۔ مشہور شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے انگریزی میں لکھنا اور بات کرنا بند کر دیا اور لوگوں سے بھی اس طریقے کو اختیار کرنے پر زور دیا۔

سودیشی تحریک آندھرا کے علاقے میں بھی چلائی گئی۔ جس میں آندھرا کے مشہور ومعروف لیڈر گڈی چرلا، ہر سروتم راؤ، ایا دیورا کالیشوراؤ، نیاپتی سباراؤ اور دوسرے افراد سودیشی تحریک کے جذبہ کو عوام میں پھیلایا۔ سودیشی تحریک کا جذبہ اس وقت اور بھی زیادہ بڑھ گیا جبکہ بنگال کے مشہور لیڈر بپن چندر پال نے آندھرا کا دورہ کیا۔ 1907ء میں راجمنڈری میں گورنمنٹ کالج کے طلباء نے وندے ماترم کے بیاچس لگانے سے اور وندے ماترم کے نعرے بند کرنے سے انکار کر دیئے۔ جس کی پاداش میں انہیں کالج سے نکال دیا گیا۔ ہری سروتم راؤ کا مشہور معروف نام " آندھرا تلک" سے مانا جانے لگا۔ کاکی ناڈا میں کرسن راؤ نامی لڑکے کو ایک میڈیکل آفسر ڈاکٹر کیمپ نے بُرے طریقہ سے اس لئے مارا اس نے وندے ماترم کے نعرے لگا رہا تھا۔ ڈاکٹر کمپ کی اس حرکت سے عوام ناراض ہو کر اس کے خلاف کاروائی شروع کر دیئے۔ تقسیم بنگال تحریک کو 1905ء میں چلایا گیا۔ تلک نے سودیشی تحریک کو پورے ملک میں عام کرنے کے لئے اور پھیلانے کے لئے اہم رول ادا کیا۔ برطانوی حکومت کی کاروائی کی وجہہ سے یہ تحریک ملک میں ختم ہونے کی حد تک پہنچ گئی۔ برطانوی حکومت نے ایک کھیل کھیلا جس کو پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی کہتے ہیں اور اعتدال پسند قومی رہنما اور مسلمانوں کی طرف داری حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے دستوری رعایتیں منظور کرنے کا اعلان 1909ء انڈین کونسل ایکٹ میں کیا۔ اسکے ذریعہ مسلمانوں کے لئے علحدہ انتخابی حلقے مختص کئے گئے تلک کو گرفتار کر کے رنگون کے جیل میں قید کیا گیا۔ لیکن عوام میں سودیشی تحریک کا جذبہ پیدا کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

سنہ 1911ء میں برطانوی شہنشاہ جارج پنجم ہندوستان کے دورے کے وقت ہندوستان کا صدر مقام کلکتہ سے دہلی کو منتقل کیا گیا اور جارج پنجم نے خود بہ نفس نفیس بنگال کی تقسیم منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔

منٹو مارلے اصلاحات 1909ء

برطانوی حکومت نے وندے ماترم تحریک کے بعد قومی اعتدال پسندوں کو مطمئن کرنے کے لئے چند اصلاحات جاری کئے جسکو منٹو مارلے اصلاحات یا 1909ء کا قانون کہتے ہیں۔ اس ایکٹ کے مصنفین ہندوستان کے وائسرے منٹو مارلے اور سیکریڑی آف اسٹیٹ فار انڈیا لندن تھے۔

Act کے اہم نکات

قانون ساز کونسل کی توسیع

1909ء کے ایکٹ کے مطابق مرکزی اور صوبائی لجسلیٹیو کونسلوں میں اراکین کی تعداد مناسب حد تک بڑھادی گئی۔ مرکزی مقننہ میں

اراکین کی تعداد 16 سے بڑھا کر 69 کردی گئی۔ان میں سے 37 اراکین سرکاری اور بقیہ 32 غیر سرکاری تھے۔32 غیر سرکاری میں سے 5 اراکین کو وائسرے نامزد کرتا بقیہ 27 اراکین کو تاجر، زمیندار، مسلم اور صوبائی مقننہ کے اراکین اور یونیورسٹی کے سینٹ کی طرف سے منتخب کیا جاتا تھا۔اس ایکٹ کے مطابق مقننہ میں سرکاری اراکین کو زیادہ اختیارات دئے گئے تھے۔ ہندوستانی غیر سرکاری اراکین کی تعداد کو دگنی کردیا گیا تھا۔ بڑے بڑے صوبوں کے مقننہ میں ارکان کی تعداد 50 چھوٹے صوبوں میں ان کی تعداد 30 اراکین پر مشتمل تھی۔

قانون پر تنقید

اس ایکٹ کی سب سے پہلی خامی یہ تھی کہ ہندوستانیوں کو کسی قسم کے اختیارات نہیں دیئے گئے تھے۔اس میں ہندوستانی عورتوں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم رکھا گیا۔اس ایکٹ کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے انتخابی حلقے مقرر کئے گئے۔جس کی وجہ سے سکھوں اور عیسائیوں کو بھی علحدہ حلقے دیئے جانے کا امکان پیدا ہوا۔مسلمانوں کو علحدہ حلقے دینے کی وجہ سے ملک کو 1947ء میں دو حصوں میں تقسیم کرنا تھا۔

انقلابی تحریکیں

غدر پارٹی

غدر پارٹی بین الاقوامی سطح کی ایک انقلابی اور سیاسی تحریک تھی جس کو شمالی امریکہ میں آباد ہندوستانیوں نے شروع کیا تھا۔ پہلی مجلس 1913 میں پورٹ لینڈ میں منعقد ہوئی جس میں ہندی اسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی گئی۔ یہ وہی ہندی اسوسی ایشن ہے جس کا نام بعد میں ہندوستان غدر پارٹی یا غدر پارٹی میں تبدیل ہوا۔لیکن یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ غدر پارٹی کی تحریک اچانک رونما نہیں ہوئی بلکہ 1913 میں پارٹی کے قیام سے قبل بہت سی سرگرمیاں ہوئی جس نے انقلابی تحریک کا راستہ ہموار کیا۔

غدر انقلابی تحریک میں زیادہ تعداد پنجاب کے ان باشندوں کی تھی جو 1904ء میں شمالی امریکہ کے مغربی ساحل پر آباد ہو گئے تھے۔ان میں سے بھی بڑی تعداد پنجاب کے جالندھر اور ہوشیار پور علاقہ سے تعلق رکھنے والے قرض دار کسانوں اور پنجاب کے ان ہندوستانی فوجیوں کی تھی جو ہند برطانوی فوج میں خدمت انجام دے چکے تھے۔

شمالی امریکہ کے مغربی ساحلی علاقوں میں جہاں یہ ہندوستانی آباد تھے وہاں مقامی لوگوں کے رویہ اور نقل مکانی کے قوانین نے انہیں یہ احساس دلادیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو منظم کریں۔لہذا غدر پارٹی کے قیام میں ان تمام عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔

ابتدائی سرگرمیاں

ہندوستانیوں کو منظم کرنے اور انہیں قوم پرستی کے شعور سے آشنا کرنے کے لیے ترکا ناتھ داس نامی ایک ہندوستانی طالب علم نے ''فری ہندوستان'' نامی اخبار کا آغاز کیا۔ ہندوستانی تارکین وطن کے درمیان غدر تحریک کی پہلی سیاسی سرگرمی 1907ء میں ظاہر ہوئی جب رام ناتھ پوری نے سرکلر آزاد (سرکلر آف برٹ) کا اعلان کیا۔ترکا ناتھ داس نے فری ہندوستان نامی اخبار اور جی۔ڈی کمار نے گرمکھی میں سودیش سیوک نامی اخبار نکالا۔ان دونوں اخباروں نے معاشرتی اصلاح کی حمایت کی اور ساتھ ہی ہندوستانی فوجیوں کو ہتھیار بند بغاوت کے لیے ابھارا۔ا

غدر پارٹی کی تحریک کے بعد دو تحریکیں ہندوستان میں چلائی گئیں جنہیں تاریخ میں ہوم رول لیگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پہلی ہوم رول لیگ تحریک جس کے سربراہ بال گنگا دھر تلک تھے اس کا آغاز اپریل 1916 میں بلگام میں منعقد ممبئی صوبائی کانفرنس سے ہوا۔ یہ تحریک وسطی مہاراشٹرا، بمبئی شہر، کرناٹک اور وسطی صوبوں میں سرگرم رہی۔ دوسری ہوم رول لیگ تحریک اینی بیسنٹ نے شروع کی جس کا آغاز ستمبر 1916ء میں ہوا۔ یہ دونوں تحریکیں ایک عوامی تحریک نہ بن پانے کی وجہ سے سال 1917 کے نصف میں ماند پڑ گئیں حالانکہ یہ تحریکیں عوامی تحریک کے طور پر شروع کی گئی تھیں۔

بھگت سنگھ

غدر پارٹی کی تحریک اور تلک اور اینی بسنٹ کی ہوم رول لیگ کے خاتمے کے ساتھ ہی ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ میں انقلابی تحریکوں کے پہلے دور کا خاتمہ ہوتا ہے۔ انقلابی تحریک کی تاریخ میں 1922 سے ایک دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب انقلابی تحریک پنجاب، اتر پردیش اور بنگال میں سرگرم ہوتی ہے۔ بھگت سنگھ اسی زمانے میں سرگرم ہوئے۔

بھگت سنگھ کی پیدائش ایک وطن پرست خاندان میں 1907 میں ہوئی تھی۔ ان کے والد کانگریس سے ملحق تھے جب کہ ان کے چچا اجیت سنگھ ایک انقلابی تھے۔ بھگت سنگھ غدر تحریک کے ہیرو کرتار سنگھ سربھ سے متاثر تھے۔ اس کے علاوہ بیرون ملک میں چل رہی انقلابی تحریکوں کے ساتھ ساتھ سوشلزم اور سویت یونین سے بھی کافی متاثر تھے۔ ان تمام موضوعات پر وہ کتابیں پڑھتے اور اپنی تنظیم ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن اسوسی ایشین کے ممبران کے ساتھ سیاسی اور سماجی مدوں پر بحث ومباحثہ کرتے۔ حالانکہ 1929 سے پہلے وہ انتہا پسندی پر یقین رکھتے تھے لیکن 1929 میں اپنی گرفتاری سے پہلے ہی وہ سیاسی انتہا پسندی کو چھوڑ کر ایک عوامی تحریک کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے ایک عوامی انقلابی تحریک کی ضرورت ہے۔ ان کا یقین تھا کہ انقلاب عوام کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ اپنے انہی نظریات کی تکمیل کے لیے انہوں نے نوجوان بھارت سبھا کی بنیاد 1926 میں رکھی جس کا مقصد نوجوانوں، کسانوں اور مزدوروں کے درمیان سیاسی سرگرمی جاری رکھنا تھا۔ اسی سبھا کے وہ سکریٹری بھی تھے۔ بھگت سنگھ اور سکھدیو نے لاہور اسٹوڈنٹ یونین نامی تنظیم بھی طالب علموں کے درمیان سیاسی کام کرنے کے لیے قائم کی تھی۔ ان کی یہی سرگرمی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ انہوں نے کبھی انقلابی تحریک کو دہشت گردی سے جوڑ کر نہیں دیکھا۔ اس بات کی تصدیق ان کے اس رویہ سے بھی ہوتی جب 1929 میں انہوں نے بی۔ کے دت کے ساتھ قانون ساز اسمبلی میں بم پھینکا تو اس کا مقصد کسی کو مارنے سے زیادہ اپنے انقلابی خیالات کی اشاعت تھا۔ اسی طرح وہ باتیں جو وہ اپنے ساتھیوں سے انقلاب کے بارے میں کہتے تھے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے لیے انقلاب کا مطلب دہشت گردی قطعی نہیں تھا۔ ان کا مقصد سب سے پہلے ہندوستان کو آزاد کرانا اور پھر اس کو ایک سماج وادی نظام پر مبنی ریاست میں تبدیل کرنا تھا۔

بھگت سنگھ سوشلزم سے متاثر تھے اور ہندوستان کو بھی وہ اسی نظریہ کی بنیاد پر ایک سوشلسٹ ملک بنانا چاہتے تھے۔ ان کے لئے سوشلزم کا مطلب سرمایہ دار طبقہ کے غلبہ کا خاتمہ تھا۔ وہ کارل مارکس کے طبقاتی جدوجہد کو پوری طرح قبول کر چکے تھے۔

انہوں نے خود کو ہندوستان میں سوشلزم اور کمیونزم کے مبلغ کے طور پر دیکھا۔ انہوں نے 1930 میں کہا تھا کہ انقلاب سے مراد موجودہ سماجی نظام کا خاتمہ ہے جس کے لیے حکومت کا اقتدار ضروری ہے کیوں کہ حکومت کا اقتدار اعلیٰ طبقہ کے ہاتھ میں ہے۔ عوام کے مفاد کی حفاظت اور ہمارے اصولوں کو حقیقت میں تبدیل کرنا ہی کارل مارکس کے اصولوں کے مطابق سماجی بنیاد رکھنا ہے۔

اپنے ہم عصر دوسرے لیڈروں کی طرح ہی وہ فرقہ پرستی کو ہندوستانی سماج اور ہندوستانی قومی تحریک کے لیے خطرہ مانتے تھے۔

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ فرقہ پرستی استعماریت کی طرح سے ہی ایک بڑا خطرہ ہے۔ فرقہ پرستی کے معاملہ میں لالہ لاجپت رائے کو تنقید کرنے سے گریز نہیں کیا۔ جب لالا لاجپت رائے 1924 میں فرقہ پرست سیاست کی طرف مائل ہوئے تھے۔ بھگت سنگھ کا یہ عقیدہ تھا کہ لوگوں کا ذہن مذہبی اور ضعیف الاعتقادی کی گرفت سے آزاد ہونا چاہئے۔

بھگت سنگھ انقلابی تحریک کی طرف یونہی مائل نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے سرگرمی سے پہلے کئی ایسے واقعات پیش آئے جس نے ان کو انقلابی راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ مثلاً 1922 میں گاندھی جی کا تحریک ترک موالات کو اچانک سے معطل کرنا' اس کے علاوہ گاندھی جی کی قیادت اور ان کے عدم تشدد کے اصولوں کی ناکامی نے لوگوں میں بے چینی پیدا کردی تھی۔ یہ وہی بے اطمینانی تھی جس نے نوجوانوں کو انقلابی اور سیاسی انتہا پسندی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

شمالی ہندوستان کے نوجوان جیسے سچندرناتھ سانیال' جویش چٹرجی اور رام پرساد بسمل نے دوبارہ اپنے آپ کو منظم کیا۔ اپنے انہی انقلابی مقاصد کی تکمیل کے لیے اکتوبر 1924 میں کانپور میں ملاقات کی اور ہندوستان ریپبلکن اسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی اور برطانوی حکومت کے خلاف ہتھیار بند انقلاب کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اپنی انجمن کو مالی امداد اور ہتھیار فراہم کرنے کی غرض سے سرکاری خزانے پر ڈاکہ بھی ڈالا۔ ان تمام ڈکیتیوں میں سب سے اہم کاکوری کی ڈکیتی تھی جو تاریخ میں کاکوری سازش کے معاملے سے جانا جاتا ہے۔ 9 اگست 1925 کو سہانپور سے لکھنو جارہی ریل کو کاکوری کے مقام پر لوٹ لیا۔ اس ڈکیتی کے بعد حکومت نے اس معاملے میں ہندوستان ریپبلکن اسوسی ایشن کے کئی ممبران کو گرفتار کیا اور ان پر کاکوری معاملہ کی سازش کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ جیل میں ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا گیا جس کی مخالفت میں ان لوگوں نے بھوک ہڑتال کی۔ اس معاملہ میں اشفاق اللہ خان' رام پرساد بسمل' روشن سنگھ اور راجندر لاہری کو پھانسی دی گئی۔ چار لوگوں کو کالا پانی میں عمر قید کی سزا دی گئی اور انڈمان بھیج دیا گیا اور باقی 17 لوگوں کو قید کی سزا ہوئی حالاں کہ چندر شیکھر آزاد جو اس انجمن کے ممبر تھے پولیس کے گرفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

کاکوری معاملے کے بعد نوجوانوں نے اتر پردیش اور پنجاب میں انقلابی تحریک کو زندہ کیا۔ بجوئے کمار سنہا' شوورما' جئے دیو کمار اتر پردیش میں سرگرم رہے تو پنجاب میں بھگت سنگھ' بھگوتی چرن وہرا اور سکھودیو، چندر شیکھر آزاد کی قیادت میں سرگرم رہے اور ہندوستان ریپبلکن اسوسی ایشن نامی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ 9-10 ستمبر 1928 کو دہلی کے فیروز شاہ کوٹلا کے میدان میں مجلس بلائی جس میں سوشلزم ان کا منزل مقصود ہونا طے پایا چونکہ یہ لوگ سوشلزم سے کافی متاثر تھے اس لیے تنظیم کا نام تبدیل کرکے ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن رکھ دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی بھگت سنگھ کی انقلابی تحریک کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس اسوسی ایشن کی قیادت میں ہندوستانی نوجوان ایک عوامی انقلابی تحریک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن ان کی سرگرمی کا ظہور اس وقت ہوا جب 30 اکتوبر 1928 کو سائمن کمیشن کے خلاف لاہور میں مظاہرہ ہورہا تھا جس میں لالا لاجپت رائے کو پولیس نے لاٹھی سے مار کر بری طرح زخمی کردیا تھا' جس کی وجہ سے ان کی موت ہوگئی۔ بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں نے اسے قوم کی بے عزتی سمجھ کر اس کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا اور دوبارہ ابتدائی دور کی انقلابی تحریک کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اس پولیس آفیسر کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس منصوبہ کے تحت 13 دسمبر 1928 کو بھگت سنگھ' چندر شیکھر آزاد اور راجگرو نے لاہور میں سانڈرس (Saunders) نامی ایک پولیس آفسر کو جس نے لالا لاجپت رائے پر لاٹھی چلائی تھی قتل کردیا۔

بھگت سنگھ نے اپنے انقلابی اور سیاسی تصور کو عوام تک پہنچانے کے لیے اسوسی ایشن کے دوسرے ممبران کے ساتھ مل کر ایک اور منصوبہ تیار کیا جس کے تحت بھگت سنگھ اور بی۔ کے۔ دت نے پبلک سیفٹی بل اور ٹریڈ ڈسپیوٹ(Trade Dispute Bill) بل کی مخالف میں 8 اپریل 1929 کو مرکزی قانون ساز اسمبلی میں بم پھینکا چونکہ ان کا مقصد کسی کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ لوگوں کو اپنی انقلابی تحریک سے آگاہ کرنا تھا اس لیے وہ بم پھینکنے کے بعد وہیں ٹھہرے رہے اور اپنی گرفتاری دی۔ بھگت سنگھ اور بی۔ کے۔ دت پر اسمبلی میں بم پھینکنے کے معاملہ میں مقدمہ چلایا گیا۔ اسی وقت پولیس سانڈرس کے قتل کا معاملہ بھی سامنے لیکر آئی جس کے تحت بھگت سنگھ، سکھ دیو، راج گرو اور دوسرے لوگوں کو لاہور معاملہ میں سازش کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔ ان کے بیانات اخباروں میں شائع کئے گئے جس نے انہیں لوگوں میں کافی مقبول بنا دیا۔ جب وہ عدالت جاتے تو ''انقلاب زندہ باد'' اور ''سامراج مردہ باد'' کا نعرہ لگاتے ہوئے جاتے۔ بہت سے لوگوں کو لاہور سازش میں مجرم قرار دیا گیا۔ کچھ لوگوں کو عمر قید کی سزا ملی جبکہ ان میں سے کچھ کو انڈومان سیلولر جیل (Cellular Jail) بھیج دیا گیا۔

بھگت سنگھ، سکھ دیو اور راجگرو کو پھانسی کی سزا دی گئی جس کو 23 مارچ 1931 کو عمل میں لایا گیا۔ ان نوجوانوں کی شہادت ہندوستانی تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جس نے ہندوستان کے تمام لوگوں کو صدمہ میں ڈال دیا۔ بھگت سنگھ کو کافی شہرت ہوئی اور ان کے لیے نظمیں لکھی گئیں۔

چندر شیکھر آزاد اور دوسرے انقلابی

چندر شیکھر آزاد کی ولادت 23 جولائی 1906 کو مدھیہ پردیش کے ضلع علی راجپور میں ہوئی تھی۔ ان کا اصل نام چندر شیکھر تیواری تھا۔ تعلیم کے لیے انہیں بنارس کے کاشی ودیا پیٹھ بھیجا گیا۔ جب ان کی عمر صرف 15 سال کی تھی وہ گاندھی جی کی تحریک ترک موالات تحریک میں شامل ہوئے۔ جب گاندھی نے اچانک اپنی تحریک معطل کردی تو آزاد نے رام پرشاد بسمل اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہندوستان ریپبلکن اسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی جو بعد میں ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن اسوسی ایشن کے نام سے جانی گئی۔

اس قوم پرست نوجوان نے اپنی انقلابی تحریک کے واسطے مالی ضروریات کے لیے حکومت کے خزانے پر ڈاکا ڈالنا شروع کیا۔ 1925 کی کاکوری سازش میں آزاد بھی شامل تھے۔ اس میں شامل ہندوستان ریپبلکن اسوسی ایشن کے بہت سے ممبران کو سزائے موت ہوئی جبکہ چندر شیکھر پولیس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ لاہور سازش جس میں سانڈرس (Saunders) نامی پولیس آفسر کا 1928 میں قتل کر دیا گیا تھا، آزاد بھی شامل تھے۔

بھکتی تحریک

سلطنت دہلی کے قیام سے پہلے راجپوت دور (647-1200ء) دور میں سماج میں عدم مساوات اور ہندومت پر مبنی رسومات رائج تھیں۔ ان کی جگہ بھکتی (عقیدت) گیان (علم) اور کرما (عمل) کے راستے پیش کئے جن پر عمل کرتے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے خوشگوار روابط اور مساوات قائم کر سکتے ہیں۔

بھکتی تحریک کا اہم مقصد اسلام کے اثرات کو روکنا، جبری مذہبی تبدیلی روکنا اور ہندو مذہب کا احیاء تھا۔ مختلف علاقوں سے آئے کچھ مشہور بھکتی مبلغین رامانند۔ کبیر۔ گرونانک۔ ولبھ چاریہ۔ شنکرادیوا۔ تکارام۔ ایکناتھ۔ چیتنیا۔ میرابائی اور تلسی داس وغیرہ نے ملک کے مختلف حصوں میں اپنے اپنے طور پر بھکتی تحریک کو عام کرنے کی کوشش کی۔

بھکتی تحریک میں ایک خدائے واحد کی عبادت اور اسی کے حوالے ہوجانا اہم اصول تھے۔اس بات کا عقیدہ تھا کہ انسانی جسم ایک مندر کی مانند ہے اور او رروح ابدی ہے۔

بھکتی تحریک کی تین اہم خصوصیات اس طرح تھیں۔

1) اسلامی اثرات کا مقابلہ کرنے اور اسلام کی پیروی سے روکنے کے لیے ہندو مذہب میں اصلاحات لانا۔

2) ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کرنا تا کہ ہندو مسلم طبقات میں دوستانہ مراسم قائم ہوں۔

3) اور اس بات کو عام کرنا کہ خدا کی نظر میں سب ایک ہیں۔اور پیدائش کا تعلق مذہب یا نجات سے نہیں ہے۔

بھکتی تحریک کی خصوصیات

☆ بھکتی تحریک نے توحید پر زور دیا۔

☆ بھکتی تحریک نے ایک ایسے خدا کی پرستش پر زور دیا تھا جو کسی حالت میں موجود تھا یا اس کی کوئی حالت نہیں تھی۔

☆ خدا کے وجود کو ماننے والوں لوگوں کو مزید دو گروہوں کرشنا مارگی اور رامارگی میں تقسیم کیا گیا۔

☆ خدا کو کسی ہیئت میں نہ ماننے والے لوگوں نے مورتی پوجا کو ترک کیا۔ان کا کہنا تھا کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور وہ ہر فرد کے دل میں رہتا ہے۔

☆ شمال اور جنوب کے بھکتی سنتوں نے گیان (علم) کو بھکتی تحریک کا اہم عنصر قرار دیا۔

☆ چونکہ علم یا گیان صرف مدرس یا گرو کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اس لیے بھکتی تحریک کے ماننے والوں نے استاذ کے ذریعے ہی حصول علم کو لازمی قرار دیا۔

بھکتی اور صوفی تحریک۔ملی جلی تہذیب

☆ بھکتی صوفی تحریک سے جدید ہندوستانی زبانیں ہندی، مراٹھی، بنگالی اور گجراتی کو فروغ ملا۔

☆ بھکتی تحریک کی سادگی اور مقامی زبان میں اس کی تعلیمات یہ دو اہم خصوصیات تھیں جنہوں اس تحریک کی مقبولیت اور کامیابی میں اہم کردار ادا کیا۔

بھکتی تحریک کے نتائج

☆ بھکتی تحریک کا سب سے پہلا اور اہم اثر ہندو مسلم اختلافات کو کم کرنا تھا۔ایک مذہب کے ماننے والوں نے دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔

☆ اس تحریک کا دوسرا اہم فائدہ ذات پات کے نظام کا خاتمہ تھا

☆ بھکتی تحریک کے اثرات ہندوستان اور بیرون ملک میں تادیر محسوس کیے گئے۔اکبر اعظم بھی بھکتی اور صوفی فلسفیوں سے متاثر ہوا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اس نے مذہب کے معاملے میں سیکولر رویہ اختیار کیا تھا۔

قرون وسطیٰ کے اہم بھکتی سنت

میں نامدیو، رامانند، نمبارا اور ولبھ چاریہ وغیرہ شامل تھے۔

نامدیو (1270-1350ء)

نامدیو مشہور بھکتی سنت کا تعلق مہاراشٹرا ہینگولی ضلع کے نصری گاؤں سے تھا۔وہ ہندومت کے ورکری فرقے کے مشہور و

معروف سنت ہیں۔مراٹھی زبان میں لکھی گئی ان کی شاعری خدا کے حضور عقیدت اور محبت کا اظہار کرتی ہے۔ان کے کچھ اشعار سکھوں کی مقدس کتاب ادی گرنتھ میں بھی شامل کئے گئے ہیں۔

رامانند(1400-1480ء)

رامانند رامانج کے چیلے تھے۔ان کی پیدائش پریاگ الہ آباد میں ہوئی اور پرورش بنارس میں ہوئی۔وہ بھگوان رام کے عقیدت مند تھے۔انہوں نے رامانندی سمپر ادیا کو متعارف کرایا۔انہوں نے رام اور سیتا کی پوجا کو اہمیت دی۔انہوں نے سنسکرت کے مقابلے میں ہندی میں پرچار کیا۔یہی وجہہ ہے کہ ان کی تعلیمات عام لوگوں میں مقبول ہوئیں۔ان کے چیلوں میں روی داس ایک موچی تھے جب کہ کبیر ایک جولاہے تھے۔سینا حجام تھے اور دھنا ایک جاٹ کسان تھے۔پیپا راجپوت تھے۔

کبیر(1440-1518ء)

بھکتی سنتوں میں کبیر کا نام اہم ہے۔اس دور میں مروج سماجی نظام پر کبیر نے سب سے زیادہ تنقید کی تھی۔انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے شدت سے اپیل کی۔کاشی میں ان کی ملاقات عظیم سنت رامانند سے ہوئی جنہوں نے کبیر کو اپنا چیلا بنالیا۔

سب سے پہلے انہوں نے ایک خدا کی پرستش پر زور دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم خدا کو رام، گوونداً اللہ یا صاحب کچھ بھی کہتے ہیں۔اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔یہ سب ایک ہی ہیں۔کبیر کا کہنا تھا کہ خدا کی کوئی شکل نہیں ہے۔انہوں نے مورتی پوجا کی سختی سے مخالفت کی۔انہوں نے بھگوان کا روپ دینے کی بھی مخالفت کی۔انہوں نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ روحانیت کی تلاش میں روزمرہ کی زندگی کو ترک نہ کریں۔کبیر نے ذات پات کے نظام کی سختی سے مخالفت کی۔ان کے ماننے والے کبیر پنت کہلائے جاتے تھے۔ان کی نظمیں دوہے کہلاتی ہیں جنہیں بیجک کہا جاتا ہے۔اپنی ایک نظم میں کبیر نے کہا کہ "اگر کسی پتھر کی پوجا سے خدا ظاہر ہوتو وہ چٹان کی پوجا کے لیے تیار ہیں۔

گرونانک(1469-1535ء)

گرونانک سکھ مت کے بانی اور بھکتی تحریک کے اہم سنت تھے۔وہ 1469ء موجودہ ریاست پنجاب کے تلونڈی ننکانہ میں پیدا ہوئے۔یہ لاہور سے آدھا کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔وہ کھتری خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔نانک نے بھی ایک خدا کی پرستش پر زور دیا۔ان کے مطابق محبت اور عقیدت سے ہی ہم خدا کے فضل کے حق دار بن سکتے ہیں۔اور ہمیں حقیقی نجات مل سکتی ہے۔خدا کے ساتھ مکمل لگاؤ کے ساتھ ہی ہم اس تک پہونچ سکتے ہیں۔نانک نے مورتی پوجا اور مقدس یاتراؤں اور مختلف عقائد کی سختی سے مخالفت کی اور کردار کی شفافیت پر زور دیا۔

ولبھ چاریہ(1474-1530ء)

ولبھا چاریہ کی پیدائش وارناسی میں مقیم ایک تلگو برہمن خاندان میں ہوئی۔انہیں ولبھ بھی کہا جاتا ہے۔انہوں نے کرشن کو بنیاد بنا کر پشتی فرقہ کی بنیاد رکھی جو ہندوستان کے برج علاقے میں مقبول ہوا۔انہوں نے شدھا دھیوتا فلسفے کا پرچار کیا۔انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں امو بھیا سا، شودھاش گرنتھ اور سری سروتم سوترا اہم ہیں۔　سری کرشنا دیورائے نے لبھ کو جگت گرو کا لقب عطا کیا

سورداس(1478-1584ء)

سورداس سرسوتی برہمن خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔نابینا تھے۔وہ ایک سنت، شاعر اور موسیقار تھے۔وہ بھگوان کرشن کی عقیدت میں گائے گئے گیتوں کے لیے مقبول تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ صرف کرشن بھکتی کے ذریعے ہی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔سور

داس نے اپنی تصنیف ''سرساگر(گیتوں کا سمندر'' میں ہزاروں گیت لکھے۔ان کی دیگر مقبول تصانیف ''سرسراولی'' تھی۔جس میں نظریہ پیدائش اور ہولی کے تہوار کا تذکرہ تھا۔ان کی ایک اور تصنیف ''ساہتیہ لہری'' تھی۔ ان کے گیتوں سے ان کی بھگوان کرشن اور رادھا کے بارے میں گہری عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

چیتنیا(1486-1534ء)

چیتنیا نے بنگال میں بھکتی کو فروغ دیا۔24 سال کی عمر میں وہ ایک روحانی قائد کے طور پر ابھرے۔انہوں نے گاودیا ویشنوزم کی بنیاد ڈالی۔ان کی بھکتی بھگوان کرشن کے بارے میں تھی۔ انہوں نے ہرے کرشنا نعرے کو مقبول بنایا۔ان کے بموجب سری کرشن ہی واحد بھگوان تھے اور سبھی عبادات ان کے لیے ہی ہونی چاہیے۔

میرابائی(1498-1546ء)

میرابائی سولہویں صدی عیسوی کی شمالی ہند کی ایک مقبول سنت' شاعرہ اور کرشن بھکت تھیں۔وہ راجستھان کے پالی ضلع کڑکی کے ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوئی تھیں۔وہ مرتا کے رتن سنگھ راٹھور کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ان کی شادی اٹھارہ سال کی عمر میں 1516ء میں میواڑ کے رانا سنگا کے بیٹے بھوج راج سے زبردستی کردی گئی تھی۔ برنداوان میں 1546ء میں ان کی وفات ہوئی۔

تلسی داس(1532ء-1623ء)

گوسوامی تلسی داس بھی ایک اور مقبول ویشنو سنت' شاعر'مصلح اور فلسفی تھے۔وہ جگت گرو رامانند چاریہ سلسلے کے رامانندی سمپرادیا سے تعلق رکھتے تھے۔وہ رام کے سچے بھکت تھے اورانہیں روحانی رہنما اور گرو مانا کرتے تھے۔۔ان کی یادگار کتاب ''رام چرت مانس'' ہے جو اودھی زبان میں 1574ء میں لکھی گئی۔یہ والمیکی کی جانب سے سنسکرت میں لکھی گئی رامائن پر مبنی ہے۔انہوں نے ''ہنومان چالیسا'' بھی لکھا جو ہنومان کی عقیدت میں لکھا گیا مقبول بھجن ہے۔ان کے دیگر مقبول کام گیتاولی' ساہتیہ رتن' دوہاولی' ویراگوا' سندپچنی اور ونئے پتریکا ہیں۔یہ تمام برج بھاشا میں لکھے گئے۔انہوں نے ''رام لیلا'' ڈرامے بھی شروع کئے جو رامائن کی ڈرامائی شکل تھی اور یہ آج بھی شمالی ہند میں مقبول ہے۔

تکارام

تکارام سترہویں صدی عیسویں کے ایک بھکتی سنت تھے جن کا تعلق مہاراشٹرا سے تھا۔وہ عام طور سے سنت تکارام' تکارام مہاراج' توکوبا یا توکوبریا کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔وہ ہندو بھگوان وشنو کے اوتار وٹھل یا وٹھوبا کے کے عقیدت مند تھے۔تکارام اپنی تصنیف ''ابھنگ'' کے لیے جانے جاتے ہیں

صوفی تحریک

صوفی ازم اور تصوف اسلام اور اسلامی تہذیب کا ایک جز ہے صوفی ازم کے تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔**پہلہ دور** :اس دور کی شروعات حضرت محمدؐ اور انکے صحابہ سے لیکر جنید بغدادی تک جاتی ہے۔

۲۔**دوسرا دور** :اس دور کی شروعات بغدادی کے دور سے ہوئی اور اس دور میں سماع کی شروعات ہوئی جس میں موسیقی کے آلات بجائے جاتے تھے اور اس میں نظمیں پڑھی جاتی تھی۔

۳۔**تیسرا دور** :اس دور کی شروعات شیخ ابولسعید بن ابولخیر کی آمد سے ہوتی ہے اور اسی دور میں پہلی خانقہ کی شروعات ہوئی۔

لفظ ''صوفی'' کے آغاز کی کئی توضیحات ہیں۔ایک خیال ہے کہ چونکہ صوفیائے کرام صوف کے بنے جبے پہنا کرتے تھے اس طرح لفظ صوفی شروع ہوا۔کچھ اور لوگ صفا سے لفظ صوفی کو جوڑتے ہیں جس کا مطلب نیک اور پارسا ہے۔سب سے پہلے بصرہ کے جاہز نے 869ء میں لفظ صوفی کو استعمال کیا۔

جدید ہندوستان میں سماجی و مذہبی اصلاحی تحریکیں

19 ویں صدی عیسوی کا دور جدیدیت کا عبوری دور تھا۔ایک طرف قدیم تہذیب کے مختلف دھاروں نے ہندوستانی سماج کی تشکیل کی تھی تو دوسری طرف جدید فکر اور نئے نظریات قدیم تمدن سے متصادم تھے۔ان دونوں کے ٹکراؤ سے سماج میں کئی مسائل پیدا ہوئے۔ان سماجی مسائل اور سماجی برائیوں کی اصلاح اور علاج سماجی اور معاشی ترقی کے لیے ضروری تھا۔اسی کے پیش نظر سماجی اور مذہبی مصلحین نے سماجی و مذہبی مسائل اور سماجی برائیوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔

اس دور کی مذہبی اور سماجی تحریکوں کے دو پہلو تھے۔ایک اصلاحی پہلو جس کا مقصد سماج میں موجود برائیوں کا خاتمہ کر کے جدید تعلیم سے مستفید اور سائنسی ترقی سے ہمکنار ہونا تھا۔اس کا دوسرا پہلو احیا پسندی کا تھا جس کے تحت ہندوستانی تمدن، روایات اور رسم و رواج کا احیاء مقصود تھا جو مغربی تعلیم اور جدیدیت کی وجہ سے ہندوستانی سماج سے ختم ہوتے جا رہے تھے۔ ہندوستانی سماج میں دو قسم کے مسائل تھے۔(۱) عام مسائل (۲) مخصوص مسائل۔۔ ہندوستان کے عام مسائل میں تعلیم کا مسئلہ سرفہرست تھا۔ ہندو اور مسلمان دونوں طبقات مذہبی اور روایتی تعلیم سے وابستہ تھے۔تعلیم کا مقصد صرف لکھنا پڑھنا اور معمولی حساب کتاب سے واقفیت حاصل کرنا تھا۔ ہندو، گروکل اور پاٹھ شالاؤں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مسلمانوں کی درسگاہ کو مکتب کہتے تھے لیکن ان کے پاس بھی جدید سائنسی تعلیم کا فقدان تھا۔ طب، ریاضی، فلکیات کی تعلیم صرف نظریاتی نوعیت کی تھی کیوں کہ تجربہ گاہیں نہیں تھیں۔مسلمانوں اور ہندوؤں کے ذہن پر روایتی انداز کی چھاپ تھی اور وہ مغربیت سے دور بھاگتے تھے۔تعلیم اعلیٰ طبقہ تک محدود تھی۔خواتین کی تعلیم کو اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔
ان کا دوسرا مسئلہ معاشی پسماندگی تھا۔اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں جہاں ہندوستان میں ایک جانب بہت زیادہ غریبی تھی اور کسان اور غریب طبقات زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم تھے تو دوسری جانب امراء اور رئیس طبقہ عیش وعشرت کی زندگی گزار رہا تھا۔
ان کا تیسرا مسئلہ توہم پرستی تھا لیکن دونوں اقوام توہم پرستی کے خول سے باہر نکلنے کو تیار نہیں تھیں۔توہم پرستی ہی ان کی تعلیمی، سماجی اور معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔

اس دور میں کئی سماجی، مذہبی اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئی تھیں جن کا مقصد تعلیمی، سیاسی اور معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی تعمیر نو تھا۔مغربی تعلیم اور انگریزوں کی آمد کی وجہ سے ہندوستانیوں کے ذہنی رجحانات میں بے شمار تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔سماجی مصلحین نے ہندوستانی سماج سے توہم پرستی، قدامت پرستی اور دیگر سماجی برائیوں کا خاتمہ کر کے جدید اور سائنسی تعلیم کے ذریعہ سماجی، تعلیمی اور معاشی ترقی میں اہم رول ادا کیا۔۔انیسویں صدی میں راجہ رام موہن رائے، دیویندر ناتھ ٹائیگور، راناڈے، دیانند سرسوتی، بال گنگادھر تلک، سوامی وویکانند، سرسید احمد خان، امبیڈکر اور دیگر کئی مصلحین کے سماجی نظریات نے قومی رجحانات پر بہت گہرا اثر ڈالا جو بعد میں ہندوستان کی سیاسی آزادی اور معاشی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ذیل میں انیسویں صدی کی چند اہم سیاسی و سماجی تحریکوں کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے۔

راجہ رام موہن رائے اور برہمو سماج (1833-1774)

راجہ رام موہن رائے کو انیسویں صدی کی مذہبی اور سماجی اصلاحی تحریک کا بانی کہا جاتا ہے۔راجہ رام موہن رائے کی پیدائش

1774ء میں بنگال کے ایک روایتی برہمن خاندان میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام رما کانت رائے اور والدہ کا نام تارینی دیوی تھا۔ 15 سال کی عمر میں انہوں نے بنگالی زبان میں بت پرستی کے خلاف ایک رسالہ شائع کیا تھا۔ 1805ء میں انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کرلی اور 1814ء تک وہاں کام کیا۔ وہ لارڈ ولیم بینٹک (William Bentinck) کے ہمعصر تھے۔

راجہ رام موہن رائے نے ہندوستانیوں کو انگریزی اور مغربی تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے ہندو کالج کے قیام میں اپنا تعاون دیا جو جدید تعلیم کا مرکز رہا۔ انہوں نے پریس کی آزادی کے لیے جدوجہد کی اور سماجی برائیوں کے خاتمہ اور تعلیمی ترقی کے لیے انتھک کوشش کی۔ اسی مقصد کے تحت انہوں نے 1815ء میں آتمیا سبھا قائم کی جو 1828ء میں برہموسماج میں تبدیل ہوگئی۔ برہمو سماج میں ایک خدا کی پرستش پر زور دیا گیا اور تمام مذہب کے احترام کو بنیادی اصول بنایا۔ رام موہن رائے نے بت پرستی کی لغویات کو فاش کردیا۔ انہوں نے دیوی دیوتاؤں کی ساری کہانیوں، چمتکاروں اور بتوں کو مسترد کردیا جنہوں نے خدا کی وحدت کو مضحکہ خیز بنادیا تھا۔ رام موہن رائے کی وحدانیت، عقلی اور اصولی تجزیہ پر مبنی تھی۔ انہوں نے سماجی اور مذہبی شعبوں میں بنیادی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا۔ وہ وحدانیت، اسلام کے اصول، تصوف کی تعلیمات، عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات اور مغرب کی آزادانہ سوچ اور روشن خیال نظریات سے متاثر تھے۔ اسی لیے ان کو ہندوستانی نشاۃ ثانیہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

برہموسماج کے اہم اصولوں کا خلاصہ

(1) بت پرستی اور ذات پات کے نظام کی تردید۔

(2) عالمی رواداری اور تمام مذاہب اور ان کی مقدس کتابوں کا احترام

(3) وحدانیت یعنی ایک خدا پر ایمان کا تصور

(4) عالمی بھائی چارگی اور وفاداری کے اصولوں پر عمل

(5) برہموسماج کے مقاصد میں مذہبی سرگرمیوں کے علاوہ غریبوں کی امداد، خواتین کی تعلیم، تکنیکی اور عام تعلیم کا فروغ بھی شامل تھا۔

برہموسماج کے دروازے تمام مذاہب کے لوگوں کے لیے کھلے تھے۔ راجہ رام موہن رائے نے ذات پات کے نظام، برہمنوں کی بالادستی، توہم پرستی اور بت پرستی کی کھل کر مخالفت کی۔ برہموسماج کا مقصد ہندو مذہب میں پیدا شدہ خرابیوں کو دور کرکے اس کی ماضی کی عظمت کو ویدوں اور اپنشدوں کے مطابق قائم کرنا تھا۔ وہ ہندو مذہب میں کسی نئے فرقے کو جنم دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس کو اس کی اصلی حالت میں لانا چاہتے تھے۔ برہموسماج نے سماجی اصلاحات کے کام بھی انجام دیئے۔ ستی اور کمسنی کی شادی کے رواج کی مخالفت کی۔ لارڈ ولیم بینٹنک کے تعاون سے ستی کی غیر انسانی رسم کو ختم کرنے کے لیے قانون نافذ کروایا جس کی وجہ سے ہندو طبقہ راجہ رام موہن رائے کے خلاف ہوگیا اور ان پر جان لیوا حملے کیے گئے۔ ہندوستانیوں کی معاشی اور سماجی پسماندگی دور کرنے کے لیے مغربی تعلیم کی بھرپور حمایت کی۔

راجہ رام موہن رائے ایک اچھے ادیب اور صحافی تھے۔ انہوں نے اخبارات اور جریدوں کی ادارت کی۔ ان میں بنگالی ہفتہ وار سمواد کومودھی (1821، ایک بنگالی ہفتہ وار اور فارسی ہفتہ وار مرآۃ الاخبار (1822 قابل ذکر ہیں جو راجہ رام موہن رائے کے افکار ونظریات کو تمام ہندوستانیوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ ان کی تحریروں میں تحفۃ الموحدین بہت مشہور ہے۔

دیویندر ناتھ ٹیگور (1817-1905)

دیویندر ناتھ ٹیگور ایک ہندوستانی فلسفی اور سماجی مصلح تھے۔ انہوں نے برہمو سماج میں ایک نئی جان ڈال دی تھی۔ ان کے والد کا نام دیووارکا ناتھ ٹیگور تھا جو بنگال کے شاہی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش 15 مئی 1817ء میں کلکتہ میں ہوئی۔ انہوں نے تتوابودھنی نامی ایک ماہنامہ شائع کیا جو برہمو سماج کا ترجمان تھا۔ دیویندر ناتھ ٹیگور اور کیشو چندر سین نے مل کر ستی کی غیر انسانی رسم کے خلاف جدوجہد کی اور ہندوستان میں خواندگی کی شرح بڑھانے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ ان کا مقصد تھا کہ تعلیم سے عام لوگ استفادہ حاصل کریں۔ انہوں نے مورتی پوجا، توہم پرستی اور ذات پات کے خلاف آواز اٹھائی۔ برہمو سماج میں بیواؤں کی شادی اور خواتین کی تعلیم کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ کم عمری میں شادی اور ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کی رسم کی مذمت کی۔ دیویندر ناتھ ٹیگور نے بنگال میں شانتی نکیتن نامی (Shanti Niketan) ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جس کو ان کے قابل سپوت رویندر ناتھ ٹیگور نے ایک بین الاقوامی یونیورسٹی میں تبدیل کیا۔ دیویندر ناتھ ٹیگور کی وفات 1905ء میں ہوئی۔

کیشو چندر سین (1838-1884)

کیشو چندر سین ایک مشہور سماجی مصلح تھے۔ ان کی پیدائش 1838ء میں کلکتہ میں ہوئی۔ وہ 19 سال کی عمر میں راجہ رام موہن رائے کی قائم کردہ برہمو سماج سے وابستہ ہو گئے۔ ذات پات کی حد بندیوں اور درجہ بندیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اچھوتوں کے استحصال کے خلاف آواز بلند کی۔ ستی کے رواج کو ختم کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی۔ خواتین کی تعلیم پر زور دیا۔ برہمو سماج دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ٹیگور اور ان کے ساتھی آدی برہمو سماج سے منسلک ہو گئے اور کیشو چندر سین کے ساتھی بھارتیہ برہمو سماج سے وابستہ ہو گئے۔

دیانند سرسوتی ۔ آریہ سماج (1875)

سوامی دیانند سرسوتی آریہ سماج کے بانی تھے۔ 12 ستمبر 1824ء کو گجرات کے ایک خوشحال برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ دیانند سرسوتی کا شمار ہندوستان کے عظیم مصلحین اور فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ دیانند سرسوتی ویدوں کی بنیاد پر ہندو سماج میں اصلاحات کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے وحدانیت کا درس دیا، توہم پرستی، مورتی پوجا، ذات پات اور اچھوت پن کی مخالفت کی۔ انہوں نے خواتین کی ترقی، ان کے مساویانہ حقوق اور ان کی تعلیم پر زور دیا اور بیواؤں کی شادی کی حوصلہ افزائی کی۔ وہ 60 سے زائد کتابوں کے مصنف رہے لیکن ان کی سب سے اہم کتاب ''ستیہ ارتھ پرکاش'' (1875) ہے جس میں انہوں نے ویدوں کی تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے ہندوستان میں پہلی بار ان ہندوؤں کو دوبارہ ہندو دھرم میں واپس لانے کی کوشش کی جنہوں نے عیسائیت یا دیگر مذاہب کو قبول کیا تھا۔ جسے شدھی تحریک کہتے ہیں۔ لالہ ہنس راج اور لالہ لاجپت رائے کی نگرانی میں مغربی تعلیم مہیا کرنے کے لیے دیانند اینگلو۔ ویدک ٹرسٹ قائم کیا گیا۔ 1880ء کے بعد شاہی ریاست حیدرآباد میں آریہ سماج اور اس کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ حیدرآباد کے ممتاز آریہ سماجی قائدین میں مہاتما نارائن سوامی، کیشو راؤ کورٹکر، پنڈت ونائیک راؤ، ودیالنکار اور پنڈت نریندر جی شامل تھے۔ 1936ء میں آخری نظام حکمران نے آریہ سماج کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی تھی

راما کرشنا پرماہنسا (1834-1889)

راما کرشنا پرماہنسا ایک ہندو سنت تھے۔ وہ بنگال کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام گدادھر تھا۔ وہ انیسویں صدی کے بنگال کے مذہبی اور روحانی قائد اور ایک روشن خیال سماجی اصلاح کار تھے۔ ان کا ایقان تھا کہ تمام مذاہب ایک خدا تک پہنچنے کے الگ الگ راستے ہیں۔ ان کو مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ جب لوگ مذہب کے نام پر جھگڑا کرتے تو ان کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے مغربی اور جدید تعلیم حاصل نہیں کی البتہ تمام مذاہب کا مطالعہ کیا۔ وہ وحدانیت پر یقین رکھتے تھے اور ہر جگہ خدا کے

تصور کو پاتے تھے۔

سوامی وویکانند(1902-1863)

وویکا نندا' راما کرشنا کے شاگرد تھے۔ وہ ایک عظیم مذہبی اور سماجی مصلح تھے۔ ان کی پیدائش 12 جنوری 1863ء میں کلکتہ میں ہوئی۔ ان کا نام نریندر ناتھ دت تھا۔ انہوں نے ویدانت اور یوگا کے فلسفہ سے مغربی دنیا کو متعارف کروایا اور انیسویں صدی میں ہندومت کو عالمی مذہب کا درجہ دلایا۔ 11 ستمبر 1893ء کو شکاگو میں منعقدہ مذہبی پارلیمنٹ میں ہندو مذہب اور آفاقیت پر مغرب والوں کو مخاطب کر کے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا اور داد حاصل کی۔ سماجی انصاف اور مادی ترقی ان کے فکر میں شامل تھی۔ سماجی برائیوں کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ غریبی' توہم پرستی اور سماجی برائیوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔ انہوں نے جہالت کے خاتمہ اور تعلیمی ترقی پر زور دیا۔ ان کے مطابق مہاتما وہ ہے جس کا دل غریبوں کے لیے تڑپتا ہو۔ ان کے شاگردوں میں اشوک آنند' ورجا آنند' پرمانند' ابھی نندا اور سوامی سدانند اور سسٹر نویدتا شامل ہیں۔

راما کرشنا مشن

راما کرشنا مشن ایک ہندو مذہبی وروحانی تنظیم ہے۔ یہ ایک ویدانت تحریک ہے جسے راما کرشنا پرماہنسا کے قابل شاگرد وویکا نند نے مئی 1897ء میں قائم کیا تھا۔ اس مشن کی سرگرمیوں کی بنیاد کرم یوگ کے اصولوں' بے غرض خدمت' لگن اور جذبہ پر مبنی ہے۔ رام کرشنا مشن ایک راہبانہ تنظیم رام کرشنا مٹھ سے ملحق ہے۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر بیلور مغربی بنگال میں ہے۔

علی گڑھ تحریک

علی گڑھ تحریک انیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے اور جدیدیت پر مبنی طرز زندگی کو رائج کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی۔ اس تحریک کا نام شہر علی گڑھ سے موسوم ہوا۔ اس تحریک کے بانی سر سید احمد خان تھے سر سید احمد خان ((1898-1817 نے مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی پسماندگی کو دیکھتے ہوئے علی گڑھ تحریک کے ذریعہ جدید تعلیم اور سماجی اصلاحات کا بیڑہ اٹھایا۔ سر سید احمد خان 17 اکتوبر 1817ء میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1864ء میں ان کو رائیل ایشیاٹک سوسائٹی کا رکن بنایا گیا۔ تاریخ سے دلچسپی کی بنیاد پر کئی کتابیں لکھیں اور شائع کروایا۔ 1855ء میں صدر امین بنایا گیا اور بجنور میں ان کا تقرر ہوا۔ سر سید احمد خان نے 1875ء میں علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا جو مسلمانوں کے لیے مرکزی تعلیمی ادارہ کی حیثیت رکھتا تھا اور بعد میں یہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام موسوم ہوا۔ علی گڑھ تحریک ہندوستان میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ذمہ دار رہی ہے۔ اس کے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔ علی گڑھ تحریک کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں کے پاس ایک مرکزی تعلیمی درسگاہ تھی جو ان کو دانشورانہ فکر اور جدید نظریات فراہم کرتی تھی۔ علی گڑھ تحریک مسلمانوں میں اسلامی نقطۂ نظر کو کمزور کیے بغیر مغربی تعلیم کو پھیلاتی رہی۔ سر سید احمد خان اسلامی نشاۃ ثانیہ کے معمار' ایک سچے قوم پرست اور محب وطن تھے۔ 1898ء میں ان کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں نے ایک سیاسی پارٹی تشکیل دی۔

ہندوستان میں ذات پات مخالف تحریکیں

جیوتی با پھولے)(1890-1827 اور ستیہ شودھک سماج

جیوتی با پھولے ایک سماجی مصلح' ذات پات کے نظام کے سخت مخالف اور ایک ادیب تھے۔ انہوں نے خواتین کی آزادی' اچھوت پن اور ذات پات کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کی۔ نچلی ذاتوں کی خواتین کو تعلیم کی طرف راغب کیا 1848ء میں پونا میں لڑکیوں کے لیے مدرسہ قائم کیا

۔ پسماندہ طبقات کی آزادی اور دلتوں کو اپنے حقوق سے واقف کروانے کے لیے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا۔ جیوتی با پھولے کا جنم 11 اپریل 1827ء کو کٹگون، ستارا ضلع مہاراشٹرا میں ہوا تھا۔ ان کے والد کا نام گوئندراؤ تھا جو پھولوں کے ہار بنا کر بیچتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا نام پھولے پڑ گیا۔ 1873ء میں پھولے نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر نچلی ذاتوں کو مساویانہ حقوق دلوانے کے لیے ستیہ شودھک سماج نامی سوسائٹی قائم کی۔ ستیہ شودھک سماج کے معنی صداقت پسندوں کے سماج کے ہیں۔ جیوتی با پھولے نے 1884ء میں دین بندھو سرواجنیک سبھا قائم کی۔ 1854ء میں جیوتی با پھولے نے اچھوتوں کے لیے اسکول اور بیواؤں اور یتیموں کے لیے مراکز قائم کیے۔ اپنے اس مشن کو منظم انداز میں جاری رکھنے اور اپنے خیالات وافکار سے لوگوں کو واقف کرانے کے لیے سرواجنیک ستیادھرما پستک اور غلام گیری نامی کتابیں تحریر کیں۔

۔نارائن گرو اور SNDP یوگم تحریک (1854-1928)

نارائن گرو نے 7 جنوری 1903ء کو سری نارائن دھرما پری پالانا (SNDP) تحریک کا آغاز کیا۔ یہ ایک ذات پات کی تحریک تھی۔ اس تحریک کا مقصد نچلی ذاتوں کی سماجی، معاشی، تعلیمی اور تمدنی ترقی تھا۔ یہ تحریک کیرالا میں شروع کی گئی تھی۔ SNDP ایک امدادی سوسائٹی تھی جو پچھلے 114 سال سے غریبوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے آرہی ہے۔ انہوں نے اس تحریک کے ذریعہ تعلیم اور صنعتی ترقی پر زور دیا اور سماج کی تعمیر کے لیے ذات پات کے خاتمہ کو ضروری قرار دیا۔ انہوں نے مندروں میں داخلے کے حقوق کے لیے بھی احتجاج کیا۔ نچلے طبقہ کے ہونے کے باوجود 1880ء میں انہوں نے اروائی پورم کی مندر میں ایک مورتی ایستادہ کی تھی وہ مذہب کے نام پر جانوروں کی قربانی کے خلاف تھے۔

پیری یار راما سوامی نیکر کی تحریک عزت نفس

ایروڈ وینکٹپا راما سوامیم نے جو پیری یار (Periyar) کے نام سے مشہور ہوئے تحریک عزت نفس کی قیادت کی۔ وہ 17 ستمبر 1879ء میں ایروڈ، ٹامل ناڈو کے ایک دستکار روایتی خاندان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سماج میں برہمنوں کی بالادستی کی سختی سے مذمت کی۔ دراوڑیوں میں نسلی بیداری کی جدوجہد کی۔ دراوڑی تحریک نے ذات پات کے نظام کے خلاف آواز اٹھائی اور 1940ء میں دروا ڈکزکم نامی تحریک نے تلگو، ٹامل اور کنٹر بولنے والوں کی ٹامل ناڈو میں ایک علحدہ شناخت بنائی۔ دراوڑی طبقہ میں غیر برہمن ذاتیں شامل تھیں جو ذات پات کے نچلے درجہ میں تھیں۔

راما سوامی نیکر نے دیگر سماجی برائیوں جیسے سماجی عدم مساوات اور اچھوت پن کے خلاف آواز اٹھائی۔ ہندومت کے تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ کے بعد انہوں نے راسخ العقیدہ ہندو پنڈتوں سے مباحثے کئے اور پھر عقلیت پسندانہ رجحانات کو اپناتے ہوئے مذہب سے دور ہو گئے لیکن اپنی عقلیت پسندی کی وجہ سے انہوں نے پورے ٹامل سماج میں ایک تبدیلی پیدا کردی۔ وہ ایک سماجی اصلاح کار تھے۔ انہوں نے توہم پرستی سے وابستہ ضعیف عقائد کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا۔ بیواؤں کی شادی کی حوصلہ افزائی کی۔ بین ذاتی شادیو ں کے لیے مہم چلائی۔ وہ بیجا رسومات کے خلاف تھے جن کو بنیاد بنا کر ظلم وستم کو صحیح قرار دیا گیا تھا۔ انہوں نے اقلیت پسندی، عزت نفس اور خواتین کے حقوق کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔

نیکر نے سماجی اصلاحات کے ساتھ ساتھ سیاسی خدمات بھی انجام دیں۔ وہ ایروڈ میونسپلٹی کے چیرمین بنے۔ کانگریس میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے سیول نافرمانی تحریک میں حصہ لیا اور ان کی خدمات کو دیکھتے ہوئے ان کو ٹامل ناڈو کانگریس کمیٹی کا

صدر بنایا گیا۔انہوں نے اچھوتوں پر لگائی گئی پابندیوں کے خلاف ٹراوینکور میں احتجاج کیا اور وہ ایک عوامی قائد بن گئے۔جب وہ جیل میں تھے تب ان کی بیوی نے اس تحریک کی قیادت کی اور خواتین میں شعور بیدار کیا۔نیکر نے کانگریس پارٹی میں برہمنوں کے غلبہ اور غیر برہمنوں کے تییں ان کے رویہ کو دیکھ کر 1925ء میں پارٹی چھوڑ دی۔انہوں نے کانگریس پارٹی کو برہمنوں کا گڑھ قرار دیا۔انہوں نے اسمبلی کی نشستوں، تعلیمی اداروں اور ملازمتوں میں غیر برہمن طبقہ کے لیے تحفظات پر زور دیا۔انصاف پارٹی (Justice Party) بھی برہمنی تسلط اور برہمنوں کی بالادستی کے خلاف تھی مگر 1936ء میں یہ پارٹی الیکشن میں ہارنے کے بعد ختم ہونے کو تھی لیکن نیکر نے اس پارٹی سے وابستگی قائم کی اور اس پارٹی میں نئی جان ڈال دی۔1936ء میں مدوراامیں برہمنی بالادستی کے خلاف غیر برہمن ذاتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔راما سوامی نیکر کی تحریک عزت نفس اور انصاف پارٹی دونوں متحد ہوگئے۔راما سوامی نیکر کی انصاف پارٹی اور غیر برہمن تحریک کے سرگرم قائد بن گئے۔نیکر غیر برہمن ذاتوں کی تعلیمی، سماجی، معاشی اور صنعتی ترقی کے لیے آخری وقت تک جدوجہد کرتے رہے۔

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر (1891-1956)

ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر جدید ہندوستان کے سماجی مصلح، ماہر قانون، ماہر معاشیات اور ایک قابل سیاستداں تھے۔14 اپریل 1891ء میں ایک مہار خاندان میں پیدا ہوئے جو ایک اچھوت ذات تھی۔انہوں نے امریکہ کی کولمبیاء یونیورسٹی سے ایم۔اے اور پی۔ایچ ڈی کی تکمیل کی۔1924ء میں ڈاکٹر امبیڈکر نے اچھوتوں کی معاشی اور سماجی ترقی کے لیے ممبئی میں بہشکرت ہتکرنی سبھا Bahishkrit Hitakarni Sabha نامی تنظیم قائم کی۔انہوں نے اس تنظیم کے ذریعہ اچھوتوں کے شہری حقوق، مندروں میں داخلے اور کنوؤں سے پانی لینے کے حق کے لیے احتجاجی پروگرام منظم کیے اور ستیہ گرہ کی۔انہوں نے 1923ء میں ممبئی میں وکالت شروع کی اور اچھوتوں کے سیاسی حقوق کے لیے جدوجہد کی۔امبیڈکر نے مراٹھی زبان میں ایک ہفتہ واری رسالہ "بہشکرت بھارت" کے ذریعہ نچلی ذاتوں اور پسماندہ طبقات میں شعور بیدار کیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر 1930ء میں قومی سیاست میں داخل ہوئے۔وہ لندن میں منعقدہ تین گول میز کانفرنسوں کیلئے نمائندہ منتخب ہوئے تھے۔1942ء میں انہوں نے درج فہرست ذاتوں کے تعاون سے شیڈول کاسٹ فیڈریشن (Schedule Caste Fedration) نامی کل ہند پارٹی تشکیل دی۔اس کے بعد انہوں نے درج فہرست ذاتوں کے افراد کو ہندومت ترک کرنے کو کہا اور اپنے کئی پیروؤں کے ساتھ بدھ مت قبول کر لیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر ہندوستانی دستور کے معمار تھے۔کانگریس پارٹی نے ڈاکٹر امبیڈکر کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے ان کو دستور کے مسودہ ساز کمیٹی کے صدر نشین کی حیثیت سے منتخب کیا۔ وہ ہندوستان کے پہلے وزیر قانون بنائے گئے لیکن 1951ء میں انہوں نے مرکزی کابینہ سے استعفیٰ دیدیا۔وہ بچھڑے ہوئے طبقات کی ترقی اور ان کے حقوق کے لیے تاحیات جدوجہد کرتے رہے۔1956ء میں وہ اس دنیا سے چل بسے۔

ہندوستان کا آئین اور حکمرانی کی نوعیت

INDIAN CONSTITUTION & POLITY

دستورِ ہند کا ارتقاء

(Evolution of the Indian Constitution)

دستور ہند کی تدوین دستور ساز اسمبلی نے کی۔ یہ ایک تحریری اور طویل ترین دستور ہے۔ بی آر امبیڈکر کی قیادت میں ایک دستور ساز کمیٹی کو تشکیل دیا گیا اور 2 سال 11 مہینے اور 18 دن کی مشقت کے بعد دستور کا مسودہ تیار ہوا ہے۔ جس میں کئی ترمیمات کو اسمبلی نے منظوری دی اور دستور ہند کو اسمبلی کی رضامندی کے بعد 26 جنوری 1950ء کو نافذ العمل ہوا۔ نوآبادیاتی برطانوی حکومت نے ہندوستان کی حکمرانی کے لئے کئی قوانین کو عمل میں لایا۔ جن کے کئی عوامل دستور ہند میں شامل کئے گئے۔ ان میں قانون حکومت ہند 1909ء قانون حکومت ہند 1919ء اور قانون حکومت ہند 1935ء قابل ذکر ہیں۔

قانونِ حکومت ہند 1909ء (منٹو مارلے اصلاحات)

Government of India Act 1909 (Minto Morley Reforms)

یہ قانون لارڈ منٹو جو اس وقت کے وائسرائے اور گورنر جنرل تھے اور سکریٹری آف اسٹیٹ برائے ہند لارڈ مارلے نے مل کر بنایا۔ اس لئے یہ قانون منٹو مارلے اصلاحات کے نام سے مشہور ہے۔ اس قانون کی تدوین میں حکومت برطانیہ نے کئی عوامل پر توجہ دی۔ مثلاً لارڈ کرزن کا جابرانہ رویہ، 1905ء میں جاپان کا روس کو شکست دینا، اعتدال اور انتہاء پسندوں کے درمیان نا اتفاقی، ہندو مسلم فسادات، شدید غربت اور مسلمانوں کا ہندوؤں کو لے کر خدشات وغیرہ۔

اہم توضیعات (Main Provisions)

1. اس قانون نے مرکزی قانون ساز کونسل میں ارکان کی تعداد کو 16 سے بڑھا کر 60 کر دیا۔ مدراس، بنگال، متحدہ صوبوں، بمبئی، بہار اور اڑیسہ کے صوبائی کونسلوں کی تعداد کو 50 اور پنجاب، آسام، برما (مائنمار) کی تعداد کو 30 کر دیا۔
2. اس قانون نے مرکزی اور ریاستی قانون ساز کونسلوں کو (سوائے فوجی، سفارتی اور مذہبی معاملات کے) کسی بھی معاملہ پر بحث کرنے اور سوالات وضمنی سوالات کرنے کا حق عطا کیا۔
3. اس قانون کے تحت مسلمانوں اور دیگر طبقات کے لئے علیحدہ رائے دہندوں کو متعارف کروایا گیا۔
4. بلواسطہ انتخابات کو پہلی مرتبہ متعارف کروایا گیا۔
5. اس نے گورنر جنرل اور ریاستی گورنروں کے عاملانہ کونسل میں ایک ہندوستانی رکن کے تقرر کی راہ ہموار کی۔

اہم توضیعات (Main Provisions)

* گورنر جنرل کی عاملی کونسل کے ارکان کی تعداد پر لگائی گئی پابندیوں کو ہٹایا گیا۔

* اس قانون کی رو سے عاملہ کو مرکزی قانون ساز اسمبلی کے آگے جوابدہ قرار دیا گیا۔

* مرکزی مقننہ کو دوایوانی (Bicameral) کر دیا گیا۔جس میں ریاستوں کی کونسل میں 160 ارکان اور قانون ساز اسمبلی میں 145 ارکان رہیں گے۔

* صوبائی سطح پر دوعملی حکومت (Diarchy) رائج کیا گیا۔اس نظام کے تحت انتظامی امور کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔

a) محفوظ (Reserved) اور b) منتقلہ (Transferred) امور۔محفوظ۔امور میں فینانس، آبپاشی 'Land Revenue' انصاف، پولیس، کارخانے، صنعتیں وغیرہ جیسے 28 موضوعات شامل رہیں گے اور یہ گورنروں کے راست کنٹرول میں تھے۔برطانوی کونسلرس کے تعاون سے ان امور کی عملداری ہوتی تھی اور یہ کونسلرس مقننہ کے آگے جوابدہ نہیں رہیں گے۔

i. مرکزی فہرست (Central List)

ii. ریاستی فہرست (Sate List)

مرکزی فہرست میں 47 اور صوبائی فہرست کے 51 موضوعات بیان کئے گئے۔دفاع، خارجی معاملات، عوامی قرضے، تار ٹپہ، جہاز رانی، درآمدات اور برآمدات کے محصولات جیسے موضوعات مرکزی فہرست مین شامل ہیں۔صحت عامہ، تعلیم، زراعت، جنگلات، مقامی حکومتیں، نظم وضبط وغیرہ موضوعات ریاستی فہرست کا حصہ ہیں۔

* مرکزی بجٹ کو ریاستی بجٹ سے علیحدہ کیا گیا۔صوبائی مقننہ کو بجٹ تیار کرنے اور محصولات کو عائد کرنے کا اختیار دیا گیا۔

* انڈین کونسل کی ساخت میں چند تبدیلیاں لائی گئیں۔انڈین ہائی کمشنر کا ایک نیا دفتر قائم کیا گیا اور ہائی کمشنر کو سکریٹری آف اسٹیٹ برائے ہندوستان کے چند اختیارات کی ذمہ داری سونپی گئی۔انڈین کونسل کی تعداد 8 سے 12 کے درمیان اور اس کے اراکین کے عہدے کی میعاد 7 سال متعین کی گئی۔

* وائسرائے کی صدارت میں ایوان شہزادگان (Chamber of Princes) کا قیام عمل میں لایا گیا۔

* ہندوستان کے لئے ایک علیحدہ پبلک سروس کمیشن اور آڈیٹر جنرل (Auditor General) کا قیام عمل میں لایا گیا۔

ہندوستان چھوڑ دو تحریک (August 1942 to May 1944) Quit India Movement :

11 اپریل 1942 میں برطانی حکومت نے اچانک سے کرپس مشن کے اختیارات کو واپس لے لیا۔اس وقت جاپان کے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی افواہیں گرم ہونے لگیں۔اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گاندھی جی نے انگریزوں کو فوراً ہندوستان چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ 14 جولائی 1942ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے واردھا سیشن جس کی صدارت مولانا ابوالکلام آزاد نے کی تھی

انگریزوں کو ہندوستان چھوڑ دینے اور ہندوستان کو مکمل آزادی دینے کا مطالبہ کیا۔ اس تجویز کے مابعد 18 اگسٹ 1942 میں ممبئی کے اجلاس میں منظوری دی گئی۔ گاندھی جی اور دیگر رہنماؤں کی وائسرائے سے ملاقات کی کوششوں کو نظرانداز کیا گیا۔ بالآخر گاندھی جی نے اس تحریک کے تحت ''کرو یا مرو'' ''Do or Die'' کا نعرہ دیا۔

دستور ساز اسمبلی کے اجلاس

9 ڈسمبر 1946ء کو دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس منعقد ہوا اور سچدا نند سنہا نے دستور ساز اسمبلی کے کارگزار صدرنشین کے طور پر منتخب ہوئے۔ دو دن بعد ڈاکٹر راجندر پرشاد کو دستور ساز اسمبلی کا صدرنشین مقرر کیا گیا۔ 13 ڈسمبر 1946 کو جواہر لال نہرو نے دستور ساز اسمبلی کے آگے دستور کے مقاصد کے اقراداد کو پیش کیا۔ جس میں ہندوستان کے یونین کو ایک مقتدر، آزاد، جمہوریہ سے تعبیر دی گئی ہے۔ دوسرے اجلاس 1947 میں دستور ساز اسمبلی نے کئی کمیٹیوں کو تشکیل دیا۔ ایچ وی آر اینگر کو دستور ساز اسمبلی کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔

مسودہ ساز کمیٹی (Drafting Committee)

بی آر امبیڈکر کی صدارت میں سات (7) ارکان پر مشتمل ایک مسودہ ساز کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کے دوسرے اراکین میں سرالاڈی کرشنا سوامی ایئر، این گوپالا سوامی ایئر، سید محمد سعد اللہ، ڈاکٹر کے ایم منشی، بی ایل متل (بعد میں این مادھوراؤ) اور ڈی پی گھیتان (ان کی جگہ بعد میں ٹی ٹی کرشنا چاری) تھے۔ بی این راؤ اسمبلی کے مشیر رہیں۔ این مکھرجی چیف مسودہ نویس مقرر کئے گئے۔ ان دونوں نے دستور کے مسودہ کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ 5 نومبر 1947ء کو مسودہ ساز کمیٹی نے دستور کا مسودہ پارلمنٹ کے سامنے پیش کیا۔ جس کو 21 فبروری 1948ء کو شائع کیا گیا۔ یہ مسودہ نہ صرف دستور ساز اسمبلی کے بلکہ صوبائی قانون ساز اسمبلیوں، پریس اور عوام الناس کی رائے جاننے کے لئے گشت کرایا گیا۔

جب 14 نومبر 1947ء میں بی آر امبیڈکر نے پارلمنٹ کے آگے مسودہ کی منظوری کی تحریک پیش کی۔ 26 نومبر 1949ء کو دستور کا مسودہ منظور کیا گیا۔ دستور کے دیباچہ میں اس تاریخ کو درج کیا گیا۔ آخرکار 26 جنوری 1950ء میں دستور ہند کو نافذ کیا گیا۔ دستور ہند کو 2 سال 11 مہینے اور 18 دن کی مشقت کے بعد تیار کیا گیا۔ دستور ساز اسمبلی کا آخری اجلاس 24 جون 1950 کو منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر راجندر پرساد کو جمہوریہ ہند کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔

[PREAMBLE] ہندوستانی دستور کا فلسفہ اور بنیادی خصوصیات

جب دستور ساز اسمبلی نے دستور ہند کی تشکیل کی شروعات کی، کئی نظریات اور فلسفیانہ اصولوں کی وجہ سے سیاسی ماحول کافی پیچیدہ تھا۔ ہندوستانی دستور کی فلسفیانہ بنیادوں میں درج ذیل شامل ہیں۔

(a) حریت پسندی اور قانون کی حکمرانی

(b) جمہوری اشتراکیت جس سے معاشرے میں اشتراکی نمونہ قائم کرنے کے لئے سماجی معاشی اور سیاسی انصاف فراہم کیا جائے۔

(c) شہریوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتے ہوئے تمام مذاہب کے ساتھ یکساں احترام اور مساوات کے ساتھ سیکولرزم۔

(d) پرامن بقائے باہمی' چھوت چھات کا خاتمہ اور اس پر پابندی' دیہی مقامی خودمختار حکومتیں معیشت کی غیر مرکوزیت اور عوام کے درمیان مساوات پر زور دیتے ہوئے گاندھی ازم۔

(e) بین الاقوامی امن' اقوام متحدہ کی کارکردگی تنازعات کا پرامن حل پر یقین کے ساتھ بین الاقوامیت۔

دستور کا دیباچہ

دستور ہند کا دیباچہ (42 ویں ترمیمی قانون 1976 نے اس کو مزید جامع بنایا) حسب ذیل بہت سے اہم امور کی نشاندہی کرتا ہے۔ دیباچہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "

ہم ہندوستان کی عوام' عوامی اقتدار اعلیٰ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور عوام دستور کے ذرائع کے طور پر ہیں۔

ہندوستانی سیاسی نظام کی نوعیت کو مقتدر سوشلسٹ' سیکولر عوامی جمہوریہ کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔

یہ تمام شہریوں کی حفاظت کے لے دستور کے اغراض ومقاصد کو بیان کرتا ہے جس میں 3. :

- ☐ انصاف۔ سماجی معاشی اور سیاسی آزادی
- ☐ سوچنے' اظہار خیال' عقیدہ اور عبادت کی آزادی
- ☐ مساوات۔ موقع اور رتبہ کی مساوات اور
- ☐ اخوت۔ فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد و یکجہتی ان سب کو فروغ دینا۔

تحریری اور مفصل ترین دستور

دستور ہند ایک تحریری دستاویز ہے۔ یہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ تیار کردہ' بحث کردہ اور نافذ کردہ ہے۔ دستور کو تیاری اور منظوری کے لئے کل 2 سال 11 ماہ 18 دن کا عرصہ لگا۔ ابتداء میں ہندوستانی دستور 395 دفعات پر مشتمل تھا۔ جن کو 8 جدول اور 22 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ فی الحال اس میں 486 دفعات (دفعات اور ذیلی دفاعات کے ساتھ) 25 حصے اور 12 جدول شامل ہیں۔ اب تک 104 دستوری ترمیمی ایکٹ شامل کئے گئے۔

ہندوستان ایک مقتدر' سوشلسٹ سیکولر اور عوامی جمہوریہ

دستور کو اپنانے کے ساتھ ہندوستان ایک مقتدر' سوشلسٹ' سیکولر اور عوامی جمہوریہ بن گیا۔ ہندوستان' اندرونی و بیرونی خودمختار اقتدار کے ساتھ مکمل آزادی کے ساتھ فیصلے لینے کا بااختیار بنا۔ سوشلسٹ اور سیکولر لفظ کو 1976 میں (22 ویں ترمیم کے ذریعے) شامل کیا گیا۔

شہریت (CITIZENSHIP)

تعارف:۔ شہری کسی مخصوص ملک کا قانونی رکن ہوتا ہے جو اس ملک کو اپنا کہنے کا مکمل حق رکھتا ہے اور اُس ملک کے جائز رکن ہونے کی حیثیت میں اپنے فرائض بجالاتا ہے۔ شہریت فرد اور مملکت کے درمیان پائے جانے والا ایک رشتہ ہے جس میں فرد انفرادی طور پر سیاسی

رُکنیت حاصل کرتا ہے۔ اوراس سے مستقل وفاداری کا عہد کرتا ہے۔

فطری شہریت

افراد کو قدرتی شہریت کسی درخواست کے بغیر خود بخود حاصل ہوجاتی ہے یا کسی حاکم کو درخواست دے کر حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ تین عناصر پر مشتمل ہوتی ہے۔ (i) خونی رشتوں کی بنیاد پر (ii) مقام پیدائش کی بنیاد پر (iii) ملا جلا اصول۔

a. رہائش

ایک غیر ملکی کسی مملکت میں مخصوص مدت تک قیام پذیر ہوتا ہے تو خود بخود اس مملکت کا شہری بن جاتا ہے۔ کسی بھی شہری کو شہریت کی درخواست دینے سے پہلے اُس ملک میں کچھ مدت تک قیام کرنا ہوتا ہے۔ ہر مملکت میں قیام کرنے کی مدت مختلف ہوتی ہے۔ امریکہ میں اس کی مدت 5 سال ہے اور فرانس میں 10 سال ہے۔

b. حلفِ وفاداری

ایک اجنبی کو کسی ملک کی شہریت پانے کے لئے یہ حلف لینا ہوتا ہے کہ وہ اِس مملکت کا وفادار شہری رہے گا۔

شہریت کا ختم ہونا

حسب ذیل حالات میں بھی شہریت ختم ہوجاتی ہے:

1. دستبرداری: کوئی شہری اپنے پیدائشی ملک کی شہریت سے دستبردار ہو کر کسی دوسرے ملک کی شہریت درخواست وغیرہ کے ذریعے حاصل کرسکتا ہے۔

2. رضا کارانہ طور پر کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کرنا

3. شادی: جب کوئی عورت کسی غیر ملکی سے شادی کرتی ہے تو وہ اپنے پیدائشی ملک کی شہریت کھودیتی ہے۔ غیر ملکیوں کی جانب سے گود لئے جانے پر نابالغ بچے کی شہریت ختم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ماں یا باپ سے قانونی رشتے کے تبدیل ہوجانے پر بھی بچے کی شہریت ختم ہوسکتی ہے۔ اگر والدین شہریت سے محروم ہوجائیں تو ان کے نابالغ بچے بھی شہریت سے محروم ہوجائیں گے۔

4. بیرونی ممالک کی ملازمت، اعزاز یہ نشان یا تمغہ قبول کرنا

5. غداری اور جرم

کسی شہری کا کسی سنگین جرم میں شامل ہونا شہریت کھونے کا سبب بنتا ہے۔ بالخصوص وہ افراد جو راست یا بالواسطہ طور پر مملکت مخالف، سماج مخالف اور حکومت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں اپنی شہریت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح شہریت حاصل کرنے کے طریقہ کار میں دھوکہ دینے والے، نقلی شادی کے ذریعے شہریت حاصل کرنے والے یا اپنی سابقہ شہریت سے دستبرداری میں ناکام ہونے والے (جن ممالک میں یہ نئی شہریت حاصل کرنے کے لئے لازمی ہو) بھی شہریت سے محروم کردئے جاسکتے ہیں۔

دوہری شہریت/ واحد شہریت

دوہری شہریت سے مراد کسی فرد کا بیک وقت دوملکوں کی شہریتوں کو حاصل کرنا ہے۔امریکی شہریوں کے وہ بچے جو کسی دوسرے ملک میں پیدا ہوتے ہیں دونوں مما لک کی فطری شہریت کے حقدار ہوتے ہیں۔اگرچہ ہندوستانی آئین وفاقی ہے اور مملکت کا ڈھانچہ دوہرا (مرکز اور ریاست) ہے لیکن یہاں صرف ایک شہریت کے لئے گنجائش ہے۔شہری صرف ہندوستانی یونین کے شہری ہوتے ہیں کسی ریاست کی کوئی شہریت نہیں ہوتی۔

بنیادی حقوق Fundamental Rights

بنیادی حقوق کو دستور ہند کے حصہ III میں شامل کیا گیا ہے۔ان حقوق کا ذکر دفعات 12 تا دفعات 35 میں کیا گیا ہے۔

بنیادی حقوق کے خصوصیات

یہ حقوق فطری طور پر قابل انصاف ہیں عدلیہ کے ذریعہ ان پر عمل درآمد ہوتا ہے جس کی ضمانت دستور دیتا ہے۔

بنیادی حقوق کو دستور میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کہ یہ حقوق افراد کی شخصی ترقی اور انسانی وقار کے تحفظ کے لئے لازمی سمجھے جاتے ہیں۔

بنیادی حقوق کی درجہ بندی

مساوات کا حق (دفعات 12 تا18)

آزادی کا حق (دفعات 19 تا22)

استحصال سے بچنے کا حق (دفعات 23اور 24)

مذہبی آزادی کا حق (دفعات 25 تا28)

تمدنی اور تعلیمی حقوق (دفعات 29 تا30)

دستوری چارہ جوئی کا حق (دفعہ 32)

دستور کی ابتداء میں حق جائیداد کو بنیادی حق کے طور پر دفعہ 31 کے تحت رکھا گیا تھا لیکن اس حق کو 44 ویں ترمیمی ایکٹ 1978 کے ذریعہ دستور سے حذف کیا گیا۔فی الوقت، حق جائیداد دستور کے حصہ XII میں دفعہ 300 A ہے جو ایک قانونی حق ہے۔

مساوات کا حق (دفعات 14 تا18)

دفعہ 14 میں کہا گیا ہے کہ مملکت کسی بھی شخص کو قانون کے سامنے مساوات یا قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار نہیں کرے گی۔

دفعہ 15 میں کہا گیا ہے کہ مملکت کسی بھی شہری کے ساتھ صرف مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش یا ان میں سے کسی ایک کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کرے گی۔

دفعہ 16 میں کہا گیا ہے کہ مملکت کے کسی بھی ملازمت یا تقرر کے معاملہ میں تمام شہریوں کو مساوی مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

مذہب، نسل، ذات، جنس، نسب، مقام پیدائش، رہائش یا ان میں سے کسی کی بنیاد پر کسی بھی شہری کے ساتھ مملکت کے تحت عہدوں یا ملازمتوں میں کوئی بھی امتیاز نہیں ہوگا۔

دفعہ 17 میں کہا گیا ہے کہ 'چھوت چھات' کو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے۔

دفعہ 18 میں کہا گیا ہے کہ مملکت کی جانب سے تمام خطابات فوجی اور علمی کو خارج کر دیا گیا ہے۔

آزادی کا حق (دفعات 19 تا 22)

دفعہ 19 میں کہا گیا ہے کہ تمام شہریوں کو 6 قسم کی آزادیاں یا حقوق ہیں۔

a) تقریر اور اظہار کی آزادی کا حق

b) پر امن طریقہ سے اور بغیر ہتھیاروں کے جمع ہونے کا حق

c) اسوسی ایشنس یا یونینوں کو قائم کرنے کا حق

d) ملک کے سارے علاقہ میں آزادانہ نقل و حرکت کا حق

e) ملک کے کسی بھی علاقہ میں سکونت اور آباد ہونے کا حق

f) کسی بھی پیشہ یا کام کو اختیار کرنے کا حق

دفعہ 20 میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی فرد کو کسی جرم میں مجرم قرار دیا گیا ہے سوائے ارتکاب جرم کے وقت نافذ قانون کی خلاف ورزی کی جائے تو اسے جرم قرار دیا جائے گا اور نہ ہی ارتکاب جرم کے وقت نافذ قانون سے زیادہ سزا دی جائے گی۔

الف) کسی فرد کو اسی جرم کے لئے ایک سے زائد مرتبہ سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ 21 زندگی کے حق کو آشکار کرتا ہے۔

دفعہ 21–A کے مطابق مملکت تمام 6 تا 14 سال کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم جیسے کہ مملکت کے طریق عمل، قانون کے ذریعہ (بشمول 86 ویں ترمیمی ایکٹ 2002 کے ذریعہ) فراہم کرے گی۔

دفعہ 22 کسی شخص کی بغیر اطلاع گرفتاری اور اسے تحویل سے باز رکھتا ہے۔

الف) ہر وہ شخص جسے گرفتار کر کے حراست میں لیا گیا ہے اس طرح کی گرفتاری کے چوبیس گھنٹوں کے اندر قریبی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

3. استحصال کے خلاف حق (دفعہ 23 اور 24)

دفعہ 23، انسانوں کی منتقلی اور دیگر جبری مزدوری کو ممنوع قرار دیتا ہے۔

دفعہ 24 میں کہا گیا ہے کہ 14 سال کے کم عمر بچوں کو کسی فیکٹری یا کان میں کام نہیں کروایا جائے گا اور نہ ہی کسی دوسرے پر خطر کام میں مصروف رکھا جائے گا۔

4. مذہبی آزادی کا حق (دفعات 25 تا 28)

¢ مذہبی اور خیراتی مقاصد کے لئے ادارے قائم کرے اور چلائے۔

¢ ذاتی طور پر مذہبی معاملات کا انتظام کرے۔

¢ منقولہ اور غیر منقولہ جائیدار کے مالک بنے اور حاصل کرے اس کے علاوہ

¢ قانون کے مطابق ایسی جائیداد کا انتظام کرے۔

دفعہ 27 میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی شخص کو کسی مخصوص مذہب یا مذہبی طبقے کے اخراجات اس کے فروغ یا انتظام کے لئے کسی بھی قسم کے ٹیکس ادا کرنے زبردستی نہیں کی جائے گی۔

دفعہ 28 میں کہا گیا ہے کہ مملکت کی جانب سے کلی طور پر چلائے جانے والے تعلیمی ادارے میں کسی خاص مذہب کی تعلیم نہیں دی جائے گی۔

5. تمدنی و تعلیمی حقوق (دفعہ 29 اور 30)

دفعہ 29 میں کہا گیا ہے کہ ہر شہری اپنی ایک زبان، رسم الخط اور تمدن کا حامل رہتا ہے جسکا تحفظ وہ کرسکتا ہے۔

دفعہ 30 میں کہا گیا ہے کہ مذہبی ولسانی بنیادوں پر اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظام کا حق ہے۔

جائیداد کا حق (دفعہ ـ 31)

دستور کے ابتداء میں جائیداد کے حق کو ایک بنیادی حق کے طور پر رکھا گیا تھا۔ لیکن جائیداد کے حق کو 44 ویں ترمیمی ایکٹ، 1978 کے ذریعہ بنیادی حق کی فہرست سے حذف کردیا گیا۔ اب یہ ہندوستانی دستور کے بارہویں حصے کے دفعہ A–300 کے تحت ایک عام قانونی حق ہے۔

6. دستوری چارہ جوئی کا حق (دفعہ 32)

دفعہ 32 میں کہا گیا ہے کہ ہر شہری کو یہ حق ہوگا کہ مناسب کاروائی کے ذریعہ حقوق کے نفاذ کے لئے عدالت عظمیٰ سے رجوع ہونے کی ضمانت ہوگی۔

پروانہ Writs

پروانہ یا رٹ کا مطلب مجاز عدالت کے احکامات کی لازمی طور پر تابعداری کرنا ہے۔ ان پروانوں کو برطانوی قانون سے اخذ کیا گیا ہے۔ لاطینی زبان میں پروانہ حسب ذیل ہیں۔

i. Habeas Corpus (حاضری ملزم): یہ ایک لاطینی اصطلاح ہے جس کے معنی "جسم حوالے کرنا" ہے۔ یہ عدالت کے ذریعہ ایک ایسے شخص کو جاری کیا جاتا ہے جس نے کسی دوسرے شخص کو حراست میں لے رکھا ہے۔

ii. Mandamus (تاکید): لفظی طور پر اس کا مطلب "ہمارا حکم" ہے۔ یہ عدالت کے ذریعہ ایک عوامی عہدیدار کو جاری کردہ ایک قسم کا کمان یا حکم ہے جو عوامی خدمت کی انجام دہی میں ناکام یا قاصر ہونے سے متعلق جاری کیا جاتا ہے۔

iii. Quo-Warranto: اس کا مطلب "کسی اختیار کے تحت یا سند اختیار (وارنٹ)" ہے۔ یہ عدالت کے ذریعہ جاری کیا جاتا ہے۔

iv. Prohibition امتناع: اس کا مطلب 'منع کرنا' ہے۔ اس پروانہ کی اجرائی اعلی عدالت کے ذریعہ نچلی عدالت کو کی جاتی ہے

تا کہ مؤخرالذکر کو اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کرنے سے روکا جائے۔

v. Certiorari (مسل طلبی) :اس کا مطلب 'تصدیق کرنا' ہے۔ یہ پروانہ اعلی عدالت کے ذریعہ نچلی عدالت کو جاری کیا جاتا ہے جس میں مؤخرالذکر کے زیر سماعت مقدمہ کو منتقل کیا جاتا ہے۔

بنیادی فرائض پر 1975 کے قومی ایمرجنسی کے دوران سوارن سنگھ کمیٹی کی رپورٹ کی بنیاد پر غور کیا گیا تھا۔ دس بنیادی فرائض کو 42ویں دستوری ترمیم 1976 کے ذریعہ دستور میں شامل کیا گیا۔ 2002 میں ایک اور فرض کو 86ویں ترمیم کے تحت شمار کیا گیا جو فی الوقت دستور ہند میں جملہ 11 بنیادی فرائض موجود ہیں۔ بنیادی فرائض کو دفعہ A 51 کے تحت دستور کے حصہ IV-A میں شمار کیا گیا ہے۔ ان بنیادی فرائض کو سابقہ سوویتیونین کے دستور سے اخذ کیا گیا ہے۔

دستور ہند میں بنیادی فرائض

a. دستور اسکے اداروں اور معیارات، قومی جھنڈے، قومی ترانے کا احترام کرنا۔

b. ہماری قومی تحریکوں کے اعلیٰ تصورات کی تقلید کرنا اور عزیز رکھنا۔

c. ہندوستان کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور یکجہتی کا تحفظ کرنا اور برقرار رکھنا۔

d. ملک کا دفاع کرنا اور ضرورت پڑنے پر قوم کی خدمت انجام دینا۔

e. ہندوستان کے تمام عوام کے درمیان اتحاد اور مشترکہ اخوت کو فروغ دینا، مذہبی، لسانی، علاقائی یا طبقاتی اختلافات سے بالاتر ہو کر خواتین کے وقار کی تذلیل پر مبنی عمل کو ترک کرنا۔

f. ہمارے مخلوط ثقافت کے متمول ورثہ کی قدر کرنا اور اس کی حفاظت کرنا۔

g. قدرتی ماحول بشمول جنگلات، جھیل، دریاؤں اور جنگلاتی زندگی کا تحفظ کرنا اور بہتری لانا اور جاندار مخلوق کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھنا۔

h. سائنسی رجحان، انسانیت اور جذبہ تحقیق اور اصلاح کو فروغ دینا۔

i. عوامی املاک کا تحفظ کرنا اور تشدد سے پرہیز کرنا۔

j. انفرادی اور اجتماعی سرگرمی ہر شعبے میں مہارت کے لئے جدوجہد کرنا تا کہ قوم دوڑ دھوپ اور کامیابی کے اعلی درجات کی جانب گامزن ہو۔

k. والدین اور سرپرستوں کی جانب سے اپنے بچوں یا زیر ولایت جو 6 سے 14 سال کی عمر کے درمیان ہیں تعلیمی مواقع فراہم کرنا۔ پہلے 10 بنیادی فرائض 3/جنوری 1977 سے نافذ العمل ہیں۔ گیارہواں بنیادی فرض 12/دسمبر 2002ء سے نافذ العمل ہیں۔ **ہر سال 3/جنوری کو یوم بنیادی فرائض کے طور پر منایا جاتا ہے۔**

وزیراعظم پارلیمنٹ کا قائد(Prime Minister as Leader of the Parliament)

وزیراعظم کو پارلیمنٹ کا قائد تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لوک سبھا میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر اور حکومت کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ وزیراعظم کی سفارش پر صدر ہند پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اجلاس کو طلب یا ملتوی کرسکتا ہے۔ لوک سبھا کا اسپیکر ایوان کے اجلاس کا ایجنڈا وزیراعظم سے مشاورت کے بعد طئے کرتا ہے۔ وزیراعظم مرکزی حکومت کی اہم داخلی اور خارجی پالیسیوں کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ سوالات کے وقفہ کے دوران کسی وزیر کی دی گئی وضاحت سے اگر اراکین پارلیمنٹ مطمئن نہ ہو تو وزیراعظم مداخلت کرتے ہوئے اس امر کی افادیت سے متعلق ایوان کو تیقن دلاتا ہے۔ وہ ایوان میں ڈسپلن اور باقاعدگی برقرار رکھنے میں اسپیکر کو تعاون دیتا ہے۔ پارلیمانی کمیٹیوں کی تشکیل میں بھی وزیراعظم کا اہم رول ہوتا ہے۔

وزیراعظم صدر ہند کو لوک سبھا کی تحلیل کی سفارش دے سکتا ہے اور اگر وزیراعظم کو لوک سبھا میں اکثریت کی تائید حاصل ہو تو صدر ہند کو اس سفارش پر اپنی منظوری دینی پڑتی ہے۔ اس طرح وزیراعظم نہ صرف حزب مخالف پر بلکہ لوک سبھا کے دیگر اراکین پر بھرپور کنٹرول کرسکتا ہے۔

خارجی تعلقات کا اعلیٰ ترجمان(Chief Spokesman of the Foreign Relations)

بین الاقوامی معاملات میں وزیراعظم ملک کے اعلیٰ ترجمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہتر بین الاقوامی تعلقات بنائے رکھنے میں وزیراعظم کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ پہلے وزیراعظم جواہر لال نہرو نے ہندوستانی خارجہ پالیسی پر ناقابل فراموش نقوش چھوڑے ہیں۔ انہوں نے دیگر عالمی قائدین کے ساتھ مل کر ناوابستہ تحریک (Non-Alignment Movement NAM) کی بنیاد ڈالی :ابتداء میں وزارتِ خارجہ کا قلمدان نہرو کے پاس تھا۔ ہند۔چین جنگ 1962 کے بعد یہ قلمدان سردار سورن سنگھ کو سونپا گیا۔ ایک مرتبہ پارلیمنٹ میں نہرو کے خارجی امور سے متعلق فیصلوں پر اپوزیشن پارٹیوں نے شور مچایا تو نہرو نے سلجھے ہوئے انداز میں کہا کہ ''وزیراعظم وزیر خارجہ سے مشاورت و تعاون کے ذریعہ خارجی امور پر فیصلہ سازی کرسکتا ہے'' بعد کے وزرائے اعظم نے بھی امور خارجہ میں ان کے نقش قدم کو اپنایا۔ وزیراعظم تمام بین الاقوامی کانفرنسوں اور تقاریب مثلاً دولت مشترکہ کے حکومتی سربراہوں کی کانفرنس (Common Wealth Heads of Government Meeting HOGM)، ناوابستہ تحریک (NAM)، جنوبی ایشیائی انجمن برائے علاقائی تعاون (South Asian Associates for Regional Cooperation SAARC) وغیرہ میں ملک کی نمائندگی کرتا ہے۔

وزیراعظم اور صدر ہند(Prime Minister and President)

ہندوستان کے سیاسی نظام میں صدر ہند وزیراعظم کی منشاء کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس روایت کی بنیاد پہلے صدر ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد اور وزیراعظم جواہر لال نہرو نے ڈالی۔ تاہم راجندر پرشاد نے صدر کے عہدے سے متعلق کئی اہم خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے صدر ہند کو برطانوی شہنشاہ سے مماثل قرار دینے سے انکار کیا اور راجندر پرشاد نے یہ اصرار کیا کہ صدر ایک دستوری سربراہ ہے۔

ہندوستان کے سیاسی نظام میں وزیر اعظم کا رول

Role of Prime Minister in India Political System

مرکزی حکومت کی کارکردگی میں وزیر اعظم کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ مرکزی حکومت کے نظم و نسق میں اس کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اس کے مرتبہ اور عہدہ کا دارومدار زیادہ تر لوک سبھا میں پارٹی کو حاصل اکثریت پر ہوتا ہے۔ مخلوط یا ملی جلی حکومتوں میں وزیر اعظم کا موقف یا مقام سیاسی تقاضوں کی شرائط پر مبنی ہوتا ہے۔ آزاد ہند کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اپنی پرکشش شخصیت اور ہندوستان کی سماجی و معاشی شعبوں میں ترقی سے متعلق ان کی بصارت کی بدولت عوام الناس کے لئے ایک دیانتدار اور غیر مشتبہ لیڈر ثابت ہوئے۔

ہندوستانی وزیر اعظم (Prime Minister)

صدر ہند لوک سبھا میں اکثریتی جماعت یا محاذی/مخلوط گروہ کے قائد کو بطور وزیر اعظم تقرر کرتے ہیں۔ صدر دیگر وزراء کا تقرر وزیر اعظم کے مشورے سے انجام دیتے ہیں۔ دستور کے مطابق وزراء صدر جمہوریہ کی خوشنودگی حاصل رہنے تک اپنے عہدوں پر برقرار رہتے ہیں لیکن دراصل وہ وزیر اعظم کی خوشنودگی حاصل رہنے تک اپنے عہدوں پر فائز رہتے ہیں۔

1. قابلیتیں

مرکزی مجلس وزرا کا تقرر صدر جمہوریہ ہند وزیر اعظم کی سفارش پر کرتے ہیں۔ مندرجہ اہلیتوں کے حامل افراد بطور وزراء مقرر کئے جاتے ہیں۔

i) وہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں لوک سبھا یا راجیہ سبھا میں سے کسی ایک ایوان کی رکنیت رکھتے ہوں۔

ii) اگر وہ پارلیمنٹ کے رکن نہ ہوں تو عہدہ کا جائزہ لینے کی تاریخ سے چھ ماہ کے اندر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں لوک سبھا یا راجیہ سبھا میں سے کسی ایک کی رکنیت حاصل کریں۔

2. میعاد (Tenure)

وزیر اعظم کی متعینہ میعاد نہیں ہے۔ دستور کے مطابق وہ ایوان زیریں کی تائید حاصل رہنے تک اپنے عہدے پر فائز رہتا ہے۔ جواہر لال نہرو لمبے عرصے تک وزیر اعظم بنے رہے (17 سال) اندرا گاندھی 15 سال تک وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہیں۔ راجیو گاندھی، پی وی نرسمہا راؤ اور اٹل بہاری واجپائی نے 5 سال تک حکومت کی اور موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی نے 2014 سے 2019 تک ایک میعاد مکمل کی اور 2019 کے لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی کی کامیابی کے بعد دوسری میعاد میں وہ وزیر اعظم کے لئے منتخب کئے گئے۔ میعاد عہدہ کے دوران وزیر اعظم کے انتقال پر کابینہ کے سب سے زیادہ تجربہ کار رکن (Senior Most Member) کو کارگزار وزیر اعظم مقرر کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ گلزاری لال نندا پہلی مرتبہ جواہر لال نہرو کے انتقال اور دوسری مرتبہ وزیر اعظم لال بہادر شاستری کے انتقال پر دو مرتبہ کارگزار وزیر اعظم کے فرائض انجام دیئے۔ لیکن اندرا گاندھی کے انتقال کے بعد اس وقت کے صدر گیانی ذیل سنگھ نے کارگزار وزیر اعظم کو مقرر کرنے کے بجائے اندرا گاندھی کے صاحبزادے راجیو گاندھی کو وزیر اعظم بنایا۔ بعد میں کانگریس پارلیمانی کمیٹی نے راجیو گاندھی کو پارٹی قائد چنا۔

(Union Legisature (Parliament)

مرکزی مقننہ (پارلیمنٹ)

ہندوستانی پارلیمنٹ ملک کا اعلیٰ ترین قانون ساز ادارہ ہے۔ مرکزی سطح پر پارلیمنٹ کی جانب سے تمام قانون سازی انجام دی جاتی ہے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ تین اجزاء صدر جمہوریہ ہند، لوک سبھا (عوامی ایوان)، راجیہ سبھا (ریاستوں کی کونسل) پر مشتمل ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان قانون سازی کے آلہ کار ہوتے ہیں۔

راجیہ سبھا

یہ پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے اور اسے دوسرا ایوان، یا بزرگوں کا ایوان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ریاستوں اور چند مرکزی زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کرتا ہے لہذا اسے ریاستوں کی کونسل کہتے ہیں۔

1. ساخت

دستور ہند کی دفعہ 80 کے مطابق راجیہ سبھا کو تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کے اراکین کی تعداد زیادہ سے زیادہ 250 ہوگی، جس میں سے 238 اراکین ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کے منتخبہ نمائندے ہوں گے اور 12 اراکین کو صدر جمہوریہ نامزد کرتے ہیں۔

2. انتخاب

راجیہ سبھا کے اراکین کا انتخاب ریاستی قانون ساز اسمبلیوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کے منتخبہ اراکین کرتے ہیں۔

3. قابلیتیں

دستور ہند کی دفعہ 84 پارلیمنٹ کی رکنیت کی اہلیتوں کو واضح کرتی ہے۔ راجیہ سبھا کی رکنیت حاصل کرنے والا فرد مندرجہ اہلیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔

وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

ii) وہ کم از کم 30 سال کی عمر مکمل کر چکا ہو۔

iii) پارلیمنٹ کی جانب سے تعین کردہ/تجویز کردہ دیگر شرائط کی تکمیل کرتا ہو۔

پارلیمنٹ کی جانب سے قانون عوامی نمائندگی 1951 میں شامل دیگر اہلیتوں کی تکمیل ضروری ہے۔

4. میعاد

راجیہ سبھا ایک مستقل ایوان ہے جو کبھی تحلیل نہیں ہوتا۔ اس کے ایک تہائی ارکان ہر دوسرے سال کے اختتام پر عہدے سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ ہر رکن اپنی پوری میعاد سال تک اپنے عہدے پر فائز رہتا ہے۔

5. اجلاس

صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کے اجلاس طلب یا ملتوی کر سکتے ہیں۔ راجیہ سبھا کے سالانہ کم از کم دو اجلاس ہوتے ہیں۔ لوک سبھا کی تحلیل کے بعد راجیہ سبھا کے اجلاس جاری رہتے ہیں۔ بہ اعتبار عہدہ صدر نشین نائب صدر جمہوریہ ہند ان اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں۔ صدر نشین کی غیر موجودگی میں نائب صدر نشین اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں۔ اگر دونوں بھی غیر موجود ہوں تو...... اراکین میں سے کوئی بھی رکن اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔

7. کورم

کورم سے مراد ایوان میں حاضر اراکین کی کم از کم تعداد جو اجلاس کے انعقاد کے لئے ضروری ہے۔

8. راجیہ سبھا کے صدر نشین

دستور ہند کی دفعہ 89 کے مطابق، نائب صدر جمہوریہ ہند بہ اعتباد عہدہ راجیہ سبھا صدر نشین اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں۔

جب کسی مسودے پر اراکین کی رائے مساوی طور پر منقسم ہو جائے تو وہ اپنا فیصلہ کن ووٹ (Casting vote) کا استعمال کرتے ہوئے مسودے کے مستقبل کا فیصلہ کرتے ہیں۔

راجیہ سبھا کے خصوصی اختیارات :

(a) دستور ہند کی دفعہ 249 راجیہ سبھا کو ریاستی فہرست میں شامل امور پر قرارداد پیش کرنے کا اختیار عطا کیا ہے۔

(b) دفعہ 312 راجیہ سبھا کو اس بات کا اختیار عطا کرتا ہے کہ خصوصی قرارداد کے ذریعہ جدید کل ہند خدمات کی تشکیل عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

(c) دفعہ 90 کے تحت نائب صدر جمہوریہ کو راجیہ سبھا میں قرارداد کی منظوری کے ذریعہ ان کے عہدے سے ہٹایا جاتا ہے۔

(d) اگر لوک سبھا تحلیل ہو صدر کی جانب سے ہنگامی حالات کا اعلامیہ جاری کیا جائے تو اس اعلامیہ کی راجیہ سبھا کی جانب سے توثیق لازمی ہے۔

لوک سبھا

لوک سبھا ہندوستانی پارلیمنٹ کا ایوان زیریں یا عوامی ایوان ہے اس کی اعظم ترین تعداد 552 ہے۔ اس وقت لوک سبھا کے اراکین کی تعداد 543 ہے جن میں سے 524 ریاستوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور 19 اراکین مرکزی زیر انتظام علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ 104 ویں دستوری ترمیم کے ذریعے دو اینگلو انڈین اراکین کو نامزد کیا جاتا ہے۔

1. انتخاب

لوک سبھا کے اراکین مختلف ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کے رجسٹرڈ رائے دہندوں کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں۔ دستور کی 87 ویں ترمیمی قانون 2003 کے مطابق لوک سبھا کی جملہ تعداد میں سے 84 نشستیں درج فہرست طبقات اور 47 نشستیں درج فہرست قبائل کے لیے مختص کی گئی ہیں۔

2. اہلیتیں/ قابلیت

i) وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

ii) وہ سال کی عمر مکمل کر چکا ہو۔

iii) پارلیمنٹ کی جانب سے تعین کردہ دیگر شرائط کی تکمیل کرتا ہو۔

3. حلف برداری

لوک سبھا کے نو منتخبہ ارا کین کے لیے یہ لازمی ہوتا ہے کہ وہ ایوان میں اپنی نشست سنبھالنے سے قبل صدر جمہوریہ یا ان کی جانب سے نامزد کردہ فرد کے ہاتھوں عہدہ و رازداری کا حلف لینا پڑتا ہے۔

4. میعاد

دفعہ 83 کے مطابق لوک سبھا کی میعاد پانچ سال ہے۔ یہ مدت عام انتخابات کے بعد لوک سبھا کے پہلے اجلاس کے دن کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔

5. اجلاس

لوک سبھا کے اجلاس کی تاریخ اور وقت کا تعین صدر ہند کی جانب سے طئے کیا جاتا ہے۔ لوک سبھا کے اجلاس سالانہ کم از کم دو مرتبہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ لوک سبھا کے دو اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زائد وقفہ نہ ہو۔ عموماً لوک سبھا کے اجلاس سال میں تین مرتبہ منعقد ہوتے ہیں۔ پہلا اجلاس فروری۔ مارچ میں منعقد کیا جاتا ہے جو بجٹ اجلاس کے نام سے موسوم ہے۔ دوسرا اجلاس جسے مانسون اجلاس کہا جاتا ہے جولائی۔ اگست میں منعقد کیا جاتا ہے۔ تیسرا اجلاس سرمائی اجلاس کہلاتا ہے جو نومبر۔ ڈسمبر میں منعقد کیا جاتا ہے۔

6. کورم

کورم سے مراد ارا کین کی وہ کم از کم حاضری ہے جو لوک سبھا کے اجلاس منعقد کرنے کے لیے لازمی ہے۔ ارا کین کی جملہ تعداد کا 1/10 واں حصہ بطور کورم متعین کیا گیا ہے۔

لوک سبھا کا اسپیکر

ہندوستان میں اسپیکر کا عہدہ برطانوی پارلیمنٹ سے اخذ کیا گیا ہے۔ دستور ہند کی دفعہ 93 واضح کرتی ہے کہ لوک سبھا کے عام انتخابات کے بعد منتخبہ ارا کین اپنے میں سے ایک اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب لوک سبھا کی میعاد کے لیے کرتے ہیں۔

1. اہلیت

جو فرد لوک سبھا اسپیکر منتخب کیا جاتا ہے لازمی طور پر وہ لوک سبھا کا رکن ہو۔

2. انتخاب

اسپیکر کا انتخاب لوک سبھا ارا کین کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔ عام طور پر یہ روایت ہے کہ اسپیکر کا عہدہ برسر اقتدار جماعت کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔

3. عہدہ کی میعاد

لوک سبھا اسپیکر عام طور پر پانچ سالہ میعاد تک اپنے عہدے پر فائز رہتا ہے۔ لوک سبھا کی تحلیل کے باوجود اسپیکر اپنے عہدے پر برقرار رہتا ہے۔ وہ نئے اسپیکر کے انتخاب تک اپنے عہدے پر فائز رہتا ہے۔

4. مشاہرہ اور الاؤنس

اسپیکر ماہانہ 4 لاکھ روپئے تنخواہ حاصل کرتا ہے اس کے علاوہ مفت رہائش' طبی' سفری اور مواصلاتی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔

5. برخاستگی

اسپیکر کو ایوان میں حاضر اور رائے دہی میں شریک اراکین کی اکثریت قرارداد کی منظوری کے ذریعہ برخاست کرسکتے ہیں۔ اس کے لیے 14 دن کی پیشگی نوٹس دینا ضروری ہے۔ اس قرارداد پر بحث کے دوران اسپیکر اس اجلاس کی صدارت کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں آج تک کسی بھی اسپیکر کو برخاست نہیں کیا گیا۔

6. اسپیکر کے اختیارات و فرائض

(i) اسپیکر لوک سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔

(ii) وہ اراکین کو سوالات کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ ایوان کے ضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر اجازت دینے سے انکار بھی کرسکتا ہے۔

(iii) ایوان میں تحریک التواء اسپیکر کی رضامندی سے پیش کی جاتی ہے۔ وہ تحریک پر رائے ظاہر کرنے کے لیے وقت کا تعین کرتا ہے۔

(iv) اسپیکر کسی بھی مسودے کو تجویز کرنے والے رکن کی گذارش پر سرکاری جریدہ ہند (Gazette of India) میں شائع کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔

(v) اسپیکر ایوان کی سلیکشن کمیٹیوں کے صدر نشین کا تقرر کرتا ہے وہ بعض کمیٹیوں کا بہ اعتبار عہدہ صدر نشین ہوتا ہے جیسے قواعد کمیٹی (Rules Committee)' کاروباری معاملات کمیٹی (Business Advisory Committee) اور عام مقاصد کمیٹی (General purpose committee) وغیرہ۔

(vi) کوئی بھی رکن اسپیکر کی اجازت کے بغیر ایوان کو مخاطب نہیں کرسکتا۔ وہ اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کوئی بھی رکن غیر متعلقہ بات چیت کے ذریعہ ایوان کا وقت ضائع نہ کرے۔

وہ ایوان میں احکامات محفوظ رکھتا ہے اگر دوران اجلاس حالات قابو سے باہر ہوں تو ایوان کی کارروائی ملتوی یا معطل کرسکتا ہے۔

اہم پارلیمانی اصلاحات

- ☐ قانون (Act) : کوئی بھی مسودہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی منظوری کے بعد صدر کی دستخط سے قانون بن جاتا ہے۔
- ☐ مسودہ : قانون سازی تجویز کا وہ خاکہ جسے باقاعدہ طور پر تیار کیا گیا ہو جسے پارلیمان کے دونوں ایوانوں اور صدر ہند کی منظوری حاصل ہونا لازمی ہے۔
- ☐ فیصلہ کن ووٹ: کسی معاملہ اراکین کے ووٹ مساویانہ طور پر تقسیم ہونے کی صورت میں ایوان یا کمیٹی کے صدر نشین یا بحیثیت صدر نشین کارگر ممبر کا دیا گیا ووٹ فیصلہ کن ہوتا ہے۔

- مالیاتی مسودہ : وہ مسودہ جو عموماً ہر مالی سال جسے حکومت اگلے سال کے مالیاتی تجاویز کو روبعمل لانے کے لیے پیش کرتی ہے جس میں ضمنی مالیاتی تجاویز سے متعلق مسودہ بھی شامل رہتا ہے۔
- آرڈیننس : یہ صدارتی حکمنامہ ہے۔ دستور ہند کی دفعہ 123 کے تحت صدر جمہوریہ ہند کو قانون وضع کرنے کے لیے دیا گیا اختیار ہے جب کہ پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد نہ ہو تو صدر جمہوریہ ہند اس اختیار کے تحت قانون وضع کر سکتے ہیں۔
- التواء ایوان : دستور ہند کی دفعہ 85(2)(a) کے تحت صدر کے حکم کے ذریعہ کے اجلاس کا خاتمہ۔
- وقفہ سوالات : ایوان کی کارروائی کا پہلا گھنٹہ سوالات پوچھنے اور جوابات طلب کرنے کے لیے ہوتا ہے جو وقفہ سوالات کہلاتا ہے۔
- کورم : کورم سے مراد اراکین کی وہ کم از کم حاضری ہے جو ایوان کی کارروائی منعقد کرنے کے لیے ضروری ہے اراکین کی جملہ تعداد کا 1/10 واں حصہ بطور کورم مقرر کیا گیا ہے۔
- **Whips**: برسر اقتدار جماعت اور حزب مخالف سیاسی جماعتوں کے وہ ارکان Whips کہلاتے ہیں جو جماعت کے اندرونی تنظیم اور پارلیمانیا قانون ساز اسمبلی کے درمیان اہم کڑی کی طرح ہوتے ہیں۔
- وقفہ صفر : سوالات کے گھنٹے کے بعد کا وہ وقفہ جس میں ارکان بغیر پیشگی نوٹس کے مفاد عامہ سے متعلقہ معاملات ایوان کے روبرو پیش کرتے ہیں۔

تقرر (Appointment)

گورنر کے تقرر میں دستور سازوں نے کینیڈا کے نمونے (Canadian model) کو اپنایا ہے۔ ہمارے دستور کی دفعہ 153 کے مطابق ہر ریاست کا ایک گورنر ہوگا، تاہم بعض اوقات صدر جمہوریہ ہند کی ہدایت پر ایک ہی فرد دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کے گونر کی حیثیت سے سے فرائض انجام دے سکتا ہے۔

گورنر حسب ذیل اختیارات وفرائض کا حامل ہوتا ہے۔

1. عاملانہ اختیارات
2. قانونی اختیارات
3. مالیاتی اختیارات
3. عدالتی اختیارات
5. متفرق اختیارات:۔ میں ریاستی پبلک سرویس کمیشن کی رپورٹ وصول کرنا وغیرہ۔
6. اختیارات تمیزی:۔ اس تحت گورنر ریاست میں صدر راج نفاد کے لئے صدر جمہوریہ کو مشورہ دیتا ہے۔

1. عاملانہ اختیارات (Executive powers)

1. گونر وزیر اعلیٰ کا تقرر کرتا ہے۔

2. وہ وزیر اعلیٰ کے مشورہ پر وزراء کا تقرر کرتا ہے۔
3. وہ وزراء کے درمیان قلمدانوں کو مختص کرتا اور ان کے عہدوں میں ردوبدل کرتا ہے۔
4. وہ وزیر اعلیٰ کے مشورہ پر وزراء کو عہدے سے ہٹاتا ہے۔
5. وہ ریاست میں یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کا تقرر بھی کرتا ہے۔
6. اس کے علاوہ وہ حسب ذیل صدر نشینوں و اراکین کا تقرر بھی کرتا ہے۔
   a. ریاستی پبلک سرویس کمیشن کے صدرنشین و اراکین کا تقرر کرتا ہے۔
   b. ریاستی انسانی حقوق کمیشن۔
   c. ریاستی مالیاتی کمیشن۔
   d. ریاستی انتخابی کمیشن۔
   e. ریاستی اطلاعاتی کمیشن۔
   f. لوک ایوکت وغیرہ۔
7. ریاست میں خدمات انجام دینے والے کل ہند خدمات کا عملہ کا تقرر اور تبادلہ کو منضبط کرتا ہے۔
8. وہ ریاستی کارکردگی کے آسان اور بہتر انداز میں انجام دہی کے لئے درکار اصول وضوابط مرتب کرتا ہے۔
9. ریاستی مقننہ کے عدم اجلاسوں کی صورت میں گورنر آرڈیننس (حکم نامہ) جاری کرتا ہے۔
10. وہ ریاستی حکومت کے چیف سکریٹری اور ایڈوکیٹ جنرل کا تقرر کرتا ہے۔
11. بہار، مدھیہ پردیش، اڑیسہ اور آسام کے گورنروں پر قبائلی عوام کی فلاح و بہبود کی خصوصی ذمہ داری ہوتی ہے۔

وزیر اعلیٰ (چیف منسٹر)

ہمارے دستور کی دفعہ 163 اور 164 وزیر اعلیٰ کے عہدے اور مجلس وزرا کے عہدوں سے متعلق وضاحت کرتی ہے۔

دفعہ 163 یہ بیان کرتی ہے کہ وزیر اعلیٰ دیگر وزراء کے ساتھ گورنر کو فرائض کی انجام دہی میں مشورہ دیتا ہے۔

ریاستی حکومت میں وزیر اعلیٰ نمایاں رول ادا کرتا ہے اور کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ (a) مجلس وزرا کے سربراہ کی حیثیت سے (b) برسر اقتدار پارٹی اور (c) اسمبلی کے قائد عوام کے قائد کی حیثیت سے (d) ریاست کے سیاسی نظام میں فیصلہ کن اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ وہ ریاست میں رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اہلیتیں اور تقرر (Qualification and appointment)

عام طور پر قانون ساز اسمبلی کا رکن بننے کے لئے درکار شرائط ہی وزیر اعلیٰ کے لئے ضروری ہیں صرف ایک فرق یہ ہے کہ بعض اوقات ایک فرد جو قانون ساز اسمبلی کا رکن نہ ہوتے ہوئے بھی وزیر اعلیٰ بن سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وزیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہونے کے چھ ماہ کے اندر قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب یا نامزد ہونا چاہئے۔

مشاہرہ اور الاؤنس (Salary and Allowances)

ریاستی مقننہ مختلف عہدوں مثلاً وزیر اعلیٰ مجلس وزراء اور قانون ساز اسمبلی کے لئے تنخواہوں کا تعین کرتی ہے۔ تلنگانہ کے وزیر اعلیٰ کو 000، 51 روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ حلقہ جاتی الاؤنس 2,30000 (Constituent Allowances) روپے اور دفتری اخراجات کے لئے 40,000، 1 روپے دیے جاتے ہیں۔

ریاستی مجلس وزراء (State Council of Ministers)

دستور ہند ریاستی سطح پر بھی پارلیمانی طرز حکومت فراہم کرتا ہے۔ جس کی رو سے گورنر ریاستی سطح پر دستوری اور برائے نام ریاست کا عاملانہ سربراہ ہے۔ حقیقی عاملانہ اختیارات وزیر اعلیٰ کی قیادت میں مجلس وزراء انجام دیتی ہے۔ ریاستی مجلس وزراء ریاستی عاملہ کا ایک اہم جز ہے۔ یہ ایک سے زائد جماعتوں کے اراکین پر مشتمل ہوتی ہے۔ وزیرے اعلیٰ کی قیادت میں ایک ٹیم کے طور پر کام کرتی ہے۔ دستور ہند مرکز اور ریاستی سطحوں پر پارلیمانی طرز حکومت فراہم کرتا ہے۔ اسی لئے ریاستی حکومت مرکزی حکومت کے مماثل ہوتی ہے۔ ریاستی سطح پر مجلس وزراء ریاستی عاملہ کا اہم جز ہے۔

تشکیل (Composition)

مجلس وزراء کی تعداد (91 ویں دستوری ترمیمی ایکٹ کے مطابق) ریاستی قانون ساز اسمبلی کے جملہ اراکین کے 15 % فیصد سے زائد نہیں ہوسکتی اور وزراء کی تعداد 12 سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔

قانون ساز اسمبلی (Legislative Assembly)

دفعہ 170 کے مطابق ریاستی قانون ساز اسمبلی میں اراکان کی تعداد زیادہ سے زیادہ 500 اور کم سے کم 60 ہوگی۔ اسمبلی کے اراکان راست منتخب کئے جاتے ہیں۔ رائے دہندگان مختلف انتخابی حلقوں سے قائدین کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض ریاستوں میں قانون ساز اسمبلیوں میں اراکان کی تعداد 60 سے بھی کم ہے۔ دفعہ 371 اس معاملہ میں بعض ریاستوں کو مخصوص رعایت سہولت فراہم کرتی ہے۔ مثلاً ریاست سکم میں اراکان کی تعداد 32 گووا اور مزورام میں یہ تعداد 40 ہے۔ اتر پردیش کی قانون ساز اسمبلی میں اراکان کی تعداد 403 اور سکم میں 32 ہے ریاست تلنگانہ میں یہ تعداد 119 اور گورنر ایک رکن کو انگلو انڈین طبقہ سے نامزد کرسکتا ہے اگر اس کی نمائندگی نہ ہوئی ہو (دفعہ 333) اسکے علاوہ بعض نشستوں کو درج فہرست ذاتوں اور قبائل کے لئے محفوظ کیا جاتا ہے۔

ریاستی مقننہ ریاستی حکومت کا ایک اہم عضو ہے۔ جو ریاست کے نظم و نسق خصوصاً عوام کی فلاح و بہبود کے لئے قانون تشکیل دیتی ہے۔ دستور ہند کی دفعہ 168 کے مطابق ریاستی مقننہ قانون ساز اسمبلی' قانون ساز کونسل اور گورنر پر مشتمل ہوتی ہے۔

تشکیل/ساخت (Composition)

ہر ریاست کے لئے ایک قانون ساز اسمبلی ہوتی ہے۔ قانون ساز اسمبلی ریاستی عوام کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس کی رکنیت 60 تا 500 ارکان کے درمیان ہوتی ہے۔ اس کے اراکین ریاست کے مختلف انتخابی حلقوں سے رائے دہندوں کے ذریعہ راست طور پر منتخب کئے جاتے ہیں۔ ایوان کی رکنیت ریاست کی آبادی کے تناسب سے ہوتی ہے۔ اس تناسب سے درج فہرست ذاتوں اور درج

فہرست قبائل کی نشستوں کا فیصد مختص کیا گیا ہے۔

اہلیتیں (Qualifications)

کسی بھی فرد کے لئے جو قانون ساز اسمبلی کی رکنیت کے لئے مقابلہ کرنا چاہتا ہو مندرجہ ذیل اہلیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے۔

i. وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

ii. وہ اپنی عمر کے 25 سال مکمل کر چکا ہو۔

v. پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ متعینہ دیگر تمام اہلیتوں کا حامل ہو۔ تاہم کوئی بھی فرد بیک وقت پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کے کسی ایوان کا رکن نہیں ہوسکتا۔

میعاد (Tenure)

قانون ساز اسمبلی کی عام میعاد 5 سال ہوتی ہے تاہم گورنر اسے کسی بھی وقت تحلیل کرسکتا ہے یہ فعہ 356 کے تحت صدر جمہوریہ ہند کے ذریعہ معطل یا تحلیل کی جاسکتی ہے۔

اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر (Speaker and Deputy Speaker)

ایوان کی کارروائی چلانے کے لئے قانون ساز اسمبلی میں دو منتخبہ عہدیدار یعنی اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر ہوتے ہیں۔ ان عہدیداروں کا رتبہ، اختیارات و فرائض بھی ہوتے ہیں۔ جو عوامی ایوان (لوک سبھا) کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے ہیں۔

کورم

آرٹیکل 189 کے مطابق ریاستی قانون ساز اسمبلی کے اجلاس کے انعقاد کا کورم کل رکنیت کے 1/10 ویں حصے پر طے ہوتا ہے۔ تاہم، کچھ ریاستوں میں قانون ساز اسمبلی کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسی ریاستوں میں کورم کم از کم 10 ہوگا۔

قانون ساز کونسل

دستور ہند کی دفعہ 169 قانون ساز کونسل کی تشکیل یا برخواستگی سے متعلق طریقہ کار کو اسطرح بیان کرتی ہے۔

1- پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قانون ساز کونسل کی تشکیل عمل میں لائے جہاں یہ ادارہ موجود نہ ہو۔

2- قانون ساز کونسل کی تشکیل یا برخواستگی سے متعلق قرارداد کو قانون ساز اسمبلی میں اکثریت اور ایوان میں حاضر اور رائے دہی میں حصہ لینے والے اراکان کی دوتہائی اکثریت کی جانب سے منظور کیا جائے۔

3- یہ ایک آسان طریقہ کار ہے جس میں دستوری ترمیم کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

قانون ساز کونسل ریاستی مقننہ کا ایوان بالا ہے۔ اس وقت صرف 6 ریاستوں تلنگانہ، آندھرا پردیش، بہار، کرناٹک، مہاراشٹرا اور اتر پردیش میں قانون ساز کونسلیں ہیں۔ قانون ساز کونسل کی کل رکنیت عام طور پر 40 سے کم اور ریاست کی قانون ساز اسمبلی کی کل رکنیت کے 1/3 سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ پارلیمنٹ کو متعلقہ قانون ساز اسمبلی کی درخواست پر قانون ساز کونسل بنانے یا ختم کرنے کے لیے قانون سازی کرنے کا اختیار ہے۔

تلنگانہ قانون ساز کونسل

1. وہ ہندوستان کا شہری ہو۔
2. وہ اپنی عمر کے سال مکمل کر چکا ہو۔

میعاد کار (Tenure)

قانون ساز کونسل ایک مستقل ایوان ہے۔ اس کے تمام ارکان ایک وقت میں منتخب نہیں ہوتے اور نہ ہی تمام ارکان بیک وقت سبکدوش ہوتے ہیں۔ اس کے ارکان کا حصہ ہر دو سال کے بعد سبکدوش ہوتا ہے۔ ارکان کی رکنیت کی میعاد چھ (6) سال ہوتی ہے۔ کونسل سال میں کم از کم دو بار اجلاس منعقد کرتی ہے۔ کونسل کے کوئی دو اجلاسوں کے درمیان چھ ماہ سے زیادہ کا وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔

مرکز۔ریاست تعلقات

Centre - State Relations

دستورِ ہند میں وحدانی اور وفاقی دونوں حکومتوں کی خصوصیات موجود ہیں۔ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اور دوسرے اہم دستور سازوں نے دستورِ ہند کو ایک وفاقی دستور بنایا ہے جس کا جھکاؤ وحدانی کی سمت ہے۔ کے۔سی۔ وہیئر (K.C wheare) نے ہندوستانی دستور کو نیم وفاقی (Quasi-Federal) کہا ہے۔

دستورِ ہند کی دفعہ I ہندوستان کو وفاق کی بجائے یونین آف اسٹیٹس قرار دیتا ہے حالانکہ ہندوستان میں وفاقی حکومت کو اختیار کیا گیا ہے۔ معمارانِ دستور نے ایک مستحکم مرکز اور مرکز و ریاست کے درمیان اختیارات کی تقسیم کی تجویز دی ہے۔ ہندوستان میں مرکز و ریاست کے مابین تعلقات کی تین زمروں میں درجہ بندی کی گئی ہے۔ i) قانون سازی۔ ii) انتظامی۔ iii) مالیاتی۔ تاہم عدالتی اختیارات کی تقسیم عمل میں نہیں لائی گئی۔

مشترکہ فہرست (Concurrent)

مشترکہ فہرست میں شامل موضوعات پر قانون سازی کا اختیار مرکز اور ریاست دونوں کو حاصل ہے۔ اس فہرست میں فوجداری قانون، شادی بیاہ اور طلاق، معاہدات، تعلیم، مزدوروں کی فلاح، اسٹامپ ڈیوٹی، صحافت، بجلی وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔

مالیاتی کمیشن

دستور کی دفعہ 280 کے تحت ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ مالیاتی کمیشن کو تشکیل دیا جاتا ہے۔ جو ایک صدر نشین اور دیگر چار اراکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ مالیاتی کمیشن صدرِ ہند کو مرکز و ریاست کے درمیان آمدنی کی تقسیم سے متعلق سفارشات پیش کرتا ہے۔ حکومتِ ہند کی جانب سے ریاستوں کو دی جانے والی Grant-in-aid سے متعلقہ اُصولوں کے تعین کے سلسلہ میں صدر کو تجاویز بھی پیش کرتا ہے۔ پہلا مالیاتی کمیشن کے۔ایس۔ نیوگی کی صدارت میں 1951 میں تشکیل دیا گیا۔ پندرہویں مالیاتی کمیشن کے صدر نشین ہیں این کے سنگھ۔ یہ کمیشن یکم اپریل 2020 تا 31 مارچ 2025 کے درمیان کارگر رہے گا۔

مرکز۔ریاست تعلقات میں نئے رجحانات

Recent Trends in Centre - State Relations

1950 تا 1967 کے درمیان 17 سال تک مرکز اور ریاستی سطح پر کانگریس پارٹی کی حکومت کا دور رہا۔ آزاد بھارت کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی قیادت پر تمام ریاستی حکومتوں کا بھر پور اعتماد رہا۔ مرکزی حکومت کی جانب سے ریاستوں کو ملنے والی مالی امداد (Grants in Aid) اور نہرو کا سماجی و معاشی ترقی کا نمونہ ملک بھر میں نافذ العمل رہا۔ 1967ء کے عام انتخابات میں کانگریس پارٹی 8 ریاستوں میں ناکام رہی اور وہاں غیر کانگریسی حکومتیں قائم ہوئیں اور ان ریاستوں کی جانب سے زیادہ اختیارات کا مطالبہ، مرکز اور ریاستوں کے مابین تنازعات کا ذریعہ بنا۔

بین ریاستی تنازعات اور مرکز Inter State Disputes and the Union :

پارلیمنٹ بین ریاستی آبی وسائل کے استعمال، تقسیم اور کنٹرول، ریاستی ندیوں، دریائی وادیوں سے متعلقہ تنازعات و شکایتوں کے تصفیہ کے لئے قوانین تشکیل دے سکتی ہے۔ دفعہ (262) صدر ہند دفعہ 263 کے تحت بین ریاستی کونسل (Inter State Council) کو قائم کرسکتا ہے۔ باوجود اس کے کئی معاملات میں مرکزی حکومت کی غیر کارکردگی مرکز۔ ریاست تعلقات کو مزید بگاڑا ہے۔ آج بھی کئی بین ریاستی تنازعات برقرار ہیں جیسے کہ پنجاب اور ہریانہ کا چندی گڑھ پر اختیار کا مسئلہ اور ہندی بولنے والے علاقوں کو ہریانہ میں شامل کرنا ٹک، مہاراشٹرا اور مدھیہ پردیش کے درمیان سرحد کا تنازعہ، تاملناڈو اور کرناٹک کے درمیان کاویری ندی کے آبی وسائل کی تقسیم، پنجاب، ہریانہ اور راجستھان کے درمیان بیاس ندی کے آبی وسائل کی تقسیم وغیرہ۔

تنازعات کے دیگر پہلو Some Other Tension Areas:

مرکز۔ ریاستی تعلقات کو متاثر کرنے والے دیگر امور مندرجہ ذیل ہیں۔

1. ریاستوں کا زیادہ اختیارات اور خود مختاری کا تقاضا
2. ریاستوں کے ذریعہ مرکزی قوانین پر عمل آوری
3. ریاستی بلوں کو صدر کے غور وخوص کے لئے مختص کرنا۔
4. سیاسی طریقہ کار رکارروائی کے لئے الکٹرانک میڈیا کا استعمال۔
5. ریاستی فہرست کے توضیحات میں بیجا مداخلت۔

پنچھی کمیشن Punchhi Commission :

مرکزی حکومت نے 27 اپریل 2007ء کو مرکز۔ ریاست تعلقات کا جائزہ لینے کے لئے سپریم کورٹ کے سابق چیف

جسٹس ایم ایم پنچھی کی صدارت میں دوسرا کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن نے 7 حصوں اور 1456 صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ کو اپریل 2010ء میں پیش کیا۔ کمیشن نے سابقہ کمیشنوں مثلاً سرکاریہ کمیشن، NCRWC اور دوسرے کمیشن برائے انتظامی اصلاحات کے تجاویز پر غور کیا۔ کمیشن نے مرکز۔ ریاست تعلقات کے متعلق 310 سے زائد سفارشات کو پیش کیا۔ پنچھی کمیشن نے حسب ذیل تجاویز پیش کیں ہیں۔

1. کمیشن نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ملک میں اتحاد اور یکجہتی کی برقراری اور سماجی معاشی ترقی کے لئے امدادِ باہمی وفاق اہم رول ادا کرتا ہے۔
2. مشترکہ فہرست پر قانون سازی کے معاملہ میں مرکز ریاستیں باہمی مفاہمت سے کام لے۔
3. ریاستوں کو تفویض کردہ معاملات میں مرکز پارلیمانی برتری کا دعویٰ محتاط طور پر کرے۔
4. دفعہ 201 کے تحت صدر کی جانب سے واپس کی گئی بل پر ریاستی مقننہ کو 6 ماہ کے اندر عمل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہی شرط صدر کے لئے بھی کسی بل پر اپنی رضامندی یا منظوری دینے کے لئے لازمی قرار دیا جائے۔
5. ریاستی مقننہ کے ذریعہ منظور کردہ بلوں کو گورنر 6 ماہ کے اندر اپنی رضامندی دیدے یا ان کو صدر کے غور و خوص کے لئے مختص کرے۔
6. بحیثیت گورنر ممتاز شخصیات کو متعینہ میعاد کے لئے مقرر کیا جائے۔
7. دفعہ 163 کے تحت گورنر کے اختیارات تمیزی محدود ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان اختیارات کا استعمال انتہائی احتیاط اور غیر جانبداری کے ساتھ کیا جائے۔
8. ریاستی حکومت کو برطرف کرنے سے قبل گورنر، وزیر اعلیٰ کو اسمبلی میں اپنی تائید / اکثریت کو ثابت کرنے کا موقع (ایک متعینہ مدت کے اندر) فراہم کرے۔
9. دفعہ 356 کے اطلاق سے متعلق سپریم کورٹ بہ نام، ایس آر بومائی مقدمہ (1994) کے فیصلے کے مطابق مناسب دستوری ترمیم کے ذریعہ ضروری ہدایات کو جاری کیا جائے۔ دفعہ 356 کا استعمال صرف آخری صورت میں ہی کرے۔
10. مالیاتی کمیشن اور منصوبہ بندی کمیشن کے درمیان بہتر تال میل کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے مالیاتی کمیشن کی میعاد اور پنجسالہ منصوبوں کا ہم عصر ہونا ضروری ہے۔ دفعہ 268 کے تحت مذکورہ ٹیکسوں کی آمدنی میں اضافہ کے تدابیر پر از سر نو غور کیا جائے۔
11. FRBM(Fiscal Responsibility and Budget Management) قانون کے تحت ریاستوں کے انفرادی Target یا نشانہ مقرر کیا جائے۔
12. مرکزی قوانین کی عمل آوری کے تصرف کی مرکزی حکومت بھرپائی کرے۔

13. چند شرائط کے ساتھ مرکز اور ریاستیں مشترکہ طور پر جی ایس ٹی کو عائد کرے۔

14. کمیشن نے Cesses اور Surcharges کے ذریعہ حاصل آمدنی میں اضافہ پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور جملہ آمدنی برائے محصولات میں اس کی شرح کم کرنے کی سفارش کرتا ہے۔

عدلیہ (Judiciary)

ہندوستانی سپریم کورٹ / عدالت عظمیٰ

قانون حکومت ہند 1935 کے تحت قائم فیڈرل عدالت کی جگہ سپریم کورٹ قائم کی گئی۔ سابقہ فیڈرل عدالت کی بہ نسبت سپریم کورٹ کے وسیع تر اختیارات ہیں کیونکہ سپریم کورٹ نے برٹش پریوی کونسل (British Privy Council) کی جگہ لے لی ہے۔

دستور ہند کی دفعات 124 تا 147 (پنجم باب) میں سپریم کورٹ کی ساخت آزادی، دائرۂ اختیار، اختیارات اور قانونی طریقہ کار (Procedures) کی وضاحت کی گئی ہے۔

سپریم کورٹ ایک چیف جسٹس اور 34 ججوں پر مشتمل ہے۔ چیف جسٹس کی سفارش پر صدر ایڈھاک ججوں (Adhoc Judges) کا تقرر کرتا ہے۔ فیڈرل کورٹ کے آخری چیف جسٹس ہری لال جے کاما (Harilal J.Kama) سپریم کورٹ کے پہلے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ ابتداء میں سپریم کورٹ بشمول چیف جسٹس کے 8 ججوں پر مشتمل تھی۔ اس وقت سپریم کورٹ کے 34 ججوں (بشمول چیف جسٹس) پر مشتمل ہے۔ اگسٹ 2019 میں سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد 31 سے بڑھا کر 34 کردی گئی ہے۔

سپریم کورٹ نئی دہلی میں واقع ہے۔ سپریم کورٹ کے قانونی کاروائیاں (Proceedings) انگریزی میں تحریر کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں تمام دستاویزات کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ عموماً تمام مقدمات کو دو یا دو سے زائد ججوں کی بنچ کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن دستوری توضیعات سے متعلق معاملات کو پانچ یا پانچ سے زائد ججوں کی بنچ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ (دفعہ 143) اور تمام فیصلے اکثریت کی منظوری سے لئے جاتے ہیں۔

سپریم کورٹ کے اختیارات و فرائض
Powers and Functions of Supreme Court

یہ دستوری توضیعات کی تشریح کرنے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کا اختیار رکھتی ہے۔

ساخت

سپریم کورٹ چیف جسٹس اور زیادہ سے زیادہ 34 ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

تقرر

دستور کی دفعہ 124 (2) کے مطابق صدر جمہوریہ سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر کرتے ہیں۔ ان تقررات کو صدر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، دیگر ججوں اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے مشاورت کے بعد انجام دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کالجیم (Collegium) سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور دیگر چار تجربہ کار (سینیئر) ججوں پر مشتمل ہوتی ہے یہ ججوں کے ناموں کی

تجاویز وزارت قانون کو روانہ کرتی ہے۔

اہلیتیں

سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرر کئے جانے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ

» ہندوستان کا شہری ہو۔
» وہ کم از کم پانچ سال تک کسی ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے خدمات انجام دیا ہو۔
» وہ کسی ہائی کورٹ میں کم از کم 10 سال وکیل کی حیثیت سے فرائض انجام دیا ہو۔
» وہ صدر کی رائے میں ماہر قانون داں ہو۔

میعاد

سپریم کورٹ کا جج 65 سال کی عمر کی تکمیل پر عہدہ سے سبکدوش ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ کو تحریری درخواست پیش کرتے ہوئے اپنے عہدہ سے مستعفی ہوسکتا ہے۔

مشاہرہ اور الاؤنس

(تنخواہ روپیوں میں)

سپریم کورٹ چیف جسٹس کی تنخواہ	2,80,000
دیگر ججوں کی تنخواہ	2,50,000

برخاستگی

صدر جمہوریہ ہند سپریم کورٹ کے ججوں کو غیر شائستہ رویہ اور نااہلی کی بنیاد پر ان کے عہدے سے برخاست کر سکتے ہیں۔ اگر اس سلسلے میں پارلیمان کے دونوں ایوانوں کے حاضر ورائے دہی میں شریک دو تہائی اکثریت سے قرارداد منظور کی جائے تو۔

اختیارات و فرائض

سپریم کورٹ کے دائرۂ اختیار میں ابتدائی سماعت، مرافعہ کی سماعت اور مشاورتی فرائض شامل ہیں۔

i. ابتدائی سماعت کا اختیار

ii. مرافعہ کی سماعت کا اختیار

دیوانی مقدمات : کسی بھی فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔ اگرچیکہ وہ ہائی کورٹ کا حتمی فیصلہ یا سزا کیوں نہ ہو۔ عموماً فوجداری مقدمات میں ہائی کورٹس ہی اپیل کی آخری عدالت ہوتے ہیں۔ لیکن پارلیمنٹ نے سپریم کورٹ کو فوجداری مقدمات سے متعلق ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار دیا ہے۔

iv. متفرق فرائض

» ہدایتیں/احکام یا پروانے : سپریم کورٹ شہریوں کے بنیادی حقوق کی محافظ ہے۔ اس مقصد کے لیے سپریم کورٹ چند پروانے (Writs) جاری کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ جیسے پروانہ حاضری (Habeas corpus)، پروانہ تاکیدی

(Mandamus)' پروانہ امتناعی (Prohibition)' پروانہ جواز طلبی (Quo warrants) اور پروانہ طلبی مثل اس کے علاوہ احکام اور ہدایتیں بھی جاری کرسکتی ہے۔

» تحقیر عدالت (Contempt of Court) : سپریم کورٹ کسی بھی شخص کو جو تحقیر عدالت میں ملوث ہو سزا دے سکتی ہے۔ تحقیر عدالت سے مراد عدالت کے کسی فیصلے' عدالت اور ججوں پر تنقید کرنا' عدالت کے خلاف توہین آمیز بیان جاری کرنا اور عدالت کے فیصلوں کی تعمیل سے انکار وغیرہ۔

ہائی کورٹ۔ساخت' اختیارات وفرائض

High Court: Composition, Powers and Functions

ہندوستان میں 1862ء میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں ہائی کورٹس قائم کی گئیں اور 1866ء میں الہ آباد کے ہائی کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔ دستور کے چھٹویں باب میں دفعات 214 تا 231 کے تحت ہائی کورٹ کی ہیئت ترکیبی، آزادی، دائرہ اختیار، اختیارات، ججس کا تقرر، اہلیتیں، مشاہرے، تبادلات اور قانونی طریقہ کار (Legal Procedures) کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہندوستان میں واحد مربوط عدالتی نظام (Single Integrated Judicial System) نافذ العمل ہے۔ جس کے مطابق ہائی کورٹ سپریم کورٹ کے تحت ہے لیکن ذیلی عدالتوں سے بالاتر مقام پر اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ دستور ہند تمام ریاستوں کے لئے ہائی کورٹس فراہم کرتا ہے۔ دستور کی ساتویں ترمیمی قانون 1956ء پارلیمنٹ کو ایک سے زیادہ ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کے لئے مشترکہ ہائی کورٹ کو قائم کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں 25 ہائی کورٹس موجود ہیں۔ یکم جنوری 2019ء میں ریاست آندھراپردیش کے لئے تلنگانہ سے علیحدہ ہائی کورٹ کو قائم کیا گیا۔ مندرجہ ذیل ہائی کورٹس کا دائرہ اختیار ایک سے زیادہ ریاستوں اور مرکزی زیر انتظامی علاقوں تک محیط ہے۔

ہیئت ترکیبی (Organisation of the High Court) :

ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور دیگر ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی تعداد متعین نہیں ہوتی۔ ان کی تعداد کا تعین ضرورت کے مطابق صدر جمہوریہ کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ دستور کے مطابق عارضی ججوں کا تقرر بھی کیا جاسکتا ہے۔ جن کی میعاد دو سال سے زائد نہیں ہوتی۔ عارضی ججوں کو کسی ہائی کورٹ کے کام کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اس وقت بشمول Additional Judge کے الہ آباد ہائی کورٹ میں ججوں کی تعداد 160 اور سب سے کم سکم میں ججوں کی تعداد 3 ہے۔

ججوں کا تبادلہ (Transfer of Judges):

صدر ہند چیف جسٹس آف انڈیا سے مشاورت کے بعد کسی جج کا ایک ہائی کورٹ سے دوسرے ہائی کورٹ میں تبادلہ کرسکتا ہے۔ (Third Judges Cases 1998) میں سپریم کورٹ نے واضح کیا ہے کہ کسی ہائی کورٹ کے جج کے تبادلہ سے متعلق چیف جسٹس آف انڈیا۔ سپریم کورٹ کے چار تجربہ کار ججوں (Senior Most Judges) اور متعلقہ دونوں ہائی کورٹس کے چیف

جسٹس سے بھی مشاورت کرے۔

قومی عدالتی تقررات کمیشن (National Judicial Appointments Commission(NJAC):)

NJAC قانون اور 99ویں دستوری ترمیمی قانون 13اپریل 2015 سے نافذالعمل ہوالیکن سپریم کورٹ نے اس قانون کو اعلیٰ عدالتوں کے تقررات میں سیاسی مداخلت کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا۔ NJAC کو Collegium System کے متبادل کے طور پر پیش کیا گیا۔Collegium System چیف جسٹس آف انڈیا اور سپریم کورٹ کے چار تجربہ کار ججوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ججوں کے تقررات اور تبادلات کی سفارش کرتا ہے لیکن یہ دستور ہند کا حصہ نہیں ہے۔ Collegium System کا بتدریج آغاز سپریم کورٹ کے فیصلوں پر مبنی (28اکتوبر 1998) (Third Judge Cases) کے شکل میں ہوا۔

ہائی کورٹ کا دائرہ اختیار اور فرائض و اختیارات (Jurisdiction and Power of High Court) :

دستور ہند اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار کی وضاحت کرتا ہے۔ ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں مال گزاری محاصل سے متعلق معاملات پر فیصلوں کے اختیارات کے علاوہ Writs، نگرانکاری اور مشاورتی اختیارات شامل ہیں۔ دستور ہند پارلیمنٹ اور ریاستی مقننہ کو ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں تبدیلی لانے کی اجازت دیتا ہے۔

ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کی ذیل میں وضاحت کی گئی ہے۔

مقامی حکومتیں (Local Governments)

تعارف

73ویں، 74ویں دستوری ترمیم قانون ہند 1992 ہندوستان میں حکومت مقامی اداروں کے متعلق وضاحت / بیان کرتا ہے۔ 73ویں دستوری ترمیمی قانون دیہی مقامی حکومتوں کے متعلق وضاحت کرتا ہے جو پنچایت راج اداروں کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ 74ویں دستوری قانون شہری مقامی حکومتوں سے متعلق توضیعات بیان کرتا ہے جو نگر پالیکا یا میونسپل اداروں کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ ترمیمات بنیادی سطح پر ہندوستان میں جمہوریت کو استحکام بخشنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہندوستان میں پنچایت راج ادارے جدید نہیں ہیں۔ یہ قدیم دور سے ہی موجود ہیں۔ منوسمرتی، ارتھ شاستر، مہابھارت میں ہمیں پنچایتوں کے متعلق بے شمار حوالہ جات ملتے ہیں۔ میگاستھنز کی مشہور کتاب ''انڈیکا'' (Indica) کے مطابق زمانہ قدیم میں موریائی سلطنت شہری مقامی حکومتوں کے لئے مشہور تھی۔ قرون وسطیٰ / عہد وسطیٰ میں چولاؤں کی سلطنت حکومت مقامی اداروں کے لئے مشہور تھی۔ قرون وسطیٰ / عہد وسطیٰ میں چولاؤں کی سلطنت حکومت مقامی اداروں کے لئے مشہور تھی۔ بعد ازاں سلاطین دہلی اور مغلوں نے منصب داری نظام کو اپنانے کی بنا پر مقامی حکومتوں کو نظر انداز کیا گیا۔ دوران برطانوی حکومت ''لارڈ رپن'' نے 1882 اور 1884ء میں مقامی حکومتوں کے متعلق دو قوانین وضع کرتے ہوئے موثر نفاذ عمل میں لایا۔ اسی لئے لارڈ رپن کو ہندوستان کا بابائے مقامی حکومتیں کہا جاتا ہے۔

بلونت رائے مہتا کمیٹی (1957)

کمیونٹی ترقیاتی پروگرام (CDP) اور نیشنل ایکسٹنشن سروس (NESS) اسکیم کی کارکردگی کا جائزہ لینے 16 جنوری 1957 کو اسی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ 24 نومبر 1957 کو مندرجہ ذیل سفارشات پیش کیں۔

1. تین سطحی پنچایت راج نظام یعنی گاؤں کی سطح پر گرام پنچایت، بلاک سطح پر پنچایت سمیتی اور ضلعی سطح پر ضلع پریشد۔
2. گرام پنچایت کا انتخاب راست طور پر ہوگا جب کہ گرام سمیتی اور ضلع پریشد کا انتخاب بالواسطہ طریقہ پر منتخبہ نمائندے کریں گے۔
3. حکومت مقامی اداروں کی میعاد پانچ سال ہوگی۔
4. حکومت کے تمام ترقیاتی منصوبوں اور پروگرامس کو ان اداروں کے ذریعہ نافذ کیا جائے۔

بلونت رائے مہتا کمیٹی کی سفارشات کو 1958 میں قومی ترقیاتی کونسل نے منظوری دی۔ راجستھان پہلی ریاست ہے جس نے 2/اکٹوبر 1959 میں ضلع ناگور میں تین سطح پنچایت راج نظام کو نافذ کیا گیا۔ بعد ازاں بیشتر/سابقہ ریاست آندھرا پردیش یکم نومبر 1959 کو اس نظام کو اپنایا۔

کچھ عرصہ بعد پنچایت راج کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ یہ دیکھا گیا کہ ادارہ جاتی اور فرائض پر مبنی نقائص کی بنا پر ان کی کارکردگی تشفی بخش نہ تھی۔ ان پر قابو (تدارک) کے لئے مختلف کمیٹیوں کو قائم کیا گیا جنہوں نے گرانقدر تجاویز پیش کیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

اشوک مہتا کمیٹی (1977)

ہندوستان میں پنچایت راج اداروں کے استحکام کے لئے تجاویز پیش کرنے کے لئے مرارجی دیسائی کی زیر قیادت جنتا حکومت نے 1977 میں اشوک مہتا کی زیر صدارت 13 رکنی کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی نے 1978ء میں 132 تجاویز پیش کیں جن میں سے چند تجاویز مندرجہ ذیل ہیں۔

1. اس کمیٹی نے تین سطحی نظام کی جگہ دو سطحی نظام کو متعارف کیا یعنی ضلعی سطح پر ضلع پریشد اور نچلی سطح پر چند دیہاتوں پر مبنی منڈل پریشد۔
2. ضلع پریشد عاملانہ تنظیم ہے جو ضلع کے ترقیاتی منصوبوں کو تشکیل دے گی۔
3. آبادی کی بنیاد (اساس) پر درج فہرست طبقات (SCs)، درج فہرست قبائل (STs) کو نشستیں محفوظ (مختص) کی جائیں۔

73 ویں دستوری ترمیمی قانون 1992 کا نفاذ 24 اپریل 1992 سے ہوا۔ اس قانون کو دستور کے 11 ویں باب میں دفعات 24

تا 16(o)243 دفعات) میں شامل کیا گیا ہے۔جسکو 1992، 20/اپریل 1993 کو صدر ہند کی منظوری حاصل ہوئی اور 24 /اپریل 1993 سے یہ نافذ العمل ہوا۔ لہٰذا ہر سال ہم 24/اپریل کو "یوم قومی پنچایت راج" کے طور پر مناتے ہیں۔

74ویں ترمیم۔شہری مقامی حکومتیں

74ویں دستوری ترمیمی قانون کے ذریعہ شہری علاقوں میں جمہوریت کو مستحکم کرنے کے لئے شہری مقامی اداروں کو دستوری موقف/درجہ عطا کیا گیا۔ اسے بلدیات (Muncipalities) کے عنوان کے تحت دستور ہند کے باب A-11 میں شامل کیا گیا۔ یہ حصہ 18 دفعات (P)243 تا (G)243 پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک اور باب کا اضافہ کیا گیا جو دستور کا 12 واں باب کہلاتا ہے جو بلدیات کے 18 امور پر مشتمل ہے۔ قانون کی شق کے تحت بلدیات کو دستوری درجہ عطا کرتے ہوئے دستور کے منصفانہ حصہ میں شامل کیا گیا ہے۔ 74ویں دستوری ترمیمی قانون 1992 کو 20/اپریل 1993 کو صدر جمہوریہ ہند کی منظوری حاصل ہوئی بعد ازاں اس قانون کا نفاذ یکم جون 1993 سے ہوا۔

تلنگانہ میں پنچایت راج اور شہری مقامی ادارے

73ویں اور 74ویں دستوری ترمیمی قانون کی بنیاد پر سابقہ متحدہ آندھراپردیش میں "آندھراپردیش پنچایت راج قانون 1994"، تشکیل دیا گیا جو 30 مئی 1994 سے نافذ العمل ہوا۔ 2/جون 2014 میں ریاست تلنگانہ کے قیام کے بعد یہی قانون نافذ العمل رہا۔ بعد ازاں کے۔ چندرشیکھر راؤ کی زیر قیادت حکومت تلنگانہ نے جدید "تلنگانہ پنچایت راج ایکٹ 2018"، تشکیل دیا جس کا نفاذ 18/اپریل 2018 سے عمل میں آیا۔

گرام پنچایت

تلنگانہ میں 12,781 گرام پنچایتیں پائی جاتی ہیں۔ گرام پنچایت' پنچایت راج اداروں کی بنیادی اکائی/ڈھانچہ ہے۔ یہ دیہات یا چند دیہاتوں کے مجموعہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ گرام پنچایت بحث ومباحثہ یا قانون سازی کا ادارہ ہے۔ کم ازکم ماہانہ ایک مرتبہ گرام پنچایت کا اجلاس منعقد کیا جاتا ہے۔ سرپنچ گرام پنچایت کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ اس کی غیر حاضری کی صورت میں نائب سرپنچ اجلاس کی صدارت کرتا ہے۔

گرام سبھا :- ہر دیہات گرام سبھا پر مشتمل ہوتا ہے۔ گرام سبھا گاؤں کے رجسٹرڈ رائے دہندوں پر منتقل ہوتی ہے۔ گرام سبھا کا اجلاس دو ماہ میں ایک مرتبہ منعقد ہوتا ہے۔ سرپنچ گرام سبھا کے اجلاس منعقد کرتا ہے۔ سرپنچ گرام سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ اس کی غیر حاضری کی صورت میں نائب سرپنچ ان اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔

منڈل پرجا پریشد

پنچایت راج ساخت/نظام میں منڈل پرجا پریشد دوسری سطح کا ادارہ ہے۔ اسے بلاک سطح پر چند دیہاتوں کو ملا کر تشکیل دیا

جاتا ہے۔تین سطحی نظام میں یہ درمیان ادارہ/اکائی ہے۔تلنگانہ میں 438 منڈل پرجا پریشد پائے جاتے ہیں۔

منڈل پریشد (MPTC)

منڈل پریشد کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو ہر حلقہ 3000 تا 4000 آبادی پر مشتمل ہوتا ہے۔جس کی نمائندگی کرنے والے رکن کو MPTC کہا جاتا ہے۔

صدرنشین منڈل پرجا پریشد

صدرنشین منڈل پرجا پریشد کا سیاسی سربراہ اور اولین شہری/پہلا شہری ہوتا ہے۔منڈل پرجا پریشد کے منتخبہ اراکین صدرنشین و نائب صدرنشین کا انتخاب کرتے ہیں۔صدرنشین منڈل پرجا پریشد کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔

منڈل ترقیاتی عہدیدار (MPDO)

منڈل ترقیاتی عہدیدار (MPDO) منڈل پرجا پریشد کا افسر اعلیٰ (Chief executive authority) ہوتا ہے۔ریاستی حکومت اس کا تقرر کرتی ہے۔ریاستی حکومت کی جانب سے تفویض کردہ اختیارات و فرائض اور ذمہ داریوں کو انجام دیتا ہے۔منڈل پریشد کی منظور کردہ قراردادوں کو عمل درآمد کرتا ہے۔صدرنشین کی ایما پر منڈل پرجا پریشد کے اجلاس منعقد کرتا ہے۔ماہانہ کم از کم ایک اجلاس منعقد کرنا ضروری/لازمی ہوتا ہے۔عام طور پر MPDO منڈل پرجا پریشد کے اجلاسوں میں شرکت کرتا ہے، بحث و مباحثہ میں حصہ لیتا ہے لیکن قراردادوں کی منظوری کے لئے رائے دہی میں حصہ نہیں لے سکتا۔منڈل پرجا پریشد کا تمام عملہ اس کے ماتحت کام کرتا ہے اور ان پر انتظامی نگرانی رکھتا ہے۔

ضلع پرجا پریشد

پنچایت راج اداروں میں ضلع پرجا پریشد اعلیٰ سطحی ادارہ ہے۔یہ ضلع کے تمام دیہی علاقوں پر محیط ہوتا ہے۔یہ بحث ث مباحثہ کا ادارہ ہے۔ہر ضلع میں ضلع پرجا پریشد پایا جاتا ہے۔حیدرآباد کے علاوہ باقی تمام اضلاع میں ضلع پرجا پریشد پایا جاتا ہے جو اس ضلع کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔تلنگانہ میں 32 ضلع پرجا پریشد پائے جاتے ہیں۔

رکن ضلع پرجا پریشد

ہر ضلع پریشد کے علاقہ کو کئی منڈلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ضلع کا ہر منڈل علاقائی حلقہ ہوتا ہے جس کی ایک فرد نمائندگی کرتا ہے جو ZPTC کہلاتا ہے۔

Urban Local Bodies in Telangana

کوئی بھی ضلع پریشد، رکن ضلع پریشد (ZPTC)، صدرنشین ضلع پریشد (ZPP) اور اعلیٰ عاملانہ عہدیدار (CEO) پر مشتمل ہوتی ہے۔

تلنگانہ میں شہری مقامی ادارے: شہری مقامی ادارے بنیادی/ابتدائی سطح کے سیاسی ادارے ہیں۔یہ تیزی کے ساتھ شہری علاقوں میں رہنے والے عوام میں شہری اخلاقیات کو فروغ دیتے ہیں۔دستوری تحفظ و شناخت عطا کرتے ہوئے شہری حکومت مقامی اداروں کو تقویت بخشی گئی۔74 ویں دستوری ترمیم قانون شہری مقامی اداروں کو مختلف حفاظتی اقدامات فراہم کرتا ہے۔

73 ویں' 74 ویں دستوری ترمیمی قانون کی بنیاد پر سابقہ متحدہ حکومت آندھرا پردیش نے قانون بلدیات 1994 بنایا جو 30/مئی 1994 سے نافذ العمل ہوا۔ 2/جون 2014 کو تشکیل تلنگانہ کے بعد سابقہ حکومت کا منظور کردہ قانون نافذ رہا۔ بعد ازاں کے چندر شیکھر راؤ کی زیر قیادت حکومت تلنگانہ نے تلنگانہ قانون بلدیات 2019 کے نام سے منظور کیا جس کا نفاذ جولائی 2019 سے ہوا۔

تلنگانہ میں شہری حکومت مقامی اداروں کی اقسام	
شہری مقامی حکومتیں بلدیات (میونسپلٹی)	میونسپل کارپوریشن
1. کونسلرس	1. کارپوریٹر
2. Co-opt اراکین	2. Co-opt اراکین
3. بہ اعتبار عہدہ اراکین	3. بہ اعتبار عہدہ اراکین
4. صدر نشین (چیرپرسن)	4. میئر
5. نائب صدر نشین	5. ڈپٹی میئر
6. میونسپل کمشنر	6. میونسپل کمشنر

1. بلدیہ (Municipality)

بلدیات قصبوں اور چھوٹے شہروں کے انتظامی امور انجام دینے کے لئے تشکیل دئے گئے ہیں۔ یہ بحث و مباحثہ کا ادارہ ہے جو تمام شہری علاقوں پر محیط ہوتا ہے۔ تلنگانہ میں 128 بلدیات موجود ہیں۔ تمام بلدیات میونسپل کونسل' صدر نشین اور کمشنر پر مشتمل ہوتی ہیں۔

کونسلرس (اراکین بلدیہ)

ہر میونسپل علاقہ کو کئی وارڈوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر میونسپل وارڈ انتخابی حلقہ کہلاتا ہے جس کی نمائندگی ایک رکن کرتا ہے جسے کونسلر کہا جاتا ہے۔

صدر نشین بلدیہ

صدر نشین/چیرپرسن بلدیہ کا سیاسی سربراہ اور پہلا شہری ہوتا ہے۔ کسی بھی بلدیہ میں ایک صدر نشین اور نائب صدر نشین ہوتے ہیں۔ جن کا منتخب شدہ اور بہ اعتبار عہدہ اراکین رائے دہی کے ذریعہ انتخاب کرتے ہیں۔

میونسپل کمشنر

میونسپل کمشنر بلدیہ کا اعلیٰ عاملانہ حاکم (Chief Executive Authority) ہوتا ہے اور ریاستی حکومت کی جانب سے اس کا

تقرر ہوتا ہے۔ یہ بلدیہ کی منظورہ قراردادوں کی عمل آوری کا ذمہ دار ہوتا ہے اور ریاستی حکومت کے تفویض کردہ اختیارات وفرائض اور ذمہ داریوں کو انجام دیتا ہے۔

2. میونسپل کارپوریشن

میونسپل کارپوریشن شہری حکومت مقامی اداروں میں سب سے اعلیٰ ادارہ ہے جو بڑے شہروں میں پایا جاتا ہے۔ تلنگانہ میں 13 میونسپل کارپوریشن پائے جاتے ہیں جو یہ ہیں 1.: حیدرآباد 2. ورنگل 3. کریم نگر 4. کھمم 5. نظام آباد 6. راما گنڈم 7. بوڈا پل 8. بنڈلہ گوڑہ 9. بڈنگ پیٹ 10. جواہرنگر 11. میرپیٹ 12. نظام پیٹ 13. پیرزادی گوڑہ۔

ایمرجنسی قوانین (Emergency Provisions)

قومی ایمرجنسی (آرٹیکل 352)

اگر صدر جمہوریہ کو یہ طمانیت حاصل ہوتی ہے کہ ملک کی سلامتی یا ملک کے کسی حصہ میں سلامتی صورتحال مسلح بغاوت کے نتیجہ میں خراب ہو رہی ہے (پہلے یہ اندرونی خلفشار ہوا کرتا تھا) تب وہ اس دفع کے تحت ایمرجنسی کا اعلان کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے حالات ہونے کے اندیشوں کے دوران بھی ایمرجنسی لاگو کی جاسکتی ہے۔ تاہم اس طرح کا کوئی بھی اعلان پارلمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش کیا جانا ہوتا جہاں دو تہائی اکثریت کی تائید اس اعلان کو حاصل ہونا ضروری ہوتی ہے۔ نہ ہونے کی صورت میں ایمرجنسی صرف ایک ماہ تک برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ اس دفع میں سال 1978 میں دستور کی 44 ویں ترمیم کے تحت اندرونی خلفشار کو مسلح بغاوت سے بدل دیا گیا۔ جنگ، بیرونی حملہ یا اندرونی بغاوت۔ ان تین صورتوں میں یہ قانون لاگو کیا جاسکتا ہے۔ اس کے اطلاق کے بعد یہ غیر محدود وقت تک رہ سکتا ہے تاہم ہر چھ ماہ میں پارلمنٹ کے ذریعہ اس کی تجدید ضروری ہوتی ہے۔ ایمرجنسی کے دوران مرکزی حکومت ریاستی حکومتوں کو کوئی بھی احکام دے سکتی ہے، پارلمنٹ ایسے تمام مضامین پر قانون سازی کرسکتی ہے جو ریاست موضوع ہوتے ہیں، دفع 19 معطل ہوجاتی ہے، تاہم دفع 20 اور 21 برقرار رہتے ہیں، پارلمنٹ کی میعاد ایک سال تک توسیع کی جاسکتی ہے۔ اب تک قومی ایمرجنسی 1962، 1971 کی جنگوں اور 1975 میں اندرا گاندھی کی جانب سے لاگو کیا گیا تھا۔

ریاستی ایمرجنسی (آرٹیکل 356)

یہ عام طور پر صدر راج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اگر صدر جمہوریہ گورنر کی رپورٹ کی بنیاد پر کسی ریاست کے بارے میں مطمئن ہوں کہ وہاں دستوری مشینری ناکام ہوچکی ہے یا پھر اگر ریاست وفاقی معاملات میں مرکز کے احکامات کی پابندی کرنے میں ناکام ہوجاتی ہو تو وہ دو ماہ تک صدر راج نافذ کرسکتے ہیں۔ اس فیصلہ کو پارلمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اندر منظور کروانا ضروری ہوتا ہے نہ ہونے کی صورت میں یہ صرف دو ماہ تک کارکرد رہتا ہے۔ اگر اعلان کے دوران لوک سبھا تحلیل ہوجاتی ہے تو اس کو راجیہ سبھا میں دو ماہ کے اندر منظور کروانا ہوتا ہے۔ دونوں ایوانوں کے ذریعہ منظوری کے بعد یہ قانون چھ ماہ تک نافذ کیا جاسکتا ہے۔ پارلمنٹ کی سفارش پر مزید چھ ماہ تک توسیع ہوسکتی ہے۔ الیکن کمیشن کی سفارش پر اس میں ایک سال کی توسیع ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ توسیع بھی صرف دو مرتبہ ہی ہوسکتی ہے۔ اس طرح صدر راج تین سال سے زائد وقت کے لئے نافذ نہیں رہ سکتا۔ صرف پنجاب میں صدر راج دفع 356 میں تبدیلی کے ذریعہ تین سال سے زائد وقت کے لئے نافذ کیا گیا۔

صدر راج میں تمام اختیارات صدر جمہوریہ یا گورنر یا کوئی با اختیار ادارے کے حوالے ہوتے ہیں۔ صدر جمہوریہ ریاستی اسمبلی کے تمام اختیارات پارلمنٹ کو منتقل کرسکتا ہے اور وہ ریاست کیلئے قانون سازی کرسکتی ہے۔ ریاستی اسمبلی معطل یا تحلیل کی جاسکتی ہے۔ آرٹیکل 356 کو آزادی کے بعد سے قریب 112 مرتبہ استعمال کیا گیا جو کہ اس قانون کے استحصال کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کئی ریاستوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ عام طور پر حکمراں جماعت کی جانب سے اس کا استعمال مخالف پارٹی حکومتوں کے خلاف ہوتا رہا ہے۔

معاشی ایمرجنسی (آرٹیکل 360)

ایسی صورتحال جس میں ملک کی معاشی استحکام، ملک کا قرض یا اس سے جڑی صورتحال میں اگر صدر جمہوریہ کو طمانیت ہو کہ بحران کی کیفیت ہے تو وہ معاشی ایمرجنسی کا اعلان کرسکتے ہیں۔ اس اعلان کو پارلمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظوری حاصل کرنی ہوتی ہے یا پھر یہ دو ماہ تک جاری رہ سکتا ہے۔ اگر اعلان کے وقت لوک سبھا تحلیل ہوجاتی ہے تو راجیہ سبھا کو دو ماہ کے اندر اسے منظور کرنا ہوتا ہے یا اگلی لوک سبھا کو اپنے پہلے سیشن میں منظور کرنا ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت، ریاستوں کو معاشی انتظام سے متعلق احکامات دے سکتی ہے، مرکز و ریاستی حکومتوں کے محکموں میں خدمات انجام دے رہے ملازمین کی تنخواہیں کم ہوسکتی ہیں بشمول ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ججس۔ ریاستی حکومت کی جانب سے منظور کردہ مالیاتی بلز کی صدر جمہوریہ کی نظر ثانی کیلئے روک لیا جاتا ہے۔

دفعہ :360A معاشی ایمرجنسی کے اختیارات

دفعہ 356 کی مناسبت سے 42 اور 43 ویں ترمیمات

خصوصی کمیشنس اور تنظیمیں

(ImportantCommissions&Organisations)

قومی کمیشن برائے خواتین

☆ 1974 میں حکومت ہند کی تشکیل کردہ کمیٹی نے اپنی تجزیاتی رپورٹ پیش کرتے ہوئے ہندوستانی سماج میں خواتین کے وقار و مرتبہ کی بحالی، خواتین کے مسائل کی یکسوئی اور شکایات کے ازالہ اور خواتین کی اقتصادی ترقی کے لئے ''قومی کمیشن برائے خواتین'' کے قیام کی سفارش کی۔

☆ اسی مناسبت سے خواتین مفادات اور حقوق کی براری اور تحفظ کے لئے ''قومی کمیشن برائے خواتین'' 1992 میں تشکیل دیا گیا تھا۔ (31 رجنوری 1992 کو تشکیل دیا گیا)

☆ اس کمیشن کے اہم مقاصد خواتین کے دستوری اور قانونی تحفظات کا جائزہ لینا، متبادل قانونی اقدامات کی سفارش اور وہ تمام پالیسی امور پر حکومت کو مشورہ دینا جو کہ راست طور پر خواتین کے مفادات کو متاثر کرتے ہوں۔

☆ قومی کمیشن برائے خواتین ایک ہمہ رکنی ادارہ ہے جو (1+5) ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو کہ ایک صدر نشین پانچ اراکین اور ایک معتمد رکن پر مشتمل ہوتا ہے۔ صدر نشین اور اراکین کے لئے ضروری ہے کہ وہ خواتین کے مسائل سے آگہی رکھتے ہوں اور ان کے مسائل کی عاجلانہ یکسوئی کے لئے پر عزم ہوں، قانون سازی اور قوانین سے واقفیت ہو، تجارتی، صنعتی یا فلاحی تنظیم میں کام کا

تجربہ ہو' پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے حامل اور دیانتدار ہوں۔

☆ کمیشن کے صدرنشین اور اراکین کی میعاد تین سال ہے۔ وہ کسی بھی وقت اپنا استعفیٰ مرکزی حکومت کو پیش کرسکتے ہیں اس کے علاوہ اگر وہ اپنی خدمات قوانین وضوابط کے مطابق ادا نہ کرسکیں تو اسی وقت مرکزی حکومت صدرنشین اور دیگر اراکین کو برطرف کرسکتی ہے۔

کمیشن کے اختیارات اور فرائض:

☆ کمیشن کو 14 نکاتی منشور فراہم کیا گیا ہے کہ وہ آئین اور دیگر قوانین کے تحت خواتین کو متاثر کرنے والے معاملات کی جانچ اور چھان بین کرتے ہوئے خواتین کے حقوق اور تحفظات کی فراہمی کو یقینی بنائے۔

☆ کمیشن دستور اور پارلیمان اور مقننہ کے ذریعہ تدوین کردہ قوانین جو خواتین کے تحفظات سے متعلق ہوں ان تمام امور کی تحقیق کرتے ہوئے ان کا جائزہ لیتا ہے۔

☆ کمیشن مرکزی حکومت کو سالانہ رپورٹ پیش کرتا ہے اور ہنگامی صورتحال میں بھی ضرورت کے مطابق اپنی رپورٹ مرکزی حکومت کو پیش کرتا ہے۔

☆ مرکزی حکومت اس طرح کی تمام رپورٹیس پارلیمان کے دونوں ایوانوں میں پیش کرتے ہوئے سفارشات کی منظوری اور رد کرنے کی وجوہات کی وضاحت کرتی ہے۔

☆ کسی ریاست سے متعلق معاملہ کی رپورٹ کی نقل ریاستی حکومت کو ارسال کرتا ہے کمیشن کی رپورٹ کو ریاستی حکومت ریاستی مقننہ کے اجلاس میں کرتے ہوئے سفارشات کی منظوری اور استرداد کی وجوہات کی وضاحت کرتی ہے۔

☆ کمیشن وقتاً فوقتاً خواتین سے متعلق مسائل کی یکسوئی کے لئے ضروری کمیشنوں کی تشکیل کرتا ہے۔

☆ وہ خواتین کے حقوق کی پامالی اور استحصال سے متعلق شکایات کا جائزہ لیتا ہے اور Suomoto کی بنیاد پر نوٹس کی اجرائی عمل میں لاتے ہوئی کسی حصہ سے کسی بھی شخص کی حاضری طلب کرسکتا ہے اور قوانین کے عدم نفاذ کے نتیجے میں خواتین کو تحفظ بہم پہنچانے کے اقدامات کرتا ہے۔

☆ کمیشن کو سیول عدالت کے مماثل اختیارات حاصل رہے ہیں تا کہ کسی بھی معاملہ کی چھان بین کے لئے مقدمہ کی کارروائی چلا سکے۔

کمیشن کے افعال

☆ کمیشن زبانی یا تحریری طور پر موصول شکایات پر کارروائی کرتے ہوئے معاملے کی عاجلانہ یکسوئی اور حل کے لئے Suomoto نوٹس کی اجرائی عمل میں لاتا ہے۔

☆ خواتین کے خلاف جرائم جیسے گھریلو تشدد' جنسی تشدد' جہیز ہراسانی اور قتل اغوا' این آر آئی شادیوں کے خلاف شکایات' پولیس ہراسانی رربربریت مجرمین کے خلاف سخت کارروائی کرتا ہے۔

☆ بچپن کی شادی کی روک تھام کے اقدامات کرتا ہے۔ ازدواجی اور خاندانی جھگڑوں' جہیز امتناعی قانون سے متعلق مقدمات کے حل کے لئے لوک عدالت کا اہتمام کرتا ہے۔

☆ مقدمات کی جانچ کے لئے کسی عدالت یا دفتر سے حلفنامہ' دستاویزات وغیرہ طلب کرتے ہوئے عاجلانہ یکسوئی اور انصاف کو یقینی بناتا ہے۔

قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات وقبائل

تاریخی پس منظر

پارلیمان میں بھی بار ہا مرتبہ ارکان پارلیمان دفعہ 338 میں ترمیم کا مطالبہ پیش کیا تھا اسی مطالبہ کے پیش نظر پارلیمان قانون سازی کے ذریعہ دفعہ 338 میں ترمیم کی تجویز کو 46ویں ترمیم کے ذریعہ منظوری دے دی گئی اس طرح درج فہرست طبقات اور قبائل کے لئے ایک رکنی کمیشن کی جگہ ہمہ رکنی کمیشن کے قیام کے لئے قانون سازی کرتے ہوئے یکم دسمبر 1978 کوفوری اثر کے ساتھ جناب بھولا پاسوان شاستری کو پہلے عہدیدار کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور قبائل مقرر کیا گیا اور کمیشن، کمشنر برائے درج فہرست طبقات اور قبائل کے اشتراک میں 11 / مارچ 1992ء تک اپنے افعال انجام دیتا رہا۔

1978ء کے تشکیل کردہ کمیشن میں 1987 میں تبدیلی لاتے ہوئے اس سے قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل کا نام دیا گیا۔ یہ کمیشن قومی سطح پر درج فہرست طبقات وقبائل کا مشاورتی ادارے کی حیثیت سے ان طبقات سے متعلق اہم پالیسی اور ترقیاتی امور پر مشیر کا کردار ادا کرتا رہا۔

قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور قبائل دستور کی 65ویں ترمیمی بل 1990 کے تحت تشکیل دیا گیا۔ 3/نومبر 1990 کو ایک اعلامیہ کے ذریعہ اس بل کے اصول وضوابط وضع کئے گئے۔

1992 میں کمیشن کے پہلے صدرنشین جناب ایس ایچ رام دھن بنائے گئے اس طرح کمیشن کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی۔

2003 میں 89ویں دستوری ترمیم کے ذریعہ درج فہرست طبقات کے لئے علیحدہ قومی کمیشن اور درج فہرست قبائل کے لئے علیحدہ کمیشن کے قیام کا فیصلہ کیا گیا جس پر 19/فروری 2004ء عمل شروع کیا گیا۔

11/دسمبر 2004ء کو وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کے دور اقتدار میں قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل کو بنام قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات، قومی کمیشن برائے درج فہرست قبائل دستور کی دفعہ 338A کے تحت دو علیحدہ کمیشنوں میں تقسیم کردیا گیا۔

قومی کمیشن برائے درج فہرقت طبقات

☆ قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات ایک خودمختار دستوری ادارہ ہے۔ یہ ادارہ دستور کی دفعہ 338A کے تحت 19/فروری 2004 کو قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل سے علیحدہ کرتے ہوئے قائم کیا گیا۔

☆ اس کمیشن کو کسی بھی شکایت کی سنوائی یا تحقیق کرنے کے لئے دیوانی عدالت کے اختیارات حاصل ہیں۔ کمیشن کا صدر دفتر نئی دہلی میں واقع ہے۔

☆ کمیشن کی ساخت: قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات ایک صدرنشین، نائب صدرنشین اور تین دیگر ارکان پر مشتمل ہوگا جن میں ایک خاتون رکن کا ہونا ضروری ہے۔ صدرنشین، نائب صدرنشین اور دیگر ارکان کا تقرر اور ان کی ملازمت اور میعاد کی شرائط صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے متعین کی جاتی ہے، فی الحال کمیشن کی میعاد تین سال ہے۔

☆ کمیشن کے صدرنشین اور نائب صدرنشین کو کابینی وزیر کا درجہ اور ارکان کو مملکتی وزیر کا درجہ حاصل رہتا ہے۔

کمیشن کے اختیارات و فرائض

☆ دستور یا پارلیمانی قوانین کے تحت درج فہرست طبقات کو فراہم تحفظات اور حفاظتی اقدامات سے متعلق تمام معاملات کی تحقیق ونگرانی کرنا جو مرکزی و ریاستی حکومت کے ذریعہ نافذ العمل ہوتے ہیں۔

☆ درج فہرست طبقات کے حقوق اور تحفظات کی پامالی سے متعلق شکایات کی تحقیق کرنا۔

☆ کمیشن اپنی سالانہ رپورٹ صدر جمہوریہ کو پیش کرتا ہے، بعض ہنگامی حالات میں جب بھی ضرورت ہو تب بھی صدر جمہوریہ کو اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔

☆ کسی مقدمہ کی تحقیق اور شکایتوں کی سنوائی کے دوران کمیشن کو دیوانی عدالت (Civil Court) کے مماثل اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو کہ حسب ذیل امور سے متعلق ہو:

(i) ملک کے کسی بھی علاقہ سے کسی بھی شخص کو حاضری کی طلبی اور حلفنامہ کا پابند بنانا۔

(ii) کسی بھی دفتر وغیرہ سے ضروری دستاویزات کی پیشکشی کا مطالبہ کرنا۔

(iii) حلف نامہ میں شامل ثبوت و شواہد کا حصول۔

(iv) گواہوں کی طلبی اور دستاویزات کی طلبی کے لئے سمن کی اجرائی۔

قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات کے صدرنشین:

(1) سورج بھان 2004: تا2007　(2) بھوٹا سنگھ 2007 : تا2010　(3) پی۔ ایل۔ پونیا2010 : تا2013

(4) پی ایل پونیا2013 : تا2016　(5) آر ایس گٹھریا2017 : تا2020　(6) وجے سانپلا 2021 : موجودہ

قومی کمیشن برائے درج فہرست قبائل

☆ قومی کمیشن برائے درج فہرست قبائل 89ویں دستوری ترمیمی قانون 2003 کے تحت فروری 2004 میں تشکیل دیا گیا۔ یہ ایک خودمختار دستوری ادارہ ہے اس کمیشن کو دستوری دفعہ 338 کے تحت قدیم قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے قائم کیا گیا۔

☆ کمیشن دستوری تناظر میں درج فہرست قبائل کو فراہم تحفظات کے نفاذ اور حفاظتی اقدامات کو یقینی بنانے کی نگرانی کرتا ہے۔ کمیشن کا صدر دفتر نئی دہلی میں واقع ہے۔

☆ قومی کمیشن برائے درج فہرست طبقات اور قبائل کی تقسیم کی سفارش دیلیپ سنگھ بھوریا کمیٹی نے یہ کہتے ہوئے کی تھی کہ ''درج فہرست قبائل کے جغرافیائی حالات اور تمدن درج فہرست طبقات سے بہت مختلف ہ اور ان کے مسائل درج فہرست طبقات کے مسائل سے بالکلیہ طور پر مختلف ہیں۔''

☆ کمیشن کی ساخت: قومی کمیشن برائے درج فہرست قبائل ایک صدرنشین، نائب صدرنشین اور دیگر تین ارکان پر مشتمل

ہوتا ہے جن میں ایک خاتون رکن کا ہونا ضروری ہے۔

☆ صدر نشین' نائب صدر نشین اور دیگر ارکان کا تقرر' ملازمت اور میعاد کا تعین صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے کیا جاتا ہے' فی الحال کمیشن کی میعاد تین سال ہے۔

☆ کمیشن کے صدر نشین' نائب صدر نشین و کابینی وزیر کے مماثل اور ارکان کو مملکتی وزیر کے مماثل درجہ حاصل رہتا ہے۔

کمیٹی کے اختیارات و فرائض

☆ درج فہرست قبائل جن کے حقوق کی پامالی کی گئی ہو ان کی شکایتوں کی کمیشن سنوائی کرتے ہوئے حقوق کی براری اور تحفظات کو یقینی بناتا ہے۔

☆ درج فہرست قبائل کی سماجی' معاشی ترقی کا جائزہ لے کر مرکز اور ریاستوں کو منصوبہ بندی اور طریقہ کار پر موثر عمل آوری سے متعلق مشورے دیتا ہے۔

☆ وہ کسی معاملے کی تحقیق کے سلسلے میں دیوانی عدالت کے مماثل اختیارات کا حامل ہوتا ہے اور حسب ذیل امور سے متعلق اپنے اختیارات استعمال کرسکتا ہے۔

(i) ہندوستان کے کسی بھی حصہ سے کسی بھی شخص کو حاضری کے لئے طلب کرسکتا ہے اور پابند حلف کرتا ہے۔

(ii) مقدمہ سے متعلق ضروری دستاویزات کسی شخص یا دفتر سے طلب کرسکتا ہے۔

(iii) کمیشن حلف ناموں کے ثبوت و شواہد حاصل کرسکتا ہے۔

(iv) وہ گواہوں اور دستاویزات کے حصول اور چھان بین کے سمن جاری کرتا ہے۔

قومی کمیشن برائے درج فہرست قبائل کے صدر نشین

(1) کنور سنگھ ٹیکم 2004 : تا2007

(2) ارملا سنگھ 2007: تا2010

(3) رامیشوراوران 2010 : تا2013 دوبارہ 2013 تا 2017

(4) نند کمار سائی 2017: تا2020 (5) ہرش چوہان 2021 : تا موجودہ۔

قومی اقلیتی کمیشن

تاریخی پس منظر

1978ء میں حکومت ہند نے ایک خصوصی قرارداد کی پیشکشی اور منظوری کے ذریعہ اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے سلسلے میں اقلیتی کمیشن کے قیام کے اسباب اور ضرورت کی کچھ اس طرح وضاحت کرتی ہے۔

"دستور ہند میں فراہم کردہ تحفظات کے نفاذ کے باوجود اقلیتوں میں عدم مساوات اور عدم تحفظ کا احساس برقرار ہے لہٰذا حکومت ہند اپنی سیکولر روایات کی برقراری کو مدنظر رکھتے ہوئے قومی یکجہتی کے فروغ کو اولین ترجیح دیتی ہے اسی ضمن میں مرکزی اور ریاستی قوانین اور حکومت پالیسیوں اور ہر قسم کی فلاحی اسکیمات میں اقلیتوں کو بھی موثر نمائندگی کو یقینی بنانے کے لئے وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہوئے اقلیتی کمیشن قائم کر رہی ہے"۔

کمیشن قیام کے بعد شدت سے یہ احساس ہوا کہ کمیشن کی قانونی حیثیت نہ ہونے سے وہ اقلیتوں کے مفادات میں موثر نمائندگی سے قاصر ہے۔ حکومت ہند نے ریاستی حکمرانوں رمرکزی زیر انتظام علاقوں کے ذمہ داروں اور سرکاری تنظیموں کے باہم اشتراک سے اقلیتوں کے مفادات سے متعلق قانون سازی کے لئے مشورے طلب کئے اور 1992 میں قانون برائے قومی اقلیتی کمیشن کا نفاذ عمل میں لاتے ہوئے قومی اقلیتی کمیشن کے نام خودمختار قانونی حیثیت کے پہلے اقلیتی نمائندہ ادارے کی راہ ہموار کی۔ 17 رمئی 1993 کو اقلیتی کمیشن کا نام بدل کر "قومی اقلیتی کمیشن" کے نام دستوری حیثیت کا خودمختار ادارہ قائم کیا گیا۔

☆ کمیشن کے اہم مقاصد اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ اور پارلیمانی اور ریاستی مقننہ کے "اقلیتوں" سے متعلق تدوین کردہ قوانین کے لئے حفاظتی اقدامات کی نگرانی کرنا ہے۔

☆ قانون برائے قومی اقلیتی کمیشن لفظ "اقلیت" کی اصطلاح کی تعریف یا وضاحت کرتا ہے لیکن مرکزی حکومت کو یہ قانون اختیار دیتا ہے کہ پانچ مذاہب کے پیروکاروں کو (مسلم، عیسائی، سکھ، بدھ مت، زرتشت (پارسی)) کو "اقلیتوں" کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔ 27 رجنوری 2014 میں جین مت کو بھی اس فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ "فی الحال "اقلیتوں" سے مراد ہندوستان میں مذکورہ بالا چھ مذاہب کے پیروکار ہیں۔"

☆ قومی اقلیتی کمیشن ہمہ رکنی ادارہ ہے جو کہ صدرنشین، نائب صدرنشین اور دیگر پانچ ارکان ((1+1+5 پر مشتمل ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت ممتاز، قابل، دیانتدار اور اقلیتی فرقوں کی شعور بیداری سے متعلق صلاحیتوں کے حامل شخصیات کو کمیشن کے عہدوں کے لئے نامزد کرتی ہے تاہم صدرنشین، نائب صدرنشین سمیت پانچ ارکان کا تعلق اقلیتی برادری سے ہوتا ہے۔

☆ صدرنشین، نائب صدرنشین اور دیگر ارکان کی میعاد تین سال ہے لیکن وہ کسی بھی وقت مرکزی حکومت کو استعفیٰ پیش کرتے ہوئے عہدہ سے دستبردار ہو سکتے ہیں۔ مرکزی حکومت ان کی میعاد سے قبل اگر وہ ذمہ داریاں قوانین وضوابط کے مطابق ادا نہ کرسکیں تو کسی وقت برطرف یا معطل کرسکتی ہے۔

کمیشن کے اختیارات وفرائض:

☆ مرکزی اور ریاستوں میں اقلیتوں کی ترقی کا جائزہ لینا۔

☆ دستور اور مرکزی وریاستی قوانین کے ذریعہ فراہم کردہ تحفظات رحفاظتی اقدامات کی کارکردگی پر نگرانی کرنا۔

☆ اقلیتوں کے تحفظ اور ان کے مفادات کی موثر عمل آوری کے لئے حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو مشورے اور تجاویز پیش کرنا۔

☆ اقلیتوں کے حقوق اور حفاظتی اقدامات سے متعلق شکایتوں کی یکسوئی کے ممکنہ اقدامات اٹھانا اور دیگر اداروں تک پہنچاتے ہوئے انصاف پہنچانا اور جوابدہی کا پابند بنانے سے شکایات کا ازالہ کرنا۔

☆ اقلیتوں کی سماجی' معاشی اور تعلیمی ترقی سے متعلق تحقیق اور رپورٹ پیش کرنا۔

☆ مرکزی حکومت کے مفوضہ کام کی موثر انداز میں تکمیل کرنا۔

☆ کمیشن مرکزی حکومت سالانہ رپورٹ اور ہنگامی حالات میں فوری رپورٹ پیش کرتا ہے۔

☆ کمیشن کی سفارشات اور رپورٹ کو مرکزی حکومت پارلیمانی انوایوں میں پیش کرتے ہوئے سفارشات کی منظوری اور استرداد کی وجوہات کی وضاحت کرتی ہے۔

☆ کمیشن کسی ریاست سے متعلقہ مقدمہ/مسئلہ کی رپورٹ کی ایک نقل ریاستی حکومت کو بھیجتا ہے ریاستی حکومت مقننہ میں یہ رپورٹ پیش کرتی ہے اور سفارشات کے ساتھ یادداشت میں سفارشات کی منظوری اور استرداد کی وجوہات کی وضاحت کرتی ہے۔

☆ کمیشن کو حسب ذیل امور میں دیوانی عدالت (Civil Court) درجے کے اختیارات حاصل ہیں:

(i) ہندوستان کے کسی بھی علاقے سے کسی شخص کی پوچھ تاچھ کے لئے حاضری طلبی۔

(ii) حلفناموں کے ثبوتوں کو حاصل کرنا۔

(iii) کسی دفتر یا شخص سے ضروری دستاویزات کی پیشکشی کا مطالبہ کرنا۔

قومی اقلیتی کمیشن کے صدورنشین:

(1) محمد سردار علی خاں 1993 تا 1996　(2) طاہر محمد 1996 تا 1999　(3) محمد شمیم 2000 تا 2003

(4) ترولچند سنگھ 2003 تا 2006　(5) محمد حامد انصاری 2006 تا 2007　(6) محمد شفیع قریشی 2007 تا 2010

(7) وجاہت حبیب اللہ 2011 تا 2012　(8) نسیم احمد 2014 تا 2017

(9) سید غیور الحسن رضوی 2017 تا 2020　(10) اقبال سنگھ لال پورہ 2022

پبلک سرویس کمیشن

پہلا پبلک سرویس کمیشن یکم اکتوبر' 1926 کو قائم ہوا۔تاہم اس کے محدود نوعیت کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی کے جہدکاروں میں عدم اطمنان پایا جاتا تھا۔انہوں نے فیڈرل پبلک سرویس کمیشن کے قیام کی سفارش کی اور وہ حکومت ہند کے تحت 1935 میں قائم کیا گیا۔ دستور ساز اسمبلی نے آزادی کے بعد قومی اور صوبائی سطح پر آزاد اور خودمختار پبلک سرویس کمیشن کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا۔اور 26 جنوری 1950 کو دستور ہند کی منظوری کے بعد ہی قومی سطح پر پبلک سرویس کمیشن کو بھی ایک علیحدہ باڈی کی حیثیت سے منظوری دے دی گئی۔

یہ دستور ہند کی دفع 315 کے تحت قائم کیا گیا۔ یہ کمیشن چیرمین اور دس ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔

مسابقتی امتحانات منعقد کرتے ہوئے مختلف عہدوں پر تقررات کرنا

انٹرویوز منعقد کرتے ہوئے مختلف مرکزی حکومت کے تحت تقررات کرنا

مختلف عہدیداروں تبادلوں اور ترقی پر مشورے دینا

تقررات سے جڑے تمام معاملات میں حکومت کو مشورے دینا

مختلف عوامی خدمات سے جڑے معاملات میں تادیبی کاروائی وغیرہ

مرکزی پبلک سروس کمیشن کے چیرمین اور ارکان کا تقرر صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے کیا جاتا ہے

صوربائی پبلک سرویس کمیشن کے معاملہ میں گورنر کو یہ حق حاصل ہے

کمیشن کے نصف ارکان کم از کم دس سال تک لازمی طور پر مرکزی یا سرکاری عہدوں پر کام کر چکے ہونے چاہئے۔

مرکزی کمیشن کے ارکان کی تعداد اور کام کی نوعیت کے بارے صدر جمہوریہ اور صوبائی کمیشن کے معاملہ میں گورنر کو فیصلہ کا اختیار ہے

کمیشن کے ارکان کی میعاد چھ سال یا 65 سال کی عمر تک ہونی چاہئے۔ مرکزی کمیشن کے ارکان کی میعاد کے لئے حد عمر 65 ہے جبکہ صوبائی کمیشن کے لئے یہ 62 سال ہے۔

ارکان کی معطلی

رکن کی جانب سے راست استعفی کی درخواست پر۔ مرکزی کمیشن کی صورت میں صدر جمہوریہ کو یا جوائنٹ کمیشن کو اور صوبائی کمیشن کی صورت میں گورنر کو لکھے مکتوب کی بنیاد پر

یا اگر رکن کسی طرح کی خرد برد، پیسوں کے عوض تقررات کرتے ہوئے پایا جائے یا جسمانی و دماغی عدم توازن ہو۔

کمیشن کے ارکان کی وہ باتیں جو سرویس کے دوران نا قابل قبول ہیں

کسی سرکاری کنٹراکٹ سے متعلق زائد دلچسپی لینا

کنٹراکٹ یا کسی کام کے دوران کسی نجی پارٹی کے فائدہ کیلئے کام کرنا

کمیشن کا کوئی بھی رکن اپنی میعاد کے بعد دوبارہ نامزد نہیں کیا جاسکتا

کمیشن کی خودمختاری

چیرمین یا رکن کو معطل کرنے کے لئے دستوری طریقہ کار ہی استعمال کیا جاسکتا ہے

ارکان کے انتخاب کے بعد اس کی سرویس کو اُس کے لئے ناموزوں نہیں بنایا جاسکتا

کمیشن کے اخراجات مرکز یا ریاست کی جانب سے یکمشت شکل میں ادا کئے جاتے ہیں

چیرمین اور ارکان پر تقررات کے سلسلہ میں کچھ پابندیاں ہوتی ہیں

الیکشن کمیشن

الیکشن کمیشن 25 جنوری 1950 کو قائم کیا گیا جس کیلئے ایک کمشنر مقرر کیا گیا۔ تاہم پہلی مرتبہ 1989 اور دوسری مرتبہ 1993 میں دو ایڈیشنل کمشنر مقرر کئے گئے۔ کمیشن کا ہیڈ کوارٹر دہلی میں ہے۔

دفع :326 ہر فرد جو ہندوستانی شہری ہو اور جس کی عمر اٹھارہ برس سے کم نہ ہو' ووٹر کی حیثیت سے رجسٹر کروا سکتا ہے۔ تاہم اس حق سے محرومی کے لئے پارلمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے قوانین کے تحت ہی ہوسکتا ہے

دفع:325 ہر حلقہ کے لئے مختص فہرست رائے دہندگان میں ہر کسی کو اندراج کی سہولت

دفع :324 الیکشن کمیشن کو انتخابات کے اعلان' انعقاد اور نگرانی کا اختیار ہے

الیکشن کمیشن :

ارکان کا تقرر صدر جمہوری کی جانب سے ہوتا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر کمیشن کا صدر ہوتا ہے۔

اگر الیکشن کمیشن میں کئی ارکان ہوں تو چیف الیکشن کمشنر بحیثیتِ چیر پرسن کام کرتا ہے

صدر جمہوریہ صوبائی الیکشن کمشنروں کا بھی تقرر کر سکتے ہیں (چیف الیکشن کمشنر سے مشاورت کے بعد)

الیکشن کمیشن فہرست رائے دہندگان بناتی ہے (پارلمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کیلئے)

الیکشن کمیشن' صدر جمہوریہ' نائب صدر' پارلمنٹ اور اسمبلیوں کے انتخابات کی نگرانی کرتی ہے

الیکشن کمیشن انتخابات کے عام اصول وضوابط اور قاعدے بناتی ہے۔

عالمی عدالت

عالمی تعلقات میں نہ صرف تعاون بلکہ تنازعات بھی حل طلب ہوتے ہیں جس کیلئے عالمی قوانین کی مدد لی جاتی ہے۔ سولہویں صدی کے ولندیزی hugo Grotius کو بابائے عالمی قانون کہا جاتا ہے۔ تاہم عالمی قانون' میونسپل قانون کی طرح موثر نہیں ہوتا۔ عالمی عدالت میں جملہ 15 ججس کا تقرر جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی رائے دہی سے نو سال کی میعاد کیلئے ہوتا ہے۔ کوئی دو ججس ایک ملک سے نہیں منتخب کئے جا سکتے۔ تاہم عالمی عدالت لازمی خطہ اثر کے معاملہ میں کمزور ثابت ہوئی ہے۔ سن 1985 تک دنیا بھر سے اقوام متحدہ کے جملہ 159 میں سے صرف 45 ہی عالمی عدالت کے احکامات کی پابندی کے لئے راضی ہوئے۔

تغذیہ وزرعی تنظیم (Food & Agriculture Organization)

تغذیہ وزرعی تنظیم سال 1945 میں غذائی پیداوار اور سربراہی سے متعلق تشویش کو لے کر قائم کی گئی۔ دنیا بھر میں یہ علاقائی دفاتر کے ذریعہ اپنی سرگرمیاں انجام دیتی ہے۔

عوامی پالیسیاں(Public Policies)

کسی پالیسی بننے کے لیے مقصد کو عمل میں تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ پروگراموں کو مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے ڈیزائن کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم غربت کے خاتمے کی پالیسی کو دیکھتے ہیں۔ اس کے لیے کئی پروگرام بنائے گئے ہیں، مثلاً.. انٹیگریٹڈ رورل ڈیولپمنٹ پروگرام(IRDP) نیشنل رورل ایمپلائمنٹ پروگرام(NREP) وغیرہ۔ ہر پروگرام کے کچھ مخصوص اہداف ہوتے ہیں جو ایک مخصوص وقت میں حاصل کیے جاتے ہیں۔ پالیسی ایک مقصد کے حصول کی حکمت عملی کو بیان کرتی ہے۔ اس طرح پالیسی ایک مقصد کے حصول کے لیے ضروری ایک آلہ ہے۔

پالیسی بنانا

پالیسی سازی طاقت کا مظہر ہے۔ طاقت کو دوسرے لوگوں کے طرز عمل میں کچھ تبدیلی لانے کی صلاحیت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

* عوامی پالیسی کے لحاظ سے، طاقت کو کسی فرد، یا گروہوں، یا عوامی دفاتر کے حاملین کی پالیسی فیصلوں کا تعین کرنے کی صلاحیت کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

پالیسی سازی میں طاقت کا استعمال مختلف افراد اور گروہ کرتے ہیں۔

وزراء کی کونسل کے ارکان، پارلیمنٹ کے ارکان، بیوروکریٹس، منظم مفادات کے رہنما، انفرادی شہری وغیرہ۔

ووٹنگ کا عمل

ووٹنگ ایک فیصلہ کن عمل ہے جس کے نتیجے میں پروگراموں کے ساتھ قانون ساز اکثریت کی تشکیل ہوتی ہے۔

پالیسی سازی کی بنیادیں

انتخابات وہ ذرائع ہیں جو ووٹروں کو سرکاری دفتر کے لیے امیدواروں کی طرف سے پیش کردہ پروگراموں اور متبادل پالیسیوں کے درمیان انتخاب کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

پالیسی ایجنڈا سیاسی مطالبات سے مختلف ہے۔

حکومتی یا ادارہ جاتی ایجنڈا ان مسائل پر مشتمل ہوتا ہے جن پر سرکاری اہلکار سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں۔ اس قسم کا ایجنڈا پالیسی فیصلوں سے پیدا ہوسکتا ہے۔ پارلیمنٹ، بحث اور انتظامی فیصلے، پالیسی سازوں کا خیال ہے کہ پرانے مسائل پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے کیونکہ ان کی لمبی عمر ہوتی ہے اور ان سے زیادہ واقف کار اہلکار ہوتے ہیں۔ * مفاد پرست گروہ اور سیاسی جماعتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔عوامی پالیسی کی مختلف خصوصیات پر روشنی ڈالنے سے عوامی پالیسی کے معنی اور نوعیت واضح ہو جائے گی۔عوام کی چند اہم خصوصیات۔

عوامی پالیسی سازی ایک بہت پیچیدہ عمل ہے

پالیسی سازی میں بہت سے اجزاء شامل ہوتے ہیں، جو مواصلات اور فیڈ بیک لوپس کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اور جو مختلف طریقوں سے تعامل کرتے ہیں۔عمل کے کچھ حصے واضح اور براہ راست قابل مشاہدہ ہیں، لیکن بہت سے دوسرے

پوشیدہ چینلز کے ذریعے آگے بڑھتے ہیں جن کے بارے میں حکام خود اکثر صرف جزوی طور پر واقف ہوتے ہیں۔ یہ پوشیدہ طریقہ کار بہت مشکل ہیں، اور مشاہدہ کرنا اکثر ناممکن ہے۔ اس طرح، رہنما خطوط اکثر واحد فیصلوں کی ایک سیریز سے تشکیل پاتے ہیں جس کے نتیجے میں پالیسی' بنتی ہے جب کہ فیصلہ سازوں میں سے کسی کو بھی اس عمل سے آگاہ نہیں کیا جاتا ہے۔

یہ ایک متحرک عمل ہے :

پالیسی سازی ایک عمل ہے، یہ ایک مسلسل سرگرمی ہے جو کسی ڈھانچے کے اندر ہوتی ہے۔ اس کے لیے وسائل اور حوصلہ افزائی کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک متحرک عمل ہے، جو وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، اس کے ذیلی عمل اور مراحل کی ترتیب بہت اندرونی طور پر اور ہر ایک کے حوالے سے ہوتی ہے۔ سماجی تناظر میں طاقت کو کسی فرد، یا افراد کے ایک گروپ کی دوسرے میں ترمیم کرنے کی صلاحیت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرے افراد یا گروہوں کے ساتھ اس طریقے سے برتاؤ جو وہ چاہتا ہے۔

پالیسی سازی مختلف اجزاء پر مشتمل ہے :

عوامی پالیسی سازی کی پیچیدگی جیسا کہ ہم جانتے ہیں، پالیسی سازی کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ عوامی پالیسی کی تشکیل میں اکثر بنیادی ڈھانچے کی ایک بڑی قسم شامل ہوتی ہے۔ ان ذیلی ڈھانچوں کی شناخت اور پالیسی سازی میں ان کی شمولیت کی ڈگری مختلف مسائل، حالات اور معاشرتی اقدار کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ پالیسی کا ڈھانچہ مختلف شراکتیں کرتا ہے : یہ خصوصیات بتاتی ہیں کہ ہر ڈھانچہ بناتا ہے۔

جزوی طور پر ان کی رسمی اور غیر رسمی خصوصیات پر منحصر ہوتا ہے جو معاشرے سے دوسرے معاشرے میں مختلف ہوتی ہیں

فیصلہ سازی : پالیسی سازی عوامی پالیسی سے پالیسی سازی سے نمٹنے کے لیے ماڈلز کی ایک قسم ہے۔

مختلف اداروں/ ایجنسیوں کی شراکت کس قسم کی شراکت

صنعتی کارکن، ووٹر، دانشور، قانون ساز، بیوروکریٹس، سیاسی جماعتیں، سیاسی ایگزیکٹوز، عدلیہ وغیرہ مختلف ادارے ہیں جو عوامی فیصلہ سازی میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ یہ ہمیں فیصلہ سازی کا استعمال کرنے دیتا ہے۔ پالیسی سازی کرنا اور پالیسی کے عمل کو کافی حد تک متاثر کرسکتا ہے۔

اہم رہنما خطوط مرتب کرتا ہے :

زیادہ تر معاملات میں عوامی پالیسی، تفصیلی ہدایات کے بجائے، عمل کی اہم خطوط پر عمل کرنے کے لیے عمومی ہدایات مرتب کرتی ہے۔ ایکشن کے اہم خطوط پر فیصلہ ہونے کے بعد، تفصیلی ذیلی پالیسیاں جو عمومی نظریہ کو مزید ٹھوس اصطلاحات میں ترجمہ کرتی ہیں، عام طور پر اس پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سنیٹیو، ریگولیٹری، تقسیم کرنے والا، دوبارہ تقسیم کرنے والا وغیرہ۔

عمل کے نتائج :

فیصلہ سازی کے نتیجے میں خود فیصلہ سازی میں تبدیلیاں ہوسکتی ہیں یا دونوں یا دونوں میں سے کوئی بھی۔ سب سے زیادہ سماجی طور پر اہم فیصلہ سازی کی پالیسیاں، جیسے کہ زیادہ تر عوامی پالیسی سازی کا مقصد کارروائی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ نیز پالیسی سازی کے اپریٹس پر ہدایت کی گئی پالیسیاں جیسے حکومت میں کارکردگی کی مہمات ایکشن پر مبنی ہیں۔

مستقبل کی طرف ہدایت :

پالیسی سازی مستقبل پر مرکوز ہے۔ یہ اس کی سب سے اہم خصوصیات میں سے ایک ہے کیونکہ یہ غیر یقینی صورتحال اور مشکوک پیشین گوئی کے ہمیشہ سے موجود عناصر کو متعارف کراتی ہے جو تقریباً تمام پالیسی سازی کے بنیادی لہجے کو قائم کرتی ہے۔

اصل پالیسی سازی مبہم اور لچکدار شرائط میں پالیسیاں تشکیل دینے کا رجحان رکھتی ہے۔ کیونکہ مستقبل بہت غیر یقینی ہے۔ یہ پالیسی سازوں کو ابھرتے ہوئے حقائق کے مطابق اپنی پالیسی کو ایڈجسٹ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور انہیں غیر متوقع حالات سے بچاؤ کے قابل بناتا ہے۔

بنیادی طور پر سرکاری اداروں کی طرف سے تیار کیا جاتا ہے :

عوامی پالیسی کو جزوی طور پر، نجی افراد اور غیر سرکاری ڈھانچے پر بھی ہدایت کی جاتی ہے، جیسا کہ جب یہ ایک مخصوص قسم کے رویے پر پابندی لگانے والے قانون کا مطالبہ کرتا ہے یا شہریوں سے نجی بچت میں مشغول ہونے کی اپیل کرتا ہے۔لیکن عوامی پالیسی زیادہ تر معاملات میں ہوتی ہے، بنیادی طور پر حکومتی اداروں پر ہوتی ہے اور صرف درمیانی اور ثانوی طور پر دوسرے عوامل پر۔

عوامی مفاد میں کیا ہے اسے حاصل کرنے کا مقصد :

تاہم یہ معلوم کرنا مشکل ہو سکتا ہے کہ" عوامی مفاد" مکمل طور پر اس اصطلاح کا کیا حوالہ دے سکتا ہے جو کبھی بھی" عام" واقفیت کے خیال کو کم نہیں کرتا اور اس وجہ سے یہ اہم اور اہم معلوم ہوتا ہے۔ مزید برآں، اس بات کے اچھے شواہد موجود ہیں کہ" عوامی مفاد" کی تصویر عوامی پالیسی سازی کے عمل کو متاثر کرتی ہے اور اس لیے کم از کم جیسا کہ مختلف عوامی پالیسی ساز یونٹس نے تصور کیا ہے، ایک "حقیقی" رجحان اور پالیسی کے مطالعہ کے لیے ایک اہم آپریشنل ٹول ہے۔

بہترین Possible ذرائع کے استعمال :

خلاصہ اصطلاح میں عوامی پالیسی بنانے کا مقصد زیادہ سے زیادہ خالص فائدہ حاصل کرنا ہے۔فوائد اور اخراجات بالترتیب حقیقی قدروں اور خراب اقدار کی شکل میں ہوتے ہیں اور زیادہ تر صورتوں میں ان کا اظہار قابل تعمیل اکائیوں میں نہیں کیا جا سکتا۔اس لیے اکثر مقداری تکنیکوں کو عوامی پالیسی سازی کے اس شعبے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن نہ ہی زیادہ سے زیادہ خالص فوائد کی کوالٹیٹی کی اہمیت کو فوائد اور اخراجات کے لحاظ سے متبادل عوامی پالیسیوں کے بارے میں وسیع پیمانے پر سوچنے کی ضرورت کے طور پر کم کیا جاتا ہے۔

1　پارلیمنٹ مسودات قانون (بلس) اور ایکٹس (Parliament Bills and Acts)

قانون برائے سرکاری زبانیں مسودہ قانون (بل) 2020۔ جموں اور کشمیر

ریاست جموں اور کشمیر سرکاری زبانیں مسودہ قانون، 2020 کو لوک سبھا میں 22 ستمبر کو متعارف کیا گیا۔ نیز مرکزی زیر انتظام علاقہ جموں اور کشمیر میں چند زبانوں کو سرکاری زبانوں کے طور پر استعمال کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

سرکاری زبانیں

اس مرکزی زیرِ انتظام علاقہ میں نظم ونسق کی بہتری کے علاوہ قانون ساز اسمبلی انصرامی امور میں کشمیری، دوگری، اردو، ہندی، اور انگریزی زبانوں کو سرکاری زبانوں کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس بل میں انگریزی زبان کو اس علاقہ کے نظم ونسق وقانون ساز اسمبلی کے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی تردید کی گئی ہے۔

بیرونی شراکتداری (باقاعدہ) ترمیم مسودہ قانون، 2020

بیرونی شراکتداری (باقاعدہ) ترمیمی مسودہ قانون، 2020، سپٹمبر 20 کو لوک سبھا میں متعارف کیا گیا ہے۔بل بیرونی شراکتداری (باقاعدہ) قانون، 2010 کو ترمیم کرتے ہوئے انفرادی طور پر بیرونی شراکتداری کا استعمال، قبولیت، تنظیمیں اور کمپنیاں، بیرونی شراکتداری کا عطیہ یا کسی بھی زرمبادلہ کی برآمد، سکیورٹی یا آرٹیکل کو شامل کیا گیا ہے۔

بیرونی شراکتداری کی قبولیت پر امتناع (نامنظوری)

اس قانون کے تحت چند اشخاص کو کسی بیرونی شراکتداری پر امتناع عائد کیا گیا ہے۔جن میں انتخابی امیدواروں، ایڈیٹر یا ایک اخبار کا ناشر، ججس، سرکاری ملازمین، کسی بھی قانون ساز کے اراکین اور سیاسی جماعتیں وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔

بیرونی شراکتداری کی منتقلی

اس قانون کے تحت بیرونی شراکتداری کو کسی اور شخص کو منتقل نہیں کیا جاسکتا۔اس بل میں بیرونی شراکتداری کسی اور شخص کی منتقلی امتناع کو ترمیم کیا گیا ہے۔

رجسٹریشن کے لیے آدھار

اس قانون کے تحت ایک شخص کی بیرونی شراکتداری کو قبول کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ مرکزی حکومت سے رجسٹریشن سند حاصل کی ہو۔اور عدم رجسٹرشدہ قبول نہیں کیا جائے گا۔اگر کوئی بیرونی شراکتداری رجسٹریشن کے خواہاں ہو (رینول یا رجسٹریشن) کے لئے قبل از مرکزی حکومت کو درخواست کرنا چاہیے۔جسمیں آدھار نمبر کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ایف سی آر اے کھاتہ

اس قانون کے تحت ایک رجسٹرشدہ شخص کا بیرونی شراکتداری کے لئے صرف ایک ہی برانچ مخصوص شیڈول بینک میں قبول کیا جانا چاہیے۔اگرچہ وہ شراکتداری کے استعمال کے لیے دیگر بینکس میں کھاتہ جات کھول سکتے ہیں۔اس بل میں بینک کی جانب سے "ایف سی آر اے کھاتہ" کے ہی بیرونی شراکتداری حصول کو لازماً قرار دیا گیا ہے۔یا مرکزی حکومت کے شناخت کردہ اسٹیٹ بینک آف انڈیا، نیو دہلی کو شامل کیا گیا ہے۔

رینول لائسنس

اس قانون کے تحت ہر کوئی شخص جسے رجسٹریشن سند دی گئی ہے اس کی اندرون چھ (6) ماہ میں سند رینول کی جانی چاہیے۔نیز حکومت

رینول کے دوران جانچ کرسکتی ہے۔

نظم ونسق مقاصد کیلئے بیرونی شراکتداری کے استعمال میں تخفیف

اس قانون کے تحت کسی شخص کو حاصل شدہ بیرونی شراکتداری اسی مقصد کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے جو کہ دی گئی ہے۔ اور حکومت ایک شخص کے رجسٹریشن کو 180 دنوں سے زائد معطل رکھ سکتی ہے۔

کوڈ آن شوشل سیکورٹی، 2020

سال 2019 میں وزرات مزدور اور روزگار نے چار بلس ملحقہ 29 مرکزی قوانین کو متعارف کیا۔ 1) اجرت 2) صنعتی تعلقات 3) سماجی تحفظ 4) پیشہ وارانہ تحفظ۔ سال 2019 میں اس اجرت بل کو پارلیمنٹ میں منظوری دی گئی۔ باقی تین بلس کو اسٹاڈنگ کمیٹی کو بھیجا گیا۔ اس کمیٹی کے رپورٹ کے ادخال کے بعد حکومت نے 19 سپٹمبر 2020 کو جدید طور پر دوبارہ پیش کیا ہے۔

انسولینسی (دیوالیہ پن) اور بینکرپٹنسی کوڈ دوسری ترمیمی مسودہ قانون، 2020

اس قانون کو پارلیمنٹ راجیہ سبھا میں 15 سپٹمبر 2020، کو متعارف کیا گیا۔ اور اسکے لئے چھ ماہ وقت مقرر کیا گیا ہے۔ پارلیمنٹ اراکین کے تنخواہ، معاوضہ جات اور وظیفہ ترمیمی مسودہ قانون، 2020 بل کو راجیہ سبھا میں 18 سپٹمبر، 2020 کو منظور کیا گیا جس کے تحت اراکین پارلیمنٹ کے تنخواہوں میں 30 فیصد کٹوتی کی جاتی ہے۔

کسان (بااختیاری اور تحفظ) قیمت تیقن معاہدہ اور فارم سرویس بل، 2020

اس بل کو لوک سبھا میں 14 سپٹمبر 2020 متعارف کروایا گیا اور منظوری 17 سپٹمبر 2020 کو ملی اور راجیہ سبھا میں 20 سپٹمبر 2020 کو منظور کیا گیا۔

اشیائے ضروریہ ترمیمی آرڈیننس،

سال 2020 مرکزی حکومت نے اشیائے ضروریہ قانون 1955 کے تحت چند اشیائے ضروریہ کھانے کی چیزیں، کھادیں، پٹرولم پیداوار یں متعین کی ہے۔

مملکت (گورننس) اور ای مملکت (ای گورننس) اقدامات

طرز حکومت :۔ لفظ ''گورننس'' / حکمرانی کو معروف عالمی بینک نے پیش کیا۔ سال 1970 میں ای گورننس کو ہندوستان میں متعارف کروایا گیا۔ جسکا مقصد، سرکاری انتخابات، دفاع، مردم شماری اور نظم ونسق پر موثر طریقہ سے عمل آوری ہونا ہے۔ آزادی سے

قبل 1923 میں افیشل سیکریٹس ایکٹ پر معلوماتی پالیسی کو نافذ کیا گیا۔اسکے متبادل 005 میں قانون حق معلومات کو منظور کیا گیا۔جسکے توسط سے شفافیت اور احتساب کو فراہم کیا جاسکتا ہے۔

گورننس کا معنی:۔ گورننس سے مراد پالیسوں کی تشکیل اوراس پر عمل آوری ہے اوراس کے ثمرات کو متعلقین تک پہچانا ہے سیاسی نظام کے حرکیا تیا ور لئے گئے فیصلوں کے تنازعات کو حل کرتے ہیں۔جن میں مندرجہ ذیل دیگر متعلقین کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

*ایکزیکٹیو *قانون ساز *عدلیہ * میڈیا *خانگی شعبہ *سماجی تنظیمیں *شہری سماج * سیاسی پارٹیاں

ہندوستان میں گوڈ گورننس کے اقدامات:۔ آرٹی آئی قانون 2005 کی قانون سازی

یہ قانون ادارہ جات کی ضروریات کے لئے مفید اطلاع کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے جیسا کہ سرکاری تنظیموں اور شہریوں سے برقت معلومات حاصل کیا جاسکتا ہے۔نیز دستور ہند کے آرٹیکل (1) 19 کے تحت ہم کو اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے۔قانون حق معلومات 2005،ایک شہری کو بااختیار فیصلہ ساز بنا سکتا ہے۔اس قانون کے تحت ہندوستانی شہری سارے ہندوستان میں سوائے جموں کشمیر کے عوامی شعبہ جات سے معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

ڈیجیٹل انڈیا :۔ ڈیجیٹل انڈیا پروگرام ہندوستان کو ڈیجیٹل ایمپاورڈ سوسائٹی اور معلوماتی معیشت میں تبدیل کرنے والے پروگرام ہے۔ڈیجیٹل انڈیا پروگرام فطرتاً قابل منتقلی پروگرام ہے اور شہریوں کو سرکاری خدمات الکٹرانک طریقہ سے دستیابی کو یقینی بناتا ہے۔نیز عوام کو احتسابی معلومات کی فراہم کی جانی چاہیے۔حکومت نے اس پروگرام کو مرحلہ وار طور پر 2018 سے شروع کیا ہے۔

نمونہ سوالات

1) رچرڈ روز کے مطابق ''عوامی پالیسی'' کیا ہے ( )

a) عوامی پالیسی فیصلہ نہیں ہے b) عوامی پالیسی مشن ہے

c) عوامی پالیسی فیصلہ ہے d) عوامی پالیسی عوام کی تیار کردہ اسکیم ہے

2) فیصلہ کے دو اقسام کونسی ہیں ( )

a) منظم شدہ۔غیر منظم شدہ فیصلہ b) پروگرام شدہ اور غیر پروگرام شدہ فیصلہ c) تکمیل۔عدم تکمیل فیصلہ d) خارجی فیصلہ ۔داخلی فیصلہ

3) پالیسی سازی کس کا مظہر ہے ( )

a) طاقت b) فیصلہ c) عدم طاقت d) عدم فیصلہ

4) عوامی پالیسی سازی کیسا عمل ہے ( )

a) سادہ عمل b) بے ترتیب عمل c) بہت پیچیدہ عمل d) مرحلہ وار عمل

5) پالیسی سازی کس پر مرکوز ہے ( )

a) مستقبل b) حال c) ماضی d) ماضی قریب

6) ریاست جموں اور کشمیر میں سرکاری زبانیں مسودہ قانون کی منظوری کب دی گئی ( )

a) 25 ستمبر 2020 b) 23 ستمبر 2020 c) 24 ستمبر 2020 d) 22 ستمبر 2020

7) بیرونی شراکتداری (باقاعدہ) ترمیمی مسودہ قانون، کو لوک سبھا میں کب متعارف کروایا گیا ( )

a) 20 ستمبر 2020 b) 25 ستمبر 2020 c) 24 ستمبر 2020 d) 23 ستمبر 2020

8) اگر کوئی بیرونی شراکتداری رجسٹریشن کا خواہاں ہے (رینول یا رجسٹریشن) تو اس کے لئے قبل از مرکزی حکومت کو درخواست کے لئے کیا لازم قرار دیا گیا ہے ( )

a) ووٹر کارڈ b) پاسپورٹ c) آدھار کارڈ d) برقی بل

9) بیرونی شراکتداری قانون کے تحت ہر کوئی شخص جسے رجسٹریشن سند دی گئی ہے اس کے اندرون کتنے ماہ میں سند کی تجدید کی جانی چاہیے

a) چھ (6) ماہ b) سات (7) ماہ c) نو (9) ماہ d) آٹھ (8) ماہ

10) کسان (بااختیاری اور تحفظ) قیمت تیقن معاہدہ اور فارم سرویسس بل، 2020 کو لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں کب منظور کیا گیا=

a) لوک سبھا میں 17 ستمبر اور راجیہ سبھا میں 20 ستمبر 2020

b) وک سبھا میں 18 ستمبر اور راجیہ سبھا میں 25 ستمبر

c) لوک سبھا میں 19 ستمبر اور راجیہ سبھا میں 21 ستمبر 2020

d) لوک سبھا میں 20 سپٹمبر اور راجیہ سبھا میں 25 سپٹمبر

11) لفظ "گورننس"/حکمرانی کو کس نے پیش کیا ( )

a) ریزرو بینک b) قومی بینک c) عالمی بینک d) دیہی بینک

12) ای گورننس کو کس سال ہندوستان میں متعارف کروایا گیا ( )

a) 1970 b) 1971 c) 1972 d) 1973

13) گورننس سے مراد پالیسوں کی تشکیل اور اس پر عمل آوری ہے اور اس کے ثمرات کو کس تک پہچانا ہے ( )

a) غیر متعلقہ افراد b) ہم خیال لوگوں تک

c) متعلقین تک d) اُن افراد سے جو ماضی میں پالیسی سے ہولڈرر ہے ہوں۔

14) قانون حق معلومات 2005، سے کس ریاست کے سواء تمام یاستیں عوامی شعبہ جات سے معلومات حاصل کرسکتی ہیں۔

a) جموں اور کشمیر b) بہار و بنگال c) آسام و منی پور d) تلنگانہ اور آندھرا پردیش۔

15) ڈیجٹل انڈیا پروگرام ہندوستان کو کس میں تبدیل کرنے والے پروگرام ہے ( )

a) افراطِ زر اور امکانی معیشت b) ایمپرو اور جزوی معیشت

c) کُلّی معیشت اور انقلابی معیشت d) ایمپاورڈ سوسائٹی اور معلوماتی معیشت

صحیح جوابات

(1) a (2) b (3) a (4) c (5) a (6) d (7) a (8) c

(9) d (10) a (11) c (12) a (13) c (14) a (15) d

ہندوستان اور تلنگانہ کی معاشی وسماجی ترقی

ECONOMIC AND SOCIAL DEVELOPMENT OF INDIA & TELANGANA

بنیادی معاشی تصورات (Basic Concepts of Economics)

معاشیات سماجی سائنس کی وہ شاخ ہے جو مالیہ کے استخراج، فراہمی، صرف و منتقلی سے بحث کرتی ہے۔ معاشیات انسان کی کبھی ختم نہ ہونے والی کوششوں کا باقاعدہ مطالعہ ہے جو لامحدود احتیاجات کی تکمیل کے لئے محدود وسائل کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں ۔ معاشیات اور معیشت دونوں الفاظ کو یونانی زبان کی دو اصطلاحات "OIKOS" اور "NEMEIN" سے لیا گیا ہے جس کے لغوی معنی گھریلو انتظام کے ہیں۔ گھریلو انتظام معیشت کا ایک مقبول شعبہ ہے۔

آدم اسمتھ کی مشہور کتاب ''قوموں کی دولت کی نوعیت اور اس کے اسباب کی تحقیق'' (An Enquiry into the Nature and Causes of Wealth of Nations) کی 1776 میں اشاعت کے بعد سے معاشیات دنیا کے سامنے روشناس ہوئی۔

۱۔ دولت (Wealth)

آدم اسمتھ نے اپنی مشہور کتاب ''قوموں کی دولت'' (Wealth of Nations) میں اس کو پیش کیا ہے۔ آدم اسمتھ کے علاوہ دیگر کلاسیکی معاشی ماہرین بھی معاشیات کو دولت کا مطالعہ قرار دیتے ہیں۔ جے۔ بی سے (J.B. Say) کے الفاظ میں ''سیاسی معیشت کا مقصد دولت کی فراہمی، تقسیم، تصرف کے طریقوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ امریکی ماہر معاشیات F.A. Walker کے لئے ''معاشیات معلومات کا وہ مجموعہ ہے جس کا تعلق دولت سے ہے''۔ جے۔ ایس۔ مل کے مطابق ''یہ دولت اور قوانین کی ساخت ہے جو اس کی پیدائش، تقسیم اور تبادلہ پر کنٹرول کرتی ہے۔''

کسی فرد یا ادارہ کے ساتھ موجود اثاثہ جات کا اسٹاک یا ذخیرہ ہے جو کسی بھی شکل میں آمدنی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو دولت کہلاتا ہے۔ دولت مختلف شکلوں میں رکھی جاسکتی ہے جن میں زر، کمپنیوں کے حصص اور زلقنات وغیرہ شامل ہیں۔ دولت کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں: (i) افادہ (ii) قلت (iii) قدر مبادلہ (iv) قابل منتقلی۔ دولت طبعی شکل میں مادی دولت ہے جیسے ہیرے، فیکٹریاں، مکانات، طبعی اثاثوں کی مثال ہیں۔ اس کو دولت کی، شخصی دولت، قدرتی دولت اور بین الاقوامی دولت کی حیثیت سے درجہ بندی کی جاتی ہے۔

۲۔ فلاح (Welfare)

مارشل نے 1890ء میں ایک نئی تعریف پیش کرتے ہوئے معاشیات کو ایک باوقار مقام تک پہنچایا۔ اس نے دولت کی پیداوار کی اہمیت کو گھٹا کر تقسیم دولت (فلاح) پر زور دیا۔ مارشل کے الفاظ میں ''سیاسی معیشت یا معاشیات'' عام کاروباری زندگی میں انسانوں کا مطالعہ ہے۔ یہ علم انسان کی انفرادی اور اجتماعی فعل کی جانچ کرتا ہے، جس کا تعلق فلاح کے مادی وسائل کے حصول اور اس کے استعمال

سے ہے۔

Pigou کے مطابق ''تحقیق کا دائرہ سماجی فلاح کے اس حصہ تک محدود ہو جاتا ہے جو راست یا بالواسطہ طور پر زر کے پیمانہ سے پیمائش کے ساتھ جوڑا جاسکتا ہے۔

فلاح سے مراد وہ تسکین ہے جو ایک فرد یا سماج کو دولت سے حاصل ہوتی ہے

۳۔ **قلت(Scarcity)**

لیونل رابنس(1932) کے الفاظ میں ''معاشیات وہ سائنس ہے جو انسان کے طرز عمل کا مطالعہ کرتی ہے جس کا تعلق لامحدود خواہشات اور محدود وسائل سے ہوتا ہے۔

۴۔ **صرف(Consumption):** صرف سے مراد اشیاء اور خدمات میں موجود افادہ کا استعمال ہے۔

۵۔ **پیداوار(Production):** معاشیات میں پیداوار سے مراد خام مال کو شکلی' مقامی' وقتی' افادہ سے جوڑتے ہوئے مکمل اشیاء میں تبدیل کرنے کا عمل ہے۔

۶۔ **مبادلہ(Exchange):** اس کا تعلق شئے کے تبادلہ سے ہے۔ شئے کا تبادلہ دوسری شئے سے یا زر سے ہوسکتا ہے۔ زر کی ایجاد سے قبل جب بارٹر نظام رائج تھا' شئے کا تبادلہ شئے سے ہوتا تھا۔ بارٹر نظام میں کئی مشکلات تھیں۔ زر کی ایجاد کے بعد ہر شئے کی قدر کو زر میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اشیاء کو زر سے تبدیل کرنے کی وجہ سے مبادلہ آسان ہوگیا ہے۔

۷۔ **تقسیم(Distribution):** تقسیم علم معاشیات کی اہم سرگرمی ہے۔ پیداواریت میں حصہ لینے والے پیداواری عوامل کے درمیان اشیاء اور خدمات کو کس طرح تقسیم کیا جاتا ہے' کی وضاحت کرتی ہے جو پیداوار کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

۸۔ **آمدنی(Income):** ہر شخص مختلف معاشی سرگرمیاں انجام دیتے ہوئے آمدنی حاصل کرتا ہے۔ اس کا تعلق مادی اشیاء اور خدمات کی پیداوار سے ہوتا ہے۔ آمدنی دولت کا ایک بہاؤ ہے جب کہ دولت ایک ذخیرہ ہے۔ ہر معیشت میں آمدنی کا بہاؤ گھرانوں سے فرموں کی جانب ہوتا ہے اور اس کے برعکس۔ اس طرح عامل مارکٹ اور پیداوار مارکٹ دونوں ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔

۹۔ **روزگار(Employment):** اس میں روزگار کے سائز' بے روزگاری کی وجوہات اور بے روزگاری کے خاتمے کے اقدامات یعنی مکمل روزگار کے حصول کا مطالعہ شامل ہے۔ معیشت میں روزگار کی سطح کا انحصار اشیائے صارفین اور اشیائے اصل کی طلب پر ہوتا ہے۔

۱۰۔ **منصوبہ بندی اور معاشی ترقی(Planning and Economic Development):** معاشی منصوبہ بندی سے مراد مخصوص مدت میں منظم طور پر طئے شدہ مقاصد کا حصول ہے۔ معاشی منصوبہ بندی ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے تحت محدود وسائل کی مختلف شعبوں کے درمیان مناسب ترین تقسیم ہوتی ہے تاکہ تیز رفتار معاشی ترقی اور عوامی فلاح میں اضافہ کا حصول ہو۔

۱۱۔ **اشیاء (Goods):** معاشیات میں وہ تمام چیزیں جو قدر اور انسانی خواہشات کی تکمیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اشیاء کہلاتی ہیں اشیاء کو مادی اشیاء اور غیر مادی اشیاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

مادی اشیاء اور غیر مادی اشیاء (Material and Non material goods): مادی اشیاء محسوس کی جانے والی اشیاء ہوتی ہیں جن کو دیکھ سکتے ہیں، چھو سکتے ہیں اور منتقل کر سکتے ہیں۔ مثلاً پانی، کتابیں، قلم، پنسل، سیل فون، وغیرہ۔ جبکہ غیر مادی اشیاء محسوس نہیں کی جا سکتیں، یہ اشیاء کوئی شکل یا وزن نہیں رکھتیں اور ان اشیاء کو دیکھا نہیں جا سکتا، چھوا نہیں جا سکتا اور منتقل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تمام طرح کی خدمات کو غیر مادی اشیاء کہا جاتا ہے۔ مثلاً ٹیچرس، انجینئرس، وکیل، ایکٹرس وغیرہ کی خدمات۔ مادی اشیاء کو مزید دو قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ مفت اشیاء اور معاشی اشیاء۔

۱۳۔ **اشیاء صارفین (Consumer Goods):** اشیاء صارفین سے مراد وہ معاشی اشیاء ہیں جس کو گھر میں استعمال کے لیے خریدا جاتا ہے۔

۱۴۔ **افادہ (Utility)**

معاشیات میں افادہ کا تصور بہت اہمیت کا حامل ہے کسی شئے میں پائی جانے والی وہ صلاحیت جس سے کسی خاص وقت میں خواہش کی تشفی ہوتی ہو افادہ کہلاتی ہے۔

۱۵۔ **قدر (Value)**

معاشیات میں کسی شئے یا خدمت کی قدر اس کی وہ قوت ہے جس کے زیر اثر دوسری چیز یا خدمت کا تبادلہ ممکن ہوتا ہے۔ معاشیات میں ''قدر'' کی دو تصورات میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہیں: (i) قدر استعمال (ii) قدر مبادلہ۔

(i) **قدر استعمال (Value in Use)** : اس سے مراد اشیاء میں پائی جانے والی وہ صلاحیت ہے جس سے انسانی احتیاجات کی تکمیل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر پانی اپنے اندر بہت زیادہ قدر استعمال رکھتا ہے لیکن قدر مبادلہ نہیں۔

(ii) **قدر مبادلہ (Value in Exchange):** اس سے مراد کسی دوسری شئے (عام طور پر زر) کی وہ مقدار ہے جس سے ایک شئے کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک قلم ایک کتاب سے بدلا جا سکتا ہے تو ایک قلم کی قدر ایک کتاب کی قدر کے مساوی ہے۔ کسی شئے میں قدر مبادلہ پائے جانے کے لئے اس کے اندر افادہ، قلت اور نقل پذیری کی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

۱۶۔ **قیمت (Price)**

معاشیات میں قیمت کے معنی قدر کے معنوں سے مختلف ہیں۔ کسی شئے یا خدمت میں پائی جانے والی قدر کو زر کی شکل میں ظاہر کرنے کو قیمت کہا جاتا ہے۔

جزوی معاشیات اور کلی معاشیات (Micro Economics and Macro Economics)

جدید معاشی نظریہ کو دو شاخوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک جزوی معاشیات اور دوسرا کلی معاشیات۔ Oslo University کے معاشی ماہر Raginar Frisch نے معاشیات کے مطالعہ کے ان دو اصطلاحات کو سب سے پہلے 1933 میں استعمال کیا۔ جزوی معاشیات میں انفرادی اکائیوں، افراد اور انفرادی گروپ کے معاشی عمل اور برتاؤ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جزوی معاشیات، معیشت میں صارفین اور پیدا کنندوں کے درمیان وسائل کی موثر انداز میں تقسیم کا جائزہ بھی لیتی ہے۔ اس کا تعلق فلاحی معاشیات سے ہوتا ہے۔

1. **جزوی معاشیات (Micro Economics)**

جزوی معاشیات انفرادی اکائیوں کا مطالعہ ہے جیسے گھر، فرمس اور صنعتیں وغیرہ۔

2. **کلی معاشیات** (Macro Economics)

: کلی معاشیات مجموعوں کا مطالعہ ہے جیسے قومی آمدنی' روزگار' تجارتی چکر' معاشی ترقی اور نمو۔

3. **مفت اشیاء**(Free Goods) : یہ اشیاء قدرت کی جانب سے مفت سربراہ کی جاتی ہیں اور ان کی رسد لامحدود ہوتی ہے اسلئے ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ان کی قدر کو قومی آمدنی میں شامل نہیں کیا جاتا۔

4. **معاشی اشیاء**(Economic Goods): یہ اشیاء مصنوعی ہوتی ہیں ان اشیاء کی رسد محدود ہوتی ہے جس کی وجہ اس کی قیمت ہوتی ہے ان کی قدر کو قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے۔

قومی آمدنی National Income

کسی بھی ملک میں مکمل اشیاء اور خدمات کی سالانہ پیداوار کی بازاری قدر کو قومی آمدنی کہتے ہیں۔دوسرے معنوں میں کسی بھی ملک میں سال بھر میں ہونے والی معاشی سرگرمیوں سے حاصل ہونے والی کل آمدنی کو قومی آمدنی کہا جاتا ہے۔

1. **پیگو کی تعریف**(Pigou's Definition): اے سی پیگو کے بموجب'' قومی آمدنی کسی بھی سماج کی حقیقی آمدنی کا حصہ ہے جس میں بیرون ملک سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی شامل ہے اور جس کی پیائش زر میں کی جاتی ہے۔

3. **فشر کی تعریف**(Fisher's Definition): فشر کے بموجب'' قومی آمدنی مکمل طور پر خدمات پر مشتمل ہوتی ہے۔

قومی آمدنی کا تعین کرنے والے عوامل (Determining Factors of National Income)

a) **قدرتی وسائل**(Natural Resources): کسی بھی ملک میں دستیاب قدرتی وسائل' اس کے آب و ہوا کی صورتحال' جغرافیائی خصوصیات' زمین کی زرخیزی' کانیں اور ایندھن کے وسائل وغیرہ قومی آمدنی کی مقدار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

b) **عاملین پیداوار کا معیار اور مقدار**(Quality and Quantity of Factors of Production): کسی بھی ملک کی قومی آمدنی اس ملک کے عاملین پیداوار کے ذخیرے کے معیار اور مقدار سے بہت حد تک متاثر ہوتی ہے۔مثلاً زمین کی مقدار و معیار' آب و ہوا اور بارش وغیرہ زرعی پیداوار کی مقدار و معیار اور قومی آمدنی کو طئے کرتے ہیں۔

c) **ٹیکنالوجی کی صورت حال**(State of Technology): کسی بھی ملک کی جانب سے حاصل کی جانے والی ٹیکنالوجی کے فروغ کی سطح' پیداوار اور قومی آمدنی کو متاثر کرتی ہے۔پیداوار کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی سے ملک کے وسائل کو بہتر طور پر استعمال کرنے میں مدد ملتی ہے۔

d) **سیاسی عزائم اور استحکام**(Political will and Stability): ملک میں پائے جانے والے سیاسی عزائم اور استحکام سے منصوبہ بند انداز میں معاشی ترقی اور قومی آمدنی کی تیز رفتار نمو میں مدد ملتی ہے۔

مارکٹ قیمت پر خام قومی پیداوار

مجموعی قومی آمدنی، Gross National Product at Market Prices (GNP at market prices)

خام قومی پیداوار کسی بھی ملک میں ایک سال کے دوران پیدا ہونے والی تمام مکمل اشیاء اور خدمات کی موجودہ بازاری قدر ہے ۔جس میں بیرون ملک سے آنے والی نقد آمدنی بھی شامل ہوتی ہے۔

GNP کے اہم اجزا یہ ہیں:

1. ایک سال میں پیدا کی جانے والی اور گھرانے والوں کی جانب سے صرف کی جانے والی مکمل اشیاء وخدمات کی قدر۔(C)
2. خانگی گھریلو سرمایہ کاری۔ (I)
3. حکومت کی جانب سے خریدی جانے والی اشیاء اور خدمات۔ (G)
4. نقد برآمدات جو برآمد کردہ اشیاء اور خدمات کی قدر میں سے درآمد کردہ اشیاء وخدمات کی قدر کو منفی کردینے کے مساوی ہوتی ہے۔ یعنی (X–M) اس میں بیرونی ممالک سے حاصل ہونے والی خالص عامل کی آمدنی کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

$$\text{GNP at Market Prices} = C + I + G + (X - M)$$

۲۔ عامل لاگت پر خام مجموعی قومی پیداواریت (GNP at Factor Cost)

عامل پیداوار کی لاگت پر خام قومی پیداوار کسی بھی ملک میں ایک سال میں مختلف عوامل کے ذریعہ پیدا ہونے والی اور ان کو حاصل ہونے والے زری قدر کا مجموعہ ہے۔ بازار کی قیمتوں پر خام قومی پیداوار میں اجرتیں، کرایہ، سود، ڈیویوڈنڈ حصص، غیر منقسمہ کارپوریٹ منافع، ملی جلی آمدنی (غیر مربوط تجارتی منافع)، راست محاصل، بالواسطہ محاصل، فرسودگی اور بیرون ملک سے حاصل ہونے والی آمدنی شامل ہوتی ہیں۔ عوامل کی لاگت پر خام پیداوار میں راست محاصل کے سوا مارکٹ قیمت پر خام قومی پیداوار کے تمام افراد شامل رہتے ہیں۔

عاملین کی لاگت پر خام قومی آمدنی = بازار کی قیمتوں پر خام قومی آمدنی - بالواسطہ محاصل + سبسڈی (رعایتیں)

۳۔ بازار کی قیمتوں پر خام گھریلو پیداوار (Gross Domestic Product at Market Prices (GDP)

کسی بھی ملک میں اپنے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے عاملین پیداوار کے ذریعہ پیدا کی جانے والی آمدنی کو خام گھریلو پیداوار یا خام گھریلو آمدنی کہا جاتا ہے۔ چونکہ گھریلو پیداوار میں بیرون ملک سے ہونے والی آمدنی کو شامل نہیں کیا جاتا اس کو مندرجہ ذیل کی طرح ظاہر کیا جاتا ہے: خام گھریلو پیداوار = خام قومی پیداوار - بیرون ملک سے حاصل ہونے والی نقد آمدنی۔

اگر ہم گھریلو آمدنی میں بیرون ملک سے حاصل ہونے والی آمدنی کو شامل کریں تو ہمیں قومی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی خام قومی آمدنی= کل گھریلو آمدنی(GDP)+ بیرون ملک سے حاصل شدہ نقد آمدنی۔ بیرون ملک سے حاصل شدہ نقد آمدنی مثبت بھی ہوسکتی ہے اور منفی بھی۔ اگر یہ مثبت ہو تو قومی آمدنی گھریلو آمدنی سے زیادہ ہوگی۔ جیسے اور اگر بیرون ملک سے حاصل شدہ نقد آمدنی منفی ہو تو گھریلو آمدنی قومی آمدنی سے زیادہ ہوگی۔ جیسے GNP > GDP اور اگر بیرون ملک سے حاصل شدہ نقد آمدنی منفی ہو تو گھریلو آمدنی قومی آمدنی سے زیادہ ہوگی۔ جیسے GDP > GNP

۴۔ بازار کی قیمتوں پر خالص قومی پیداوار Net National Product at Market Prices (NNP)

ملک کا قائم اصل گزرتے وقت کے ساتھ اشیاء اور خدمات کی پیداوار کے دوران گھساؤ پٹاؤ سے دوچار ہوتا ہے۔ یہ ''استعمال کی لاگت'' یا فرسودگی یا تجدید یا درستگی پر عائد ہونے والے خرچ کو بازار کی قیمت پر خام قومی پیداوار سے منہا کیا جاتا ہے تاکہ بازار کی قیمت پر خالص قومی پیداوار حاصل کی جاسکے۔

بازار کی قیمتوں پر خالص قومی پیداوار = مارکٹ قیمتوں پر گھریلو قومی پیداوار - فرسودگی

۵۔ عامل پیداوار پر خالص قومی پیداوار (Net National Product at Fctor Cost)

اسے قومی آمدنی بھی کہا جاتا ہے یہ کسی بھی معیشت میں ایک سال کے دوران چار عوامل کی جانب سے کرایہ' اجرت' سود اور منافع کی شکل میں حاصل ہونے والی کل آمدنی ہے۔ بازار کی قیمت پر خالص قومی پیداوار' عاملین پیداوار کے درمیان تقسیم کے لئے دستیاب نہیں ہوتی۔ بالواسطہ محاصل کی رقم (جو قیمتوں میں شامل ہوتی ہے) اسے کمپنیاں حکومت کو ادا کرتی ہیں پیداواری عوامل کو نہیں۔ اسی طرح حکومت کمپنیوں کو مخصوص قسم کی اشیاء اور خدمات کی پیداوار پر سبسیڈی (رعایت) دیتی ہے اور پیداوار کے اس حصے کے اخراجات' حکومت برداشت کرتی ہے۔ اسی لئے یہ اشیاء بازار میں حقیقی لاگت پیداوار سے کم قیمت میں فروخت کی جاتی ہیں اسی لئے سبسیڈی کے اس حصے کو بازار کی قیمت پر خالص قومی آمدنی میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس طرح عامل پیداوار لاگت پر خالص قومی پیداوار = بازار کی قیمت پر خالص قومی پیداوار - بالواسطہ محاصل + سبسیڈی دوسرے معنوں میں عامل پیداوار کی لاگت پر خالص قومی پیداوار = بازار کی قیمت پر خام قومی پیداوار - فرسودگی - بالواسطہ محاصل + سبسیڈی۔

۶۔ شخصی آمدنی Personal Income (PI)

یہ کسی بھی ملک میں تمام اشخاص کو تمام راست محاصل کی ادائیگی سے قبل ملنے والی کل آمدنی ہوتی ہے۔ لوگوں کے لئے تمام قومی آمدنی دستیاب نہیں رہتی ہے۔ بڑی کمپنیوں کو کارپوریٹ ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح کمپنیاں اپنے منافع کا کچھ حصہ توسیع یا ہنگامی ضروریات کی تکمیل کے لئے پس انداز کر لیتی ہیں (یعنی غیر تقسیم شدہ کارپوریٹ نفع) منافع کا یہ حصہ، حصہ داروں میں بھی تقسیم نہیں کیا جاتا۔ تنخواہ یاب ملازمین سماجی تحفظ میں اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔

شخصی آمدنی (PI) = (قومی آمدنی (NNP) عوامل کی لاگت پر خالص قومی پیداوار) - غیر منقسم منافع

- کارپوریٹ محاصل - سماجی تحفظ کے چندے + فلاحی ادائیگیاں

۷۔ قابل صرف آمدنی Disposable Income (DI)

قابل صرف آمدنی شخصی آمدنی کا وہ حصہ ہے جو ایک فرد کے پاس' تمام راست محاصل جیسے انکم ٹیکس' جائیداد ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی کے بعد بچی رہتی ہے۔ عام طور پر قابل صرف آمدنی' صرف اور بچت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

قابل صرف آمدنی (DI) = شخصی آمدنی - راست محاصل

قابل صرف آمدنی (DI) = صرف + بچت

۸۔ حقیقی آمدنی یا مستقل قیمتوں پر قومی آمدنی (Real Income or National Income at Constant prices)

حقیقی آمدنی' کسی بھی سال میں عمومی قیمتوں کو بنیاد بنا کر ظاہر کی جانے والی قومی آمدنی ہوتی ہے۔ قومی آمدنی ایک سال میں اشیاء اور خدمات کی موجودہ زری قدر ہوتی ہے۔ یہ معیشت کی حقیقی صورتحال نہیں ہوتی۔ کسی بھی ملک کی حقیقی آمدنی کی پیائش کے لئے کسی مخصوص سال کو بنیادی سال کی حیثیت سے لیا جاتا ہے۔ جس میں عام قیمتوں کی سطح نہ بہت زیادہ ہو نہ بہت کم ہو۔

اس طرح' حقیقی قومی آمدنی (NNP) = موجودہ سال کی خالص قومی آمدنی

مثال کے طور پر سال 2011-12 بنیادی سال ہے اور سال 2017-18 کی آمدنی 147.11 لاکھ کروڑ اور اس سال کا اشاریہ نشان 200 ہے۔تب حقیقی آمدنی برائے سال 2017-18 اس طرح ہوگی۔

147.11 لاکھ کروڑ لاکھ کروڑ $147.11 \times \frac{100}{200} =$

اس حقیقی آمدنی کو مستقل قیمتوں پر قومی آمدنی بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔ فی کس آمدنی (Per Capita Income)

فی کس آمدنی سے مراد ایک سال میں کسی بھی ملک کے افراد کی اوسط آمدنی ہوتی ہے اس کی پیمائش موجودہ قیمتوں پر قومی آمدنی کو اس سال میں موجودہ ملک کی کل آبادی سے تقسیم کرتے ہوئے حاصل کی جاتی ہے۔

۱۰۔ فی کس آمدنی اور آبادی میں تعلق (Relation between per capita income and population)

قومی آمدنی اور آبادی میں قریبی تعلق پایا جاتا ہے۔یہ دونوں مل کر فی کس آمدنی طے کرتے ہیں۔اگر قومی آمدنی کی شرح نمو 6% ہو اور آبادی کی شرح نمو 3% ہو تو فی کس آمدنی کی شرح نمو 3% ہوگی اور اسے اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

$g_{pc} = g_{ni} - g_p$ جہاں، $g_{pc} =$ فی کس آمدنی کی شرح نمو ہے، $g_{ni} =$ قومی آمدنی کی شرح نمو ہے اور

$g_p =$ آبادی کی شرح نمو ہے

فی کس آمدنی میں اضافہ سے معیار زندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔فی کس آمدنی میں اسی وقت اضافہ ہوگا جب قومی آمدنی کی نمو کی شرح سے آبادی کی نمو کی شرح کم ہو۔

قومی آمدنی کے اجزا (Components of National Income)

قومی آمدنی کے چار بنیادی اجزاء ہیں جو (a) صرف (Consumption) - C، (b) خام گھریلو سرمایہ کاری (Gross Domestic Investment) - I، (c) سرکاری مصارف (Govt Expenditure) - G، (d) خالص بیرونی ملک کی آمدنی (Net Foreign Income) - (X–M)

(a) **صرف (Consumption) (C):** یہ مکینوں کی جانب سے اشیاء اور خدمات پر کئے جانے والے کل مصارف ہوتے ہیں۔ان میں پائیدار اور ناپائیدار اشیاء جیسے غذائی اجناس، لباس، طبی خدمات وغیرہ شامل ہیں۔صرف کی سطح آمدنی کی سطح پر منحصر ہوتی ہے۔

(b) **سرمایہ کاری (Investment) (I):** یہ کمپنیوں کی جانب سے اشیاء اور خدمات پر ایسے مصارف ہوتے ہیں جو موجودہ صرف کے لئے نہیں ہوتے۔اس میں اصل پر خرچ جیسے مشنری، سڑکیں، پل، وغیرہ شامل ہوتے ہیں جو مستقبل میں اشیائے صارفین کی پیداوار میں مدد دیتے ہیں۔

(c) **سرکاری مصارف (Govt. Expenditure) (G):** یہ وہ مصارف ہیں جو حکومت سماج کے استعمال کے لئے بنیادی سہولتوں پر خرچ کرتی ہیں۔اس میں حکومت کے وہ مصارف بھی شامل رہتے ہیں جو وہ پولیس، فوج اور عدلیہ جیسی خدمات پر خرچ

کرتی ہے۔

(d) بیرون ملک آمدنی(Net Foreign Income) (X-M): یہ وہ آمدنی ہے جو حکومت بین الاقوامی تجارت سے حاصل کرتی ہے۔ ہر ملک اس کی پیداواری اشیاء کی ایک مقدار کو برآمد کرتا ہے۔ اور بین الاقوامی بازار یا دیگر ممالک سے وہ اشیاء و خدمات درآمد کرتا ہے جو نسبتاً سستی ہوتی ہیں۔ کسی بھی ملک کی قومی آمدنی کا تخمینہ لگانے کے لئے برآمدات اور درآمدات کی قدر کے فرق کو (مثبت یا منفی) دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ Y = C + I + G (X–M)

قومی آمدنی کی پیائش (Measurement of National Income)

قومی آمدنی کی پیائش کے تین طریقے ہیں: (1) ماحصل یا پیداوار کا طریقہ (Output method or Product method)

(2) آمدنی کا طریقہ (Income method) (3) اخراجات کا طریقہ (Expenditure method)

Cairn Cross کے مطابق ''قومی آمدنی'' تینوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جیسے ہر شخص کی آمدنی کو جمع کر کے ہر فرد کی پیداوار کو جمع کر کے یا لوگوں کی خریدی ہوئی تمام اشیاء کی قدر کو اور ان کی بچتوں کو جمع کر کے قومی آمدنی کا تخمینہ کر سکتے ہیں۔

ا۔ ماحصل کا طریقہ یا پیداوار کا طریقہ (Output method or product method)

اس کو فہرست کا طریقہ (Inventory method) یا شئے خدمت کا طریقہ (Commodity service method) کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس طریقہ میں ہم ایک سال کی مدت میں ملک میں پیدا کی گئی تمام حتمی اشیاء اور خدمات کی بازاری قدر معلوم کرتے ہیں۔ خام قومی پیداوار معلوم کرنے کے لیے تمام حتمی اشیاء اور خدمات کی پیداوار کو ان کی متعلقہ بازاری قیمتوں سے ضرب دیا جاتا ہے۔

$$GNP = (P_1Q_1 + P_2Q_2 + \ldots + P_n Q_n) + \text{(Net income from abroad)}$$ خالص بیرونی آمدنی

جہاں' خام قومی آمدنی = GNI، شئے یا خدمات کی قیمت = P، پیداشدہ شئے یا خدمت کی مقدار = Q، مختلف پیداشدہ اشیاء اور خدمات ہیں = 1,2,....n

۲۔ آمدنی کا طریقہ (Income method)

اس طریقے میں تمام عاملین پیداوار سے ہونے والی آمدنیوں کو جمع کرتے ہوئے ملک کی قومی آمدنی معلوم کی جاتی ہے۔ عاملین پیداوار اپنے خدمات کا معاوضہ لگان' اجرت' سود اور منافع کی شکل میں حاصل کرتے ہیں۔ اس میں فلاحی ادائیگیوں کی شکل میں ہونے والی آمدنی کو شامل نہیں کیا جاتا۔ اس کو عاملین پیداوار کی لاگت پر قومی آمدنی کہا جاتا ہے۔ NI = R + W + I + P

جہاں' N = قومی آمدنی، R = کرایہ، W = اجرت، I = سود اور P = منافع ہے۔

یہ طریقہ قومی آمدنی کی تقسیمی حصوں کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ اخراجات کا طریقہ (Expenditure method)

اس طریقے میں کسی سال میں سماج کی جانب سے کئے جانے والے کل مصارف کو شامل کیا جاتا ہے۔ اس طریقے میں گھرانوں کے

انفرادی اخراجات، فرموں کے اخراجات، حکومت کی جانب سے خریدی جانے والی اشیاء اور خدمات اور نقد برآمدات کو شامل کیا جاتا ہے۔

NI = EH + EF + EG + Net exports

جہاں NI = ادقومی آمدنی، EH = گھرانوں کا حرچ، EF = فرمس کا خرچ اور EG = حکومت کے اخراجات شامل ہیں۔ یہ طریقہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ قومی آمدنی قومی مصارف کے مساوی ہوتی ہے۔ صرف حتمی اشیاء اور خدمات پر مصارف کو شامل کی احتیاط برتی جانی چاہئے۔

ہندوستان میں قومی آمدنی کا تخمینہ (Estimation of National Income in India)

آزادی کے فوری بعد ہندوستان میں سال 1949ء میں حکومت نے ہندوستان کی قومی آمدنی کے تخمینہ کے لئے مسٹر پی سی مہلانوبس، ڈاکٹر گیڈگل اور ڈاکٹر وی کے آروی راؤ پر مشتمل قومی آمدنی تخمینہ کمیٹی قائم کی۔ قومی آمدنی کے تخمینہ کی تیاری کی ذمہ داری اب مرکزی اعداد و شماریاتی تنظیم Central Statistical Organization(CSO) کے سپرد کی گئی ہے۔

ہندوستان میں قومی آمدنی کا حساب دو طریقے سے کیا جاتا ہے۔ 1) آمدنی کے طریقے سے 2) ماحصل پیداوار کے طریقے سے۔

CSO نے ہندوستانی معیشت کو 13 شعبوں میں تقسیم کیا ہے اور ان کی پانچ مدات کے تحت زمرہ بندی کی ہے۔

1. **ابتدائی شعبہ (Primary Sector)**: زراعت، جنگلات اور لکڑی تراشنا، سمکیات اور کانکنی۔
2. **ثانوی شعبہ (Secondry Sector)**: مصنوعات بنانے والے کی اکائیاں (اندراج یا غیر اندراج شدہ)، تعمیرات، برقی، گیس اور آبرسانی۔
3. **حمل و نقل، مواصلات اور تجارت (Transport, Communication and Trade)**: ریل، دیگر ذرائع سے حمل و نقل، ذخیرہ کرنا، مواصلات، تجارت، ہوٹل اور ریسٹورنٹ۔
4. **فینانس اور رئیل اسٹیٹ (Finance and Real State)**: بنک کاری، بیمہ کاری، رئیل اسٹیٹ، رہائشی ملکیت اور تجارتی خدمات۔
5. **سماجی و شخصی خدمات (Community and Personal Services)**: دفاع، سرکاری انتظامیہ اور دیگر خدمات۔

قومی آمدنی کے مطالعہ کا پس منظر A Backdrop to National Income Studies

قومی آمدنی کمیٹی 1949ء کے مطابق "قومی آمدنی کا تخمینہ کسی متعینہ مدت کے دوران پیدا شدہ اشیاء و خدمات کی دوہری گنتی کے بغیر خالص قدر کی پیمائش ہے۔"

برطانوی دور میں قومی آمدنی کے کئی ایک تخمینے تیار کئے گئے۔ ان تخمینے تیار کرنے والوں میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔ دادا بھائی نوروجی (1868)، ولیم ڈگی (1899)، فینڈ لے شیراز (1922، 1911 اور 1931)، شاہ اور کھم بھٹا (1921)، وی کے آر وی راؤ (1925-29 اور 1931-32) اور آرسی دیسائی (1931-40)۔ آزادی کے فوری بعد حکومت ہند نے قومی آمدنی کے باقاعدہ تخمینہ کے لئے اگست 1949ء میں ایک قومی آمدنی کمیٹی کا تقرر کیا۔ یہ کمیٹی پروفیسر پی سی مہالانوبس، پروفیسر ڈی۔ آر۔ گیڈگل اور پروفیسر وی کے آر وی راؤ پر مشتمل تھی۔ سال 1945ء میں کمیٹی نے پہلی رپورٹ پیش کی۔

صنعتی بنیاد پر قومی آمدنی کا حصہ (فی صد میں)

سال	صنعتی گروپ		
	ابتدائی شعبہ	ثانوی شعبہ	ثالثی شعبہ
1950-51	57.2	14.8	25.0
1960-61	56.6	17.1	26.3
1970-71	50.1	19.7	30.2
1980-81	41.1	23.3	35.6
1990-91	33.2	25.9	40.9
2000-01	25.1	22.1	52.4
2007-08	18.0	26.0	56.0
2011-12	20.5	24.6	54.9
2012-13	19.9	23.8	56.3
2013-14	13.9	26.2	59.9
2016-17	17.9	29.4	52.7
2017-18	17.2	29.3	53.5
2018-19	16.1	29.6	54.3

خام گھریلو پیداوار میں عوامی شعبہ اور خانگی شعبہ کا حصہ

Share of Public Sector and Private Sector in GDP

آزادی کے وقت عوامی شعبہ کی سرگرمیاں صرف چند میدانوں جیسے آب پاشی' توانائی' ریلوے' مواصلات اور بعض محکمہ جات تک ہی محدود تھیں۔ مابعد آزادی عوامی شعبہ کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت تیزی سے وسیع ہوتا گیا۔

1. **اصلاحات اراضی اور زرعی زمینات کی از سر نو تقسیم:** زمینداری نظام کے خاتمے سے پہلے بیش تر اراضی غائب زمینداروں کی ملکیت ہوتی تھی۔ جو زرعی پیداوار کا ایک بڑا حصہ اپنے لئے مختص کرتے تھے جب کہ زمین پر ہل چلانے والے (زرعی مزدور) بڑی مشکل سے اپنی گزر بسر کے لئے کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ پس زمینداروں اور دیگر درمیانی افراد کو برخواست کرنے کے لئے قانون سازی اقدامات کئے گئے اور اراضی پر حد مقرر کر دی گئی۔

2. **اجارہ داری اور تحدیدی تجارتی سرگرمیوں پر کنٹرول:** اجارہ داری اور تحدیدی تجارتی سرگرمیوں کا قانون 1969(MRTP Act) میں منظور کیا گیا۔

3. **روزگار اور اجرت پالیسیاں:** یکم اپریل 1989 کو NREP اور RLEGP جواہر روزگار یوجنا میں ضم ہو گئے۔ IRDP اور اس

سے منسلک پروگرامس جیسے دیہی نوجوانوں کی خودروزگار تربیت اور دیہی خواتین و بچوں کی ترقی کے پروگرامس کو ملا کر اپریل 1999ء سے ''سورنا جینتی گرام سوروزگار یوجنا'' (SGSY) کے نام سے ایک واحد خودروزگار پروگرام کی تشکیل نو عمل میں آئی اور JRY کا نام تبدیل کرکے اپریل 1999ء سے جواہر سمردھی یوجنا (JJSY) کیا گیا۔ مرکز میں UPA حکومت نے مہاتما گاندھی قومی دیہی روزگار ضمانت اسکیم (MGNREGS) کو متعارف کروایا۔

4. **سماجی تحفظ کے اقدامات:** Workmen's Compensation Act صنعتی مزدوروں کو دوران ملازمت فوت ہونے' معذور ہونے یا بیمار ہونے کی صورت میں انہیں معاوضہ کا حقدار بناتا ہے۔ اسی طرح Maternity Benefit Act' خاتون ملازمین کو بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں کچھ مدت کے لئے مفید ہے۔ Employees Provident Act منظّم شعبہ میں کام کرنے والے مزدوروں اور ملازمین کو پراویڈنٹ فنڈ سے فائدہ اٹھانے کا حقدار بناتا ہے۔

5. **ٹیکس کاری (محصول کاری):** اہم اصلاحات کی وضاحتیں اور یہ چند ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو روکنے کے لئے بنایا گیا محصول نظام ہے۔

1. **قومی آمدنی (National Income)** : قومی آمدنی کسی بھی ملک میں سالانہ پیدا ہونے والی اشیاء اور خدمات کی بازاری قدر ہے۔

2. **خام قومی پیداوار GNP** : یہ ایک ملک میں جاریہ سال پیدا ہونے والی اشیاء اور خدمات کی زری قدر ہوتی ہے۔ اس میں بیرون ملک والی نقد آمدنی کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

3. **فرسودگی (Depreciation)** : مشینوں کی ٹوٹ پھوٹ یا تبدیلی کی قیمت۔

4. **خالص قومی پیداوار NNP (Net National Product)** : خام قومی پیداوار میں سے فرسودگی کو منہا کردینا۔

5. **خام گھریلو پیداوار GDP** : کسی بھی ملک میں ایک سال میں اپنے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے پیدا ہونے والی اشیاء کو خام گھریلو پیداوار کہتے ہیں۔ بیرون ملک سے آنے والی نقد آمدنی کو خام گھریلو پیداوار میں شامل نہیں کیا جاتا۔

6. **فلاحی ادائیگیوں** : وظائف' بیروزگاری بھتہ وغیرہ کی شکل میں کی جانے والی ادائیگیاں۔ یہ وہ رقم ہے جس کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔

7. **رعایت (Subsidies)** : جب ایک پیدا کنندہ اپنی پیداوار کو اس کی لاگت سے کم میں فروخت کرتا ہے تو اس کے نقصان کی پابجائی کے لئے حکومت کی جانب سے دی جانے والی رقم کو رعایت یا سبسیڈی کہتے ہیں۔

8. فی کس آمدنی : فی کس آمدنی کسی بھی ملک کے افراد کی اوسط آمدنی ہوتی ہے۔ جو قومی آمدنی کو ملک کی کل آبادی سے تقسیم کرنے پر حاصل ہوتی ہے۔

9. قابل صرف (Disposable Income) : قابل صرف آمدنی شخصی آمدنی کا حصہ ہوتی ہے اور فرد کے پاس راست محاصل کی ادائیگی کے بعد بچی رہتی ہے۔

عوامی مالیہ (Public Finance)

عوامی مالیہ عوامی ارباب اقتدار (Public Authorities) یعنی حکومت کی آمدنی وخرچ سے بحث کرتا ہے۔ عوامی مالیہ میں زر کے حصول کے مقاصد، طریقوں، اثرات اور حکومت کی جانب سے کئے جانے والے خرچ ہیں۔

عوامی مالیہ کے اجزاء (Components of Public Finance)

I. عوامی آمدنی (Public Revenue)

مختلف ذرائع میں حکومت کو حاصل ہونے والی آمدنی کو عوامی آمدنی (Public Revenue) کہا جاتا ہے۔ اس کو دوزمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (1) محصول آمدنی (2) غیر محصول آمدنی

1. محصول آمدنی (Tax revenue): محصولات کے ذریعہ عوام سے حاصل کی جانے والی آمدنی کو محصول آمدنی۔

وسیع طور پر محصولات کو دوزمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (a) راست محاصل (b) بالراست محاصل

جی ایس ٹی (GST): اشیاء و خدمات ٹیکس (GST) ایک بالواسطہ محصول ہے جس کو ہندوستان میں کئی محصولات کے بجائے لاگو کیا گیا ہے۔

2. غیر محصول آمدنی (Non Tax Revenue): حکومت محصولات کے علاوہ دیگر ذرائعوں سے بھی آمدنی حاصل کرتی ہے۔ جو غیر محصولاتی آمدنی کہلاتی ہے جیسے:

(a انتظامی آمدنی (Administrative Revenue) ،b) تجارتی آمدنی (Commercial Revenue)

،c) قرض اور پیشگیاں، d) امدادی عطیہ جات (Grants-in-aid)

عوامی خرچ (Public Expenditure): مختلف معاشی سرگرمیوں پر حکومت کی جانب سے کئے جانے والے خرچ کو عوامی خرچ کہا جاتا ہے۔

عام طور پر حکومتیں ملک کی معیشت کی بہتری کے لئے حسب ذیل مدات پر خرچ کرتی ہیں: (i) دفاع (ii) اندرونی تحفظ (پولیس) (iii) معاشی خدمات (زراعت، صنعت، بجلی، حمل ونقل، مواصلات، سائنس وٹکنالوجی وغیرہ) (iv) سماجی خدمات (تعلیم، صحت، نشریات وغیرہ) (v) دیگر عام خدمات (مملکت کے اعضاء، ٹیکس کی وصولی، بیرونی معاملات وغیرہ) (vi) وظیفے (vii) رعایتیں (viii) ریاستی حکومتوں کو عطیہ جات (ix) بیرونی حکومتوں کو عطیہ جات (x) ریاستی حکومتوں کو قرض (xi) عوامی اداروں کو قرض (xii) بیرونی حکومتوں کو قرض (xiii) قرضوں کی واپس ادائیگی (اصل رقم، سود اور قرض انتظامیہ) (xiv) ریاستوں کو قدرتی

آفات پر امداد وغیرہ۔

عوامی قرض (Public Debt): جب حکومت کی مختلف سرگرمیوں پر خرچ آمدنی سے بڑھ جاتا ہے تو اس کے پاس ایک ہی چارہ (option) ہوتا ہے کہ وہ عوامی قرض حاصل کرے۔ایک حکومت اندرون ملک اور بیرون ملک مختلف ذرائعوں سے قرض حاصل کرسکتی ہے۔ اس سے عوامی قرض پیدا ہوتا ہے۔عوامی قرض کے دستاویز' مختلف قسم کے حکومتی بانڈز اور سیکوریٹیز کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

ذرائع کی بنیاد پر عوامی قرض کی دو زمروں میں درجہ بندی کی جاتی ہے:

(i) **اندرونی قرض** (Internal debt): (ii) **بیرونی قرض** (External debt):

عوامی قرض کی بازادائیگی یا واپسی (Redemption of Public Debt)

حکومت کی جانب سے قرض کی واپس ادائیگی کو ''عوامی قرض کی بازادائیگی'' کہا جاتا ہے۔عوامی قرض کی بازادائیگی کے لئے حسب ذیل طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے

(i) **فاضل بجٹ (Surplus Budget)**: فاضل بجٹ سے مراد عوامی خرچ سے زیادہ عوامی آمدنی رکھنا ہے۔اگر حکومت فاضل بجٹ بنانے کا منصوبہ رکھتی ہے تو عوامی قرض کی واپس ادائیگی کے لئے زائد آمدنی کو استعمال کرسکتی ہے۔

(ii) **ری فنڈنگ (Refunding)**: از سر نو فنڈنگ سے مراد نئے بانڈز اور سیکوریٹیز کی اجرائی ہے تاکہ حاصل ہونے والے قرض سے عوامی قرض کی ادائیگی ممکن ہو سکے۔

(iii) **سالانہ ادائیگیاں (Anuities)**: اس طریقہ میں حکومت ہر سال عوامی قرض کا ایک حصہ ادا کرتی ہے۔

(iv) **سنکنگ فنڈ (Sinking Fund)**: اس طریقہ میں حکومت ایک علیحدہ فنڈ قائم کرتی ہے جس کو Sinking Fund (سرمایہ بے باقی) کہا جاتا ہے۔عوامی آمدنی کا ایک حصہ ہر سال اس فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے تاکہ اس فنڈ سے عوامی قرض کی واپسی ممکن ہو۔اس کو بازادائیگی کا بہترین طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

(v) **تبدیلی (Conversion)**: تبدیلی سے مراد موجودہ قرضوں کو ان کی معیاد پوری ہونے سے قبل نئے قرضوں میں تبدیل کردینا ہے۔ یہ طریقہ اس وقت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جب نئے قرضوں پر عائد شرح سود موجودہ قرضوں پر عائد شدہ شرح سود سے کم ہو۔

(vi) **زائد محصول کاری (Additional Taxation)**: عوامی قرض کی واپس کے لئے حکومت ضروری فنڈس کے حصول کی خاطر زائد محصولات کا سہارا لے سکتی ہے۔اس طریقہ میں چند محصولات عائد کئے جاتے ہیں۔

(vii) **محصول اصل (Capital Levy)**: محصول اصل ایک بھاری اور ایک ہی دفعہ عائد کیا جانے والا ٹیکس ہے۔

مرکز۔ریاست مالیاتی تعلقات۔وفاقی مالیہ،فینانس کمیشن

(Centre-State Financial Relations - Federal Finance - Finance Commission)

مرکز۔ریاست مالیاتی تعلقات (Centre-State Financial Relation)

مرکز (یونین) اور ریاستوں کے درمیان مالیاتی تعلقات کی وضاحت دستور میں کی گئی ہے۔ دستور مرکزی پارلیمنٹ کو' مختلف

مدات پر ٹیکس عائد کرنے کا خصوصی اختیار دیتا ہے۔

1. مرکزی حکومت کے خصوصی اختیارات (Exclusive Powers of Union Government)

وہ موضوعات جن پر مرکزی حکومت کو ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات حاصل ہیں وہ یہ ہیں: (a) کسٹم ڈیوٹی (b) کارپوریٹس ٹیکس (c) کیپٹل گینس (منافع سرمایہ) (d) آمدنی ٹیکس پر سرچارج اور (e) ریلوے کرایہ جات وغیرہ۔

2. ریاستی حکومتوں کے خصوصی اختیارات (Exclusive Powers of State Government)

حسب ذیل پر ٹیکس عائد کرنے کے خصوصی اختیارات ریاست کو حاصل ہیں: (a) زمینات کی آمدنی (b) اسٹامپ ڈیوٹی (c) اسٹیٹ (جائیداد) ڈیوٹی (d) انٹری ٹیکس (e) بکری ٹیکس (f) سواریوں اور اشیاء تعیّشات پر ٹیکس۔

باقی تمام محصولات عائد کرنے کے اختیارات مرکز کو حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی جو موضوعات / مدات یونین کی فہرست میں اور ریاستوں کی فہرست میں شامل نہیں ہیں ان پر ٹیکس عائد کرنے کا اختیار صرف مرکزی حکومت کو ہوتا ہے۔

مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی جانب سے ٹیکس عائد کئے جانے کے خصوصی اختیارات کے علاوہ تین دیگر زمروں کے محصولات (Taxes) پائے جاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(i) دستور میں 73 ویں اور 74 ویں ترمیم کے بعد ریاست کے Consolidated Fund کے قیام کا موقع فراہم کیا گیا ہے جس سے وسائل' دیہاتی پنچایتوں اور بلدیات کو فراہم کئے جائیں گے۔

(ii) دفعہ 360 کے مطابق مالی ایمرجنسی کے اعلان کے دوران صدر جمہوریہ ریاستوں کو مالیاتی رہنمایانہ ہدایات دے سکتے ہیں۔

وفاقی مالیہ (Federal Finance)

وفاقی مالیہ سے مراد، مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کا مالیہ اور ان کے درمیان تعلق ہے۔ وفاقی مالیہ کے نظام میں آمدنیوں اور اخراجات کے تمام مدات کو مرکزی حکومت' ریاستی اور مقامی حکومتوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔ تینوں طرح کی حکومتیں اپنے متعلقہ مدات پر خرچ کرنے اور اپنے متعلقہ وسائل سے آمدنی حاصل کرنے کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔

G.S.T (Goods and Services Tax) اشیاء وخدمات محصول جو یکم جولائی 2017ء کو ہندوستان میں لاگو کیا گیا۔ یعنی کہ تمام بالواسطہ محاصل کو ہٹا کر ایک ہم قسم کا بالواسطہ ٹیکس G.S.T لاگو کیا گیا۔ اس کے لاگو کرنے میں تقریباً 17 سال کا عرصہ لگا۔

سب سے پہلے ہندوستان کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے 2000 میں اس کی شروعات کی تھی۔ دنیا میں 160 ممالک میں جی ایس ٹی لاگو کیا گیا ہے۔

تین چیزوں پر جی ایس ٹی لاگو نہیں کیا گیا۔ 1. کسٹم ڈیوٹی 2. الکوہل 3. پٹرول

ہندوستان میں جی ایس ٹی کی شرح کے پانچ اقسام (Categories) ہیں۔

1. 0%: اشیائے ضروریات جو روزآنہ استعمال کئے جاتے ہیں ان پر 0% یعنی کوئی ٹیکس نہیں ہوگا جیسے گوشت، ترکاری، سندور، بندی، بندی، اخبارات، Bangles وغیرہ۔

2. 5% جی ایس ٹی کے تحت اشیاء جیسے کافی، چائے، کریم، پنیر وغیرہ۔

3. 12% جی ایس ٹی کے تحت اشیاء جیسے Butter، Chees، گھی، ڈرائی فروٹ، ٹوتھ پاوڈر، اگربتی، Packed Food وغیرہ۔

4. 18% جی ایس کے تحت Pasta، Cornflakes، کیک پیشتری، Sauces، آئسکریم، Mineral Water، Envelop، Tissues، Note Books وغیرہ۔

5. 28% جی ایس ٹی کے تحت اشیاء سارے (Luxury) اشیاء اور Branded اشیاء پر 28% ٹیکس لاگو کیا گیا۔

مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy)

مالیاتی پالیسی حکومت کی جانب سے اپنائی جاتی ہے اس کو حکومت کی پالیسی سے منسوب کیا جاتا ہے جو محصول اندازی، قرض داری، خرچ اور خسارہ مالیہ سے سروکار رکھتی ہے۔

کینس (Keynes) نے مالیاتی پالیسی کو توازن محاصل کی طرح خیال کیا ہے جس سے ایک طرف صرف کے میلان اور ترغیبی سرمایہ کاری کے درمیان ردو بدل اور دوسری طرف خرچ کو مکمل روزگار کی برقراری کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

A.Plenner کے مطابق مرکزی خیال یہ ہے کہ حکومت کی مالیاتی پالیسی اس کا خرچ اور اسکی محصول اندازی اس کی قرض داری اور قرضوں کی واپسی، نئے زر کی اجرائی اور زر کی واپسی کو صرف اس نظریہ سے دیکھا جائے کہ ان تمام طرح کے عملوں سے نتائج بہتر برآمد ہوں۔

پروفیسر Mathur کی مالیاتی پالیسی ہندوستان جیسے ترقی پذیر ممالک سے مطابقت رکھتی ہے۔

طویل مدتی مالیاتی پالیسی (Long Term Fiscal Policy)

ساتویں منصوبے میں طویل مدتی حکمت عملی کو ترقی دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا تاکہ موازنہ آمدنیوں اور اخراجات کو بحال کرسکے۔ جس کی وجہ سے عوامی شعبہ بغیر افراط زر کے ترقیاتی خرچ کے لئے سرمایہ فراہم کرسکے اور ساتھ ساتھ خانگی شعبہ کے تعلق سے بھی ایک مستحکم مالیاتی پالیسی پر عمل کیا جاسکے۔ منصوبہ دستاویز میں اس قسم کی طویل مدتی حکمت عملی کے چار عناصر ترکیبی کو مخصوص کیا گیا۔

i. محاصل ساخت کی اصلاح اور استحکام تاکہ آمدنی میں نمو کے لئے یہ لچک پذیر اور جوابدہ بن سکے۔

ii. مناسب خرچ پالیسی کی تشکیل۔

iii. مالیاتی نظم وضبط کا قیام خاص طور پر غیر افراطی مالیاتی پالیسی کی ضرورت کی تکمیل۔

iv. عوامی شعبے کے کاروبار کے لئے ایسی پالیسیوں کی تشکیل جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی میں اصلاح و ترقی ہو اور وہ فاضلات پیدا کرسکے۔

نمو، جدیدیت، خود انحصاری اور سماجی انصاف کے بنیادی مقصد کے لئے طویل مدتی مالیاتی پالیسی اصل میں ایک مالیاتی ردعمل ہے اس کے مخصوص مقاصد ہیں۔

a) سالانہ موازنوں کے سلسلے کو ایک متعین رخ یا سمت عطاء کرنا اور مطابقت پیدا کرنا۔

b) قاعدے پر مبنی مالیاتی پالیسیوں کے رول کے لئے زیادہ مواقع فراہم کرنا۔

c) معاشی پالیسی اور اس کے انتظام کے لئے ایک زیادہ متحدہ طریقہ کار کو ترقی دینے میں مدد کرنا۔

طویل مدتی مالیاتی پالیسی کے خصوصیات(Features of Long Run Fiscal Policy)

1. ترقی پذیر اور استدلال بلواسطہ محصول کی ساخت اختیار کرنا۔

2. اشیاء ضروریہ اور غذائی اشیاء جیسے شکر، خوردنی تیل وغیرہ کی تقسیم امدادی قیمتوں پر کی جائے۔

3. حکومت جملہ محصول آمدنی میں راست محاصل کے حصہ میں اضافہ کرنا چاہئے۔

4. محصول سے گریز کرنے والوں پر سختی سے قانونی کارروائی کی جائیگی۔

5. املاک ڈیوٹی ختم کردی جائے۔

6. آمدنی محصول اور دولت محصول کی شرحیں پست کردی جائیں۔

مختصر یہ کہ طویل مدتی مالیاتی پالیسی کا مقصد کارپوریٹ سیکٹر کی سرمایہ کاری کے لئے استحکام مہیا کرنا ہے۔

وفاقی مالیہ کے اصول (Principles of Federal Finance)

1. آزادی اور ذمہ داری کا اصول(Principle of Freedom and Responsibility)

آزادی اور ذمہ داری کا اصول یہ واضح کرتا ہے کہ وفاق میں حکومت کی ہر سطح کو آزادانہ مالیاتی اختیار دینا چاہئے اور حکومت کی ہر سطح کو علحدہ آزادانہ ذرائع مالیاتی ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ اس کو محصول اندازی کے خرچ کرنے کے اختیارات اور قرض لینے اور دینے کے اختیارات حاصل ہونا چاہئے تاکہ عوامی فرائض کو موثر طور پر انجام دے سکے۔

2. مطابقت اور لچک داری اصول(Principle of Elasticity)

اس اصول کے مطابق ہر ایک حکومت کو تجویز کردہ مسائل اس کے موجودہ فرائض کی ادائیگی کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس قسم کی مطابقت کا تعلق موجودہ اور آئندہ کی ضروریات سے بھی ہونا چاہئے۔ بدلتے ہوئے صنعتی اور معاشی حالات کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ مالیاتی ڈھانچہ کو جہاں تک ممکن ہو سکے لچک پذیر بنایا جائے۔

3. عملی کارکردگی اور انتظامی معیشت (Principle of Practical Efficiency & Economic Organisation)

اس اصول کے مطابق ہر ایک حکومت بعض محاصل کو موثر طور پر کفایت شعاری کے ساتھ استعمال کرسکتی ہے۔ ایک حکومت کو تجویز کردہ محاصل ایسے محاصل ہونا چاہئے جنہیں وہ حکومت دوسری حکومت کے مقابلے میں زیادہ کارکردگی کے ساتھ انتظامی اور اصولی مصارف میں کفایت شعاری کے ساتھ وصول کرسکتی ہو۔

وفاقی نظام کی جانچ (Testing of Federal Finance System)

وفاقی نظام کی جانچ اور توضعات کو حکومت ہند کے 1935ء ایکٹ میں بتایا گیا ہے۔ اس قانون میں مختلف علاقوں کی معاشی آزادی سے

متعلق بنیادی اصول درج ہیں۔

1. معاشی طور پر مستحکم مرکزی حکومت اس مقصد کے حصول کی خاطر درج ذیل توضعات کو اختیار کرتی ہے۔

i. زیادہ لچکدار اور کثیر پیداواری ذرائع آمدنی حکومت کے حوالے کرنا۔

ii. زر اور بینکنگ، کرنسی کی اجرائی، خسارہ، بجٹ کی تجویز کرنے کا اختیار مرکزی حکومت کو حاصل ہے۔

iii. مرکزی وریاستی فہرست کے علاوہ جو اختیارات ہیں وہ مرکزی حکومت کو دینا۔

2. معاشی اختیارات اور فرائض کا مکمل تعین۔

اس کے لئے دستور میں تین فہرستیں بنائی گئی۔

i. مرکزی فہرست ii. ریاستی فہرست iii. مشترکہ فہرست

3. وسائل کی تقسیم سے متعلق توضعات: اس کے لئے دستور میں تین چیزیں فراہم کی گئی۔

i. محصول میں حصہ ii. گرانٹس عطیات امداد iii. قرضہ جات

4. وسائل کی تقسیم میں لچک پذیری: مرکزی حکومت کے وسائل کی ریاستوں کو تبدیلی کے لئے ہر سال مالیاتی کمیشن کی جانب سے سفارش کی جاتی ہے۔

راست محاصل یا بلاواسطہ محاصل (Direct Taxes)

راست محصول سے مراد وہ محصول جو جس شخص پر عائد کیا جاتا ہے وہ ہی شخص محصول کو ادا کرتا ہے مثلاً انکم ٹیکس اور ملکیت ٹیکس وغیرہ۔

آمدنی ٹیکس (Income Tax)

1860ء میں Sir James Wilson نے پہلی مرتبہ ہندوستان میں ایک عارضی قدم کے طور پر محصول آمدنی رائج کیا جس کا مقصد 1857ء کے ہندوستانی غدر کی وجہ سے ہوئے مالی مشکلات پر قابو پانا تھا۔ محصول آمدنی زرعی اور غیر زرعی آمدنی دونوں پر عائد کی گئی۔

بالواسطہ محصول (Indirect Tax)

بالواسطہ محصول سے مراد وہ محصول ہے جس میں جس شخص پر محصول عائد کیا جاتا ہے تو وہ ٹیکس کا بوجھ دوسروں پر منتقل کرتا ہے۔

مالیاتی کمیشن (Finance Commission)

ہندوستان میں مالیاتی کمیشن کی تشکیل 1951ء میں عمل میں آئی۔ اس کا قیام دستور ہند کی دفعہ 280 کے تحت صدر جمہوریہ کی جانب سے ہوا۔ اس کی تشکیل مرکزی وریاستی حکومتوں کے مالیاتی تعلق کا تعین کرنے کے لئے عمل میں آئی۔ دستور کے مطابق کمیشن کا تقرر ہر (5) سال میں ہوتا ہے۔ جو چیرمین سکریٹری اور چار دیگر اراکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اب تک 15 مالیاتی کمیشنوں کا تقرر عمل میں آچکا ہے۔ تاحال 14 کمیشنوں نے اپنی رپورٹس پیش کی ہے۔

مالیاتی کمیشن کے فرائض درج ذیل ہیں:

1. مرکز اور ریاستوں کے درمیان ٹیکس کی نقد رقم کی تقسیم۔ 2. ریاستوں کو دیئے جانے والے عطیات کی نگرانی کرنے والے عوامل اور اس کی مقدار کو طئے کرتا ہے۔

3. ایک ریاست کے مستحکم فنڈ (Consolidated fund) میں اضافہ کی خاطر ضروری اقدامات کے لئے صدر کو تجاویز پیش کرنا۔

چودھواں مالیاتی کمیشن (Fourteenth Finance Commission)

پہلے مالیاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ 1952 میں پیش کی تھی۔ مالیاتی کمیشن صدر کو مشورہ دیتی ہے کہ انکم ٹیکس کا کتنا حصہ مرکز کو اپنے پاس رکھنا چاہئے اور انکم ٹیکس کے قابل تقسیم نفع کو ریاستوں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے کونسے اصولوں کو اختیار کرنا چاہئے۔ چودھویں مالیاتی کمیشن کا تقرر 2/جولائی 2013 کو Y.V. Reddy چیرمین شپ میں ہوا تھا۔ اس نے اپنی رپورٹ 15 ڈسمبر 2014 کو پیش کی۔

چودھویں مالیاتی کمیشن کی اہم تجاویز

1) قرن ٹیکس آمدنی کی نقد رقم میں ریاستوں کے حصہ کو 32% سے بڑھا کر 42% کرنا۔

2) مقامی حکومتوں کے لئے 2011 کی آبادی کے اعداد و شمار کی بنیاد پر 90% اہمیت اور رقبہ کی بنیاد پر 10% وھپ دیا جانا۔

3) ریاستوں کو بنیادی عطیہ جات اور کارکردگی عطیہ جات کی شکل میں عطیات کی تقسیم کرنا شامل ہیں۔

پندرھواں مالیاتی کمیشن (Fifteenth Finance Commission)

حکومت ہند نے 27/نومبر 2017 کو پندرھویں مالیاتی کمیشن کا تقرر کیا جس کے چیرمین N.K.Singh ہیں۔ کمیشن کی سفارشات 5 سال کی مدت 25-2020 کے لئے ہیں۔ کمیشن کو اپنی رپورٹ 30 اکٹوبر 2019 تک پیش کرنے کو کیا گیا تھا۔

کمیشن کو ہدایت دی گئی ہے کو وہ مختلف ریاستوں کے اخراجات کی ضرورتوں کے شمار کے سلسلہ میں 2011 کی مردم شماری کے آبادی کے اعداد و شمار کو بنیاد بنائے۔ یہ پہلا کمیشن ہے جو اپنی سفارشات مابعد GST دور میں پیش کرے گا۔

بجٹ (Budget)

بجٹ اعداد کے تین مجموعوں کو دکھاتا ہے۔ جو (1) گذشتہ برسوں کے حقیقی اعداد (2) موجودہ برس کے لئے بجٹ اور نظر ثانی شدہ اعداد (3) اگلے برس کے لئے تخمینہ بجٹ۔ حکومت قانون ساز اداروں کی منظوری سے قبل کوئی خرچ نہیں کرسکتی۔

مقاصد (Objectives): بجٹ کا اہم مقصد ٹیکس تجاویز اور حکومت کی مختلف سرگرمیوں کے لئے وسائل کی تقسیم کے لئے مقنّنہ سے منظوری حاصل کرنا ہوتا ہے۔

بجٹ تخمینے (Budget Estimates): بجٹ میں اگلے مالیاتی سال کے لئے بجٹ تخمینے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گذشتہ مالیاتی سال کے لئے بجٹ تخمینے اور نظر ثانی شدہ تخمینے سے بھی ظاہر کئے جاتے ہیں۔

بجٹ کے اجزاء (Components of the Budget)

بجٹ میں حکومت کے حصولیات (آمدنی) اور اخراجات دونوں شامل ہوتے ہیں۔

بجٹ کی قسمیں (Types of Budget)

وصولیات اور اخراجات میں فرق کی بنیاد پر بجٹ کی تین قسمیں پائی جاتی ہیں:

1. **فاضل بجٹ**(Surplus Budget): اس سے مراد ایسا بجٹ ہے جس میں کل آمدنی کل اخراجات سے زائد ہوتی ہے (R>E)
2. **خسارہ بجٹ** (Dificult Budget) : اس سے مراد ایسا بجٹ ہے جس میں جملہ خرچ جملہ آمدنی سے زائد ہوتا ہے۔ (R<E)
3. **متوازن بجٹ** (Balanced Budget): اس سے مراد ایسا بجٹ ہے جس میں جملہ اخراجات اور جملہ آمدنی مساوی ہوتے ہیں۔ (R=E)

بجٹ خسارہ (Budget Deficits)

عام طور پر، بجٹ خسارہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب بجٹ میں جملہ اخراجات جملہ وصولیات (آمدنی) سے بڑھ جاتے ہیں۔ ایک بجٹ کے حوالہ سے تکنیکی طور پر چار طرح کے خسارے dificits پائے جاتے ہیں۔

1. **آمدنی خسارہ** (Revenue Deficit): آمدنی خسارہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب آمدنی اخراجات آمدنی وصولیات سے بڑھ جاتے ہیں۔

آمدنی خسارہ = آمدنی وصولیات - آمدنی اخراجات

2. **بجٹ خسارہ** (Budget Deficit): بجٹ خسارہ، جملہ وصولیات اور جملہ اخراجات کے درمیان فرق ہے۔

بجٹ خسارہ = جملہ وصولیات - جملہ اخراجات

3. **مالی خسارہ** (Fiscal Deficit): مالی خسارہ، جملہ اخراجات اور جملہ آمدنی کے درمیان کا فرق اور اس میں مارکٹ قرضوں کو جمع کرنا ہے۔

مالی خسارہ = (جملہ آمدنی - جملہ خرچ) + مارکٹ قرضے اور دیگر واجبات **یا**

مالی خسارہ = بجٹ خسارہ + مارکٹ قرضے اور دیگر واجبات

4. **بنیادی خسارہ** (Primary Deficit): بنیادی خسارہ سے مراد مالی خسارہ تفریق سود کی ادائیگیاں ہے

بنیادی خسارہ = مالی خسارہ - سود کی ادائیگیاں

جدید حکومتیں، معاشی ترقی کے لئے مالیہ کی ضرورت کے پیش نظر بڑھتے اخراجات کی تکمیل کی خاطر خسارہ بجٹ کا سہارا لے رہی ہیں ۔لیکن یہ ناپسندیدہ ہے کہ بڑے خسارے کئے جائیں، خصوصاً مالی خسارہ کیونکہ اس سے معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

1. **مجموعی رسد قیمت** (Aggregate Supply Price) : مجموعی رسد، معیشت میں اشیاء اور خدمات کی جملہ رسد ہے۔ مجموعی رسد قیمت سے مراد وہ کم از کم جملہ آمدنی ہے جو تاجرین معیشت میں ان کی جملہ پیداوار فروخت کر کے حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔

2. **مجموعی طلب قیمت(Aggregate Demand Price)**: مجموعی طلب، معیشت میں اشیاء اور خدمات کی جملہ طلب ہے۔ مجموعی طلب قیمت سے مراد وہ رقم ہے جو جملہ پیداوار پر خرچ ہونے کی توقع ہے۔ یہ جملہ اخراجات بھی کہلاتی ہے۔

مجموعی طلب = صرف اخراجات + سرمایہ کاری)

3. **موثر طلب (Effective Demand)** : موثر طلب وہ مجموعی طلب ہے جو مجموعی رسد کے مساوی ہوجاتی ہے ۔اس سے مراد حالت توازن پر مجموعی طلب ہے۔

4. **اُجرت کٹوتی پالیسی(Wage-Cut Policy)** : اس پالیسی کی وکالت A.C. Pigou (کلاسیکی ماہر معاشیات) نے معیشت میں بیروزگاری کو کم کرنے کے لئے کی ۔ اس کے مطابق مزدوروں کی اجرتیں کم کردینی چاہئے تاکہ بیروزگاروں کو روزگار مل سکے۔

5. **بجٹ(Budget)** : بجٹ ایک سالانہ گوشوارہ ہے جو آنے وال مالی سال (یکم اپریل تا 31مارچ) کے لئے حکومت کے تخمینہ وصولیات (آمدنی) اور تخمینہ اخراجات کو ظاہر کرتا ہے۔

6. **ووٹ آن اکاؤنٹ(Vote on Account)** : ووٹ آن اکاؤنٹ ایک عبوری بجٹ ہے جو باقاعدہ/ عام بجٹ کی پیشکشی کو چند مہینوں کے لئے التواء میں رکھنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

7. **آمدنی خسارہ (Revenue Deficit)** : آمدنی خسارہ، آمدنی وصولیات اور آمدنی اخراجات کا فرق ہوتا ہے۔

8. **مالی خسارہ (Fiscal Deficit)** : یہ بجٹ خسارہ جمع مارکٹ قرضہ جات ہے۔

9. **بنیادی خسارہ (Primary Deficit)** : یہ مالی خسارہ تفریق سود ادائیگیاں ہے۔

10. **قرض کی بازادائیگی (Redemption of Debt)** : اس سے مراد قرضوں کی واپس ادائیگی ہے۔

11. **عوامی مالیہ(Public Finance)** : یہ عوامی ارباب اقتدار (مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتیں) کی آمدنیوں اور اخراجات سے بحث کرتا ہے۔

12. **محصول سرمایہ(Capital levy)** : یہ ایک once-for-all ٹیکس ہے جو اصل اثاثہ جات اور جائیدادوں پر عائد کیا جاتا ہے۔

13. **وفاقی مالیہ(Federal Finance)** : اس سے مراد آمدنی کے مختلف مدات کی مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتوں کے درمیان تقسیم اور ہم آہنگی ہے۔

14. **مالیاتی کمیشن (Finance Commission)** : اس کا قیام صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے دستور ہند کی دفعہ 280 کے تحت پانچ سال کی مدت کے لئے 1951 میں عمل میں آیا۔ یہ مرکز اور ریاست کے درمیان مالی وسائل کی تقسیم کی تجاویز پیش کرتا ہے۔ تا حال ہندوستان میں پندرہ مالیاتی کمیشن قائم کئے جا چکے ہیں۔

زر (Money)

لفظ 'Money' کو روم کی دیوی جونو مونیٹا (Juno Moneta) کے نام سے اخذ کیا گیا ہے۔ زر کو ایک حسابی اکائی (Unit of Account) کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً روپیہ ہندوستان میں زر کی حسابی اکائی ہے' اس ملک میں تمام اثاثوں کی قدر کو روپیوں میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ ہر ملک کی اپنی ایک مخصوص شمار کی اکائی اور کرنسی ہوتی ہے۔ امریکہ کی کرنسی ڈالر' انگلینڈ کی اسٹرلنگ پاؤنڈ اور جاپان کی Yen ہے' یوروپی ممالک کی مشترک کرنسی کو Euro کہا جاتا ہے۔

بارٹر سسٹم (Barter System)

بارٹر نظام میں ایک جنس کا دوسری جنس سے تبادلہ عمل میں آتا تھا یعنی اشیاء کی خریدی اشیاء سے۔ اس نظام میں' کوئی بھی اپنا تمام قابل صرف سامان تیار کرنے کے قابل نہیں تھا۔ نتیجتاً' وہ آپس میں اشیاء کا تبادلہ کرتے تھے۔ مثال کے طور پر' ایک دھان کا پیدا کرنے والا اپنی دھان کو کپڑا پیدا کرنے والے سے تبدیل کرتا تھا۔ اس طرح' یہ نظام کئی ایک مشکلات سے گھرا ہوا تھا۔

زر کے متعلقہ تصورات (Related Concepts of Money)

(i) **کرنسی (Currency)**: کرنسی' زر کی ایک شکل ہے' جو معیشت میں مالیاتی اتھاریٹی جیسے حکومت اور مرکزی بینک کی جانب سے گردش کروائی جاتی ہے۔ کرنسی میں کاغذی نوٹ اور سکے شامل ہیں یہ زر کا صرف ایک جز ہے۔ صرف کرنسی ہی نہیں بلکہ طلب ڈپازٹ اور وقتی ڈپازٹ (Time Deposit) بھی شامل ہیں۔

(ii) **سیالیت یا نقد پذیری (Liquidity)**: اثاثوں میں پائی جانے والی وہ صلاحیت جس کو زر میں بدلا جاسکتا سیالیت (Liquidity) کہلاتی ہے۔ لہٰذا "سیالیت" اثاثے کی ایسی صلاحیت ہے جو راست ذریعہ مبادلہ کا کام انجام دیتی ہے۔ زر' راست ذریعہ مبادلہ کا کام انجام دیتا ہے۔ لہٰذا زر کو مکمل نقد اثاثہ (Perfect liquid asset) مانا جاتا ہے' دوسرے اثاثے زر کی مانند سیال نہیں ہوتے اس لئے کہ عوام انہیں ذریعہ مبادلہ کے طور پر قبول نہیں کرتے اُنہیں زر میں بدلنے پر ہی ان کے ذریعہ تبادلہ عمل میں آتا ہے اگر چہ کہ ان میں سیالیت پائی جاتی ہے تاہم درجہ سیالیت ایک اثاثے کا دوسرے اثاثے سے مختلف ہوتا ہے۔

(iii) **مثل زر (Near Money)** : "مثل زر" سے مراد ایسے تمام نقد اثاثے ہیں جن کو زر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ لیکن اُنہیں ایک مختصر وقت میں زر میں تبدیل کیا جاسکتا ہے

یہاں مثل ازر اثاثوں کی چند مثالیں دی گئی ہیں: (a) تجارتی بینکوں کے بچت ڈپازٹ (Savings Deposit) اور معیادی ڈپازٹ (Time Deposit)۔(b) پوسٹ آفس کے سیونگ ڈپازٹ (بچت کھاتے) اور پوسٹ آفس بانڈس۔(c) جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں (مشترک سرمایہ کمپنیوں) کے حصص (Shares) اور اسٹاکس (Stocks)۔(d) U.T.I کے یونٹس(e) سیونگ بانڈ اور سرٹیفکیٹس (Savings Bond and Certificates) (f) خزانہ بل (Treasury bills) (g) مبادلہ بل اور سرکاری سیکیوریٹیز(Securities)اور سرکار ضامن سیکیوریٹیز(h) LIC پالیسی کی نقد حوالے جات کی قدریں(i) بلڈنگ سوسائٹیوں کے ڈپازٹ (j) سفری چیکس (Traveler's Cheques) یہ اثاثے زر کے قریبی متبادل ہیں لہٰذا انہیں مثل زر یا (Quasi Near Money money/Near Money) کہا جاتا ہے۔

زر کے اقسام (Types of Money)

1. **شئے زر اور نمائندہ زر (Commodity Money and Representative Money)**: شئے زر میں دھاتی سکے شامل ہیں جن کی ظاہری یا عرضی قدر اور ذاتی قدر یکساں ہوتی ہے ان کو اعلیٰ/عمدہ زر (Full-Bodied Money) بھی کہتے ہیں ۔نمائندہ زر میں سکّے اور کاغذی زر شامل ہیں۔جن کی ذاتی قدر اُن کی ظاہری قدر سے کم ہوتی ہے۔

2. **قانونی زر اور اختیاری زر (Legal tender Money and Optional Money)** : قانونی حیثیت کی بنیاد پر زر کو قانونی زر اور اختیاری زر میں تقسیم کیا گیا ہے۔قانونی زر' وہ زر ہے جو اشیاء اور خدمات خریدنے کے لئے' از روئے قانون ہر ایک کو قبول کرنا پڑتا ہے۔اختیاری زر وہ ہے جو تجارتی بینکس کی جانب سے قرض کی تخلیق ڈرافٹ اور چیک وغیرہ کی شکل میں جاری کیا جاتا ہے اختیاری زر کہلاتا ہے۔

3. **دھاتی زر اور کاغذی زر (Metallic Money and Paper Money)** : دھاتی زر (Metalic Money) دھات سے تیار کئے جاتے ہیں۔جیسے سونا' چاندی' کانسہ (Nickel)' اسٹیل وغیرہ۔دھاتی سکے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (1) معیاری سکے یا اعلیٰ قسم کے سکے اور (2) ٹوکن زر یا ٹوکن سکے۔کاغذی زر (Paper Money) تمام کرنسی نوٹ کاغذ پر چھاپے جاتے ہیں لہٰذا کرنسی نوٹ کاغذی زر ہے۔کرنسی نوٹ 2000 روپئے' 500 روپئے' 100 روپئے اور 50 روپئے اور 20 روپے اور 10 روپئے کی شکل میں کاغذ پر چھاپے جاتے ہیں۔

4. **معیاری زر اور علامتی زر (Standard Money and Token Money)** : معیاری زر (Standard Money) کی ظاہری قدر اور ذاتی قدر (Interinsic Value) یکساں ہوتی ہے۔ علامتی زر (Token Money) زر یا کرنسی کی اکائی ہے جس کی ذاتی قدر سے اس کی ظاہری قدر زیادہ ہو۔مثال: 1' 2 اور 5 روپئے کے سکے وغیرہ۔

5. **اُدھار زر (ساکھ زر) (Credit Money)**: اس کو بینک زر (Bank Money) بھی کہتے ہیں اس کی تخلیق تجارتی بینک کرتے ہیں۔اس سے مراد وہ بینک ڈپازٹ ہیں جن کو طلب کرنے پر واپس کر دیا جاتا ہے اور انہیں چیک کے ذریعہ ایک فرد سے دوسرے فرد کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔

زر کی رسد کے اجزاء (Components of Money Supply)

ایک معیشت میں گردش میں پائے جانے والا کُل زر' زر کی رسد میں شامل ہے۔زر کی رسد کے اجزاء ہر ملک میں الگ الگ ہوتے ہیں۔بڑی حد تک زر کی رسد حسب ذیل پر مشتمل ہوتی ہے۔

1. **مرکزی بینک کی جاری کردہ کرنسی (Currency issued by the Central Bank):** کسی بھی ملک میں مرکزی بینک ہی کرنسی جاری کرتا ہے۔کرنسی' کاغذی نوٹ اور سکوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ہندوستان میں' ریزروبینک آف انڈیا جو کہ ہمارے ملک کا مرکزی بینک ہے 2000' 500' 100' 50' 20' 10 روپئے کے کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے۔ایک روپیہ کے نوٹ (جو عملی طور پر گردش میں نہیں ہیں) اور سکے حکومت ہند کے وزارت مالیات (Finance Ministry) کی جانب سے جاری کئے جاتے ہیں۔

2. **تجارتی بینکوں کی جانب سے تخلیق شدہ طلب ڈپازٹ (Demand Deposits created by Commercial Banks):**

بینک ڈپازٹ' زر کی رسد کا مستقل جز ہے' تجارتی بینک عوام سے وصول شدہ بنیادی ڈپازٹ (Primary Deposit) سے قرض کی تخلیق کرتے ہیں۔قرض کی تخلیق جو ڈپازٹ کی شکل میں ہوتی ہے' ماخوذ یا ثانوی ڈپازٹ (Derived or Secondary Deposit) کہلاتی ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں یہ زر کی رسد کا تقریباً 80% ہے۔

3 **زری مجموعے (Monetary Aggregates):** ہندوستان میں زر کی رسد کی پیمائش ذیل کے زری مجموعوں کی شکل میں RBI کی جانب سے کی جاتی ہے۔

M_0 = گردش میں کرنسی + آر بی آئی بینکوں کے ڈپازٹ + آر بی آئی میں دیگر ڈپازٹس

M_1 = عوام کے پاس موجود کرنسی + بنکنگ نظام کے پاس طلب ڈپازٹ + دیگر ڈپازٹ RBI کے

M_2 = M_1 + بینکوں میں جمع بچتوں کا وہ حصہ جو معیادی واجبات (Time liability) ہے + بینکوں کے جاری کردہ ڈپازٹ سرٹیفکیٹس + ایک سال کے اندر مکمل (Mature) ہونے والے معیادی ڈپازٹ [CD's شامل نہیں ہوتے]

M_3 = M_2 + ایک سال سے زائد عرصہ میں مکمل (Mature) ہونے والے معیادی ڈپازٹ + بینکوں کے معیادی طلب کردہ قرضے

بینک کاری خدمات Banking Services

اصطلاح بینک لفظ Banco سے اخذ کی گئی ہے جس کے معنی بینچ یا ٹیبل ہے۔بینک کاری قانون 1949 کے مطابق قرض دینے کے مقصد سے یا سرمایہ کاری کے لئے عوام سے رقم جمع کے طور پر قبول کرنا جو طلب پر یا کسی اور انداز میں قابل واپسی ہو اور چیک ڈرافٹ' حکم یا کسی اور انداز میں نکالی جاسکتی ہو بینک کاری کہلاتا ہے۔

ہندوستانی بینک کاری نظام

ہندوستان کے جدید بینک کاری نظام کا آغاز Bank of England کی ابتدا سے ہوا۔ 1770ء میں پہلا بینک Bank of Hindustan قائم ہوا۔ Bank of Bengal، Bank of Bombay اور Bank of Madras وغیرہ 1809، 1840 اور 1843 میں بالترتیب کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں قائم ہوئے۔ ان کو بعد میں 1919 میں Imperial Bank of India میں ضم کیا گیا۔ ان تین بینکوں کو Presidency Banks کہا جاتا ہے۔ Oudh Commercial Bank، 1881 میں تشکیل دیا گیا۔ یہ پہلا بینک تھا جو ہندوستان میں محدود ذمہ داری کے ساتھ قائم ہوا۔ بینکنگ کمپنی قانون 1949 جو فبروری 1949 کو منظور کیا گیا تھا اس میں بعدازاں ترمیم کی گئی تاکہ اس کا نام بینک کاری قانون 1949 پڑھا جاسکے۔

State Bank of India (SBI) کی تشکیل کے لئے 1955 میں Imperial Bank of India کو جزوی طور پر قومیایا گیا تھا۔ 1959 میں SBI کے لئے 7 ذیلی تنظیمیں قائم کی گئیں۔ Reserve Bank of India (RBI) کو اپریل 1935 کو RBI قانون 1934 کے ذریعہ ملک کے مرکزی بینک کے طور پر قائم کیا گیا۔ اس نے مرکزی بینک کاری سرگرمی سنبھال لی جو پہلے Imperial Bank of India کی جانب سے چلائی جاتی تھی۔ اسے یکم جنوری 1949 کو قومیایا گیا۔

19 جولائی 1969 کو حکومت ہند نے ملک کے 14 بڑے بینکوں کی ملکیت اور کنٹرول کو حاصل کرلیا جن کی ڈپازٹ 50 کروڑ سے متجاوز تھی۔ دوبارہ 15 اپریل 1980 کو مزید 6 بینک جن کے میقاتی اور طلب پر قابل ادا ڈپازٹ جملہ 200 کروڑ سے متجاوز تھی انہیں قومیایا گیا۔ قومیانے کا سہارا اس لئے لینا پڑا کیونکہ ان بینکوں کو بڑے صنعت کاروں کی جانب سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔ یہ صنعت کار بینک کے مالیہ کو اپنے کاروباری سلطنتوں کی تعمیر میں استعمال کررہے تھے۔

معیشت کی سہل کاری کی روشنی میں جنوری 1993 میں خانگی شعبہ کے بینکوں کی تشکیل کے لئے رہنمایانہ اصول جاری کئے گئے۔ Unit Trust of India (UTI)، 15 جولائی 1994 کو قائم ہونے والا پہلا خانگی شعبہ بینک بن گیا۔

بینک کاری کمپنی (حصول اور منتقلی) قانون 1970 میں ترمیم کے ساتھ قومیائے ہوئے بینکوں کو اپنی مالی ضروریات کی تکمیل کے لئے حصص بازار پر کنٹرول رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اکٹوبر 1994 میں Oriental Bank of Commerce، بازار اصل کو کنٹرول کرنے والا پہلا قومیایا ہوا بینک بن گیا۔

بینک کے افعال

A. جمع (ڈپازٹ) کی قبولیت، B. قرض جاری کرنا

1. **Over Draft**: یہ بینک کے ساتھ ایک معاہدہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ کھاتہ دار کو ایک مخصوص حد تک اپنے کریڈٹ بیلنس سے زیادہ رقم نکالنے کی اجازت دی جاتی ہے۔
2. **Cash Credit**: اس کھاتہ کے تحت قرض لینے والے کو بینک کچھ ضمانتوں کے مقابل قرض جاری کرتا ہے۔ قرض

حاصل کرنے والے شخص کو صرف اس کی جانب سے نکالی گئی رقم پر ہی سود ادا کرنا ہوتا ہے۔

3. **تبادلہ بل کی کٹوتی (ڈسکاؤنٹنگ) (Discounting Bills of Exchange)**: بل کا حامل جب بھی اسے رقم کی ضرورت ہو بل کو بینک سے کٹوتی کرواسکتا ہے۔ کمیشن کی منہائی کے بعد بینک بل کی موجودہ قیمت حامل کو ادا کرتا ہے۔ یہ بل محفوظ اور مستحکم ہوتی ہیں۔ جب بل واجب الادا ہوتی ہے بینک اس رقم بل کے قبول کنندہ فریق سے حاصل کرسکتا ہے۔

4. **طلب پر زر(Money at Call)**: بینک قرض لینے والوں، عام طور پر تاجرین، یا حصص بازار کے درمیانی افراد کو ان کی جانب سے ضمانت کے طور پر پیش کی گئی ضمانتوں جیسے حصص تمسکات وغیرہ کے مقابل نہایت مختصر عرصہ جو عموماً 7 دن سے زیادہ نہیں ہوتا کے لئے بھی قرض جاری کرتے ہیں۔ ایسی پیشگیاں مختصر اطلاع پر فوری قابل واپسی ہوتی ہیں لہٰذا انہیں طلب پر زر(Money at Call) یا طلب زر(Call Money) بھی کہتے ہیں۔

5. **میعادی قرض(Term Loan)**: یہ ایک مستقل شرح سود پر ایک مستقل سالوں والی میعاد کے لئے بینک قرض ہوتا ہے اور عام طور پر ایک عرصہ پر محیط اقساط میں قابل واپسی ہوتا ہے۔

6. **Consumer Credit**: یہ بینک کی جانب سے گاہکوں کی اشیاء اور خدمات خریدنے پر ہوئے قرض کی لی گئی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کریڈٹ کارڈ صارفین کی ادھاری کی ایک شکل ہے۔

7. **ادھار کی تخلیق**: جب بھی بینک اپنے گاہک کو قرض منظور کرتا ہے وہ نقدی ادا نہیں کرتا بلکہ صرف قرض حاصل کرنے والے کے کھاتہ کو کریڈٹ کرتا ہے۔ اور وہ گاہک جب چاہے چیک کے ذریعہ رقم نکال سکتا ہے۔

8. **چیک کے استعمال کو فروغ دینا**: تجارتی بینک اپنے گاہکوں کو تبادلہ کا سستا ذریعہ جیسے چیک فراہم کرتے ہوئے ایک اہم خدمت انجام دیتے ہیں۔ قرضوں کی ادائیگی نقدی کی بہ نسبت چیک کے ذریعہ زیادہ سہولت بخش پائی گئی ہے۔ چیک بازار زر میں سب سے ترقی یافتہ قسم کا ادھار کا دستاویز ہے۔

9. **داخلی اور بیرونی تجارت کو مالیہ کی فراہمی**: بینک تبادلہ بل کی کٹوتی(Discounting) کے ذریعہ داخلی اور بیرونی تجارت کو مالیہ فراہم کرتے ہیں۔

10. **رقم کی منتقلی**: تجارتی بینک اپنی شاخوں کے ذریعہ اپنے گاہکوں کو برائے نام کمیشن پر بینک ڈرافٹ جاری کرکے Mail Transfers، Telegraphic Transfers کے ذریعہ ملک بھر میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو رقم کی منتقلی کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔

II. ذیلی کام/ثانوی افعال

(a) ایجنسی خدمات(Agency Services): بینک اپنے گاہکوں کے لئے اور ان کی جانب سے چند ایجنسی خدمات بھی انجام دیتے

ہیں۔

1. **ادھار کے دستاویزات کی وصولی اور ادائیگی:** بینک اپنے گاہکوں کی طرف سے مختلف اقسام کے ادھاری کے دستاویزات جیسے چیک، تبادلہ بل، پرامیسری نوٹ وغیرہ وصول اور ادا کرتے ہیں۔
2. **تمسکات کی خرید وفروخت:** بینک اپنے گاہکوں کی طرف سے مختلف قسم کے تمسکات جیسے حصص، باؤنڈز، ڈبنچرز وغیرہ خریدتے اور فروخت کرتے ہیں۔
3. **حصص پر نفع کی جمع بندی:** بینک اپنے گاہکوں کے حصص اور تمسکات پر نفع اور سود وصول کرتے ہیں اور ان کے کھاتوں میں کریڈٹ کرتے ہیں۔
4. **کرسپانڈنٹ کے طور پر کام کرنا:** بعض اوقات بینک اپنے گاہکوں کے نمائندہ اور مدعا کے طور پر کام کرتے ہیں وہ اپنے گاہکوں کے لئے پاسپورٹ، سفری ٹکٹ حاصل کرتے ہیں اور بعض مرتبہ فضائی وبحری سفری ٹکٹ بھی حاصل کرتے ہیں۔
5. **آمدنی محصول رابطہ:** بینک اپنے گاہکوں کو آمدنی محصول کفایتیں حاصل کرنے میں مدد دینے کی خاطر ان کی آمدنی محصول تفصیلات کی تیاری کے لئے آمندی محصول ماہرین کا تقرر بھی کرسکتے ہیں۔
6. **قائم ہدایتوں پر عمل آوری:** بینک مختلف میعادی ادائیوں کے لئے اپنے گاہکوں کے قائم ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اپنے گاہکوں کی طرف سے چندے، کرایہ، بیمہ قسط وغیرہ ادا کرتے ہیں۔
7. **امین اور وصی کے طور پر کام کرنا:** بینک اپنے گاہکوں کی وصیت کو بحفاظت رکھتے اور ان کی موت کے بعد ان پر عمل کرتے ہیں۔

(b) **عام افادہ خدمات:** ایجنسی خدمات کے علاوہ جدید بینک سماج کو کئی عام افادہ خدمات بھی فراہم کرتے ہیں۔ جیسے

1. لاکر کی سہولت، 2. سفری چیک اور کریڈٹ کارڈ، 3. ادھاری کا خط، 4. اعداد وشمار اکٹھا کرنا، 5. Gift Cheques

6. گاہکوں کی طرف سے تبادلہ بل قبول کرنا۔

ہندوستان میں تمام بینک RBI کی نگرانی میں چلائے جاتے ہیں اور ان کی درجہ بندی درج فہرست وغیر درج فہرست بینکوں میں کی گئی ہے۔

A. **درج فہرست بینک (Scheduled Bank):** درج فہرست بینک وہ بینک ہیں جو بینک کاری قانون 1965 کے دوسرے جدول میں شامل ہیں۔ اس جدول کے مطابق ایک درج فہرست بینک کے لئے ضروری ہے کہ:

1. اداشدہ سرمایہ اور محفوظ 5,00,000 روپئے سے کم نہ ہو۔
2. وہ RBI کو مطمئن کرے کہ اس کے معاملات Depositors کے مفادات کو نقصاندہ نہیں ہیں۔

B. **غیر درج فہرست بینک (Non-scheduled Bank):** یہ وہ بینک ہیں جو بینک کاری قانون 1965 کے دوسرے جدول

میں شامل نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بینک جدول میں بتائے گئے شرائط کی تکمیل نہیں کرتے۔ان بینکوں کو روزمرہ کے بینک کاری مقاصد کے لئے RBI سے قرض لینے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں RBI کو اپنے میعادی تفصیلات داخل کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ کلیرنگ ہاؤز (Clearing House) کے رکن بھی نہیں بن سکتے۔

ہمارے ملک ہندوستان میں بتاریخ 8 اکٹوبر 2018 کے مطابق 202 درج فہرست بینک ہیں جن میں 52 دیہی امداد باہمی بینک، 16 ریاستی امداد باہمی بینک، 131 تجارتی بینک اور 3 مقامی بینک ہیں۔131 تجارتی بینکوں میں 86 ہندوستانی بینک ہیں اور 45 بیرونی بینک ہیں۔ ہمارے پاس عوامی شعبہ کے 12 تجارتی بینک (انضمام کے بعد)، 22 خانگی شعبہ اور 43 علاقائی بینک ہیں۔

درج فہرست بینکوں کی ذیلی تقسیم اس طرح کی گئی ہے:

(i) **ریاستی امداد باہمی بینک:** یہ امداد باہمی ریاست کی ملکیت اور زیر انتظام ہیں۔

(ii) **تجارتی بینک:** یہ وہ کاروباری ادارے ہیں جن کا اصل کاروبار جمع قبول کرنا اور قرض جاری کرنا ہے۔ان کا اہم مقصد نفع بڑھانا اور حصص داروں کی قدر میں اضافہ کرنا ہوتا ہے۔

ان کی مزید ذیلی تقسیم اس طرح کی گئی ہے:

(a) **ہندوستانی بینک:** یہ بینک وہ کمپنی ہیں جو کمپنی قانون 1956 کے تحت ہندوستان میں رجسٹرڈ ہیں اور ان کی جائے پیدائش ہندوستان میں ہو۔

(b) **بیرونی بینک:** یہ ایسے بینک ہیں جو ہندوستان سے باہر رجسٹرڈ ہوئے اور ان کی جائے پیدائش بیرونی ملک ہے۔

31/مارچ 2020 کے مطابق بینک کاری سرگرمیوں میں مصروف عوامی شعبہ بینکوں کی مجموعی تعداد 12 ہے۔عوامی شعبہ بینک وہ بینک ہیں جن میں State Bank of India، اس کے ماتحت بینک اور قومیائے ہوئے بینک شامل ہیں۔فی الوقت 22 خانگی بینک، 45 بیرونی بینک، 8 قلیل مالیہ بینک، 43 علاقائی دیہی بینک شامل ہیں۔ بتاریخ 31 مارچ 2019 کے مطابق علاقائی دیہی بینکوں کے کلیدی کفیل عوامی شعبہ بینک، 4 علاقائی بینک اور 7، Payment banks ہیں۔

علاقائی دیہی بینک (Regional Rural Bank) : انہیں RBI نے سال 1975 میں قائم کیا۔علاقائی دیہی بینکوں کو خصوصاً دیہی علاقوں میں چھوٹے اور حاشیائی کاشتکاروں، زرعی مزدوروں، فن کاروں اور چھوٹے کاراندازوں کو ادھار اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کے مقصد سے قائم کیا گیا تھا۔

ای۔بینک کاری (E-Banking)

ای۔بینک کاری، بینک کاری کا ایسا نظام ہے جو الکٹرانک ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے چلایا جاتا ہے۔ترسیل کے الکٹرانک ذرائع کی مدد سے سہولت فراہم کی جاتی ہے اور بیشتر بینک موثر خدمات کے ذریعہ کم لاگت پر اور بغیر جغرافیائی رکاوٹوں کے ای۔بینک کاری خدمات پیش کرتے ہیں۔

ای۔بینک کاری خدمات کی اقسام

ای۔بینک کاری کے تحت خدمات کی اقسام:

1. Automatic Teller Machine (ATM)
2. Anywhere Banking

1. **ٹیلی بینک کاری(Tele Banking):** ٹیلی بینک کاری سے مراد ٹیلیفون کے ذریعہ بینک کاری ہے۔ صارف شاخ کے نامزد ٹیلیفون نمبر پر فون کرسکتا ہے جو کمپیوٹر سے منسلک رہتا ہے۔ صارف کو بینک کو کبھی بھی فون کرنے کا اختیار اور سہولت حاصل ہے اور یہ صارفین کی اکثریت کے لئے مفید ہے۔

2. **انٹرنیٹ بینک کاری(Internet Banking):** انٹرنیٹ بینک کاری' ای۔بینک کاری کے مشہور طریقوں میں سے ایک ہے۔ اس نے بینک کاری کو نہ صرف شخصی(Personalize) کیا ہے بلکہ اپنی مرضی کے مطابق(Customised) بھی کیا ہے۔ یہ صارف کو عام مقصدی معلومات کو بینک کے ویب سائٹ کے ذریعہ حاصل کرنے اور رقم کو پاس ورڈ کے ذریعہ الکٹرانک طریقہ سے منتقل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ مختلف اقسام کی انٹرنیٹ بینک کاری خدمات ذیل میں دی گئی ہیں:

(a) **Real Time Gross Settlement (RTGS):** RTGS لین دین تین اوقات میں واقع ہوتے ہیں۔ صبح 8 تا 11 بجے' صبح 11 تا دوپہر 1 بجے اور دوپہر 1 تا شام 6 بجے۔ RTGS میں ایک صارف کم سے کم 2 لاکھ سے اوپری حد 10 لاکھ روپیوں تک فوری لین دین کرسکتا ہے۔ RTGS کے اخراجات GST کے علاوہ 2 لاکھ تا 5 لاکھ روپئے تک کے لئے 5 روپئے اور 5 لاکھ روپئے سے زیادہ کے لئے لین دین کے اخراجات 10 روپئے ہیں۔

(b) **Electronic Clearance Service (ECS):** یہ اسکیم وقتاً فوقتاً بڑی ادائیگی والے لین دین کو متاثر کرنے کا ایک متبادل طریقہ مہیا کرتی ہے۔ ECS کے تحت جمع کنندوں (Depositors) کو سہولت حاصل ہے کہ ماہانہ آمدنی اسکیم (MIS) کا سود تاریخ ادائیگی کو ان کی مرضی سے نامزد شدہ بینک کے بچت کھاتہ میں خود بخود منتقل اور جمع ہوجائے۔ فی الوقت یہ خدمات RBI کے 15 مقامات اور SBI کے 21 مقامات پر محکمہ ڈاک میں دستیاب ہیں۔

(c) **National Electronic Fund Transfer (NEFT):** NEFT افراد و اداروں کو رقومات ایک بینک سے دوسرے کو منتقل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ NEFT کے ذریعہ منتقل کئے جاسکنے والی رقومات کے کوئی اقل ترین یا اعظم ترین حد نہیں ہے۔ RBI کے مطابق بینک رقومات کی داخلی منتقلی یا مالیہ کی وصولی پر اخراجات عائد نہیں کرسکتے۔ NEFT لین دین کے لئے اخراجات کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

upto Rs. 10,000	Rs.1.00 + GST
from R.10001 to Rs. one lakh	Rs. 2.00 + GST
Above Rs. 1 lakh and upto Rs. 2 lakh	Rs. 3.00 + GS

Digital لین دین کو فروغ دینے کے لئے RBI نے بینکوں کو یکم جنوری 2020 سے اثر کے ساتھ NEFT میں آن لائین لین دین کے لئے بچت کھاتہ والے صارفین پر اخراجات عائد نہ کرنے کے لئے کہا ہے۔

D. موبائل بینک کاری (Mobile Banking): یہ صارف کو Alert کے ذریعہ اس کے کھاتہ کا بیالنس اور کھاتہ کے ڈیبٹ و کریڈٹ لین دین وغیرہ معلوم کرنے Alerts کی سہولت پہنچاتی ہے۔

E. ادائیگی اور تصفیہ کا نظام (Payment & Settlement System): ہندوستان میں ادائیگی اور تصفیہ کا نظام ڈسمبر 2007 میں منظورہ ادائیگی وتصفیہ کا نظام قانون 2007 کی جانب سے نافذ کیا جاتا ہے۔ادائیگی اور تصفیہ کا نظام یعنی نقدی اور چیک' الکٹرانک ادائیاں' Electronic Clearance Service ' کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈ' Real Time Gross Settlement اور National Electronic Funds Transfer وغیرہ ہندوستان میں ادائیگیوں کے روایتی طریقے ہیں۔

F. ای۔چیک (E-Cheque): ای۔چیک' ای۔بینک کاری نظام کے مفید سہولیات میں ایک ہے۔

قرض کی اقسام

بینکوں کی جانب سے پیشکش کئے جانے والے قرض کی مختلف اقسام کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے۔

1. **صارفین کا ادھار (Consumer Credit):** صارفین کی ادھار یکمشت جاری کئے جاتے ہیں۔اور یہ قلیل عرصہ میں اقساط میں قابل واپسی ہوتے ہیں۔20 نکاتی پروگرام کے تحت صارفین کی ادھار کو شادی اور تدفین کے اخراجات کا بھی احاطہ کرنے کے لئے وسعت دی گئی ہے۔

2. **متفرق پیشگیاں (Miscellaneous Advances):** بینک پیشگی کی دوسری شکلوں میں برآمد کنندوں کو مال باندھنے کے لئے دیا جانے والا قلیل مدتی قرض' برآمدی بلوں کی خریدی یا کٹوتی کروانا' درآمدی قرض' درآمدی بل کے مقابل پیشگیاں' خودروزگار افراد کو مالیہ فراہم کرنا' عوامی شعبہ کو ادھاری' امداد باہمی شعبہ کو ادھار فراہم کرنا' سماج کے کمزور طبقات کو رعایتی شرحوں پر ادھار کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔

3. **اوورڈرافٹ کی سہولیات (Over draft Facilities):** اس صورتحال میں چالو کھاتہ میں جمع کنندہ کو سابق میں طئے شدہ حد تک اس کی جمع رقم سے زیادہ رقم نکالنے کی اجازت دی جاتی ہے۔فرض کیجئے کہ ایک کاروباری شخص کے بینک میں چالو کھاتہ میں صرف 5,00,000 روپئے ہیں لیکن اسے اپنے اخراجات پورے کرنے 7,00,000 روپئے کی ضرورت ہے۔وہ اپنے بینک پہنچتا ہے اور 2,00,000 روپئے اضافی رقم قرض لیتا ہے۔

4. **میعادی قرض (Term Loan):** بینک چند Collateral Securities کے مقابل تاجروں' صنعت کاروں اور آج کل کسانوں کو بھی میعادی قرض دیتے ہیں۔میعادی قرض اس لئے کہا جاتا ہے کہ کیونکہ ان کی پختگی کی مدت ایک سال تا 10 سال کے درمیان ہوتی ہے۔

5. **Retail Loan:** Retail Loans وہ قرض ہیں جو اثاثہ یا جائیداد خریدنے کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں۔مالیاتی اداروں کی جانب سے خوردہ قرض مختلف قسم کی شکلوں میں پیش کیا جاتا ہے جو Home Loan' Car Loan ' Education Loan' Personal Loan اور کریڈٹ کارڈ ہیں۔

(a) **مکان قرض(Home Loan)**: مالیاتی اداروں کی جانب سے مکان کی تعمیر یا نئے مکان کی خریدی کے مقصد کے لئے مکان قرض دیا جاتا ہے۔ RBI کی مدد سے Housing Finance Schemes کے تعاون و ترقی کے لئے National Housing Bank (NHB) قائم کیا گیا۔

b) **کارقرض(Car Loan)**: کار قرض یا گاڑی قرض بینکوں کی جانب سے صارفین کو فراہم کی گئی سہولت ہوتی ہے تا کہ وہ کار کی قیمت قسطوں میں ادا کر سکیں۔

(c) **تعلیمی قرض(Education Loan)**: ایسے قرض ان طالب علموں کو دئے جاتے ہیں جو مالیہ کی کمی کی وجہ سے ہندوستان یا بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کو جاری رکھنے سے قاصر ہیں۔ مالی امداد بالترتیب 10 لاکھ روپئے ہندوستان میں تعلیم کے لئے اور 25 لاکھ روپئے کی حدتک بیرونی ملک میں تعلیم کے لئے عطا کی جاتی ہے۔

(d) **شخصی/انفرادی قرض (Personal Loan)**: شخصی قرض بینکوں کی جانب سے ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دیا جانے والا غیر محفوظ قرض ہوتا ہے۔ شخصی قرض مخصوص بینک میں کھاتہ رکھنے والے صارف کو دیا جاتا ہے۔

(e) **کریڈٹ کارڈ(Credit Card)**: کریڈٹ کارڈ عام طور پر فرد کے ادھاری کے اعتبار کی بنیاد پر جاری کئے جاتے ہیں۔ کریڈٹ کارڈ کو آمدنی کے وسائل کی بنیاد پر بہت احتیاط سے استعمال کرنا اور میعادی ادائیگیوں کو منظم کرنا چاہئے ورنہ صارف کو اصل رقم کے ساتھ زیادہ شرح سود عائد ہونے کے بڑے خطرات ممکن ہیں۔

ادائیگی کی اقسام

حکومت ہند ملک میں Digital Payments کے فروغ اور حوصلہ افزائی کے لئے کئی اقدامات کر رہی ہے۔ Digital India مہم کے ایک حصہ کے طور پر حکومت کا ارادہ ہے کہ ڈیجیٹل طور پر بااختیار معیشت تیار کی جائے جو چہرے، کاغذ اور نقدی سے آزاد ہو۔ ڈیجیٹل ادائیگی کی مختلف اقسام اور طریقے ہیں جن میں چند ڈیبٹ کارڈ یا کریڈٹ کارڈ کا استعمال انٹرنیٹ بینک کاری، Mobile Wallets ،Digital Payments App. ،Unified Payments Interface Services (UPI) ،Unstructured Supplementary Service Data (USSD) ،Bank Prepaid Cards موبائل بینک کاری وغیرہ شامل ہیں۔ ادائیات کی اہم اقسام ذیل میں پیش کی گئی ہیں:

1. **چیک(Cheque)**: چیک ایک دستاویز ہے جو بینک کو حکم دیتا ہے کہ ایک شخص کے کھاتہ سے دوسرے فرد یا کمپنی کے کھاتہ کو جس کے چیک بنایا گیا یا جاری کیا گیا ہے اسے مخصوص رقم ادا کرے۔ محفوظ، باضمانت اور آسان ادائیگی کے لئے چیک استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ محفوظ اختیار کے طور پر کام کرتا ہے کیونکہ منتقلی کے عمل کے دوران نقدی کا طبعی طور پر استعمال نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا چوری یا کھو جانے کا خوف کم سے کم ہے۔

2. **National Electronic Fund Transfer (NEFT)** : NEFT ملک بھر میں ایک بینک کھاتہ سے دوسرے کو رقم کی محفوظ اور رکاوٹوں سے پاک انداز میں منتقلی کا ایک نظام ہے۔ کی ادائیاں گروہ واری انداز میں انجام دی جاتی ہیں۔

3. **Real Time Gross Settlement (RTGS):** RTGS یا Real Time Gross Settlement مالیہ کی منتقلی کا ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ رقم تاخیر کے بغیر اصل وقت کی بنیاد پر روانہ کی جاتی ہے۔

4. **فوری ادائیگی خدمات (Immediate Payment Service) (IMPS):** سال کے تمام 365 دن میں اور کسی بھی وقت 24/7 کی بنیاد پر بشمول اتوار اور بینک کی دیگر چھٹیوں میں IMPS منتقلی کی جاسکتی ہے۔ IMPS کی مدد سے ہمہ اقسام کے وسائل جیسے موبائل بینک کاری، انٹرنیٹ بینک کاری، SMS، ATMs وغیرہ کے ذریعہ بین بینک لین دین شروع کئے جاسکتے ہیں۔

5. **Payment Wallets:** E-Wallet ایک قسم کا الکٹرانک کارڈ ہے جو کمپیوٹر یا اسمارٹ فون کے ذریعہ آن لائن لین دین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کریڈٹ یا ڈیبیٹ کارڈ کی طرح ہوتی ہے۔ E-Wallet کی مدد سے کوئی راشن Groceries کی آن لائین خریداری اور ہوائی ٹکٹ وغیرہ کے لئے ادائیگیاں کرسکتا ہے۔

مرکزی بینک/ ریزرو بینک آف انڈیا

Central Bank or Reserve Bank of India

مرکزی بینک کسی ملک کے بینکنگ نظام کی چوٹی کا ادارہ (Apex institution) ہوتا ہے یہ ملک کے بینکنگ نظام کی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا ہے، انہیں باقاعدہ بناتا اور انھیں کنٹرول کرتا ہے۔ ریزرو بینک آف انڈیا (RBI) ہمارے ملک کا مرکزی بینک ہے۔ یہ اپریل 1935ء میں 5 کروڑ کے سرمایہ حصص سے قائم کیا گیا۔ ابتداء میں، ریزرو بینک آف انڈیا، خانگی حصص داروں (Private Share Holders) کی ملکیت میں تھا۔ 1949ء میں اس کو حکومت ہند کی جانب سے قومیایا گیا۔ ریزرو بینک آف انڈیا ایکٹ 1934ء کے تحت مرکزی بینک کے تمام اہم کام انجام دیتا ہے۔

ریزرو بینک آف انڈیا کے مقاصد (Objectives of Reserve Bank of India)

ریزرو بینک آف انڈیا حسب ذیل مقاصد کے حصول کے لئے کام کرتا ہے۔

a) کرنسی نوٹوں کے اجراء کو باقاعدہ بنانا۔ b) معیشت میں مالیاتی استحکام کا حصول۔
c) قرض نظام (Credit System) پر کنٹرول۔ d) تجارتی بینکوں کو رہنمائی فراہم کرنا۔
e) ملک بھر میں یکساں قرض پالیسی تیار کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا۔

1. **حکومت کا بینک (Banker to Government):** ریزرو بینک آف انڈیا، حکومت ہند کا مشیر، ایجنٹ اور بینک کار ہے، یہ حکومت ہند اور تمام ریاستی حکومتوں، سوائے حکومت جموں و کشمیر کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یہ حکومتوں کو "Ways and Means advances" نام سے عارضی قرضے دیتا ہے۔ اس طرح ریزرو بینک آف انڈیا مالی امور میں حکومت کے مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا ہے۔

2. **بینکوں کا بینک (Banker's Bank)** : ریزرو بینک نہ صرف حکومت بلکہ بینکوں کے لئے بھی بینک کار (Banker) کی خدمت انجام دیتا ہے۔ 1934 کے بینکنگ ریگولیشن ایکٹ کے مطابق تمام درج فہرست بینک قانوناً پابند ہیں کہ وہ اپنے محصولہ جملہ ڈپازٹ رقم کا متعینہ تناسب نقد محفوظات (Cash Balances) ریزرو بینک آف انڈیا میں جمع کریں اس تناسب کو نقد محفوظ تناسب Cash Reserve Rratio (CRR) کہتے ہیں۔

3. **قرض کا آخری سہارا (Lender of Last Resort)**: مالی بدحالی (Finanacial Stringency) کے وقت درج فہرست بینک ریزرو بینک آف انڈیا سے آخری سہارے کے طور پر رجوع ہو سکتے ہیں۔ ریزرو بینک آف انڈیا انہیں ٹریژری بانڈ (Treasury Bond)' خزانہ بل (Treasury Bill) اور دیگر منظور ضمانتوں (Securities) کے عوض قرضے منظور کرتا ہے۔

4. **کلیرنگ ہاؤس (Clearing House)** : تاجر اور دوسرے گاہک اپنے کاروبار میں ادائیگیاں' چیک (Cheque) کے ذریعہ کرتے ہیں۔

5. **بیرونی زرمبادلہ ذخائر کا محافظ (Custodian of Foreign Exchange Reserves)** : بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (International Monetary Fund) کے رکن کی حیثیت سے دیگر ارکان ممالک کی کرنسیوں اور ہندوستانی کرنسی کے درمیان شرح تبادلہ کو مستحکم رکھتا ہے۔ یہ بیرونی زرمبادلہ کی خرید وفروخت کو باقاعدہ رکھتا ہے اور سرکاری شرح تبادلہ کو برقرار رکھنے کے لئے درآمدات و برامدات پر پابندیاں عائد کرتا ہے۔

6. **قرض کا کنٹرولر (Credit Controller)**: ملک کے اندر قرض کی مقدار کو کنٹرول کرنا' ریزرو بینک آف انڈیا کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ مختلف معیاری اور مقداری کنٹرول کے طریقوں سے قرض پر کنٹرول کرتا ہے۔

II. **نگرانکاری کے فرائض (Supervisory Functions)**

III. **فروغ کاری اور ترقیاتی فرائض (Promotional and Developmental Functions)**

معاشی ترقی کے حصول کی خاطر ریزرور بینک آف انڈیا بعض فروغ کاری اور ترقیاتی کام بھی انجام دیتا ہے جنہیں ذیل میں بتایا گیا ہے۔

i. ملک بھر میں بینکوں کے قیام اور اسکی شاخوں میں توسیع کے اقدامات کرتا ہے۔

ii. ریاستی امداد باہمی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو باز سرمایہ (Refinance) فراہم کرنا جو زرعی قرض دیتے ہیں تاکہ دیہی علاقوں کی قرض کی ضروریات کی تکمیل ہو سکے۔

iii. مختلف مالیاتی اداروں کو فروغ دیتا ہے تاکہ صنعتی مالیہ فراہم کیا جا سکے۔

ان فرائض کی انجام دہی میں تعاون کی خاطر ریزرو بینک آف انڈیا نے 1982ء میں قومی بینک برائے زراعت و دیہی ترقی National Bank for Agriculture and Rural Development (NABARD) کو قائم کیا۔ صنعتی ترقی میں مدد دینے کے لئے ہندوستانی صنعتی ترقیاتی بینک آف انڈیا Industrial Development Bank of India (IDBI) '

ہندوستانی صنعتی مالیاتی کارپوریشن Industrial Finance Corporation of India (IFCI) اور ریاستی مالیاتی کارپوریشنس State Finance Corporations(SFI) وغیرہ کو قائم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

افراطِ زر (Inflation)

وسیع معنوں میں' لفظ' افراط زر' سے مراد ایک طویل مدت تک عام قیمتوں کی سطح میں مستقل' مسلسل اور خلاف معمول اضافہ ہے۔

افراط زر کے اقسام (Types of Inflation)

1. **رینگتا ہوا یا سست رو افراط زر (Creeping Inflation)** : جب قیمتوں میں اضافہ نہایت سست اور دھیمی رفتار سے ہوتا ہے یعنی 0 سے 2 فیصد تو اس کو سست رو یا رینگتا ہوا افراط زر کہتے ہیں۔ یہ معیشت کے نمو میں مددگار ہوتا ہے۔ گراف میں 0 سے A کے ذریعہ عکاسی کی گئی ہے۔
2. **چلتا ہوا افراط زر (Walking Inflation)**: یہ افراط زر کا دوسرا مرحلہ ہے۔ اس مرحلہ میں افراط زر کی شرح 2% تا 4% کے درمیان ہوتی ہے یہ بھی معیشت کی ترقی میں مددگار ہوتا ہے۔
3. **دوڑتا ہوا افراط زر (Running Inflation)** : جب شرح افراط 4 تا 10 فیصد سالانہ کے درمیان ہوتی ہے تو اس کو دوڑتا ہوا افراط زر (Running Hyper Inflation) کہا جاتا ہے۔
4. **انتہائی تیز رفتار افراط زر (Galloping Inflation or Hyper Inflation)**: اگر افراط زر کی شرح 10 فیصد سے تجاوز کر جائے تو سرپٹ دوڑنے والا افراط زر واقع ہوتا ہے۔ اس کو ہائپر افراط زر بھی کہتے ہیں۔ (C-D) یہ معیشت کے لئے نقصاندہ ہے۔
5. **طلب افزوں افراط زر (Demand-pull Inflation)**: اشیاء کی مجموعی رسد کے مقابلے میں انکی مجموعی طلب میں اضافہ ہونے کی وجہ سے واقع ہونے والے افراط زر کو' طلب افزوں افراط زر (Demand-pull Inflation) کہتے ہیں۔
6. **لاگت افزوں افراط زر (Cost-push Inflation)**: لاگت پیداوار میں اضافہ کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہٰذا لاگت پیداوار میں اضافہ کی وجہ سے ہونے والے افراط زر کو لاگت افزوں افراط زر (Cost-push Inflation) کہتے ہیں۔

1. **سیالیت (Liquidity)** : ایک اثاثے کو کی وہ صلاحیت جس کو زر (نقد) میں تبدیل کیا جاسکتا ہو' سیالیت ہے۔
2. **کرنسی (Currency)** : کرنسی' وہ شکل ہے جس میں زر' معیشت میں زیرگشت رہتا ہے جیسے سکے اور کرنسی نوٹ۔
3. **مثل زر** : مثل زر سے مراد وہ تمام انتہائی سیال اثاثے ہیں جنہیں زر کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا لیکن جنہیں Near Money بہت تیزی سے زر میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ڈرافٹ' چیک' حصص' خزانہ بل اور بانڈس وغیرہ۔

4. **قانونی زر** (Legal Tender) : اشیاء اور خدمات خرید نے پر ادا کرنے کیلئے اور قرضوں کی ادائیگی کے وقت دیا جانے والا زر جسے از روے قانون لازماً قبول کرنا پڑتا ہے۔ اُسے قانونی زر کہتے ہیں۔

5. **علامتی زر** (Token Money) : ذاتی قدر سے زیادہ ظاہری قدر کے حامل زر یا کرنسی اکائی کو علامتی زر کہتے ہیں اور اسکے ظاہری قدر کے مساوی قدر کے سونے یا چاندی میں اسکو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

6. **ادھار زر (ساکھ زر)** (Credit Money) : ادھار زر کی تخلیق تجارتی بینک اپنے بنیادی ڈپازٹوں سے کرتے ہیں اسکو بینک زر بھی کہا جاتا ہے۔

7. **ذخیرہ قدر** (Store of Value) : ذخیرہ قدر' زر کا ثانوی فعل ہے۔ اتلاف پذیر اشیاء کو تلف ہونے سے پہلے ان کی قدر کا تحفظ زر کی شکل میں کیا جاسکتا ہے اسی طرح پائیدار اشیاء کی قدر کو بھی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔

8. **ملتوی ادائیگیوں کا پیمانہ** (Standard of Deferred Payments) : یہ زر کا ایک اہم کام ہے اس کے تحت موجودہ تجارتی کاروبار سے متعلق ادائیگیاں مستقبل میں کی جاسکتی ہیں یعنی ادائیگیوں کو ملتوی کرسکتے ہیں ۔ مستقبل ادائیگیوں کا شمار زر کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

9. **چالو کھاتہ** (Current Account) : چالو کھاتہ تجارتی بینکوں کی جانب سے قبول کئے جانے والے ڈپازٹ کی ایک قسم ہے جو کسی بھی تعداد میں ڈپازٹ کرنے اور رقم نکالنے کی اجازت دیتا ہے اور جو تاجروں' صنعت کاروں اور حکومت کیدفاتر کو چیک کے ذریعہ رقوماتکی منتقلی کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ چالو کھاتہ میں سود حاصل نہیں ہوتا۔

10. **نقد قرض** (Cash Credit) : نقد قرض/ادھار قرض کی ایک قسم ہے جو تجارتی بینکوں کی جانب سے دیا جاتا ہے جو ضرورت کے وقت قرض کی رقم کو نکالنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

11. **جمع شدہ رقم سے زائد نکالنا** (Overdraft) : تجارتی بینکوں کی جانب سے چالو کھاتہ داروں کے لئے دی جانے والی سہولت ہے جس کے تحت کھاتہ دار' اپنے کھاتہ میں موجود رقم نکال سکتا ہے لیکن ایک حد تک۔

12. **افراط زر** (Inflation) : ایک مدت میں قیمتوں کی سطح میں مستقل اضافہ' افراطِ زر کہلاتا ہے۔

13. **طلب افزوں افراط زر** : مجموعی رسد کی بہ نسبت مجموعی طلب میں اضافہ کی وجہ سے ہونے والا افراطِ زر طلب افزوں زر کہلاتا ہے۔

(Demand-pull Inflation)

14. **لاگت افزوں افراط زر** : لاگت پیداوار میں ہونے والے اضافہ کی وجہ سے قیمتوں کی عام سطح میں ہونے والا اضافہ لاگت افزوں افراطِ زر کہلاتا ہے۔

(Cost-push Inflation)

15. **خسارہ مالیہ**: یہ حکومت کے خسارہ کی نئے زر کی تخلیق کے ذریعہ تکمیل کا ایک طریقہ ہے۔ خسارہ خلا ہے جو حکومت کی وصولی کی بہ نسبت اخراجات

(Deficit Financing) میں اضافہ سے پیدا ہوتا ہے۔

16. **کم قدری(Devaluation)** : گھریلو کرنسی کی اندرونی قدر مستقل (Constant) رہتے ہوئے بیرونی قدر میں کمی کا آجانا کم قدری کہلاتا ہے۔

حقیقی قومی آمدنی Real National Income

(a) حقیقی قومی آمدنی کا حساب کتاب کرتے ہوئے قیمتوں میں بدلاؤ کو مسترد کرنا ہوگا۔ لیکن قیمتوں میں فرق ناقابل ترمیم ہوتا ہے۔ قومی آمدنی میں قلیل مدت میں اضافہ معاشی ترقی تصور نہیں کی جاسکتی۔ (b) یہ آبادی کے نمو میں ہونے والی تبدیلیوں کو ملحوظ رکھنے میں ناکام ہے۔ حقیقی آمدنی میں اضافہ تیزی سے آبادی میں اضافہ کے ساتھ ہو تو وہاں معاشی ترقی نہیں ہوگی بلکہ پسماندگی ہوگی۔ (c) یہ معاشرے کی سماجی لاگت کا اظہار نہیں کرتا۔ (d) یہ معیشت میں آمدنی کی تقسیم کے بارے میں وضاحت نہیں کرتا۔ (e) خام قومی پیداوار (GNP) کی پیمائش میں کچھ تصوراتی مشکلات ہیں۔

رابرٹ میک نامارا جو اس وقت عالمی بینک کے گورنر تھے فروری 1970 میں اس بات کو قبول کیا ہے کہ معاشی ترقی کے اشاریے کے طور پر خام گھریلو پیداوار کی شرح نمو (GNP) ناکام ہے۔

فی کس خام قومی پیداوار GNP Per Capita

بعض ماہرین معاشیات معاشی ترقی کے لئے فی کس حقیقی آمدنی کو اس بنیاد پر اظہار یہ کہتے ہیں کہ فی کس حقیقی آمدنی میں ایک طویل عرصہ تک اضافہ ہو۔

سماجی اظہاریے یا بنیادی ضروریات Social indicators or Basic Needs

بنیادی ضروریات کی براہ راست فراہمی جیسے صحت، تعلیم، غذا، پانی، صفائی اور مکانات اور مختصر مالیاتی وسائل ایک مختصر مدت میں غربت کو متاثر کرتی ہے۔ بہ نسبت فی کس GNP یا GNP کی حکمت عملی کے۔ بنیادی ضروریات تعلیم یافتہ اور صحت مند افراد کی شکل میں

انسانی ترقی کے ذریعہ اعلیٰ سطح کی پیداوار اور آمدنی کا باعث بنتی ہیں۔

زندگی کے مادی معیار کا اشاریہ Physical Quality of life Index (PQLI)

اس کو ایم ڈی مورس(M.D. Morris) نے 1979 میں پیش کیا۔ اگر کسی ملک میں PQLI میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا مادی معیار بڑھ رہا ہے جس میں متوقع حیات میں اضافہ' طفلی اموات میں کمی اور بنیادی خواندگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ فی کس آمدنی میں اضافہ ضروری نہیں کہ سہولتوں میں اضافہ کو ظاہر کرے جیسے صحت' غذا' صفائی اور تعلیم۔ PQLI براہ راست معیار زندگی کی پیائش کرتا ہے اور اس اظہاریہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس پر فوری کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سماجی بہتری اشاریہ The Social Progress Index (SPI)

سماجی بہتری اشاریہ (SPI) پیائش کرتا ہے کہ ممالک اپنے شہریوں کی سماجی اور ماحولیاتی ضرورتوں کو کس حد تک پورا کر رہے ہیں۔ انسانی بنیادی ضرورتوں' خوشحالی کی بنیادوں اور ترقی کے مواقع کے میدان میں چوپن(54) اظہاریے پر تمام قوموں کی نسبتاً کارکردگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ اشاریہ Non-profit Social Progress Imperative کی جانب سے شائع کیا گیا اور امرتیہ سین' ڈگلاس نارتھ اور جوزوف اسٹیگلز کی تحریروں پر مبنی ہے۔

ہمہ رخی غریبی اشاریہ (Multi Dimensional Poverty Index) (MPI)

2010 میں اس کو پہلی بار متعارف کروایا گیا۔ اس کو بہت زیادہ محرومیوں کا سامنا کرنے والے افراد کی نشاندہی کے لئے تیار کیا گیا۔ MPI کے لئے ایک ایسا گھرانہ درکار ہے جو ایک ساتھ متعدد اظہاریوں کے لحاظ سے محروم رہا ہو۔ ایک آدمی ہمہ رخی اعتبار سے غریب سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ ترجیحی اظہاریے میں کم از کم 33% محروم ہے۔

خام قومی خوشحالی اشاریہ Gross National Happiness Index

ممالک جیسے بھوٹان اپنی ترقی کی پیائش کے لئے خام قومی خوشحالی اشاریہ کا استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا ترقی کی پیائش کے موجودہ طریقہ کار میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

1. **معاشی نمو** : ایک سال میں اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں ہونے والا اضافہ۔
2. **معاشی ترقی** : نمو کے ساتھ سماجی' تکنیکی اور مجموعی ترقی میں تبدیلیاں
3. **ساختی تبدیلیاں** : یہ تبدیلیاں خام گھریلو پیداوار(GDP) اور روزگار میں مختلف شعبوں ابتدائی' ثانوی اور خدمات کے حصے کو ظاہر کرتی ہیں۔
4. **خود مکتفی** : خود مکتفی سے مراد ایک ملک اپنی ضروریات کی اشیاء کی خریدی کی خاطر فاضل پیدا کرتا ہے۔ ان کے حصول کی خاطر وہ درکار فنڈس کے وسائل کے لئے وہ دوسرے ممالک پر انحصار نہیں کرتا۔ خود مکتفی حالات

درآمدات کی اجازت دیتے ہیں۔

5. **قابل برقرار ترقی** : آئندہ نسل کی ضرورت سے سمجھوتہ کئے بغیر موجودہ نسل کی ضروریات کو پورا کرنا۔

6. **مشتمل نمو/شمولیت پر مبنی نمو** : مشتمل نمو سے مراد نمو کے عمل میں آبادی کے اس حصہ کو شامل کرنا جس کو اب تک شامل نہیں کیا گیا تھا۔

7. **PQLI** : معاشی ترقی کا یہ غیر آمدنی اشاریہ ہے جو معاشی ترقی کی پیمائش میں متوقع حیات' طفلی اموات' خواندگی کو استعمال کرتا ہے۔

8. **انسانی ترقی اشاریہ** : انسانی ترقی اشاریہ کا استعمال جیسے پیدائش پر متوقع حیات' بالغ خواندگی' مشترکہ اندراج کی شرح اور مساوی قوت خرید فی کس خام گھریلو پیداوار کے ذریعہ کسی ملک کے سماجی و معاشی جہتوں میں ملک کی مجموعی کامیابیوں کی پیمائش کے لئے کیا جاتا ہے۔

9. **جنس بااختیار پیمانہ (GEM)** : جنس بااختیار پیمانہ (GEM) ایک مرکب اشاریہ ہے جو تین کلیدی میدانوں میں جنسی عدم مساوات کو معلوم کرتا ہے۔ سیاسی شراکت داری
معاشی شراکت داری اور معاشی وسائل پر اختیار۔

10. **تشکیل اصل** : اجتماع اصل سے مراد اصل کے ذخیرہ جیسے آلات اوزار' عمارتیں اور دیگر درمیانی اشیاء میں خالص اضافہ ہے۔ ایک ملک اصل کے ذخیرہ کو محنت کے ساتھ استعمال کرتا ہے تاکہ خدمات فراہم کی جائیں اور اشیاء پیدا کی جائیں۔ ان اصل کے ذخیرہ میں اضافہ کو اجتماع اصل/تشکیل اصل کہتے ہیں۔

11. **اضافی سرمایہ پیداوار کا تناسب (ICOR)** : ICOR کو عام طور پر زائد سرمایہ کاری اور زائد پیداوار کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

12. **قابل فروخت فاضل** : اس سے مراد زراعت کی وہ زائد پےداوار ہے جو دیہی آبادی کی بقاءِ زندگی کے لئے درکار مقدار سے زائد ہو۔

ہندوستان میں آبادی کی پالیسی Population Policy in India

پنچ سالہ منصوبوں میں خاندانی منصوبہ بندی

ہندوستان دنیا میں 1952 میں فیملی پلاننگ کو اختیار کرنے والے پہلے ملک کے طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ منصوبہ بندی کے پہلے دہے میں زیادہ تر زور آبادیاتی میدان میں تحقیق' افزائش نسل' ترغیبات' ذرائع ابلاغ اور طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے مرکزی اور ریاستی مراکز کے قیام پر دیا گیا۔ تیسرے منصوبہ میں آبادی کے نمو کو ''مناسب مدت تک مستحکم رکھنے'' کے مقصد کے طور پر سنجیدگی سے غور کیا گیا۔ تیسرے

منصوبے میں پہلی مرتبہ آبادی کے نشانوں کو رکھا گیا اور سال 1973 تک شرح پیدائش کو فی ہزار 25 تک کم کرنا طئے کیا گیا۔

پانچویں پنچ سالہ منصوبہ کی حکمت عملی میں اہم تبدیلی کی گئی۔حکومت نے فیملی پلاننگ پروگرام کو تمام سطحوں پر دوسری خدمات جیسے صحت' زچگی' طفلی صحت کی نگہداشت اور غذائی خدمات کو ایک ساتھ مربوط انداز میں آگے بڑھانا طئے کیا۔ 16 ر اپریل 1976 کو ایک قومی آبادی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔حکومت کا مقصد شرح پیدائش کو چھٹے پنچ سالہ منصوبے کے ختم تک یعنی 1985 تک فی ہزار 25 تک کم کرنا ہے اور راست اقدام کے طور پر شادی کی قانونی اقل ترین عمر مردوں کے لئے 21 سال اور عورتوں کے لئے 18 سال تک بڑھادی گئی۔

1983 کی قومی صحت پالیسی میں خام شرح پیدائش کو 21' خام شرح اموات کو 9' طفلی اموات کی شرح کو فی ہزار پر 60 سے کم اور فیملی پلاننگ کو اختیار کرنے والے جوڑوں کے تناسب کو 60 فی صد تک بڑھاتے ہوئے خالص نسلی تسلسل یا دوبارہ پیدا کرنے کی شرح کو سال 2000 تک ایک (1) تک گھٹانے کے مقصد کو طئے کیا گیا ہے۔ یہ مقصد چھٹویں منصوبے میں سال 1995 کے لئے تھا۔ساتویں منصوبے (1985-90) میں خام شرح پیدائش 1990 تک گھٹا کر 29.1 کرنا طئے کیا گیا تھا اور حقیقی کامیابی 29.9 تھی۔اسی طرح آٹھویں منصوبے (1992-97) میں 1997 تک شرح پیدائش کو 26.0 تک کم کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا اور کامیابی 27.4 تھی۔

فیملی پلاننگ کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے حسب ذیل اقدامات اختیار کئے گئے۔

(i) فیملی پلاننگ سے متعلق معلومات کو پھیلانے کے لئے ترغیبی پروگرام۔تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے محدود خاندان سے متعلق لوگوں کو واقف کروایا گیا۔(ii) مانع حمل اشیاء کی سربراہی۔ (iii) نس بندی کے لئے نقد انعامات۔(iv) مردوں اور عورتوں دونوں کی وسیع پیمانے پر نس بندی۔

قومی آبادی پالیسی 2000 (National Population Policy 2000)

قومی آبادی پالیسی 2000' فوری' وسط مدتی اور طویل مدتی مقاصد کو پیش کرتی ہے۔اوسط مدتی مقاصد میں جملہ بارآوری کی شرح کو 2010 تک متبادل کی سطح تک کم کرنا ہے۔قومی آبادی پالیسی AD 2046 تک متوازن آبادی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔

1. طفلی اموات کی شرح کو فی ہزار 30 زندہ پیدائش سے بھی کم کرنا۔
2. ماؤں کی اموات کی شرح کو فی 1,00,000 زندہ پیدائش پر 100 سے بھی کم کرنا
3. عالمی حفاظتی ٹیکہ اندازی
4. 80% ولادت کے عمل کو باقاعدہ دواخانوں' ہاسپٹلس اور طبی اداروں میں تربیت یافتہ اسٹاف کی مدد سے انجام دینا۔
5. AIDS' متعدی اور وبائی امراض کی روک تھام اور کنٹرول سے متعلق معلومات تک رسائی۔
6. دو بچوں والی چھوٹی فیملی کے اصول کو اپنانے کی ترغیب
7. محفوظ اسقاط حمل کی سہولتوں میں اضافہ کرنا
8. Child Marriage Restraint Act اور Pre-natal Diagnostic Techniques Act کو سختی سے نافذ کرنا۔
9. لڑکیوں کی شادی کی عمر میں اضافہ جو 18 سال سے کم نہ ہو بلکہ ترجیحاً 20 سال یا اس سے بھی زیادہ تک اضافہ۔

10. جو عورتیں 21 سال کے بعد شادی کرتی ہیں اور دوسرے بچہ کی پیدائش کے بعد آخری یا انتہائی مانع حمل طریقہ اپناتی ہیں انہیں خصوصی انعام دینا۔

11. خط غربت سے نیچے کے لوگ جو دو بچوں کے بعد نس بندی کرواتے ہیں انہیں ہیلت انشورنس کے دائرہ میں لانا۔

12. باقاعدہ بار آوری اور مانع حمل کے لئے صلاح و مشورہ اور خدمات کی معلومات تک ہر کسی کی رسائی کو حاصل کرنا۔

13. سماجی شعبہ پروگرام سے متعلق خاندانی فلاح کو ایک عوامی پروگرام بنانے اور اس کی عمل آوری کے لئے عام میلان اور عام رغبت پیدا کرنا۔

قومی آبادی پالیسی کی عمل آوری کا وقفہ وقفہ سے جائزہ لینے کے لئے آبادی سے متعلق ایک قومی کمیشن قائم کیا گیا ہے۔قومی آبادی پالیسی کی عمل آوری کو یقینی بنانے کے مقصد کے تحت ریاستی سطح پر بھی آبادی سے متعلق ایک کمیشن قائم کیا گیا ہے۔

دنیا میں کہیں بھی تعلیم کے فروغ اور معیار زندگی میں بہتری کے بغیر آبادی کے شرح نمو میں کمی نہیں ہوئی ہے۔ ہندوستان میں بار آوری کی شرح کو کم کرنے میں ان امور کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

انسانی وسائل کی ترقی Human Resource Development

Theodore W. Schutlz کہتا ہے کہ تعلیم پر سرمایہ کاری' انسانی اصل کے اجتماع کو بڑھاتی ہے۔اگر پیداوار اس کے بغیر انجام دی جائے اور صرف غیر ہنرمند اور غیر تعلیم یافتہ افراد کی مدد سے اشیاء کی تیاری کی جائے تو پیداوار موجودہ سطح سے تباہ کن طور پر گھٹے گی۔کوئی بھی سرگرمی جو انسان کی پیداواری صلاحیت کو بڑھاتی ہے انسانی وسائل کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

امرتیہ سین نے بھی انسانی وسائل کی ترقی کو اہمیت دینے پر زور دیا ہے۔

معاشی ترقی میں تعلیم Education in Economic Development

ہندوستان میں خواندگی کی شرح

ہندوستان میں مختلف منصوبوں کے دوران ہر سطح پر تعلیمی سہولتوں میں اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجہ میں شرح خواندگی بڑھ گئی ہے۔شرح خواندگی جو 1951 میں 18% تھی بڑھ کر 2011 میں 74% ہوگئی۔اسی طرح سے اسی مدت کے دوران مردوں کی شرح خواندگی 27% سے بڑھ کر 82% اور عورتوں کی شرح خواندگی 9% سے بڑھ کر 66% ہوگئی ہے۔پچھلی دہوں کے مقابلہ میں 2011-2001 کے دہے میں خواندگی میں بہتری سب سے زیادہ تھی۔مردوں کی شرح خواندگی اور عورتوں کی شرح خواندگی میں فرق بھی کم ہو رہا ہے یہ عورتوں کی شرح خواندگی میں بہتری کو ظاہر کرتا ہے۔

دستور' حکومت کو سال 1960 تک 14 سال کی عمر تک تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم مہیا کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔سال 1964 میں ڈی۔ایس کوٹھاری (D.S. Kothari) کی صدارت میں ایک تعلیمی کمیشن قائم کیا گیا اور اس کی رپورٹ کی بنیاد پر حکومت نے 1968 میں اپنی قومی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا اور پھر سال 1986 میں تعلیم پر ایک اور قومی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔1990 تک بالغ خواندگی اور ابتدائی تعلیم کو عام اور آفاقی بنانے کے تعلق سے غور کیا گیا۔یہ پالیسی تعلیم میں معیاری بہتری خصوصاً تکنیکی اور اعلیٰ تعلیم' پیشہ ورانہ ثانوی تعلیم کو اولین

فوقیت دیتی ہے۔ پارلیمنٹ کی جانب سے 2009 میں بچوں کی مفت اور لازمی تعلیم کے حق سے متعلق ایک قانون منظور کیا گیا۔

انسانی وسائل کی ترقی کے لئے تعلیم اور ہنر مندی کی تربیت ضروری اور اہم ہے۔ سال 2010 تک 6 سے 14 سال کی عمر کے بچوں کو مفید اور کار آمد بنیادی تعلیم فراہم کرنے کے مقصد سے سرو اسکشا ابھیان (Sarva Siksha Abhiyan) نامی اسکیم 2001 میں شروع کی گئی۔ مرکز کی جانب سے ایک نئی اسکیم راشٹریہ مدھیامک سکشا ابھیان (Rashtriya Madhyamik Siksha Abhiyan) کو سال 2009 میں شروع کیا گیا۔ اس کا مقصد ثانوی تعلیم تک رسائی اور اس کے معیار کو بہتر بنانا تھا۔ 17 تا 23 سال کی عمر کے بچوں میں اعلیٰ تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے اور اسے توسیع دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ کیونکہ انسانی وسائل کی ترقی کے نقطہ نظر سے جامعاتی اور اعلیٰ تعلیم کی بھی کافی اہمیت ہوتی ہے۔ گیارہویں پنچسالہ منصوبے کے دوران بڑے پیمانے پر یونیورسٹی تعلیم کی توسیع کا آغاز کیا گیا۔ مرکزی حکومت اب ''نئی تعلیمی پالیسی'' (New Education Policy) کا آغاز کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تعلیمی میدان میں ہندوستان کی کارکردگی مجموعی طور پر ہمہ جہتی ترقی کے عمل کو متاثر کرے گی۔

تعلیم پر اخراجات کرنے سے مستحکم نمو کے نتیجے میں تعلیمی اداروں کی تمام سطحوں پر قابل لحاظ ترقی عمل میں آتی ہے۔ (2013-14) میں ملک ابتدائی سطح پر 96% مجموعی بھرتی تناسب (Gross Enrollment Ratio) (GER) حاصل کرنے کے قابل تھا۔ ثانوی سطح پر 14 تا 18 سال کی عمر کے بچوں کا مجموعی بھرتی تناسب (2013-14) میں 40% تھا۔ آل انڈیا اعلیٰ تعلیمی سروے کے مطابق (2017-18) میں اعلیٰ تعلیم کا مجموعی بھرتی تناسب 25.8% تھا۔ زراعت، سائنس، انجینئرنگ، طب، انتظامیہ کے میدان میں ملک بہترین اداروں کے قیام کے اہل ہو گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان، چین کے بعد تعلیمی اور ہنر مند افرادی طاقت پیدا کرنے والا دنیا کا دوسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔ ہندوستان کو صلاحیتوں کے اعتبار سے عالمی لیڈر بننے کے علم، ہنر مندی اور اقدار پر مبنی اعلیٰ تعلیم میں ایک جامع نقطہ نظر کی ضرورت ہوگی۔

معاشی ترقی میں صحت Health in Economic Development

معاشی ترقی میں صحت کا کردار Role of Health in Economic Development

1993 کی عالمی ترقی رپورٹ بیان کرتی ہے کہ ''اچھی اور بہتر صحت معاشی نمو کو چار طریقوں سے مدد کرتی ہے۔ یہ مزدوروں کو بیماری سے ہونے والے نقصان کو کم کرتی ہے۔ بیماری کی وجہ سے جو وسائل نا قابل رسائی تھے ان کے استعمال کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ اسکول میں بچوں کی بھرتی (Enrollment) کو بڑھاتی ہے اور انہیں بہتر سیکھنے کے قابل بناتی ہے۔ بیماریوں کی روک تھام اور علاج پر خرچ ہونے والے وسائل کو متبادل استعمال کے لئے مہیا کرتی ہے۔ اچھی صحت کے لئے متوازن اور تغذیہ بخش غذا اور طبی نگہداشت وغیرہ ضروری ہے۔

ہندوستان میں صحت کی پالیسیاں Health Policies in India

''ہیلت سروے اور ترقی کمیٹی 1946'' اور ''ہیلت سروے اور پلاننگ کمیٹی (مدلیار کمیٹی۔ 1961)'' کی سفارشات کی بنیاد پر حکومت ہند نے صحت کے معیار کو اونچا اٹھانے کے لئے ایک پروگرام تیار کیا۔ اس پروگرام کے حسب ذیل مقاصد ہیں:

1. وبائی امراض پر کنٹرول کا انتظام

2. صحت خدمات کی فراہمی

3. محکمہ صحت کے ملازمین کی تربیت اور دیہی علاقوں میں ابتدائی صحت مراکز کی ترقی

پانچویں پنچسالہ منصوبے میں صحت ترقی پروگرام کو بچوں، حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لئے خاندانی بہبود اور غذا پروگرام سے مربوط کیا گیا۔ چھٹویں پنچسالہ منصوبے میں خصوصی طور پر ایک کمیونٹی پر مبنی صحت نگہداشت اور طبی سہولتوں کا پروگرام دیہی علاقوں میں شروع کیا گیا۔ نویں اور دسویں پنچسالہ منصوبے کے دوران آبنادی کی صحت کے موقف کو نگہداشت کے معیار کے ذریعہ بہتر بنانے کی کوششوں کو تیز تر کیا گیا۔ گیارہویں پنچسالہ منصوبے میں ایک جامع لائحہ عمل تجویز کیا گیا جو انفرادی صحت، عوامی صحت، صفائی، صاف پینے کا پانی، غذا اور صاف صفائی کی جانکاری تک رسائی کا احاطہ کرتا ہے۔

مختلف اسکیمات کی عمل آوری کے سبب صحت اشاریے جیسے متوقع حیات، طفلی اموات اور جملہ بارآوری وغیرہ میں بہتری ہوئی ہے۔ ہندوستان میں زندگی کی توقع کے 61-1951 دہے میں 41.2 تھی اور یہ سال 2011 میں 68.5 تک بڑھ گئی ہے۔ طفلی اموات کی شرح 1951 میں فی ہزار 46 کے مقابلے میں 2010 میں فی ہزار 47 تھی۔ 03-2001 کے دوران ماؤں کی اموات کی شرح 301 فی لاکھ زندہ پیدائش تھی جو گھٹ کر 2010 میں 200 ہوگئی۔ ہندوستان میں زچہ اموات کو کم کرنے کے لئے آیا گیری اور دایہ گیری کی خدمات کو تیزی سے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ جملہ بارآوری (عورت کی بچہ پیدا کرنے کی تمام مدت کے دوران زندہ پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد) 1950 کے ابتدائی مدت میں 6.0 تھی جو گھٹ کر 2011 میں 2.4 ہوگئی۔

قومی صحت پالیسی The National Health Policy (NHP) 2017

اس پالیسی کی رو سے تمام افراد کو بغیر کسی مالی دشواری کا سامنا کئے بہتر مدافعتی، صحت نگہداشت اور معیاری صحت کی خدمات حاصل ہوں۔ یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ صحت کی نگہداشت کا نظام کم لاگتی اور اعلی معیاری ہوگا۔

ہندوستان میں صحت پروگرامس Health Programmes In India

سال 02-2001 کے لئے صحت پر ہونے والے کل اخراجات GDP کا 4.6% تھے۔ اس کے منجملہ عوامی صحت کا خرچ GDP کا 0.94% اور خانگی خرچ GDP کا 3.58 اور بیرونی حمایت GDP کا 0.11% تھی۔ سال 2011 میں صحت پر ہونے والے کل اخراجات GDP کا 3.9% اور اس کے منجملہ عوامی صحت کا خرچ GDP کا 1.2% تھا۔ سال 19-2018 میں عوامی صحت کے اخراجات، پینے کا پانی اور صفائی کے بشمول GDP کا 1.5% تھا۔

گیارہویں پنچ سالہ منصوبے میں قومی دیہی صحت مشن اور قومی شہری صحت مشن کو رائج کرتے ہوئے مشتمل نمو کے مقصد کو حاصل کرنا طئے پایا۔

(i) **قومی دیہی صحت مشن (NRHM):** اس کا مقصد صحت انفراسٹرکچر کو مضبوط کرتے ہوئے معیاری صحت کے طریقوں اور سہولتوں تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ اس مشن کے تحت: (i) 2008 تک ہر 1000 آبادی کے لئے 5 لاکھ سند یافتہ سماجی صحت کارکنان (ASHAS) کی فراہمی۔ (ii) تمام ذیلی صحت مراکز میں 2010 تک 2 معاون نرسس اور دایاؤں (ANMs) کا

انتظام کرنا۔ (iii) تمام ابتدائی صحت مراکز (PHCs) میں 2010 تک 3 اسٹاف نرسس کی خدمات کو تمام دنوں میں 24 گھنٹے فراہم کرنا۔ (iv) 2012 تک 6500 کمیونٹی ہیلت سنٹرس قائم کرنا اور انہیں سات اسپیشلسٹس اور 9 اسٹاف نرسس سے مستحکم کرنا۔ (v) 2012 تک 1800 تعلقہ ہاسپٹلس اور 600 ضلعی ہاسپٹلس کو مستحکم کرنا اور (vi) 2009 تک ہر ضلع کے لئے ایک موبائیل میڈیکل یونٹ کا انتظام کرنا۔

(ii) (زنانی) جننی سرکشا یوجنا (JSY): اس اسکیم کا دوہرا مقصد ہے۔ ادارہ جاتی زچگیوں کے ذریعہ ماؤں اور شیر خوار بچوں کی اموات کو کم کرنا ہے۔ 1/اپریل 2007 میں قومی دیہی صحت مشن (NRHM) کے تحت ملک 184.25 میں لاکھ ادارہ جاتی زچگیاں کی گئیں اور زنانی سروکشا یوجنا (JSY) سے 28.74 لاکھ عورتوں کو فائدہ حاصل ہوا۔

(iii) قومی شہری صحت مشن (NUHM): اس اسکیم کا مقصد شہروں میں بسنے والے غریب افراد خصوصاً جھونپڑیوں اور گندہ بستیوں میں رہنے والے افراد کی صحت کی ضروریات کو پورا کرنا ہے یہ پروگرام ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آبادی رکھنے والے تمام شہروں کا احاطہ کرتا ہے۔

2018-19 کے یونین بجٹ نے صحت سے متعلق ''رہنمایانہ قومی صحت تحفظ اسکیم'' کا اعلان کیا جس کے ذریعے سے 10 کروڑ غریب اور کمزور خاندانوں کا احاطہ ہر سال ہر خاندان کو ہسپتالوں کے ذریعہ ثانوی اور ثلثی تحفظ کے لئے 5 لاکھ روپئے کی فراہمی' تقریباً 50 کروڑ افراد کو فائدہ حاصل ہوگا۔

(iv) صاف پینے کا پانی اور صفائی: **بعالمی ترقیاتی اشاریے 2008 کے مطابق 2004 میں مجموعی آبادی کے 86% حصہ کو بہتر آبی وسائل حاصل تھے۔ عالمی بینک کے مطابق 2004 میں ہندوستان کی آبادی کے 33% حصہ کو بہتر صفائی کی سہولیات حاصل تھیں۔**

NDA حکومت نے 2/اکتوبر 2014 میں سوچھ بھارت مشن (SBM) شروع کیا جس کا مقصد ہندوستان کو اکتوبر 2019 تک ''کھلے میں رفع حاجت سے پاک'' (Open Defecation Free (ODF کرنا ہے۔ سوچھ بھارت مشن کا اہم مقصد بیت الخلاؤں کی تعمیر ہے۔ ''وزارت برائے پینے کا پانی اور صفائی'' کے سرکاری شماریات کے مطابق سوچھ بھارت مشن کے آغاز سے 2019 تک 92.2 ملین بیت الخلاء تعمیر کئے جا چکے ہیں۔ 604 اضلاع میں 98% دیہی صفائی عمل میں آئی اور 5,52,000 گاؤں بطور (ODF) ''کھلے میں رفع حاجت سے پاک'' قرار دئے گئے۔

انسانی ترقی اشاریہ Human Development Index

GNP کے متبادل معاشی ترقی کے پیمانہ کی تلاش نے انسانی ترقی اشاریہ (HDI) کی ترقی کا سبب ہے۔ The United Nations Development Programmes (UNDP) نے محبوب الحق پاکستانی ماہر معاشیات کی رہنمائی میں اپنی پہلی انسانی ترقی رپورٹ 1990 میں HDI کو متعارف کرایا تھا۔ اس کے بعد سے انسانی ترقی اور جنس سے متعلق اشاریہ (GDI)' جنسی اختیار پیمانہ (GEM)' جنسی عدم مساوات اعشاریہ (GII)' انسانی غربت اشاریہ (HPI)' کو وضع کرنے اور بہتر بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اور UNDP کے انسانی ترقی کی رپورٹ کے بعد ہمہ جہتی غربت اشاریہ (MPI) پیش کیا گیا۔

محبوب الحق کے مطابق ''معاشی نمو اور انسانی ترقی کے ان دو مکاتب فکر میں فرق یہ ہے کہ پہلا صرف ایک انتخاب کی توسیع آمدنی پر

مرکوز کرنا ہے جب کہ دوسرا تمام انسانی انتخابات کے بڑھانے پر زیادہ زور دیتا ہے۔ خواہ وہ معاشی، سماجی، تہذیبی یا سیاسی ہوں۔''

انسانی ترقی نشان کی تشکیل Construction of Human Development Index (HDI)

HDI انسانی ترقی کی تین بنیادی سمتوں میں اوسط کامیابی کی پیمائش کرتا ہے جو یہ ہیں: (i) طویل اور صحت مند زندگی جس کی پیمائش پیدائش پر متوقع حیات سے کی جاتی ہے۔ (ii) معلومات جس کی پیمائش بالغ خواندگی کی شرح اور مجموعی اندراج کے تناسب سے کی جاتی ہے اور (iii) عمدہ معیار زندگی جس کی پیمائش فی کس GDP (PPP US $) سے کی جاتی ہے۔

ہندوستان جو 0.412 کے ساتھ 1975 میں HDI کے 134 ویں مقام پر تھا 2005 میں اپنے موقف کو بہتر بنا کر 128 ویں مقام تک پہنچ گیا تھا لیکن 2011 میں اس کا موقف پھر نیچے چلا گیا اور HDI 0.547 کے ساتھ 134 ویں مقام پر پہنچ گیا۔

2011 میں ناروے پہلے مقام پر اور آسٹریلیا آخری مقام پر تھا۔ ہندوستان 2013 میں 187 ممالک میں HDI میں 135 ویں مقام پر تھا۔ HDI کی سالانہ رپورٹ 2019 کے مطابق، 2018 میں ہندوستان 189 ممالک میں 129 ویں مقام پر تھا۔

جنس سے متعلق اشاریہ Gender Related Index

1995 کی انسانی ترقی کی رپورٹ نے دو عالمی جنسی اشاریوں کو متعارف کی ہے۔ جو یہ ہیں: (1) جنس سے متعلق ترقی اشاریہ (GDI) اور (2) جنسی اختیار پیمانہ (GEM)

قریب جنسی مساوات ناروے، کینڈا، متحدہ ریاستیں امریکہ، انگلینڈ، جاپان، سری لنکا، چین اور انڈونیشیا میں پائی جاتی ہے اور جنسی عدم مساوات سعودی عرب، پاکستان، ہندوستان اور نائجیریا میں پائی جاتی ہے۔ دنیا میں جنسی نابرابری کے تعلق سے زیادہ واقفیت اور آگاہی پائی جاتی ہے اور جنسی نابرابری کو کم کرنے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں جنسی مساوات کے فروغ کے لئے عورتوں کی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔

جنسی اختیار پیمانہ (GEM) بتاتا ہے کہ عورتیں معاشی اور سیاسی زندگی میں موثر طور پر حصہ لینے کے قابل ہیں یا نہیں۔

انسانی غربت اشاریہ Human Poverty Index (HPI)

انسانی ترقی رپورٹ 1997 نے انسانی غربت اشاریہ کے تصور کو پیش کیا۔ یہ اشاریہ انسانی زندگی کے تین اہم اور ضروری عناصر کی محرومی پر پوری توجہ مرکوز کرتا ہے جن پر پہلے ہی پر HDI غور کیا گیا ہے۔ جو طویل العمری، معلومات اور ایک معقول معیار زندگی ہے۔ 2009 کے HDR نے حسب ذیل متغیرات کو HPI معلوم کرنے کے لئے استعمال کیا ہے: (i) لوگوں کا فیصد جن کی 40 سال کی عمر سے پہلے انتقال کرنے کی توقع ہوتی ہے۔ (ii) بالغ ناخواندہ لوگوں کا فیصد۔ (iii) ان افراد کا فیصد جن کی صحت خدمات اور صاف پینے کے پانی تک رسائی ہوتی ہے۔ (iv) پانچ سال سے کم عمر والے بچوں کا فیصد جو ناقص غذا کا شکار ہیں۔\ ترقی پذیر ممالک کا انسانی غربی اشاریہ (HPI) بتاتا ہے کہ نائجیریا، بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان میں HPI کی قدر بہت ہی اونچی ہے۔

خام قومی خوشی اشاریہ Gross National Happiness Index (GNH)

GDP کے متبادل کے طور پر ترقی کی پیمائش کے لئے بھوٹان نے خام قومی خوشی اشاریہ کی اصطلاح وضع کی۔ بھوٹان کا چوتھا بادشاہ Jigme Singye Wang chuck نے 1970 میں خام قومی خوشی کی اصطلاح کا استعمال کیا۔ خام قومی خوشی اشاریہ (GNH) کو ہمہ سمتی

طریقہ کار کی بنیاد پر تیار کیا گیا جو "Alkire Foster" طریقہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

GNH کا تصور چار بنیادی نکات کی تشریح کرتا ہے: جو اچھی حکومت، مستحکم سماجی معاشی ترقی، ثقافتی تحفظ اور ماحولیاتی تحفظ ہے۔

انسانی ترقی پر امرتیہ سین کے خیالات Views of Amartya Sen on Human Development

امرتیہ سین معاشیات میں نوبل انعام پانے والا پہلا اور واحد ہندوستانی ہے۔ امرتیہ سین کی کتاب ''ترقی بطور آزادی'' (Development as Freedom) سال 1999 میں شائع ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ لوگوں کی حقیقی آزادی کو وسعت دینے کا عمل ترقی ہے جس سے لوگ محظوظ ہوسکیں۔

سین کے خیال میں آزادی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ بھی ہے اور بنیادی ضرورت بھی۔ اس کے لئے دو وجوہات پیش کرتا ہے۔ (1) انسانی ترقی کی ایک واحد قابل قبول پیائش آزادی کا بڑھنا ہے۔ (2) ترقی کا حصول لوگوں کی آزاد ایجنسی پر منحصر ہوتا ہے۔

سین (Sen) نے پانچ قسم کی آزادیوں کا ذکر کیا ہے۔ سیاسی آزادیاں، معاشی سہولتیں، سماجی مواقع، شفافیت کی ضمانت اور حفاظتی اقدامات، سیاسی آزادیاں (تقریر کی آزادی اور انتخابات) معاشی تحفظ کو فروغ دینے میں مدد کرتی ہیں۔

سین، عام تعلیم، صحت کی نگہداشت، سماجی تحفظ، بہتر کلی معاشی پالیسیاں، پیداواریت اور ماحولیاتی تحفظ کی فراہمی کے ذریعہ ان آزادیوں کی حمایت کرنے کے لئے حکومتی اقدامات کی سفارش کرتا ہے۔

سین کے مطابق انسانی ترقی کی بنیادی تشویں ہماری اس طرح کی زندگی گذارنے کی صلاحیتوں سے ہے کہ ہمارے معمول کے مطابق GDP یا فی کس آمدنی کو بڑھانے پر زور دینے کی بجائے کسی اور چیز کو اہمیت دینے کی وجہ موجود ہے۔

1. **شرح پیدائش** : فی سال فی 1000 آبادی میں پیدا ہونے والوں کی تعداد کا تناسب
2. **شرح اموات** : فی سال فی 1000 آبادی میں مرنے والوں کی تعداد کا تناسب
3. **آبادی کا دھماکہ** : غذا کی رسد کی بہ نسبت آبادی تیزی سے بڑھتی ہے۔ اس عدم توازن کے نتیجہ میں آبادی میں کثرت سے اضافہ ہوتا ہے یعنی شرح پیدائش بہت اونچی ہوتی ہے اور شرح اموات تیزی سے کم ہونے لگتی ہے۔
4. **طفلی شرح اموات** : فی سال فی 1000 پیدا ہونے والے بچوں میں مرنے والے بچوں کی تعداد کا تناسب
5. **ماؤں کی شرح اموات** : فی سال فی لاکھ عورتوں میں مرنے والی ماؤں کا تناسب
6. **جنسی تناسب** : فی 1000 مردوں پر عورتوں کی تعداد
7. **آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم** : ابتدائی، ثانوی اور ثلثی شعبوں میں منقسم آبادی کا تناسب

8. **شرح خواندگی** : سات سال اور اس سے زیادہ عمر والی خواندہ آبادی مجموعی آبادی

9. **کل شرح بارآوری** : ایک عورت کی بچے پیدا کرنے کی تمام مدت کے دوران زندہ پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد

10. **انسانی ترقی اشاریہ** : یہ پیدائش پر زندگی کی توقع، شرح خواندگی (بالغ) مجموعی بھرتی تناسب اور فی کس خام گھریلو پیداوار کی پیمائش کرتا ہے۔

11. **جنس اختیار پیمانہ** : یہ عورتوں کی معاشی اور سیاسی زندگی میں شرکت اور معاشی وسائل پر ان کے اختیار پر توجہ دیتا ہے۔

12. **انسانی غریبی اشاریہ** : یہ لوگوں کی طول العمری، تعلیم اور مناسب معیار زندگی سے محرومی پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

ہندوستان میں آبادی کا نمو

مردم شماری سال	آبادی (ملین میں)	آبادی میں اضافہ یا کمی	آبادی میں فیصد اضافہ	آبادی کا سالانہ مجموعی شرح نمو
1891	236	--	--	
1901	236	0.0	0.0	
1911	252	1.6	5.7	
1921	251	-1	- 0.3	
(1891-1921)	__	--	**0.19**	**0.19**
1931	279	**15**	11.0	
1941	319	28	14.2	
1951	361	40	13.3	
(1921-1951)	--	42	**1.22**	**1.22**
1961	439	**110**	21.6	
1971	548	78	24.8	
1981	683	109	24.7	
(1951-1981)	--	135	**2.14**	**2.14**
1991	846	**322**	23.9	
2001	1029	161	21.5	
2011	1210	183	17.64	
(1981-2011)	--	181	--	**1.64**
		527		**(2001-2011)**

Sources : *(i) Census of India 2001. Series 1, paper 1 of 2001, provisional population totals. (ii) Economic Survey, 2009-10; (iii) Census - 2011 (provisional population totals)*

ہندوستان میں سالانہ اوسط پیدائش اور اموات کی شرحیں

دہے (Decades)	پیدائش فی ہزار آبادی پر	اموات فی ہزار آبادی پر
1891-1900	45.8	44.4
1901-1910	48.1	42.6
1911-1920	49.2	48.6
1921-1930	46.4	36.3
1931-1940	45.2	31.2
1941-1950	39.9	27.4
1951-1960	40.0	18.0
1961-1970	41.2	19.2
1971-1980	37.2	15.0
1990-1991	29.5	9.8
2000-2001	25.4	8.4
2010-2011	21.8`	7.1

Sources : *Census of India. 1971; Census of India 1981; Economic Survey 2011-12.*

ہندوستان میں جنسی تناسب

سال	عورتیں فی ہزار مردوں پر
1901	972
1911	964
1921	955
1931	950
1941	945
1951	946
1961	941
1971	930
1981	934
1991	927
2001	933
2011	940

Source : *Census of India.*

ہندوستان کی آبادی کی عمر کے لحاظ سے فیصد تقسیم

سال	0-14	15-60	60 سال اور اس سے زیادہ
	عمر کے لحاظ سے گروپ (سال)		
1911	38.8	60.2	1.0
1961	41.0	53.3	5.7
2001	35.6	58.2	6.3

Sources : *IAMR, Fact Book on Manpower; Census of India, 1981, Series I, Paper 2 of 1983.*

ہندوستان میں کام کرنے والی آبادی کی پیشہ ورانہ تقسیم (فیصد)

پیشہ	1951	1961	1971	1981	1991	2001	2010
1. ابتدائی شعبہ	72.1	71.8	72.1	68.8	66.8	56.7	51.1
2. ثانوی شعبہ	10.7	12.2	11.1	13.6	12.7	18.2	22.4
3. ثلثی شعبہ	17.2	16.0	16.8	17.6	20.5	25.1	26.5

Sources : *Indian Economy, S.K. Misra & V.K.Puri , 2012 Edition;*

Indian Economy, Datt & Sundharam, 2012 Edition

ہندوستان میں شرح خواندگی

سال	اشخاص	مرد	عورتیں
1951	18.3	27.2	8.9
1961	28.3	40.4	15.3
1971	34.5	46.0	22.0
1981	41.4	53.4	28.5
1991	52.2	64.1	39.3
2002	64.8	75.8	52.1
2011	74.0	82.1	65.5

Sources : *Census of India, 2001; Census of India, 2011.*

ہندوستان میں غربت Poverty In India

جب سماج کا ایک قابل لحاظ حصہ اقل ترین معیاری زندگی سے محروم ہو جاتا ہے اور محض گزارے کی سطح پر زندگی بسر کر رہا ہے تو ایسے

سماج کو شدید غربت کا شکار کہا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں غربت کی وقوع پذیری Incidence of Poverty in India

رنگا راجن پٹیل نے حکومت کو مشورہ دیا کہ جو لوگ (2011-12ء میں) دیہی علاقوں میں فی ماہ 972 روپئے سے زیادہ اور شہری علاقوں میں فی ماہ 1407 روپئے سے زیادہ خرچ کرتے ہیں غربت کی تعریف میں نہیں آتے اس طرح رنگا راجن کمیٹی کے مطابق کل ہند غربت کی اصطلاح میں پانچ افراد پر مشتمل خاندان کے لئے صرف کے اخراجات دیہی علاقوں میں ماہانہ 4860 روپئے اور شہری علاقوں میں ماہانہ 7035 روپے ہوں گے اگر یومیہ کی بنیاد پر حساب کیا جائے تو اس کا مطلب (2011-12 میں) یومیہ فی کس دیہی علاقوں میں 32 روپئے اور شہری علاقوں میں روپے 46 ہوگی۔ ٹنڈولکر طریقہ کار کے مطابق 2011-12 کے لئے خط غربت دیہی علاقوں میں 816 روپئے اور شہری علاقوں میں 1,000 روپئے ہے جس کا حساب اگر یومیہ بنیاد پر کیا جائے تو وہ دیہی علاقوں میں 27 روپے فی یوم اور شہری علاقوں میں 33 روپے فی یوم حاصل ہوگا۔ ٹنڈولکر کمیٹی نے اس کو بالترتیب 4080 روپے اور 5000 روپے متعین کیا ہے۔

غربت خلاء اشاریہ The Poverty Gap Index

غربت خلاء انڈیکس خط غربت سے نیچے کا فاصلہ ہے۔ جس کو اس خط کے ایک تناسب کے طور پر بتایا جاتا ہے۔ (جہاں غیر۔غریب کو صفر غربت خلاء شمار کرتے ہوئے کل آبادی پر اوسط نکالا جاتا ہے) پس غربت خلاء اس منتقلی کی پیائش کرتا ہے جو ہر غریب فرد کی آمدنی کو خط غربت تک لاتی ہے۔ اس طرح غربت کو ختم کرتی ہے۔ اس طرح سے غربت خلاء غربت کی گہرائی کے ساتھ ساتھ اس کی وقوع پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ غربت خلاء انڈیکس کو مندرجہ ذیل اصول کی مدد سے شمار کیا جاتا ہے۔

غربت خلا = یا $G = \frac{Z - Y}{Z}$

بے روزگاری کی اقسام Types of Unemployment

بے روزگاری کی مختلف اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

1. **ساختی بے روزگاری:** اس قسم کی بے روزگاری کا تعلق ملک کی معاشی ساخت سے ہے۔ آبادی میں تیزی سے اضافہ اور مزدوروں کی عدم نقل پذیری کی وجہ سے جب مزدوروں کی طلب ان کی رسد سے کم ہوتی ہے تو معیشت میں بے روزگاری رونما ہوتی ہے۔ ہندوستانی بے روزگاری کا تعلق بنیادی طور پر اس زمرہ کی بے روزگاری سے ہے۔
2. **کم روزگاری:** وہ مزدور کم روزگار کے تحت تصور کئے جاتے ہیں جنہیں کام تو حاصل ہوتا ہے لیکن ان کی استعداد اور قابلیت کا بھرپور اور مکمل استعمال نہیں ہوتا جس کے نتیجہ میں پیداوار میں ان کا حصہ بھی محدود ہوتا ہے۔ جس ملک میں اس قسم کی بے روزگاری پائی جاتی ہے وہ اپنے مزدوروں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں ناکام ہوجاتا ہے۔
3. **پوشیدہ بے روزگاری:** ایک شخص پیداواری عمل میں کچھ بھی تعاون نہیں کرتا یا دوسرے الفاظ میں اگر اس کو کام سے ہٹا دیا جائے تو پیداوار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اس کو چھپا ہوا بے روزگار کہا جائے گا۔ کم ترقی یافتہ/ترقی پذیر معیشتوں کے زرعی شعبہ میں اس قسم کی بے روزگاری بڑے پیمانہ پر پائی جاتی ہے۔

4. **کھلی بے روزگاری:** جب مزدور بغیر کسی کام کے رہتے ہیں یا انہیں کوئی کام میسر نہیں ہوتا تو وہ کھلی بے روزگاری کے زمرے میں آتے ہیں۔ تعلیم یافتہ بیروزگار اور غیر ہنر مند مزدور' کھلی بے روزگاری میں شامل ہیں۔

5. **تعلیم یافتہ بے روزگاری:** جب کوئی تعلیم یافتہ/تربیت یافتہ اور ہنر مند کوئی کام یا ملازمت حاصل کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو اس کو تعلیم یافتہ بے روزگار کہا جاتا ہے۔

6. **مزاحمتی بے روزگاری:** عارضی بے روزگاری جو مزدوروں کے ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ میں منتقلی کے دوران پیدا ہوتی ہے' مزاحمتی بے روزگاری کہلاتی ہے۔

7. **موسمی بے روزگاری:** موسمی تغیرات کی بنیاد پر طلب میں تبدیلی کی وجہ سے موسمی بے روزگاری رونما ہوتی ہے۔

8. **چکری بے روزگاری:** چکری بے روزگاری کی بنیادی وجہ کاروباری سرگرمیوں کا ٹھپ ہو جانا ہے۔ عام طور پر ترقی یافتہ ممالک میں اس قسم کی بیروزگاری دیکھنے کو ملتی ہے۔

9. **تکنیکی بے روزگاری:** جب نئی اور جدید ٹکنالوجی متعارف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے کچھ مزدوروں کی منتقلی عمل میں آتی ہے اس کو تکنیکی بے روزگاری کہتے ہیں۔

10. **غیر روزگاری:** وہ لوگ جو ترقی پذیر ممالک میں گھریلو سرگرمیوں میں مصروف ہیں یا غیر منظم شعبہ میں کام کر رہے ہیں غیر روزگاری کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں۔

بے روزگاری کے اسباب Causes of Unemployment

1. **ملازمتوں کے بغیر نمو:** معاشی منصوبہ بندی کی ابتدائی تین دہائیوں کے دوران GDP کی شرح نمو کم سے کم سالانہ 3.5 تھی۔ اس عرصہ میں روزگار میں سالانہ 2 فیصد کی مناسب شرح سے اضافہ ہوا۔ تاہم اس کے بعد GDP کی شرح نمو میں قابل لحاظ اضافہ ہوا' روزگار کی شرح نمو میں تیزی سے کمی درج کی گئی۔

2. **مزدور قوت میں اضافہ:** آزادی کے بعد سے شرح اموات میں تیزی سے کمی واقع ہوئی اور ملک آبادیاتی تبدیلی کے دوسرے مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے۔ 1960 کی دہائی میں آبادی کی شرح نمو میں سالانہ 2.2 فیصد کا اضافہ ہوا' اس کے نتیجہ میں مزدور قوت میں بھی سالانہ 1.9 فیصد کا اضافہ ہوا۔

3. **ناموزوں ٹکنالوجی:** ہندوستان میں ''اصل'' ایک کم یاب عامل ہے جب کہ محنت پیداوار کے لئے کثرت سے دستیاب ہونے والا عامل ہے' ان حالات میں اگر مارکٹ قوتیں آزادانہ اور موثر طریقہ سے کارفرما ہوتیں تو ملک پیداواری کے لئے جدید ٹکنالوجی کو اختیار کیا ہوتا۔

4. **نامناسب تعلیمی نظام:** ہندوستان میں تعلیمی نظام ناقص ہے۔ درحقیقت یہ وہی تعلیمی نظام ہے جو نوآبادیاتی دور میں میکالے نے اس ملک میں متعارف کروایا تھا۔ گنار مرڈل (Gunnar Myrdal) کے خیال میں ہندوستان کی تعلیمی پالیسی کا مقصد انسانی وسائل کی ترقی نہیں ہے' اس سے محض حکومت اور خانگی اداروں کے لئے کلرک (گماشتے) اور نچلے درجہ کے منتظمین پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کی تعلیم مہیا کرنے والے اداروں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ہی بیروزگاری میں اضافہ ناگزیر ہے۔

5. **جدید آزاد معاشی پالیسی:** ہندوستان میں 1990 کی دہائی کے ابتداء میں جدید آزاد ساختی اصلاحات کے تعارف کے ساتھ ہی

آمدنی میں عدم مساوات کا اضافہ بھی ہوا ہے۔ آمدنی کی عدم مساوات میں اضافہ عام طور پر طلب میں تخفیف' کساد بازاری اور بے روزگاری کا باعث بنتا ہے۔

غربت اور بے روزگاری کے اصلاحی اقدامات ۔حکومتی اقدامات

Remedial Measures of Poverty and Unemployment - Government Initiatives

1973ء میں بھاگوتی کمیٹی کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد حکومت نے روزگار کی فراہمی کم روزگاری کو دور کرنے کے لئے مختلف اقدامات کئے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ نظریہ غربت اور بے روزگاری کے خاتمے میں ناکام رہا بلکہ گزشتہ سالوں کے دوران غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا اور اس کے نتیجہ میں منصوبہ سازوں نے انسداد غربت کے سلسلہ میں چار بڑے زمروں کے پروگراموں کو مختلف مراحل میں اختیار کیا۔

1. دیہی غریبوں کے لئے وسائل اور آمدنی کی ترقی کے پروگرام
2. خصوصی علاقہ ترقیاتی پروگرام
3. اضافی روزگار کے مواقع کی تخلیق کے لئے کام کے پروگرام اور
4. غریبوں کی صرف کی سطح کو بڑھانے کے لئے اقل ترین ضرورتوں کا پروگرام۔ تاکہ ان کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہوسکے۔

1. **وسائل اور آمدنی و ترقیاتی پروگرام:** ملک میں 1970 کے بعد سے اس زمرہ کے خصوصی پروگرام یہ ہیں: چھوٹے کاشتکار کی ترقیاتی ایجنسی (SFDA)' حاشیائی کاشتکار اور زرعی مزدو ایجنسی (MFAL) مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP) وغیرہ۔ یہ تمام پروگرام دیہی غریبوں کی آمدنی اور وسائل بڑھانے کے لئے متعارف کرائے گئے۔

2. **خصوصی علاقہ ترقیاتی پروگرام:** اس زمرہ میں خشک سالی علاقہ پروگرام (DPAP)' ریگستان ترقیاتی پروگرام (DDP)' پہاڑی ترقیاتی پروگرام جیسے پروگراموں کو شامل کیا گیا ہے جن کا مقصد جنگل بانی اور ڈیری (Dairy) کے ذریعہ علاقوں کی ترقی ہے تاکہ ان علاقوں کے کمزور طبقات کی آمدنی میں اضافہ ہوسکے۔

3. **اضافی روزگار کی تخلیق کے پروگرام:** تیسرے زمرہ میں روزگار کی تخلیق یا قومی دیہی روزگار تخلیق پروگرام شامل ہیں جیسے قومی دیہی روزگار پروگرام (NREP)' دیہی بے زمین روزگار گیارنٹی پروگرام (RLEGP)' غذا برائے کام پروگرام (FWP) اور وزیر اعظم مربوط شہری غریبی ہٹاؤ پروگرام (PMIUPEP) وغیرہ جن کا مقصد غریبوں کے لئے اضافی روزگار کی تخلیق ہے۔ NREP کی ساخت کو از سر نو تبدیل کر کے Mahatma Gandhi National Rural Employment Generation Programme (MGNREGP) کا نام دیا گیا۔

4. **اقل ترین ضرورتوں کا پروگرام:** چوتھے زمرہ میں اقل ترین ضرورتوں کا پروگرام' بیس نکاتی پروگرام شامل ہیں جن کا مقصد غریب طبقات کی صرف کی سطح میں اضافہ کرنا ہے تاکہ ان کی پیداواری صلاحیت بڑھ سکے۔ ان میں دیہی اور شہری دونوں ہی غریبوں کے لئے ابتدائی تعلیم' صحت' پانی' سڑکیں' بجلی' مکانات اور غذا وغیرہ کی فراہمی شامل ہے۔ امرتیہ سین کا حصول حق کا طریقہ کار مندرجہ بالا پہلوؤں پر زور دیتا ہے۔ انسداد غربت کے لئے مرکزی اور ریاستی سطح پر مختلف حکمت عملیاں روبعمل لائی گئیں۔

غربت کے خاتمہ اور روزگار کی تخلیق کے مختلف پروگرامس جو وقفہ وقفہ سے ہندوستان میں روبعمل لائے گئے پر ایک طائرانہ نظر جدول میں پیش کی گئی ہے:

ہندوستان میں غربت کے خاتمہ اور تخلیق روزگار کے پروگرام

Poverty Alleviation and Employment Generation in India Programmes

سلسلہ نمبر	پروگرام	آغازِ سال	مقاصد
1.	طبقہ واری ترقیاتی پروگرام CDP	1952	عوام کی شراکت کے ساتھ دیہی علاقوں کی مجموعی ترقی
2.	طمانیت روزگار اسکیم	1972-73	دیہی علاقوں کے کمزور طبقوں کی مدد کرنا
3.	تیز تر دیہی سربراہی آب پروگرام ARWSP	1972-73	گاؤں میں پینے کے پانی کی سربراہی
4.	خشک سالی علاقہ پروگرام (DPAP)	1973	زیر زمین پانی کی ترقی
5.	دیہی روزگار کی کراش اسکیم	1973	دیہی روزگار کے لئے
6.	حاشیائی کاشتکاری اور زرعی مزدور ایجنسی	1973	تکنیکی اور مالی امداد کے لئے
7.	(MFALA)	1974	تکنیکی اور مالی امداد کے لئے
8.	چھوٹے کاشتکار ترقیاتی ایجنسی (SFDA)	1975	آبپاشی کا استعمال
9.	کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام (CADP)	1977	غریبی کا خاتمہ
10.	20 نکاتی پروگرام (TPP)	1977	ریگستان کے پھیلاؤ پر قابو پانا
11.	ریگستان ترقیاتی پروگرام (DDP)	1977	مزدوروں کو غذائی اجناس کی فراہمی (ترقیاتی کاموں کے لئے)
12.	غذا برائے کام پروگرام (FWP)	1979	تربیتی پروگرام
13.	خودروزگار کیلئے دیہی نوجوانوں کے تربیت کا	1980	دیہی غریبوں کی ہمہ گیر ترقی
14.	پروگرام (TRYSEM)	1980	دیہی غریبوں کو نفع بخش روزگار فراہم کرنا
15.	مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP)	1982	دیہی علاقوں میں خودروزگار مواقعوں کی فراہمی
16.	قومی دیہی روزگار پروگرام (NREP)	1983	روزگار کی فراہمی
17.	دیہی علاقوں میں خواتین اور بچوں کی ترقی	1984	مالی اور تکنیکی امداد فراہم کرنا
18.	(DWCRA)	1986	دیہی ترقی کے لیے مالی امداد
19.	دیہی بے زمین روزگار طمانت پروگرام	1989	سبسیڈی اور بینک قرض فراہم کرنا
20.	(RLEGP)	1989	دیہی علاقوں میں روزگار کی فراہمی
21.	تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کیلئے خود	1993	شہری علاقوں میں روزگار کی فراہمی
22.	روزگار (SEEUY)	1993	دیہاتوں میں 100 دن کا روزگار
23.	قومی مالیہ برائے دیہی ترقی (NFRD)	1993	ترقی کے لئے فی کس ایک کروڑ روپئے
24.	شہری غریبوں کے لئے خود روزگار پروگرام	1993	دیہی ترقی کے لئے مالی امداد
	(SEPUP)		
	جواہر روزگار یوجنا (JRY)		
	نہرو روزگار یوجنا (NRY)		
	طمانیت روزگار اسکیم (EAS)		
	رکن پارلیمان کا مقامی علاقہ ترقی اسکیم		
	(MPLADS)		
	ضلع دیہی ترقیاتی ایجنسی (DRDA)		

.29	(PMIUPEP)	1995	کم قسط کے ساتھ انشورنس
.30	دیہی علاقوں میں گروپ لائف انشورنس اسکیم	1995	خطِ غربت سے نیچے لوگوں کی مدد
.31	(GLISRA)	1997	خواتین میں خواندگی کو بڑھانا
.32	قومی سماجی امداد پروگرام (NSAP)	1997	شہری روزگار کی فراہمی
.33	کستورباگاندھی تعلیم اسکیم (KGES)	1998	خواتین کو انشورنس تحفظ
.34	سورنا جیوتی گرام سہاری روزگار یوجنا	1999	معمر شہریوں کو 10 کلوگرام چاول فراہم کرنا (جو پنشن نہیں
.35	(SJSRY)	1999	پاتے)
.36	راجہ راجیشوری مہیلا کلیان یوجنا(RMKY)	1999	رہائش، صفائی اور پینے کا پانی فراہم کرنا
.37	انا پورنا یوجنا	1999	دیہی غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ
.38	ساگر آواز یوجنا (SAY)	2000	دیہی بنیادی سہولیات کی تخلیق
.39	سورنا جیوتی گرام سوا روزگار (SJGSY)	2000	خطِ غربت سے نیچے لوگوں کے لیے بیمہ
.40	جواہر گرام سمریدھی یوجنا (JGSY)	2000	دیہاتوں میں بنیادی ضروریات کی تکمیل
.41	جنا شری بیمہ یوجنا (JSBY)	2001	غریبوں کے لئے غذائی تحفظ
.42	پردھان منتری گراموِدیا یوجنا (PMGY)	2001	ان مزدوروں کے لئے معاوضہ کی فراہمی جو روزگار کھو چکے
.43	انتودیا انّا یوجنا (AAY)	2001	ہیں
.44	آشرایا بیمہ یوجنا (ABY)	2001	تمام دیہاتوں تک پختہ سڑکیں ملانا
.45	پردھان منتری گرام سڑک یوجنا (PMGSY)	2001	بے زمین زرعی مزدوں کے لئے بیمہ
.46	کھیتی ہار مزدور، بیمہ یوجنا (KMBY)	2001	خطِ غربت سے نیچے بچوں کی تعلیم
.47	شیکھشا سایوگ یوجنا (SSY)	2001	روزگار اور غذائی تحفظ
.48	سمپورنا گرامینا روزگار یوجنا (SGRY)	2004	غربت زدہ اضلاع میں روزگار کی فراہمی
.49	جے پرکاش نارائن روزگار گیارنٹی یوجنا	2004	شہری علاقوں میں جھوپڑ پٹی مکانوں کی تعمیر
.50	(JPNRGY)	2004	غیر منظم شعبہ کے مزدوروں کے لئے بیمہ، وظائف اور ادویات کی
.51	والمیکی امبیڈکر آواز یوجنا (VAMBAY)	2005	فراہمی
.52	سوشیل سیکوریٹی پائلٹ اسکیم (SSPS)	2005	اضافی اُجرت روزگار کی فراہمی
	نیشنل فوڈ فار ورک پروگرام (NFFWP)		حاملہ خواتین کے لئے تحفظ
.53	وندے ماترم اسکیم (VMS)	2006	متوقع ماؤں کی نگہداشت
	جننی سورکشا یوجنا (JSY)		دیہی بنیادی سہولیات (آبپاشی، آب رسانی، سڑکیں، ٹیلی
	بھارت نرمان پروگرام (BNP)		فون اور بجلی کی فراہمی)
			دیہی علاقوں میں کم سے کم 100 یوم کے با اُجرت روزگار کی
	مہاتما گاندھی قومی دیہی روزگار گیارنٹی اسکیم		فراہمی
	(MGNREGS)		

غربت پر ابھیجیت بینرجی کے خیالات Views of Abhijit Benerjee on Poverty

ابھیجیت ونائک بینرجی (پیدائش 21 فروری 1961ء ممبئی ہندوستان) وہ ہندوستانی نژاد امریکی ماہر معاشیات جن کو ایسٹر ڈفلو اور مائیکل کریمیر کے ہمراہ ''عالمی غربت کے خاتمہ کے لئے ایک اختراعی تجربات طریقہ کار کی تیاری میں مدد کرنے پر'' 2019ء میں معاشیات کے نوبل انعام سے نوازا گیا۔ بینرجی میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (MIT) میں پروفیسر ہیں۔

بے روزگاری سے متعلق اہم اصطلاحات

قومی آمدنی : متعینہ سال میں پیدہ شدہ اشیاء اور خدمات کی دوہری گنتی کے بغیر شمار کی جانے والی قدر

فی کس آمدنی : قومی آمدنی ÷ آبادی

معیاری شخصی سال : ایک شخص سال کے 273 دن روزانہ 8 گھنٹے کام کرتا ہے اس کو معیاری شخصی سال میں برسر روزگار قرار دیا جائے گا

کم روزگاری : مزدوروں کے وقت کا کم استعمال، چند مزدور جو عام طور پر برسرکار رہوتے ہیں موسم کی وجہ انہیں سال بھر کام نہیں ملتا یا ان کی محنت کا وقت مکمل استعمال نہیں کیا جاتا

موسمی بیروزگاری : یہ موسمی تغیر پر طلب میں تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے

تعلیم یافتہ بے روزگاری : ایک آدمی جو تعلیم یافتہ/تربیت یافتہ اور ہنرمند ہونے کے باوجود اپنی قابلیت کے لحاظ سے ملازمت حاصل کرنے میں ناکام ہوتا ہے

ساختی بے روزگاری : ناکافی پیداواری صلاحیت سے متعلق صورتحال جو قابل کار اور کام کرنے کے لئے آمادہ تمام افراد کے لئے روزگار کی تخلیق نہیں کرسکتی

چھپی ہوئی بے روزگاری : ایک آدمی جس کی حاشیائی پیداوار صفر ہوتی ہے یا جب ضرورت سے زیادہ لوگ کام پر لگائے جاتے ہیں

مزاحمتی بے روزگاری : عارضی بے روزگاری جو مزدوروں کے ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ میں منتقلی کے دوران پیش آتی ہے

کھلی بے روزگاری: : جب مزدور بغیر کسی کام کے رہتے ہیں یا انہیں کوئی کام میسر نہیں ہوتا

غیر۔روزگاری : وہ لوگ جو ترقی پذیر ممالک میں گھریلو سرگرمیوں میں مصروف ہیں یا غیر منظّم شعبہ میں کام کر رہے ہیں

قطعی غربت : وہ آدمی جس کی آمدنی یا صرف خرچ اتنا کم ہو کہ وہ گزارے کی سطح سے کم زندگی بسر کرتا ہو

نسبتی غربت : کم آمدنی والے لوگ، اونچی آمدنی والے لوگوں کے مقابلہ میں نسبتاً غریب ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ وہ اقل ترین گزارے کی سطح سے اوپر زندگی بسر کرتے ہیں۔

غربت خلاء : خط غربت - غریب کا اوسط صرف خرچ ÷ خط غربت

خط غربت : خط غربت جس میں ماہانہ فی کس صرف والے طبقہ کے درمیانی نقطہ کے طور پر دیہی علاقوں میں فی شخص فی یوم 2400 حرارے اور شہری علاقوں میں فی شخص فی یوم 2100 حرارے حاصل ہوتے ہیں

منصوبہ بندی Planning

ٹوڈارو (Todaro) کے مطابق' معاشی منصوبہ بندی سے مراد' کسی مخصوص متعینہ وقت میں پہلے سے طئے شدہ مقاصد کے حصول کے لئے حکومت کی دانستہ رشعوری کوشش ہے جو کسی مخصوص ملک یا علاقے میں بنیادی معاشی متغیرات (یعنی صرف' سرمایہ کاری' بچت' برآمدات اور درآمدات وغیرہ) پر راست طور پر ان کی تبدیلیوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

منصوبہ بندی کے اقسام Types of Planning

1. **سرمایہ داریت کے تحت منصوبہ بندی (Planning under Capitalism)** : سرمایہ داری نظام' بازاری قوتوں تجارتی آزادی اور گاہکوں کی مرضی سے ماخوذ ہے۔ ذاتی مفاد اور منافع کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کی رہنمائی کرنا ہے۔ سرمایہ داریت اور منصوبہ بندی دونوں کبھی ایک ساتھ نہیں مل سکتے۔

2. **مخلوط معیشت کے تحت منصوبہ بندی (Planning in a mixed economy)**: مخلوط معیشت میں عوامی شعبہ اور خانگی شعبہ پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان' مخلوط معیشت کی ایک بہترین مثال ہے۔ مخلوط معیشت میں مرکزی منصوبہ ساز ارباب اختیار منصوبہ کو تیار کرتے ہیں اور خانگی شعبہ بھی اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ منصوبہ کے مقاصد کے حق میں' منصوبہ پر عمل آوری کے ذریعہ خانگی شعبہ کا تعاون اور اسے منظم و کنٹرول کیا جاتا ہے۔

3. **اشتراکیت کے تحت منصوبہ بندی (Planning Under Socialism)**: اشتراکی معیشت کے لئے معاشی منصوبہ بندی لازمی ہوتی ہے۔ مرکزی منصوبہ ساز ادارہ' منصوبہ کے مقاصد کے مطابق وسائل کو متحرک کرتا اور مختلف شعبہ جات میں وسائل کی تقسیم عمل میں لاتا ہے۔ وسائل کی تقسیم میں بازاری قوتوں کا کوئی رول نہیں ہوتا۔ معاشی منصوبوں کو اشتراکی معیشت کے متن او رروح دونوں حیثیتوں میں روبعمل لایا جاتا ہے۔

4. **جمہوری منصوبہ بندی بمقابلہ آمرانہ منصوبہ بندی (Democratic Planning versus Authoritarian Planning)**: جمہوری منصوبہ بندی میں حکومت تمام ذرائع پیداوار پر کنٹرول نہیں رکھتی بلکہ عوام کی رائے کو فوقیت دیتے ہوئے عوام کی مدد کرتی ہے۔ منصوبہ بندی کی اس قسم میں مجموعی معیشت منصوبہ ساز اتھاریٹی کی جانب سے رہنمائی اور کنٹرول کی جاتی ہے۔ انیسویں صدی کے ابتدائی چند دہوں میں سوویت روس (USSR) میں اس قسم کی منصوبہ بندی رائج تھی۔

5. **مرکوز اور غیر مرکوز منصوبہ بندی (Centralised and Decentralised Planning)**: سابقہ سوویت روس نے مرکوز منصوبہ بندی کو اختیار کیا تھا۔ یہ ایک اشتراکی منصوبہ بندی ہے۔ غیر مرکوز منصوبہ بندی دراصل مخلوط معیشت میں پائی جاتی ہے جیسے ہندوستان۔ اس میں تمام اہم فیصلے منصوبہ ساز ارباب کرتے ہیں اور اکائیوں (Units) کو عمل آوری کی آزادی دی جاتی ہے۔ جب کہ غیر مرکوز منصوبہ بندی میں عمل آوری کے لئے اکائیوں (Units) کے مابین ربط کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

6. **بالائی (اوپر سے) اور زیریں (نیچے سے) منصوبہ بندی (Planning from above and below)**: بالائی منصوبہ بندی میں مرکزی منصوبہ ساز ادارے پورے ملک کے لئے منصوبہ تیار کرتے ہیں اور اسے علاقائی اکائیوں کو بھیجتے ہیں جس پر علاقائی اکائیاں جوں کا توں عمل درآمد کرتے ہیں۔ زیریں منصوبہ بندی میں علاقائی ضروریات اور حالات کی بنیاد پر منصوبہ تیار کیا جاتا ہے۔

7. تناظری منصوبہ اور سالانہ منصوبہ (Perspective Planning and Annual Planning): تناظری منصوبہ بندی طویل مدتی منصوبہ بندی ہوتی ہے جس میں نشانے (Targets) 15 تا 20 سال یا 25 سال کے لئے متعین کئے جاتے ہیں۔ یہ طویل مدتی مقاصد کی تکمیل کا ترقیاتی خاکہ ہوتا ہے۔ درحقیقت سالانہ منصوبے کسی مخصوص سال میں معیشت کے حقیقی کام کرنے کا تختہ مشق (Work sheet) ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں پنج سالہ منصوبوں کے اہم مقاصد

مرکزی حکومت کے تحت ترقیاتی پروگرامس کی منصوبہ بندی کو منظور کیا گیا اور مارچ 1950 میں منصوبہ بندی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ ملک کے وسائل کا متوازن اور موثر انداز میں استفادہ کے لئے منصوبہ سازی کی جائے اس طرح سے آزاد ہندوستان میں 1950 سے منصوبہ بندی کے دور کا آغاز ہوا۔

منصوبہ بندی کا دور The Planning Era

پہلے پنچسالہ منصوبے کی میعاد (56-1951) تھی جس کی تکمیل کے ساتھ ہی دوسرا پنچسالہ منصوبہ (61-1956) اور تیسرا پنچسالہ منصوبہ (66-1961) تک جاری رہا۔ اس کے بعد بیرونی عداوت یعنی پاکستان کے ساتھ جنگ اور شدید قحط سالی کے حالات کے سبب تین سال کے لئے منصوبہ تعطیل (Plan Holiday) کو اختیار کیا گیا۔ ملک میں 67-1966، 68-1967، 69-1968 کے لئے تین سالانہ منصوبے اختیار کئے گئے۔ 1969 میں چوتھے پنچسالہ منصوبے کی تجدید کی گئی جس کی میعاد (74-1969) تھی۔ اس کے بعد (79-1974) کے لئے پانچواں پنچسالہ منصوبہ عمل میں آیا لیکن اقتدار میں تبدیلی کے سبب اپنی مقررہ میعاد مکمل نہیں کرسکا۔ اور جنتا حکومت نے اقتدار سنبھالا اور چھٹویں پنچسالہ منصوبے کا آغاز کیا جس کی میعاد (83-1978) تھی۔ لیکن 1980 میں دوبارہ حکومت کی تبدیلی کے ساتھ نیا چھٹواں پنچسالہ منصوبہ شروع کیا گیا جس کی میعاد (85-1980) تھی۔ اس کے بعد ساتواں پنچسالہ منصوبہ (90-1985) عمل میں لایا گیا۔ آٹھویں پنچسالہ منصوبے کا آغاز اپریل 1990 سے ہونا چاہئے تھا لیکن اسے قطعیت نہیں دی گئی اور دوبارہ سالانہ منصوبے دو سال کے لئے عمل میں لائے گئے۔ آٹھویں پنچسالہ منصوبے کا آغاز 1992 سے ہوا جس کی میعاد (97-1992) تھی۔ اس کے ساتھ ہی نویں پنچسالہ منصوبہ (2002-1997) تک رہا اور دسواں پنچسالہ منصوبہ (2007-2002) کی مدت تک رہا۔ گیارہویں پنچسالہ منصوبے کو (2012-2007) کے لئے تشکیل دیا گیا۔ اس کے بعد بارہواں پنچسالہ منصوبے کا آغاز یکم اپریل 2012 کو ہوا اور اس کی میعاد (17-2012) تھی۔

چند اہم طویل مدتی سماجی معاشی مقاصد تمام پنچسالہ منصوبوں میں بار بار دہرائے گئے۔ جو مقاصد یہ ہیں: (1) معاشی نشوونما (2) خود انحصاری (3) متوازن علاقائی ترقی (4) روزگار کے مواقع میں توسیع (5) آمدنی کی عدم مساوات میں کمی۔ (6) غربت کا خاتمہ۔ (7) جدیدیت۔ (8) شمولیت پرمبنی نمو (Inclusiveness) اور مستحکم نشونما۔

مجموعی حیثیت سے ہندوستان نے بارہ پنچسالہ منصوبوں (2017-1951) کی تکمیل کرلی ہے۔ ذیل میں پنچسالہ منصوبوں کے تحت مختلف مقاصد کو درج کیا جاتا ہے۔

مختلف منصوبوں کے تحت اہم مقاصد(1951-2012)

منصوبے	منصوبے کی میعاد	اہم مقاصد
I	1951-56	زراعت اور آب پاشی کی ترقی
II	1956-61	بڑے پیمانے کی مصنوعات کی ترقی
III	1961-66	غذائی اجناس کی پیداوار میں خود کفالت
IV	1969-74	مستحکم نشونما، خود انحصاری اور غریبی ہٹاؤ
V	1974-79	غربت کا خاتمہ اور خود انحصاری
VI	1980-85	نفع بخش روزگار کی فراہمی کے ذریعہ غربت کا خاتمہ
VII	1985-90	غذائی اجناس کی پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں اضافہ
VIII	1992-97	انسانی وسائل کی ترقی
IX	1997-2002	مساوات، معاشی نشو ونما، سماجی انصاف کے ساتھ
X	2002-2007	مساوات، سماجی انصاف، انسانی وسائل کے معیار میں توسیع
XI	2007-2012	شمولیت پر مبنی نشونما
XII	2012-2017	تیز تر، مستحکم اور مزید شمولیت پر مبنی نشو ونما

پنچ سالہ منصوبوں کا جائزہ Review of Five Year Plans

معاشی نمو Economic Growth

20 ویں صدی کے ابتدائی نصف دور میں فی کس آمدنی میں تقریباً جمود طاری تھا جب کہ قومی آمدنی میں نشونما نہایت ہی کم ترین تھی۔ 20 ویں صدی کے آخری نصف دور میں خام گھریلو پیداوار (GDP) اور فی کس خام گھریلو پیداوار (Per capita GDP) میں نمو مستحکم (Steady Growth) ہوتا رہا۔

منصوبوں کی مدت کے دوران، قومی آمدنی میں نمو (Growth) سالانہ 1 فیصد تھا۔ جو 0.3 فیصد شرح نمو زراعت میں اور 2 فیصد صنعت پر مشتمل تھا۔ فی کس آمدنی میں نمو، منصوبوں کی مدت کے دوران 0.2 سالانہ فیصد تھی۔ سال 01-1900 اور 47-1946 کے دوران 39-1938 کی مستقل قیمتوں پر متحد ہندوستان کی قومی آمدنی میں 15.4 بلین روپیوں سے 24.9 بلین روپیوں یعنی 60 فیصد کا اضافہ ہوا۔ جب کہ فی کس آمدنی میں 54 روپیوں سے 60 روپیوں یعنی صرف 11 فیصد کا اضافہ ہوا۔ ایک تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ 51-1950 اور 05-2004 کے دوران مستقل قیمتوں پر خام گھریلو پیداوار (GDP) میں 1000 فیصد کا اضافہ ہوا۔ جب کہ فی کس خام گھریلو پیداوار (Per Capita GDP) میں 250 فیصد کا اضافہ ہوا۔ اس پس منظر کے برخلاف 1951 سے 2017 کے منصوبوں کی میعاد کے دوران معاشی نمو کی ساخت کا اندازہ لگانے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ جدول 4.2 مختلف منصوبوں کے تحت متعینہ نشانے

(Targets) اور محصولہ حقیقی شرح نمو کے متعلق اعداد و شمار فراہم کرتا ہے۔

پنچ سالہ منصوبوں میں نمو کی کارکردگی (1993-94 کی قیمتوں پر) (عامل لاگت پر خالص قومی پیداوار (سالانہ فیصد میں)

سلسلہ نشان	منصوبے	نشانہ	حاصلات
.1	پہلا منصوبہ (1951-56)	2.1	3.6
.2	دوسرا منصوبہ (1956-61)	4.5	4.1
.3	تیسرا منصوبہ (1961-66)	5.6	2.8
.4	چوتھا منصوبہ (1969-74)	5.7	3.3
.5	پانچواں منصوبہ (1974-79)	4.4	4.8
.6	چھٹواں منصوبہ (1980-85)	5.2	5.7
.7	ساتواں منصوبہ (1985-90)	5.0	6.0
.8	آٹھواں منصوبہ (1992-1997)	5.6	6.8
.9	نواں منصوبہ (1997-2002)	6.5	5.4
.10	دسواں منصوبہ (2002-2007)	8.0	7.5
.11	گیارہواں منصوبہ (2007-12)	9.0	8.3
.12	بارہواں منصوبہ (2012-17)	8.9	-

نوٹ: پہلے تین پنچسالہ منصوبوں میں نمو کے نشانے قومی آمدنی سے متعلق متعین کئے گئے۔ چوتھے منصوبے کے لئے خالص گھریلو پیداوار (NDP) کا استعمال کیا گیا۔ اور بعد کے تمام منصوبوں میں خام گھریلو پیداوار (GDP) کا استعمال کیا گیا۔

روزگار کے مواقع میں توسیع Enhancement of Employment Opportunities

منصوبہ بندی کی شروعات میں ملک میں بیروزگاری میں اضافہ اور بعد کے برسوں کے دوران بیروزگاری میں کمی ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح بیروزگاری کا خاتمہ عمل میں لایا جارہا ہے۔ NSSO (National Sample Survey Organisation) کے 68ویں راؤنڈ کے مطابق: شرح بیروزگاری ' Usual Principal Status (UPS) کے مطابق 2011-12 میں 2.7 فیصد تھی جب کہ Current Weekly Status (CWS) کے مطابق شرح بیروزگاری 3.7 فیصد تھی اور Current Daily Status (CDS) کے مطابق شرح بیروزگاری 5.6 فیصد تھی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان میں وقفہ وقفہ سے بیروزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ شہری بیروزگاری کی بہ نسبت دیہی بیروزگاری' موسمی بیروزگاری کی شکل میں زیادہ پائی جاتی ہے لیکن حکومت نے سال بہ سال مستقل طور پر متعدد مرتبہ مختلف روزگار تخلیقی پروگرامس کو شروع کیا ہے۔

آمدنی کی عدم مساوات میں کمی Reduction in Income Inequalities

منصوبہ مدت کے دوران ہندوستان میں آمدنی کی تقسیم کا جھکاؤ ملک کے 20 فیصد اونچے طبقے کے افراد کے حق میں تھا۔ 1990 کی دہائی کے نصف میں اونچے اور نچلے طبقے کی آبادی میں آمدنی کا فرق تقریباً 5 گنا تھا۔ عالمی ترقیاتی اشاریے برائے سال 2013 کے مطابق' 100 متمول ہندوستانیوں کے نقد مالی اثاثوں کی مالیت' ہندوستان کے (GDP) خام گھریلو پیداوار کے 1/6 حصہ سے بھی زیادہ پائی جاتی ہے۔ تمام منصوبہ مدت کے دوران ہندوستان میں آمدنی کی عدم مساوات کو کم نہیں کیا جاسکا۔ معاشی اصلاحات کے بعد کی مدت میں بالخصوص گذشتہ دیڑھ دہے میں آمدنی کی عدم مساوات میں مزید اضافہ ہوگیا۔

غربت کا خاتمہ Elimination of Poverty

ملک میں غربت کے مسئلے کو کم کرنے کے لئے حکومت کے چند اہم پروگرامس جیسے عوامی تقسیم نظام (PDS) کے ذریعہ ضروری غذائی اجناس اور گیاس کے تیل کی رعایتی قیمتوں پر فراہمی' دیہی اور شہری روزگار پروگرامس' مفت تعلیم' صحت اور مکانات کی سہولیات کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔

جدید کاری Modernisation

تیسرے پنچسالہ منصوبے میں سبز انقلاب کی شکل میں ''نئی زرعی حکمت عملی'' کو متعارف کروایا گیا۔ ساتویں پنچسالہ منصوبے سے جدید کاری کے تحت تکنیکی ترقی کو ترجیح دی گئی۔

شمولیت نمو اور استحکام Inclusiveness and Sustainability

شمولیت پر مبنی نمو (Inclusive growth) ایک وسیع تصور ہے جس میں معاشی' سماجی اور ثقافتی ترقی کے پہلو شامل ہیں۔ ہندوستان میں شمولت پر مبنی نمو کے اہم اجزاء یہ ہیں: (i) زرعی نمو۔ (ii) روزگار کی تخلیق اور غربت میں کمی۔ (iii) علاقائی اور دیگر تفریق میں کمی۔ (iv) مساویانہ نمو کا حصول۔

شمولیت (Inclusiveness) کا مقصد قومی سطح کے 26 نشانوں (Targets) کو اختیار کرنے سے ظاہر ہوتا ہے جس کا تعلق (1) آمدنی اور غربت (2) تعلیم (3) صحت (4) خواتین اور بچے (5) بنیادی سہولیات (6) ماحولیات سے ہوتا ہے۔

نیتی آیوگ (National Institution for Transforming India) NITI Aayog

نیتی آیوگ (National Institute for Transforming India) NITI Aayog کو حکومت ہند نے یکم جنوری 2015 میں منصوبہ بندی کمیشن کے بدلے قائم کیا۔ اس ادارہ کا قیام ریاستی حکومتوں' متعلقہ اہم ادارہ جات' ماہرین اور عوام کی اکثریت سے بڑی حد تک مشاورت کی بنیاد پر عمل میں آیا۔ نیتی آیوگ کا قیام اچانک ہی عمل میں نہیں آیا بلکہ آٹھویں پنچسالہ منصوبے کی دستاویز' مالیہ کی اسٹانڈنگ کمیٹی برائے (2011-12) کی رپورٹ میں گرانٹس کا مطالبہ اور سابقہ وزیر اعظم اور مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر منموہن سنگھ نے 2014 میں منصوبہ بندی کمیشن کے وداعی خطاب میں منصوبہ بندی کمیشن میں پیش کی گئی مناسب تبدیلی کی تجویز کے نتیجہ میں نیتی آیوگ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا مقصد ترقیاتی عمل کے لئے تنقیدی' رہنمایانہ اور حکمت عملی پر مبنی ماد خل کی فراہمی ہے۔

نیتی آیوگ (NITI Aayog) باہمی وفاقی نظام (Co-operative federalism) پر توجہ مرکوز کرتا ہے یہ مرکز سے ریاست

کی جانب یکطرفہ پالیسی کے رخ کو باہمی وفاقی نظام میں تبدیلی کی توقع رکھتا ہے۔ نیتی آیوگ اب پالیسیوں کی سفارش کرے گا اور ان پالیسیوں پر عمل آوری کا فیصلہ حکومت کرے گی۔ اہم بات یہ ہے کہ پلاننگ کمیشن کے برعکس نیتی آیوگ کے پاس مرکزی فنڈس کو ریاستوں کو تقسیم کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ کام اب فینانس منسٹر انجام دے گا۔

نیتی آیوگ کے مقاصد Objectives of NITI Aayog

1. حکومت کے رول کو پہلا اور آخری سہارا فراہم کرنے والے کی حیثیت سے تبدیل کرکے ایک ''مجاز یا مختار بنانے والے'' (Enabler) کی حیثیت عطا کرتا ہے۔
2. کسانوں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر' زرعی پیداوار کے ساتھ غذائی طمانیت پر خصوصی توجہ دینا۔
3. عالمی مسائل پر مشاورت کرنے میں ہندوستان کے ایک حرکیاتی کردار کو یقینی بنانا۔
4. پیداواری مراحل میں معاشی طور پر متحرک اوسط طبقے کی صلاحیتوں کا مکمل طور پر استفادہ کو یقینی بنانا۔
5. آجرانہ' سائنٹفک اور دانشورانہ انسانی اصل کا بھرپور استفادہ
6. ترقیاتی عمل میں غیر مقیم ہندوستانی طبقہ (NRIs) کو شامل کرنا۔
7. ابھرتے ہوئے شہری مراکز میں جدید ٹکنالوجی کے استفادے کو مزید توسیع دینا تاکہ ان کی آبادکاری کو محفوظ بنایا جاسکے۔
8. ٹکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ بہترین حکومت کو فروغ دینا۔

نیتی آیوگ کی تنظیمی ساخت Organisational Structure of NITI Aayog

نیتی آیوگ ماہرین پر مشتمل ایک تنظیم' ایک نیٹ ورک ہے جو فعالیت' لچک داری اور ڈومین معلومات پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔

I. اس کی تنظیم درج ذیل پر مشتمل ہوتی ہے۔
   1. صدرنشین: وزیراعظم
   2. نائب صدرنشین: جس کا تقرر وزیراعظم کے ذمہ ہوتا ہے۔
   3. اراکین: (i) ہمہ وقتی اراکین۔ (ii) جزوقتی اراکین: دو اراکین تحقیقی ادارہ جات سے مشہور جامعات سے باری باری کی بنیاد پر۔
   4. اراکین بہ حیثیت عہدہ (Ex-officio members): زیادہ سے زیادہ تعداد (4) ہوگی جن کا تعلق یونین کونسل آف منسٹر سے ہوتا ہے اور ان کا تقرر وزیراعظم کرتے ہیں۔
   5. چیف ایکزیکیٹیو آفیسرس (Chief Executive officers): ان کا تقرر ایک متعینہ مدت کے لئے وزیراعظم کرتے ہیں جن کا رتبہ کے اعتبار سے حکومت ہند کے سکریٹری کے مساوی ہوتا ہے۔

نیتی آیوگ تمام ریاستی حکومتوں اور مرکزی وزراء سے قریبی ربط' باہمی تعاون اور مشاورت کے ذریعہ کام کرتی ہے۔

II. گورننگ کونسل' تمام ریاستوں کے چیف منسٹرس اور مرکزی زیرانتظام علاقوں کے گورنرز پر مشتمل ہوتی ہے۔

III. علاقائی کونسلس، ان مخصوص اور ہنگامی مسائل کو حل کرتی ہیں جو ایک سے زائد ریاستوں یا علاقہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ علاقائی کونسلس کی مخصوص مدت ہوتی ہے۔ یہ کونسلس حکمت عملی اور بحیثیت مجموعی عمل آوری کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان کونسلس کی صدارت گروپ میں سے کوئی ایک چیف منسٹر کرتا ہے۔ ان کونسلس میں مرکزی وزراء، ماہرین اور تعلیمی ادارے بحیثیت اراکین ہوتے ہیں۔ نیتی آیوگ سکریٹریٹ میں کونسلس کا ایک ''مددگار سیل''(Support Cell) ہوتا ہے۔ ریاستی حکومتیں ان کونسلس کے ذریعہ قومی ایجنڈا بناتی ہیں۔

نیتی آیوگ کے افعال Functions of NITI Aayog

1. یہ ہندوستان کو امداد باہمی اور مسابقتی وفاقی نظام میں بدلنے میں سہولت فراہم کرے گا۔ وزیر اعظم اور چیف منسٹرس کو ترجیحات اور حکمت عملی کے ساتھ ترقیاتی قومی ایجنڈا فراہم کرتا ہے۔
2. اس نے غیر مرکوز منصوبہ بندی کے ذریعہ نچلی سطح سے اوپر کی جانب کام کے ماڈل(Botton-up model) متعارف کیا ہے جو ریاست اور ملک کے لئے وژن اور منظرناموں پر مشتمل منصوبے تیار کرتا ہے۔
3. یہ مرکزی اور ریاستی وزراء کی مدد کے لئے ماہرین کے ذریعہ ڈومین حکمت عملیاں(Domain Strategies) تیار کرتا ہے۔ یہ تحقیق اور بہترین مشق کے طریقوں کو اکٹھا کرنے اور ان کی تشہیر کے ذریعہ معلومات اور ایجادات کے مرکز کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا ہے۔
4. یہ ترقی کے لئے ایک مربوط اور کلی طریقہ کار کی نشاندہی کرتا ہے اور بین ریاستی و بین شعبہ جاتی تنازعات کی یکسوائی کرتا ہے۔
5. یہ عالمی ماہرین اور وسائل کے استعمال میں نوڈل ایجنسی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا ہے۔ یہ مرکزی و ریاستی حکومتوں کو پالیسیوں، پروگرامس اور حکومت کرنے کی صلاحیتوں پر بحیثیت مشیر کام انجام دیتا ہے۔
6. استعداد کی تعمیر اور ٹکنالوجی کو اعلیٰ و معیاری بنانے کے قابل بناتا ہے۔
7. پروگرامس اور پالیسیوں پر عمل آوری کی نگرانی کرتا اور نتائج کا جائزہ لیتا ہے۔

نیتی آیوگ کا مقصد درج ذیل کے ذریعہ ہندوستان کو پیچیدہ چیلنجس کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا ہے۔

1. ہندوستان کے آبادیاتی خصوصیات سے فائدہ اٹھانا، تعلیم کے ذریعہ نوجوان مرد و خواتین کی صلاحیتوں کی پہچان، مہارتوں کی ترقی، جنسی امتیاز اور بیروزگاری کا خاتمہ۔
2. غربت کا خاتمہ اور ہر ہندوستانی شہری کو عزت و وقار کی زندگی کا موقع۔
3. جنسی امتیاز، ذات پات اور معاشی تفریق پر مبنی عدم مساوات کا خاتمہ۔
4. ترقیاتی مراحل میں گاؤں کو ادارہ جاتی طور پر مربوط کرنا۔
5. 50 ملین سے زائد چھوٹے کاروبار کی مدد کے پالیسی امداد جو روزگار کی تخلیق کا بہت اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔
6. ماحولیاتی اور حیاتیاتی اثاثوں کی حفاظت۔

اصلاحی اقدامات Remedial Measures

حکومت ہند نے دیہی ہندوستان کی ترقی اور شہری۔ دیہی فرق کو کم کرنے کے لئے مختلف پروگرامس کی شروعات کی ہے۔ بھارت نرمان پروگرام (Bharat Nirman Programme) کا بنیادی مقصد دیہی بنیادی سہولیات کو ترقی دینا اور آبپاشی سہولیات کی فراہمی، سڑکوں کو مربوط کرنا، مکانات کی تعمیر، پانی کی فراہمی، برقی سہولیات اور ٹیلی فون سہولیات کی فراہمی ہے۔ NREGA کے تحت دیہی علاقوں میں یومیہ روزگار کی ضمانت کے علاوہ پیداواری اثاثہ جات کی تعمیر کے ذریعہ سماجی طمانیت کا جال فراہم کیا جاتا ہے۔ سروشکشا ابھیان، دیہی علاقوں میں بچوں کو بنیادی تعلیم (Primary Education) کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جب کہ قومی دیہی صحت مشن (National Rural Health Mission) دیہی عوام کے لئے صحت عامہ کی خدمات فراہم کرتا ہے۔

"قومی سماجی امداد پروگرام" (National Social Assistance Programme) ایک فلاحی پروگرام ہے جس کا انتظام وزارت دیہی ترقیات کے تحت ہوتا ہے۔ یہ دستور ہند کی دفعہ 41 کے مطابق عمل آور ہے جس کے ذریعہ شہریوں کو بیروزگاری، ضعیف العمری، بیماری اور معذوری وغیرہ کی صورت میں مدد فراہم کی جاتی ہے۔ قومی ضعیف العمر پنشن اسکیم، قومی فیملی بینیفٹ اسکیم اور قومی میٹرنٹی بینیفٹ اسکیم اس پروگرام کے حصے ہیں۔ جن کے ذریعہ یہ طمانیت دی جاتی ہے کہ دیہی۔ شہری تقسیم میں مزید اضافہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ درج ذیل اصلاحی اقدامات دیہی علاقوں کی ترقی کو یقینی بناتے ہیں تاکہ شہری نقل مقام کو روکا جاسکے۔

(a) NREGA اسکیم دیہی نوجوانوں کو ووکیشنل اور شعبہ خدمات میں ٹریننگ فراہم کرتی ہے اسطرح کی اسکیم پہلے ہی سے چند ریاستوں جیسے راجستھان اور آسام میں موجود ہے جس کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

(b) حاشیائی کسان اور چھوٹے کسانوں کو قرض کی سہولیات فراہم کر کے ساہوکاروں اور کمیشن ایجنٹوں کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔ فصل بیمہ اسکیمیں موثر بنائی جائیں اور کسانوں کے لئے نفع بخش قیمتوں کی ادائیگی کو یقینی بنایا جائے۔

(c) حکومت دیہی علاقوں میں جہاں کہیں بھی ممکن ہو بنیادی سہولیات کی فراہمی میں خانگی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرے۔ دیہی علاقوں میں بنیادی سہولیات کی ترقی کے لئے خانگی اور عوامی شراکت داری کو فعال بنایا جاسکتا ہے۔

(d) مندرجہ بالا نکات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ہندوستان میں دیہاتوں کا استحکام ہی ملک کا استحکام ہے اور تب کہیں جا کر ہی جدید ہندوستان میں شہری۔ دیہی عدم توازن کو کم کیا جاسکتا ہے۔

منصوبہ بندی : یہ ایک تکنیک اور مقررہ مقاصد کے حصول کے لئے کی جانے والی سوچی سمجھی کوشش ہوتی ہے۔

خودانحصاری : مدد کے لئے دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے، خود سوچنے اور فیصلہ کرنے کی اہلیت۔

خودکفیل/خود مکتفی : دوسروں کی مدد کے بغیر ضرورت کی ہر چیز خود پیدا کرنے کے اہل ہونا۔

منصوبہ تعطیل : منصوبہ بندی کے عمل میں ہونے والا خلا۔

معاشی بنیادی سہولیات: حمل ونقل، توانائی، مواصلات، بینک کاری، بیمہ اور انجینئرنگ

سماجی بنیادی سہولیات : تعلیم، صحت، پینے کا پانی، صاف صفائی اور تغذیہ بخش غذ۔

پنچسالہ منصوبہ : پانچ سال کی مدت کے لئے منصوبے کے نشانے مقرر کرنا اور سرمایہ کاری ووسائل کا تعین کرنا۔

سالانہ منصوبہ : ایک سال کی مدت کے لئے منصوبہ سازی مختصر مدتی نشانے کے ذریعہ

معاشی نمو : مخصوص مدت میں خام علاقائی پیداوار کی تبدیلیوں کی مقداری پیمائش

رولنگ منصوبہ : پنچسالہ منصوبوں کی عمل آوری' سالانہ بنیاد پر کی جائے اور مقاصد کی عدم تکمیل کی صورت میں' جائزوں کے بعد نشانوں کا دوبارہ تعین کرنا۔ پہلے سال کو منقطع کر کے پنچسالہ منصوبہ کی مدت میں ایک اور سال کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔

زرعی شعبہ

Agricultural Sector

معیشت تین بڑے شعبوں پر مشتمل ہے جو یہ ہیں:(i) زراعت (ii) صنعت اور (iii) خدمات۔ زرعی شعبہ دیہی ذریعہ معاش' روزگار اور قومی غذائی تحفظ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زرعی شعبہ تین طریقوں سے حصہ ادا کرتا ہے یعنی (i) یہ لوگوں کو غذائی اجناس اور صنعتی شعبہ کو خام مال فراہم کرتا ہے اور اس کو ''پیداآوری تعاون'' کہا جاتا ہے۔ (ii) ترقی یافتہ زرعی شعبہ مزدور اور سرمایہ کو صنعتی شعبہ میں منتقل کرسکتا ہے اور اس کی اپنی زرعی خالص کاری (Processing) صنعت کو بھی فروغ دے سکتا ہے اور اس کو ''عامل تعاون'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (iii) زرعی شعبہ ملکی اور غیر ملکی بازار میں اپنی پیداوار کی رسد کرتا ہے یہ دوسرے شعبوں سے بھی کچھ مصنوعات خریدتا ہے اس رسد اور طلب کا باہمی انحصار ''بازاری تعاون'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

1. **GDP یا GVA میں زراعت کا حصہ:** ہندوستان میں منصوبہ بندی کے آغاز کے بعد' ثانوی اور ثلثی شعبوں کی ترقی کی وجہ سے زراعت کا حصہ کم ہوا ہے۔ فی الحال زراعت کا حصہ مجموعی اضافی قدر (GVA) کی فی صد کے طور پر دکھایا گیا ہے
2. **روزگار کی فراہمی:** زراعت سے وابستہ افراد کی تعداد 1951ء میں 98 ملین سے بڑھ کر 2001ء میں 235 ملین ہوگئی۔ فیصد کے لحاظ سے' زمین پر کام کرنے والے افراد 1951 میں 70% سے کم ہوکر 2001 میں 59% ہوگئے۔ 2019ء میں ہندوستان میں زرعی روزگار تقریباً 43% بتایا گیا۔ ترقی یافتہ معیشتوں میں زراعت میں مشغول ملازمین کا فی صد بہت کم ہے۔
3. **صنعتوں کو خام مال کی فراہمی:** زراعت مختلف اہم صنعتوں کو خام مال مہیا کرتی ہے۔ شکر' جوٹ' پارچہ جات' وناسپتی' آٹے کی چکی' شجر کاری اور غذائی عمل خالص کاری (Processing) کی صنعتیں براہ راست زراعت پر منحصر ہوتی ہیں۔
4. **صنعتی اشیاء کے لئے بازار:** چوں کہ ترقی پذیر معیشتوں کی زیادہ آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے لہٰذا دیہی قوت خرید میں اضافہ صنعتی ترقی کا محرک ہوتا ہے۔ اگر زرعی پیداوار اور پیداآوری صلاحیت کو بڑھانے کے اقدامات کئے جائیں تو دیہی شعبہ کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔
5. **تشکیل اصل:** چوں کہ زرعی شعبہ ترقی پذیر ممالک کا سب سے بڑا شعبہ ہوتا ہے اسلئے یہی تشکیل اصل کی شرح میں اضافہ کے لئے اہم رول ادا کرتا ہے۔
6. **غذائی تحفظ کی فراہمی اور غربت میں کمی:** غذا اور زراعت تنظیم (FAO) اور تنظیم اقوام متحدہ (UNO) کے مطابق بھوک' ناقص غذائیت

اور کم وزن(Underweight) ہندوستان میں بنیادی مسائل ہیں ان پر قابو پانے کے لئے زرعی شعبہ کی ترقی لازمی ہے۔

7. **زرعی برآمدات:** زرعی پیداوار کی عالمی تجارت میں ہندوستان نے نمایاں مقام حاصل کیا ہے تاہم اس کی کل زرعی برآمدات کا حصہ عالمی زرعی تجارت کا 2.15% سے کسی قدر زیادہ ہے۔ برآمدات کے اہم مقامات امریکہ، سعودی عرب، ایران، نیپال اور بنگلہ دیش ہیں۔

زراعت میں نمو کا پیٹرن (فیصد میں)

دور	زراعت میں نمو کا سالانہ اوسط
1950-51 تا 1967-68	2.5
1968-69 تا 1980-81	2.4
1981-82 تا 1990-91	3.5
1991-92 تا 1996-97 (آٹھواں منصوبہ)	4.7
1997-98 تا 2001-02 (نواں منصوبہ)	2.44
2002-03 تا 2006-07 (دسواں منصوبہ)	2.3
2007-08 تا 2011-12 (گیارھواں منصوبہ)	4.02
2012-13 تا 2016-17 (بارھواں منصوبہ)	2.8
2017-18	5.0
2018-19	2.9
2019-20	2.8

Source: *Compiled from Economic Surveys of India from 2016-17 to 2019-20*

پیداآوری میں اضافہ اور بڑی فصلوں کی پیداوار: ساٹھ کی دہائی کے دوران اپنائی جانے والی نئی زرعی حکمت عملی کی وجہ سے 70 کی دہائی میں اضافہ ہوا جس کو سبز انقلاب کہا جاتا ہے۔

ہندوستان میں اراضی اصلاحات Land Reforms in India

1. **درمیانی افراد کی برخاستگی (Abolition of Intermediaries):** آزادی سے قبل ہندوستان میں بنیادی طور پر زمینی تعلقات (محصولاتی نظام) کی تین شکلیں تھیں۔ جو زمینداری نظام/جاگیرداری نظام، محل واری نظام اور رعیت واری نظام تھے۔ جسے برطانوی حکومت نے شروع اور نافذ کیا تھا۔ اس کے علاوہ انعام داری نظام بھی تھا۔ سوائے رعیت واری نظام جس میں کسان اور ریاست کے مابین براہ راست تعلق ہے۔ دوسرے تمام نظام درمیانی نظام ہیں جس میں زمیندار/جاگیردار کی شکل میں درمیانی افراد زمین، کاشتکار اور ریاست کے درمیان موجود ہیں۔ یہ کسانوں کا استحصال کرتے تھے اور ساتھ ہی ریاست کو بھی دھوکہ دیتے تھے۔ پہلے پنچسالہ منصوبے (1951-56) کے دوران تمام درمیانی افراد کو ختم کردیا گیا۔ یہ آزادی کے بعد ہندوستان کی جانب سے زمینی اصلاحات میں ایک کامیاب اقدام مانا گیا۔

2. **لگان داری اصلاحات**(Tenancy Reforms): لگاندار وہ شخص ہے جو زمین کے مالک سے زمین کے حصے کو قول پر لے کر کاشت کرتا ہے۔لیکن لگان نامی واجب الادا حصہ بہت زیادہ تھا اور بعض اوقات ربعض علاقوں میں یہ مجموعی پیداوار کا دو تہائی (2/3) بھی تھا۔زمیندار کی جانب سے لگاندار کو کوئی سیکوریٹی رتحفظ حاصل نہیں تھا۔لگانداری کی برقراری زمین کے مالک کے رحم و کرم پر چھوڑ دی گئی تھی۔زمینی تعلقات کے اس نظام کی اصلاح کے لئے ریاستوں کو مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کئے گئے تھے۔

☆ **لگان کی باقاعدگی**(Regulation of Rent): ریاستوں سے کہا گیا تھا کہ وہ لگاندار کے ذریعہ زمین کے مالک کو ادا کئے جانے والے اعظم ترین کرایہ متعین کردے۔یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مقررہ اعظم ترین کرایہ کل پیداوار کے 1/3 ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔تجویز کردہ مثالی لگان کل پیداوار کا 1/4 ایک چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا۔

☆ **حق ملکیت کی ضمانت**(Security of Tenure): زمین پر لگاندار کی برقراری زمین کے مالک کے رحم وکرم پر تھی۔بلا جواز بے دخل ہونے والے لگانداروں کے تحفظ کے لئے اقدامات تجویز کئے گئے۔واجبی بے دخلی کے لئے رہنمایانہ خطوط جاری کئے۔کچھ ریاستی حکومتوں نے اس مقصد کے لئے قانون نافذ کیا اور اپنی ریاستوں میں لگانداروں کو تحفظ فراہم کیا۔

☆ **لگانداروں کو حقوق ملکیت**(Ownership Rights to Tenants): ریاستی حکومتوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ لگانداروں کے زمین کی ملکیت کے حقوق پر غور کریں۔کچھ ریاستی حکومتوں نے بھی اس کے لئے قوانین نافذ کئے لیکن بدقسمتی سے زیادہ تر ریاستوں نے اس اقدام کو اتنا سنجیدہ نہیں لیا جتنا اسے لینا چاہئے تھا۔

3. **مقبوضہ اراضی کی حدبندی**(Ceiling on Land holdings): ایک خاندان کے تحت اس کی ملکیت اراضی کی زیادہ سے زیادہ قانونی حد مقرر کرنا حد بندی کہلاتا ہے۔فاضل زمین کو حکومت اپنی تحویل میں لے کر بے زمین اور حاشیائی کسانوں میں دوبارہ تقسیم کرتی ہے۔1960 کے بعد سے مختلف ریاستوں میں قانون مقبوضہ اراضی کو شروع کیا گیا۔حکومت جموں وکشمیر اس سمت میں پہلی ریاست ہے۔اس سلسلے میں پیشرفت سست تھی اور فاضل خریدی گئی اراضی صرف 23 لاکھ ایکر تھی۔ناجائز اور گمنام زمینات کی منتقلی نے قانون کو کمزور کردیا۔اس عمل کو مزید سنجیدہ بنانے کے لئے 1972ء میں ایک وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس منعقد ہوئی اس نے رہنمایانہ اصولوں کو اپنایا۔

4. **اشتمال اراضی** (Consolidation of Land Holdings): ہندوستان میں اراضی کی ملکیت چھوٹی اور منتشر ہوتی ہیں اس طرح کی غیر معاشی زمین بہتر زرعی سرگرمیوں کے لئے موزوں نہیں ہیں۔حکومت نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اشتمال کی حوصلہ افزائی کی ہے۔22 رڈسمبر 2001 تک صرف 1633 لاکھ ایکر رقبے کو مشتمل کیا گیا تھا۔بہت ساری ریاستوں میں کسان تعاون کے لئے آگے نہیں آئے اور اس وجہ سے اشتمال سست روی کا شکار ہے۔

5. **امداد باہمی کاشتکاری** (Co-operative farming): یہ کوئی اصلاح نہیں ہے اور یہ رضا کارانہ جذبے پر منحصر ہے کسی علاقے کے کاشتکار اپنی منتشر اور چھوٹی اراضیات کو ایک ساتھ جوڑ لیتے ہیں۔امداد باہمی کاشت کا انتظام ایک منتخب افراد کا گروہ کرتا ہے اور اس میں حکومتی تعاون سے بڑے پیمانے پر کاشتکاری کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

سبز انقلاب اور ہندوستانی معیشت پر اس کے اثرات

(Green Revolution and its impact on Indian Economy)

اعلیٰ پیدا آوری اقسام کے بیج اور کیمیائی کھاد جیسے جدید آلات کا استعمال کر کے ساٹھ کی دہائی میں زراعت کی پیداوار اور پیدا آوری میں اضافہ کو سبز انقلاب کہا جاتا ہے۔ ولیم۔ ایس گاڈ نے 1968 میں پہلی مرتبہ ''سبز انقلاب'' کا لفظ نئی زرعی ٹکنالوجی کے پھیلاؤ کا تذکرہ کرتے ہوئے استعمال کیا۔ ایک مشہور امریکی زرعی ماہر' امن کے نوبل انعام یافتہ' نارمن ارنسٹ بورلاگ سبز انقلاب کے سہرا اور بابائے سبز انقلاب کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں سبز انقلاب کا عمل 1960 کی دہائی میں جدید زرعی ٹکنیک کے استعمال سے شروع ہوا تھا۔ ابتدائی طور پر 61-1960 ء میں ملک کے سات اضلاع میں پائلٹ پراجیکٹ کے طور پر اس کی کوشش کی گئی تھی۔ اور اسے ''عمیق زرعی ترقیاتی پروگرام'' (Intensive Agricultural Development Programme) (IADP) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بعد میں اس پروگرام کو 114 منتخب اضلاع تک وسعت دی گئی۔ اور اس کا نام عمیق زرعی علاقے پروگرام (Intensive Agricultural Area Programme) (IAAP) رکھا گیا۔ 67-1966 میں اعلیٰ پیداوار دینے والی اقسام کے پروگرام (HYVP/نئی زرعی حکمت عملی) کا آغاز کیا گیا تھا تاکہ زراعت کی پیدا آوری کو بڑھانے کے لئے کیمیائی کھاد کے ساتھ HYV کے استعمال کو فروغ دیا جاسکے۔

ہندوستانی معیشت پر نئی زرعی حکمت عملی / HYVP کے اثرات

Impact of New Agriculture Strategy /HYVP on Indian Economy

(i) **زرعی پیدا آوری / پیداوار میں اضافہ:** نئی زرعی حکمت عملی کی وجہ سے اور جدید زرعی داخلات کو اپنانے کی وجہ سے ہندوستان میں زرعی پیدا آوری اور پیداوار میں بے حد اضافہ ہوا ہے اور جسے سبز انقلاب کہا جاتا ہے۔

(ii) **روزگار:** نئی زرعی حکمت عملی اپنانے کے نتیجے میں فصلوں کے تحت رقبے میں' غذائی اجناس کی پیداوار اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس ٹیکنالوجی نے متعدد فصلوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے متعدد روزگار کے مواقع کی وجہ سے زرعی روزگار کو فروغ دیا ہے۔

(iii) **کسانوں کی آمدنی میں بہتری:** سبز انقلاب نے کسانوں کو آسان لیکن سائنسی اور تکنیکی طریقوں پر عمل کرنے کی سہولت فراہم کی۔ جیسے کھیت میں ہی اشیاء کی درجہ بندی کرنا' ثالثین سے گریز کر کے براہ راست خردہ کمپنیوں کو فروخت کرنا' نئی زرعی حکمت عملی کسانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنے میں بھی مددگار رہے۔

(iv) **برآمدات میں بہتری:** سبز انقلاب سے قبل ہندوستان غذائی اجناس کی ایک بڑی مقدار درآمد کرتا تھا جو سبز انقلاب کے بعد کے دور میں نایاب واقعہ بن گیا ہے۔ زرعی برآمدات میں سبز انقلاب کے ساتھ اضافہ ہوا۔ زراعت اور اس سے منسلک مصنوعات کی برآمدات کی مالیت 61-1960 میں 284 کروڑ روپئے تھی اور یہ 19-2018 تک بڑھ کر 2.7 لاکھ کروڑ روپئے ہوگئی۔

زرعی قرض اور دیہی مقروضیت Agricultural Credit and Rural Indebtedness

ہندوستانی کاشتکاروں کی مالی ضروریات کو مدت اور مقصد جس کے لئے انہیں فنڈز درکار ہیں' کی بنیاد پر تین اقسام میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے۔

(a) ان کو کاشتکاری کے مقصد کے لئے 15 ماہ سے بھی کم قلیل مدتی فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں بیج' کھاد اور چارے کی خریداری شامل ہوسکتی ہے۔

(b) انہیں زمین میں بہتری لانے، مویشیوں کی خریداری، زرعی ساز وسامان وغیرہ کے لئے درمیانی مدتی مالیہ کی ضرورت پڑسکتی ہے جس کی مدت 15 ماہ سے 5 سال تک ہوتی ہے۔

زرعی قرض کے ذرائع Sources of Agricultural Credit

ہندوستانی کاشتکاروں کو دستیاب زرعی قرضوں کے ذرائع کو دو قسموں میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے۔

A. غیر ادارہ جاتی ذرائع (Non-Institutional Sources) : غیر ادارہ جاتی ذرائع میں ساہوکار، زمیندار، تاجر، کمیشن ایجنٹ، رشتہ دار اور دوست وغیرہ شامل ہیں۔

B. ادارہ جاتی ذرائع (Institutional Sources): ادارہ جاتی ذرائع کو آپریٹیوز، شیڈول تجارتی بینکوں اور علاقائی دیہی بینکوں پر مشتمل ہے۔ جہاں تک کو آپریٹیو کا تعلق ہے۔ بنیادی زرعی قرض کی سوسائٹیاں (PACs)، بنیادی طور پر قلیل اور درمیانی مدتی قرض اور بنیادی امداد باہمی زرعی و دیہی ترقیاتی بینک (PCARDBs) زراعت کو طویل مدتی قرض فراہم کرتے ہیں۔ تجارتی بینکوں (CBs) کے علاوہ علاقائی دیہی بینک (RRBs) زراعت اور اس سے وابستہ سرگرمیوں کے لئے قلیل مدتی اور درمیانی مدت کے قرض مہیا کرتے ہیں۔ قومی بینک برائے زراعت اور دیہی ترقی (NABARD) قومی سطح پر ایک اعلیٰ ادارہ ہے جو زرعی قرض اور ری فینانس کے لئے مذکورہ ایجنسیوں کو امداد فراہم کرتا ہے۔

(i) امداد باہمی (Co-operatives): امداد باہمی تحریک کا آغاز 1904 میں امداد باہمی قرض سوسائٹیوں کے قیام کے ذریعہ سے ہوا تاکہ دیہی عوام کو مقروضیت سے نجات دلائی جاسکے۔ ہندوستان میں امداد باہمی قرض سوسائٹیوں کو قلیل مدتی اور طویل مدتی ساخت میں منظم کیا گیا۔ قلیل مدتی امداد باہمی قرض ساخت تین درجے کے ڈھانچے پر مبنی ہے۔ نچلے درجے پر بنیادی زرعی قرض سوسائٹیاں (PACs) ہیں اور یہ گاؤں کی سطح پر منظم ہیں۔ دوسرے درجے پر ضلعی سطح پر ضلعی امداد باہمی قرض بینک (DCCBs) منظم ہیں۔ تیسرے اور اعلیٰ درجہ پر ریاستی سطح پر ریاستی امداد باہمی بینکوں (SCBs) کا اہتمام کیا گیا۔ کسانوں کو (SCB)، ضلعی امداد باہمی قرض بینک (DCCB) اور بنیادی قرض سوسائٹیوں (PACs) کے ذریعہ مختصر اور درمیانی مدت کے قرض فراہم کرتا ہے۔ قلیل مدتی اور درمیانی مدتی قرضوں کے علاوہ کاشتکاروں کی طویل مدتی قرض کی ضروریات کو PCARDBs اور SCARDBs کے ذریعہ فراہم کیا جاتا ہے۔

(ii) تجارتی بینکس (Commercial Banks) : 1950 کی دہائی میں زرعی قرضوں کی فراہمی میں تجارتی بینکوں کا حصہ بہت معمولی تھا۔ لیکن بینکوں کو قومیانے کے بعد 1969 اور پھر 1980 میں نہ صرف دیہی سطح پر تجارتی بینکوں کی شاخوں کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ زراعت میں پیشگیات کی رقم میں بھی بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا۔ عوامی اور خانگی شعبہ کے تجارتی بینکوں کا حصہ اس وقت زراعت کو فراہم کردہ ادارہ جاتی قرض کا 70% سے زیادہ ہے۔

(iii) علاقائی دیہی بینکس (RRB): Sri M. N arsimhan کی سربراہی میں دیہی بینکوں پر ورکنگ گروپ کی سفارش پر RRBs کے قیام پر توجہ دی گئی تاکہ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کو قرضوں کی فراہمی میں فرق کو ختم کیا جاسکے اور بے زمین

مزدوروں، کاریگروں اور دوسرے چھوٹے دیہی علاقوں میں سکونت پذیر افراد کو قرض فراہم کیا جاسکے۔ ورکنگ گروپ کی سفارشات کے نتیجے میں، ابتدائی طور پر 2/اکٹوبر 1975 کو 5 آر آر بی قائم کئے گئے تھے۔

قومی بینک برائے زرعی ودیہی ترقی اور دیہی قرض NABARD

ریزرو بینک آف انڈیا نے زرعی ترقی کو فروغ دینے کے لئے بینکوں کو قرضوں کی مالی اعانت فراہم کرنے کے لئے زرعی باز مالیہ ترقیاتی کارپوریشن (ARDC) قائم کیا۔ اس کے مطابق جولائی 1982 میں ARDC کو ختم کرتے ہوئے NABARD کو قائم کیا گیا تھا۔

NABARD اور دیہی قرض

NABARD کے ذریعہ زراعت کو مالی اعانت کی فراہمی کے خیال کو مندرجہ ذیل تفصیلات سے سمجھا جاسکتا ہے۔

(i) **دیہی انفراسٹرکچر (بنیادی سہولیات) ترقی فنڈ (RIDF):** RIDF کا قیام (1995-96) میں عمل میں آیا۔ جس کا اہم مقصد ریاستی حکومتوں اور ریاستی ملکیت والے کارپوریشنوں کو فنڈز کی فراہمی ہے تاکہ وہ دیہی بنیادی ساخت کے مختلف منصوبوں کو مکمل کرسکیں۔ اس پروگرام کے تحت قرضوں کی فراہمی آبپاشی کے منصوبوں، واٹرشیڈ مینجمنٹ، دیہی سڑکوں اور پلوں کی تعمیر وغیرہ جیسے منصوبوں کے لئے دی جاتی ہے۔

(ii) **جزوی مالیہ اختراعات (Micro Finance Innovation):** جزوی مالیہ سے مراد دیہی اور شہری غریبوں کو چھوٹے پیمانے پر مالی خدمات کی فراہمی ہے جس میں خود روزگار بھی شامل ہے۔ جزوی مالیہ کارکرد سرمایہ، سرمایہ کاری اور بچت کے لئے فراہم کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جزوی مالیہ صنعت 1970 میں غریب عوام کو ساہوکاروں کی بدعنوانیوں کو روکتے ہوئے اور قرض تک رسائی کے مقصد سے ظہور میں آئی۔ جزوی قرض کے طریقہ عمل کی اصطلاح میں غریب افراد کے لئے 25,000 روپئے تک بغیر کسی ضمانت کے خود روزگار حاصل کرنے والوں کے لئے قرض کی فراہمی ہے۔ بتدریج سیلف ہیلپ گروپ بینک رابطہ پروگرام اہم جزوی مالیہ پروگرام کی حیثیت سے ظہور میں آیا۔ NABARD نے کمرشیل بینکوں کے قرضہ جات کی باز سرمایہ کاری کی۔ ہندوستان میں بینکوں کے ساتھ SHGs کا رابطہ 1991-92 میں شروع ہوا۔ اس رابطہ کا بنیادی مقصد بینکاری خدمات کو غریبوں خصوصاً خواتین کے دروازوں تک پہنچانا ہے۔

(iii) **کسان کریڈٹ کارڈ اسکیم Kisan Credit Card Scheme (KCC):** کسانوں کو قلیل مدتی قرضے کی سہولت کے لئے KCC اسکیم 1998-99 کو میں متعارف کروایا گیا۔ تجارتی بینکس۔ امداد باہمی اور علاقائی دیہی بینکس اس اسکیم پر عمل کررہے ہیں۔ ہر کسان کو گردشی رقم کی فراہمی کے لئے KCC اور پاس بک مہیا کی جاتی ہے۔

دیہی مقروضیت Rural Indebtedness

ہندوستان میں تقریباً 70% آبادی گاؤں میں رہتی ہے۔ یہ پایا گیا ہے کہ وہی لوگ قرض پر لی گئی رقم کا زیادہ تناسب غیر پیدا آوری مقاصد کے لئے صرف کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ پرانے قرضوں کی ادائیگی کرنے سے قاصر ہیں۔ جب کبھی ادارہ جاتی ذرائع سے رسائی نہیں ہوتی ہے تو وہ فوراً اپنے گاؤں کے ساہوکاروں کے پاس جاتے ہیں اور اپنے اثاثوں کی قیمت پر زیادہ شرح سود پر قرض حاصل

کرتے ہیں اور قرض دہندگان کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔

1. دیہی مقروضیت کے تخمینے (Estimates of Rural Indebtedness)

دیہی علاقوں میں مقروضیت کی شدت سے متعلق بہت سارے اداروں اور افراد نے تخمینہ لگایا ہے۔ 52-1951 میں دیہی گھرانوں کی مقروض رقم کا تخمینہ 913 کروڑ روپے تھا۔

ہندوستان میں زرعی مارکٹنگ Agricultural Marketing in India

زراعت سے متعلق قومی کمیشن نے زرعی مارکٹنگ کی تعریف اس طرح کی کہ ''یہ ایک ایسا عمل ہے جو ایک قابل فروخت کاشتکاری اشیاء پیدا کرنے کے فیصلے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور اس میں مارکٹ نظام ڈھانچے کے تمام پہلو شامل ہیں''۔ اس میں ماقبل اور مابعد کٹوائی کے کام شامل ہیں جیسے گریڈنگ، جمع بندی (اسمبلنگ)، ذخیرہ اندوزی، حمل ونقل اور تقسیم۔

حکومتی اقدامات Government Measures

1. **منظم بازار (Regulated Market)**: بازاروں میں غیر صحت مند سرگرمیوں کے خاتمے اور نفع بخش قیمتوں کو یقینی بنا کر کاشتکاروں کے مفادات کے تحفظ کے لئے، باضابطہ منڈیوں کے قیام کی خاطر State Agricultural Products Markets Act (ترقی اور ضوابط) کو لاگو کیا گیا تھا۔ میں ہندوستان میں 200 سے زائد منظم بازار قائم کئے گئے اور اس وقت ملک میں تقریباً 7246 منظم بازار کام کر رہے ہیں۔
2. **درجہ بندی اور معیار کے مطابق بنانا (Grading and Standardization)**: زرعی پیداوار (درجہ بندی اور مارکٹنگ) ایکٹ 1937 کے تحت، حکومت نے درجہ بندی کے اسٹیشن قائم کئے ہیں۔ درجہ بند اشیاء پر زرعی مارکٹنگ کی ترقی "AGMARK" کا مہر لگایا جاتا ہے جن سے ان اشیاء کی وسیع مارکٹ ہوگی اور بہتر قیمتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔
3. **گودام کی سہولیات (Ware housing Facilities)**: 1957 میں زرعی پیداوار کی ذخیرہ اندوزی کے لئے Central Warehousing Corporation) (CWC) کو قائم کیا گیا۔ ریاستوں نے بھی اس کے لئے ریاستی گودام کارپوریشن قائم کیا۔ قومی سطح پر (Food Corporation of India (FCI کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔
4. **بازاری معلومات (Market Information)**: آل انڈیا ریڈیو کے ذریعہ مارکٹوں میں مروجہ قیمتوں کے رجحانات کا ہفتہ وار جائزہ لیا جاتا ہے اور AIR اور دوردرشن نے بات چیت کا اہتمام کیا۔ کسانوں کی ہر طرح سے مدد کے لئے ٹول فری نمبر 155-180-1800 پر مشتمل کسان کال سنٹر (KCC) قائم کیا گیا تھا۔
5. **تائیدی قیمتیں (Support Prices)**: حکومت وقفہ وقفہ سے متعدد زرعی اشیاء کی اقل ترین تائیدی قیمتوں اور ترغیبی قیمتوں کا اعلان کرتی رہتی ہے تاکہ کسانوں کو مناسب منافع کو یقینی بنایا جاسکے۔ ان قیمتوں کو Commission for Agricultural costed prices (CACD) کی سفارشات کے مطابق طئے کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں زرعی قیمت سازی پالیسی Agricultural Pricing Policy in India

زرعی قیمتوں کا کمیشن جنوری 1965ء میں قائم کیا گیا تھا کہ تاکہ حکومت کو زرعی اشیاء کی قیمتوں کی پالیسی پر مشورہ دیا جاسکے۔ اس نے

معیشت کی مجموعی ضروریات کے تناظر میں توازن اور مربوط قیمت کے ڈھانچے کو سمجھنے اور پیدا کنندوں اور صارفین کے مفاد کے ضمن میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ مارچ 1985 سے یہ کمیشن، کمیشن برائے زرعی لاگت اور قیمت (CACP) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

زرعی قیمت سازی پالیسی کی اہم خصوصیات Main Features of Agricultural Pricing Policy

زرعی قیمت سازی پالیسی کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. **ادارے (Institutions)** : حکومت نے قیمتوں کی پالیسی نافذ کرنے کے لئے دو ادارے قائم کئے ہیں، جو یہ ہیں:

(i) **زرعی قیمت کمیشن (1965)**: یہ کمیشن حکومت کو زرعی قیمت پالیسی ساتھ ہی ساتھ اقل ترین تائیدی قیمتوں کا تعین اور زرعی پیداوار کی ترغیبی قیمتوں کا تعین کرنے سے متعلق مشورہ دیتا ہے۔ مارچ 1985 سے یہ کمیشن، کمیشن برائے زرعی لاگت اور قیمتوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(ii) **ہندوستانی غذائی کارپوریشن (Food Corporation of India 1965)**: یہ عوامی تقسیم کے نظام کے ذریعہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قیمتوں پر غذائی اجناس کی خریداری کا اہتمام کرتا ہے۔

2. **اقل ترین تائیدی قیمتوں کا تعین (Fixation of Minimum Support Prices) MSP**: حکومت کمیشن برائے زرعی لاگت اور قیمتوں کی سفارشات کی بنیاد پر ہر سال بہت ساری زرعی مصنوعات جیسے گیہوں، چاول، مکئی کی اقل ترین تائیدی قیمتوں کا تعین کرتی ہے۔

3. **بیش ترین قیمتوں کا تعین (Maximum Price Fixation)**: حکومت بعض زرعی مصنوعات کی بیش ترین قیمتوں کا بھی تعین کرتی ہے۔ حکومت بہت سے زرعی مصنوعات جیسے اناج، شکر اور چاول وغیرہ کو عوامی تقسیم کے نظام (PDS) کے تحت مناسب قیمتوں کی دوکانوں کے ذریعہ فروخت کرتی ہے۔

4. **ترغیبی قیمتیں (Procurement Prices)**: عوامی تقسیم کے نظام (PDS) اور بفر اسٹاک کو برقرار رکھنے کے لئے جن قیمتوں پر حکومت غذائی اجناس کو خریدتی ہے انہیں ترغیبی قیمتیں کہا جاتا ہے۔ زرعی مصنوعات کی قیمتوں میں ایک خاص حد سے تجاوز کو روکنے کے لئے حکومت اشیاء کا بفر اسٹاک برقرار رکھتی ہے۔ یہ کام ہندوستانی غذائی کارپوریشن کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔

(iv) **آفاقی PDS**: ضروری اشیاء مناسب قیمت کی دوکانوں پر مناسب مقدار میں مستقل طور پر دستیاب ہوں اور ان کی کارکردگی کو زیادہ موثر اور شفاف بنایا جائے۔ بہتر ہے کہ اگر آفاقی PDS پر عمل درآمد ہو۔

غذائی تحفظ Food Security

عالمی ترقیاتی رپورٹ (1986) نے غذائی تحفظ کی تعریف یوں کی ہے کہ تمام افراد کی، تمام اوقات میں کافی غذا، متحرک اور صحت مند زندگی کے لئے دستیاب ہوتی ہو۔ غذا اور زرعی تنظیم (FAO)، 1993 نے غذائی تحفظ کی اس طرح وضاحت کی کہ غذائی تحفظ تمام لوگوں کو تمام اوقات میں ان کی ضرورت کے مطابق بنیادی غذا تک دونوں طبعی اور معاشی رسائی کو یقینی بناتا ہے۔

غذائی تحفظ کے مدارج Stages of Food Security

ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لئے غذائی تحفظ کے مندرجہ ذیل چار مراحل کو تصور کیا جا سکتا ہے۔

مرحلہ 1: انسانی بقا کے نقطہ نظر سے سب سے اہم بنیادی ضرورت سب کے لئے اناج کی مناسب مقدار میں دستیابی ہونا ہے۔

مرحلہ 2: دوسرے مرحلے میں ہم غذائی تحفظ کے بارے میں یہ سوچ سکتے ہیں کہ اناج اور دالوں کی مناسب دستیاب ہونی چاہئے۔

مرحلہ 3: تیسرے مرحلے میں غذائی تحفظ میں کھانے کا اناج، دالیں، دودھ اور دودھ کی پیداوار شامل ہونا چاہئے۔

مرحلہ 4: چوتھے مرحلہ میں غذائی تحفظ میں اناج، دالیں، دودھ اور دودھ کی مصنوعات، سبزیاں اور پھل، مچھلی، انڈے اور گوشت شامل ہونا چاہئے۔

غذائی تحفظ نظام کے اہم اجزاء Main Components of The Food Security System

غذائی تحفظ نظام کے بنیادی اجزاء کا ذیل میں تذکرہ کیا گیا ہے جو یہ ہیں:

(i) بڑھتی ہوئی آبادی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے گھریلو پیداوار کو فروغ دینا اور آبادی کے کافی بڑے حصے میں کم تغذیہ کی کمی کو دور کرنا۔ اشیائے خورد و نوش کی خریداری اور ذخیرہ اندوزی کے لئے اقل ترین تائیدی قیمتیں فراہم کرنا۔

(ii) عوامی نظام تقسیم پر عمل کرنا اور

(iii) بفر اسٹاک کو برقرار رکھنا تا کہ قدرتی آفات کا سامنا کرنا پڑ سکے جس کے نتیجے میں غذا کی عارضی قلت پیدا ہوتی ہے اور تاجر و کاروباری افراد کے خلاف جواب وہ میکانزم کے طور پر کام کرنا خاص طور پر غذا کی قلت کے دور میں جو قیمتوں کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستان میں غذائی تحفظ اور غذائی خود مکتفی Food Self sufficiency and Food Security in India

جب ہندوستان نے 1965 اور 1966 کے دوران شدید خشک سالی کا سامنا کیا تب امریکی صدر Lyndon Johnson نے عوامی قانون 480-(PL) پروگرام کے تحت ماہانہ بنیادوں پر غذا کی امداد پر پابندی لگادی۔ حکومت ہند کے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ماتحت بیج۔ پانی۔ کھاد پالیسی اختیار کی گئی جو سبز انقلاب کے نام سے مشہور ہے۔ سنہ 1976 تک ہندوستان نے غذائی اجناس میں خود مکتفی حیثیت حاصل کر لی اور اس کے بعد سے، ہندوستان میں اناج کی درآمد نا کے برابر ہے۔ ہندوستان کی غذائی اجناس کی پیداوار 1950-51 میں 50 ملین ٹن سے 2018-19 میں 285 ملین ٹن تک پہنچ گئی۔

اگرچہ کہ ہندوستان نے غذائی اجناس میں خود کفیلی حاصل کر لی ہے۔ ایس ڈی تنڈولکر کی سربراہی میں ماہر گروپ کے مطابق 2011-12 میں خط غربت سے نیچے زندگی گذارنے والوں کی شرح 21.9 (25.7% دیہاتوں میں اور 13.7% شہروں میں) تھی۔ اسی طرح ڈاکٹر سی رنگا راجن کی سربراہی میں ماہرین کے گروپ کے مطابق 2014 میں خط غربت سے نیچے زندگی گذارنے والی آبادی 454 ملین (آبادی کا 38.2 فیصد) 2009-10 میں اور 2011-12 میں 363 ملین (آبادی کا 29.5%) تھا۔ اس طرح ہندوستان میں اگرچہ کہ قومی سطح پر غذائی اجناس طبعی طور پر دستیاب ہیں لیکن معاشی رسائی غائب ہے (کم آمدنی کی وجہ سے کم قیمت خرید)۔

ہندوستان میں غذائی تحفظ کی فراہمی کے اقدامات Measures to provide food security in India

غذائی تحفظ کے مسئلے کی مقداری اور معیاری پہلوؤں سے نمٹنے کے لئے حکومت ہند نے غذائی بنیاد پر تین حفاظتی جالوں پر انحصار کیا ہے۔

(i) عوامی نظام تقسیم (PDS)۔ (ii) مربوط بچوں کی ترقی خدمات (ICDS) اور (iii) دوپہر کا کھانا (MDM) اور (iv) غذائی تحفظ قانون۔

(i) عوامی نظام تقسیم (PDS): عوامی نظام تقسیم کے تحت، مناسب قیمت کی دوکانوں کے ذریعہ اشیائے خورد و نوش کو مناسب قیمتوں پر فراہم کیا جاتا ہے۔ اب PDS نے یہ نشانہ بنایا جس کے تحت سب سے پہلے غریبوں میں سے سب سے پہلے غریب کو خدمات پہنچائی جائے گی۔

(ii) بچہ مربوط ترقیاتی خدمات (ICDS): ICDS کے تحت ماقبل اسکول کے بچوں کو پری اسکول مراکز (آنگن واڑی) کے ذریعہ مفت کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔

(iii) دوپہر کا کھانا (MDM): MDM کے تحت اسکول جانے والے بچوں کو دوپہر کا کھانا مفت دیا جاتا ہے۔

غذائی تحفظ قانون سازی Food Security Legislation

ہندوستان میں غذائی تحفظ کی فراہمی کے لئے مربوط نقطہ نظر کے طور پر، حکومت ہند نے جولائی 2013 میں قومی غذائی تحفظ ایکٹ (NFSA) کو نافذ کیا جس نے 67% آبادی (75% دیہی علاقوں اور 50% شہری علاقوں) کو قانونی استحقاق دیا کہ وہ انتہائی سبسیڈی والے اناج وصول کریں گے۔ اس ایکٹ کے تحت غذائی اجناس فی کس گھریلو زمرے کے لئے فی مہینہ 5 کلوگرام اور انتھوڈیا نایوجنا خاندانوں کے لئے فی ماہ 35 کلوگرام انتہائی تائیدی قیمتوں 1 روپئے، 2 روپئے اور تین روپئے پر غذائی اناج، گیہوں اور چاول بالترتیب دئے جائیں گے۔ اس قانون کے تحت احاطہ مردم شماری، 2011 کی آبادی کے اعداد و شمار پر مبنی ہے۔ اس ایکٹ کو اب تمام 36 ریاستوں / UTs میں نافذ کیا جارہا ہے اور اس میں 81.35 کروڑ کے قریب افراد شامل ہیں۔ حاملہ خواتین حمل کی مدت کے دوران آنگن واڑی سے مفت غذا حاصل کرنے کے حقدار ہوں گے۔ اور زچگی کے 6 ماہ بعد تک بھی یہ حاصل ہوتا رہے گا۔ اور وہ 6,000 روپئے زچگی فائدہ حاصل کرنے کے بھی حقدار ہوں گے۔ چھ ماہ سے چھ سال تک کی عمر تک کے بچے آنگن واڑی سے مفت غذا حاصل کرنے کے حقدار ہوں گے۔ 6 سے 14 سال تک کی عمر کے بچے جو درمیانی جماعت میں تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کو دوپہر کا کھانا مفت فراہم کیا جائے گا۔ اگر حکومت اہل افراد کو غذائی اجناس فراہم کرنے میں ناکام ہوجاتی ہے تو ان کو غذائی تحفظ الاؤنس فراہم کیا جائے گا۔

زرعی پیداآوری	:	فصل کی پیداآوری کا اندازہ فی فصل فی ہیکٹر اوسط پیداوار سے ہوتا ہے۔
اراضی کی ذیلی تقسیم	:	زمین کے جملہ اثاثہ جات کو ایک خاندان کے بچوں میں تقسیم کرنا۔
انتشار اراضی	:	ایک خاندان کے بچوں میں ہر جگہ زمین کو تقسیم کرنا
سبز انقلاب	:	عصری داخلات کی مدد سے پیداوار اور پیداآوری میں اضافہ
درجہ بندی	:	زرعی پیداوار کو ان کے معیار کی بنیاد پر درجہ بندی کرنا
کمترین تائیدی قیمتیں (MSP)	:	بڑی زرعی مصنوعات کے لئے کمترین تائیدی قیمتیں ہر سال حکومت کے ذریعہ مقرر کی جاتی ہیں۔

زرعی لاگتوں اور قیمتوں کا کمیشن : یہ کمیشن حکومت کو زرعی قیمتوں کی پالیسی سے متعلق مشورہ دیتا ہے۔ ساتھ ہی زرعی مصنوعات کی MPS اور خریداری کی قیمتوں کا بھی تعین کرتا ہے

بیش ترین قیمت کا تعین : حکومت کچھ زرعی پیداوار کی زیادہ سے زیادہ قیمتوں کا تعین کرتی ہے۔ حکومت بہت سی زرعی مصنوعات جیسے اناج، چینی، چاول کو عوامی نظام تقسیم کے تحت مناسب قیمتوں پر فروخت کرتی ہے۔

بفر اسٹاک : قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو معتدل کرنے کے واحد مقصد کے ساتھ اناج کا ذخیرہ کرنا۔

غذائی تحفظ : اس بات کو یقینی بنانا کہ تمام افراد کو ہر وقت بنیادی خوراک تک جسمانی اور معاشی دونوں طرح کی رسائی حاصل ہو۔

غذائی تحفظ قانون : ہندوستان میں غذائی تحفظ ایکٹ 2013 میں نافذ کیا گیا تھا جس میں ہندوستان کی عوام کو غذائی تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی یہ نیا قانون لوگوں کو سبسیڈی والے اناج کا قانونی حقدار بناتا ہے۔

ہندوستانی غذائی کارپوریشن : FCI، 1965 میں قائم کیا گیا۔ یہ کارپوریشن حکومت کی جانب سے مقررہ کردہ قیمت پر اشیائے خوردونوش کی خریداری کرتا ہے۔

صنعتی شعبہ

Industrial Sector

صنعتی شعبہ معیشت کا وہ شعبہ ہے جو اشیاء کی تیاری اور پیداوار سے تعلق رکھتا ہے۔ ملک کی معاشی ترقی میں صنعتی شعبہ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے جن ممالک کا صنعتی شعبہ مضبوط ہوتا ہے ان میں معاشی نمو اور معاشی ترقی زیادہ ہوتی ہے۔ قومی آمدنی اور عوام کا معیار زندگی بہتر ہوتا ہے۔ معیشت کی ترقی میں صنعتی ترقی مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ اس سے عوام کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ اور روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح عوام زیادہ اشیاء اور خدمات، فرصت اور بہتر صحت حاصل کرتے ہیں۔ صنعتی ترقی درکار بیرونی زرمبادلہ کی شدید ضرورت کی تکمیل کے لئے زرعی برآمدات پر انحصار کو گھٹاتی ہے۔ صنعتی قوم ہمیشہ معاشی طور پر طاقتور اور کسی بھی مشکل کا آسانی سے مقابلہ کرسکتی ہے۔

صنعتوں کی ساخت کو ذیل کی بنیادوں پر بیان کیا جاسکتا ہے:

استعمال کے لحاظ سے ساخت Structure in terms of usage

(a) **بنیادی صنعتیں**: یہ صنعتیں اشیائے اصل جیسے بھاری انجینئرنگ اور مشین بلڈنگ انڈسٹریز کی پیداوار کرتی ہیں۔

(b) **اشیائے صرف پیدا کرنے والی صنعتیں**: یہ صنعتیں اشیائے صرف جیسے کپڑے کی صنعت، چمڑے کی اشیا، نمک، شکر، کاغذ اور دیگر اشیاء پیدا کرتی ہیں۔

(c) **درمیانی اشیاء پیدا کرنے والی صنعتیں**: ان صنعتوں میں کوئلہ، سمنٹ، اسٹیل، بجلی، کیمیکل پیدا کرنے والی جنس اور دیگر صنعتیں شامل ہیں۔

ملکیت کی قسم کے لحاظ سے ساخت Structure by type of ownership

(a) **عوامی شعبہ کے تحت تجارتی ادارے(Companies)**: یہ اکائیاں حکومت کی ملکیت انتظامیہ اور کنٹرول میں رہتی ہیں۔مثال کے طور پر ایرانڈیا لمیٹڈ' ONGC' HPCL' BHEL' BSNL' کول انڈیا لمیٹڈ' چند اہم عوامی شعبہ کی اکائیاں ہیں۔

(b) **خانگی شعبہ کے تحت تجارتی ادارے**: یہ اکائیاں جن کی ملکیت' انتظامیہ اور کنٹرول خانگی افراد یا فرم کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔مثال کے طور پر ریلائنس انڈسٹریز لمیٹڈ' TCS ٹاٹا کنسلٹنسی سرویس' Infosys' ٹکنالوجیز لمیٹڈ' آئی ٹی سی لمیٹڈ' ہندوستان لیور لمیٹڈ' آئی سی آئی سی آئی بینک لمیٹڈ' ٹاٹا اسٹیل لمیٹڈ' چند اہم خانگی شعبہ کی صنعتیں ہیں۔

(c) **مشترکہ شعبہ کے تحت تجارتی ادارے**: مشترکہ شعبہ اسی تجارتی اکائیوں پر مشتمل ہوتا ہے جس پر کنٹرول' ملکیت اور انتظامیہ حکومت اور خانگی آجروں اور عوامی آجروں کا ہوتا ہے مثال کے طور پر BPCL ' Goa Carban Ltd.' Cochin Refineries وغیرہ مشترکہ شعبہ کے تحت کام کرتے ہیں۔

سرمایہ کی مقدار کے لحاظ سے ساخت Structure by Size of the Capital

(a) **بڑی صنعتیں**: ان صنعتوں میں سرمایہ کاری دس کروڑ سے زیادہ اور سو کروڑ سے کم ہوتی ہے۔

(b) **بھاری صنعتیں**: ان صنعتوں میں سرمایہ کاری کی حد سو کروڑ سے زیادہ ہوتی ہے۔

(c) **مائکرو انٹر پرائزس**: ان انٹر پرائزس کو مائکرو تجارتی ادارے اس وقت کہتے ہیں جب پلانٹ اور مشنری یا اوزار پر کی جانے والی سرمایہ کاری ایک کروڑ سے زائد نہ ہو اور اس کا کاروباری لین دین پانچ کروڑ سے زائد نہ ہو۔

(d) **چھوٹے انٹر پرائزس**: چھوٹے انٹر پرائزس کی سرمایہ کاری پلانٹ اور مشنری یا اوزار پر دس کروڑ سے زائد نہ ہو اور ان کا کاروباری لین دین 50 کروڑ سے زائد نہ ہو۔

(e) **اوسط انٹر پرائزس**: اوسط انٹر پرائز کی سرمایہ کاری پلانٹ اور مشنری یا اوزار پر 50 کروڑ سے زائد نہ ہو اور اس کا کاروباری لین دین 250 کروڑ سے زائد نہ ہو۔

(f) **گھریلو صنعتیں**: ایسی صنعتیں جن کی پیداوار اور خدمات فیکٹری (Factory) کے بجائے گھریلو بنیاد پر ہوتی ہے' گھریلو صنعت کہلاتی ہے۔عام طور پر یہ صنعتیں غیر منظم ہوتی ہیں' جنہیں چھوٹی صنعتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

(g) **ذیلی صنعتیں**: یہ صنعتیں ایسی ہوتی ہیں جو بڑے پیانہ کی صنعتوں میں استعمال کئے جانے والے اجزاء اور پرزے تیار کرتی ہیں اس میں سرمایہ کاری کی حد ایک کروڑ سے زائد نہیں ہوتی۔

(h) **ننھی صنعتیں(Tiny Industries)**: ان میں سرمایہ کاری کی حد 25 لاکھ ہوتی ہے۔لیکن ان کا محل وقوع کوئی مقرر نہیں ہوتا۔

(i) **گھرانہ صنعتیں**: یہ ایسی صنعتیں ہیں جس میں دست کار' پیشہ ور اور ہنر مند لوگ اپنے ہی گھر میں اپنا کام کرتے ہوں جس کا رقبہ تین ہزار مربع فیٹ سے کم ہو' ایک کیلوواٹ بجلی استعمال کرتے ہوں' جن کے پاس مزدور پانچ سے زائد نہ ہوں اور جو آلودگی پیدا کرنے کا ذریعہ نہ ہوں' جیسے ہاتھ سے بنی اشیاء' کھلونے' گڑیا' پلاسٹک اور پیپر سے تیار کردہ اشیاء' الکٹرانک اور الکٹریکل آلات وغیرہ شامل ہیں۔

حکومت ہند کی وزارت برائے جزوی' چھوٹے اور اوسط کے تجارتی ادارے نے اپنے اعلامیہ میں جو 1/جون 2020 کو جاری کیا گیا

جزوی، چھوٹی اور اوسط انٹر پرائزس کی نظر ثانی شدہ تعریف جو سرمایہ کاری اور کاروباری لین دین سے متعلق ہے پیش کی جس کو یکم جولائی 2020 سے عمل میں لایا گیا۔ نظر ثانی شدہ تعریفیں یہ ہیں۔

جزوی انٹر پرائزس: ان انٹر پرائز کو جزوی اکائی بھی کہتے ہیں۔ اگر سرمایہ کاری پلانٹ مشنری یا اوزار پر کی جارہی ہو تو وہ ایک کروڑ سے زائد نہ ہو اور کاروباری لین دین پانچ کروڑ سے زائد نہ ہو۔

چھوٹے انٹر پرائزس: چھوٹے انٹر پرائز کی سرمایہ کاری پلانٹ اور مشنری یا اوزار پر دس کروڑ سے زائد نہ ہو اور کاروباری لین دین 50 کروڑ سے زائد نہ ہو۔

اوسط انٹر پرائزس: اوسط انٹر پرائز کی سرمایہ کاری پلانٹ اور مشنری یا اوزار پر 50 کروڑ سے زائد نہ ہو اور کاروباری لین دین 250 کروڑ سے زائد نہ ہو۔

انٹر پرائزس کی قسم کے لحاظ سے ساخت Structure by Types of Enterprises

(a) **عوامی لمیٹڈ کمپنیز:** عوامی لمیٹڈ کمپنیز میں شامل ممبرس ایک رضا کارانہ تنظیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو ایک علیحدہ قانونی وجود رکھتی ہے اور ان کی ذمہ داری یا جوابدہی محدود ہوتی ہے۔

(b) **خانگی لمیٹڈ کمپنیز:** خانگی لمیٹڈ کمپنیز میں شامل رضا کارانہ تنظیم کے ممبر دو سے کم نہ ہوں اور 50 سے زائد نہ ہوں۔ اور ان کی ذمہ داری و جواب دہی محدود ہوتی ہے۔ اور اس کے حصص کی منتقلی اس کے ممبروں تک محدود ہوتی ہے اور اسے عام لوگوں کو اس کے تمسکات اور حصص کی رکنیت کی اجازت نہیں ہوتی۔

(c) **سرکاری کمپنیاں:** یہ کمپنیاں مرکزی یا ریاستی حکومت کی ملکیت ہوتی ہیں۔ جملہ اصل یا زیادہ سے زیادہ حصص کی مالک حکومت ہوتی ہے۔ عوامی لمیٹڈ اور خانگی لمیٹڈ دونوں کمپنیاں حکومت کے پاس رجسٹرڈ ہوتی ہیں اور دونوں کا انتظامیہ حکومت کے تحت ہوتا ہے۔ حکومتی کمپنیاں چند مراعات سے استفادہ کرتی ہے جو غیر حکومتی یا غیر سرکاری کمپنیوں کو میسر نہیں ہوتی۔ سرکاری کمپنیوں کی تشکیل کے لئے کوئی اسپیشل قانون کی ضرورت نہیں۔ مثال کے طور پر الکٹرانکس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ، نیوکلیر پاور کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ، یورانیم کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ، بھارت ڈائمکس لمیٹڈ، بھارت الکٹرانک لمیٹڈ وغیرہ چند مرکزی حکومت کی کمپنیاں ہیں۔

صنعتوں کی درجہ بندی (Classification of Industries) : ذیل میں صنعتوں کی درجہ بندی کی گئی ہے:

1. **بنیادی صنعت:** بنیادی صنعت کا تعلق قدرت کے عطا کردہ وسائل کے تعاون سے پیدا کی جانے والی اشیاء سے ہے۔ یہ صنعتیں قدرت پر انحصار کرتی ہیں جس میں انسانی کاوشوں کا بہت کم دخل ہوتا ہے۔ مثلاً زراعت، کاشت کاری، جنگلات، سمکیات اور باغبانی۔

2. **جینیاتی صنعت:** جینیاتی یا نسلی صنعتیں فروخت کے مقصد سے پودوں اور جانوروں کو چند اقسام کی تخلیق نو اور کثرت افزائش کا کام انجام دیتی ہیں۔ جس کا اہم مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔ مثلاً پودوں کی نرسریاں، پولٹری یا مرغبانی اور افزائش مویشیاں۔

3. **استخراجی صنعت:** ماخذی یا استخراجی صنعتوں کا تعلق مٹی، ہوا اور پانی سے مختلف اشیاء کو اخذ کرنے سے ہے۔ عام طور پر یہ صنعت خام شکل میں پائی جاتی ہے جو مصنوعات کی تیاری اور تعمیراتی سرگرمیوں میں استعمال ہوتی ہے۔ کانکنی کی صنعت، کوئلہ، معدن، تیل کی

صنعت' لوہے کی کچ دھات' جنگلات کا چوبینہ' عمارت کی تعمیر میں استعمال ہونے والی لکڑی' اور ربر کا استخراج۔ ماخذی صنعتوں کا حصہ ہے۔

4. **مصنوعاتی صنعت:** یہ وہ صنعت ہے جو انسانی طاقت اور مشینوں کے استعمال کے ذریعہ اخام مال کو مکمل اشیاء میں تبدیل کرنے کا کام کرتی ہیں۔ مکمل اشیاء' اشیائے صارفین بھی ہوسکتی ہے اور اشیائے اصل بھی۔ مثلاً پارچہ جات' کیمیائی مادے' شکر اور کاغذ کی صنعت۔

5. **تعمیراتی صنعت:** تعمیراتی صنعت' عمارتوں' پلوں' سڑکوں' ڈیاموں اور کنالوں کی تعمیر کا کام انجام دیتی ہے' یہ دوسری صنعتوں سے اس لئے مختلف ہوتی ہے کیونکہ دوسری صنعتیں اشیاء کی تیاری ایک جگہ کرتی ہیں اور اس کو فروخت دوسری جگہ کرتی ہیں جب کہ یہ صنعت تعمیراتی ہے اس لئے ایک جگہ ہی رہتی ہے۔

6. **خدمتی صنعت:** دورِ جدید میں خدمتی شعبہ ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ اس زمرہ میں آنے والی اہم صنعتیں' ہوٹل صنعت' تفریحی صنعت' سیاحتی صنعت وغیرہ ہیں۔

ہندوستان میں صنعتی ترقی Industrial Growth in India

صنعتوں کی ترقی کے لئے حکومت نے صنعتی پالیسی قرارداد 1948 اور صنعتوں (کی ترقی اور باقاعدگی) کا قانون 1957 پیش کیا لیکن ہندوستان میں صنعتی ترقی کے لئے موافق ماحول 1951 کی منصوبہ بندی کے عمل میں آنے سے پیدا ہوا۔ آزادی کے بعد ہندوستان میں کئی صنعتیں خانگی' عوامی اور مشترکہ شعبوں میں قائم کی گئیں۔ ہندوستان میں صنعتی وسائل اور خام مال کی دستیابی بہ آسانی پوری کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر بھلائی (Bhilai)' بوکارو (Bokaro)' رورکیلا (Rourkela) رانچی' جمشید پور' رینوکوٹ اہم مراکز کی طرح آزادی کی پہلی دیڑھ دہائی کے دوران ابھرے۔ پہلا مرحلہ ابتداء سے 66-1965 تک اور دوسرا مرحلہ 66-1965 سے شمار کیا جاتا ہے۔ معیشت نے پہلے تین پنچسالہ منصوبوں کے دوران تیز رفتار ترقی کی لیکن اس کے بعد اس میں سست رفتاری آگئی۔ کیونکہ قومی آمدنی اور روزگار کی فراہمی میں صنعت کا حصہ بھی ٹھیک انہیں رجحانات کو ظاہر کرتا رہا اس لئے ہم ہماری صنعتی ترقی کو شاندار قرار نہیں دے سکتے اس کے باوجود کہ پورے ملک میں نئے صنعتی مراکز قائم ہوتے رہے۔

صنعتی پیداوار کا شاریہ Index of Industrial Production (IIP)

صنعتی پیداواری اشاریہ کے اعداد و شمار یا IIP عام طور پر معیشت کے مختلف شعبوں میں مصنوعات کی تیاری کو ظاہر کرنے والا اشاریہ کہلاتا ہے۔ آئی آئی پی جائزہ لینے کی مدت عام طور پر ایک مہینہ میں صنعتی پیداوار کی پیائش کرتا ہے بجائے ریفرنس کی مدت کے۔ معیشت کے مصنوعاتی شعبہ میں IIP ایک اہم اظہاریہ ہے۔

صنعتی پیداوار کا اشاریہ IIP صنعت کے تین اجزاء پر مشتمل ہے جو یہ ہے: کانکنی' مصنوعات اور بجلی۔ IIP کی اس طرح بھی زمرہ بندی کی جاسکتی ہے جیسے استعمال کی بنیاد پر درجہ بندی' IIP کا بنیادی سال جو 05-2004 تھا اسے 2017 میں تبدیل کرکے 12-2011 کردیا گیا۔

ہندوستان میں صنعتی ترقی کا طرز Pattern of Industrial Development in India

ہندوستان میں صنعتی ترقی کے طرز کا تعین مملکت کی جانب سے اس وقت کیا گیا جب انگریزوں سے آزادی حاصل ہوئی۔ برطانیہ نے ہندوستان کو سستے خام مال کا ذریعہ اور تیار شدہ اشیاء کی فروخت کے لئے ایک بڑے بازار کے طور پر استعمال کیا، اس نے کبھی بھی بنیادی سہولتوں کی ترقی اور فراہمی پر توجہ نہیں دی۔ آزادی کے حصول کے بعد ہندوستان نے فوری طور پر اشیائے اصل کی ضرورت محسوس کی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اشیائے اصل کی صنعتوں کو تیز رفتار ترقی دی جائے۔ ہندوستان میں صنعتی ترقی کی اہم خصوصیت عوامی شعبہ کی تیز رفتار ترقی رہی ہے۔ یہ شعبہ عوامی افادیت کی خدمات جیسے ریلوے، سڑک حمل ونقل، مواصلات، بجلی اور آب پاشی پراجیکٹ، مرکز اور ریاستی حکومت کے تحت محکمہ جاتی کمپنیاں بشمول دفاعی پیداوار کی اکائیاں اور کئی دوسرے صنعتی تجارتی ادارے جو مکمل طور پر مرکزی حکومت کی مدد کے تحت ہیں، پر مشتمل ہے۔ عوامی شعبہ، قومی آمدنی میں 1/5 حصہ صنعتی شعبہ سے ادا کررہا ہے۔ اور اس کی جانب سے حاصل کی جانے والی فاصلات حکومت کے غیر محصول آمدنی کا اہم ذریعہ ہے۔ عوامی شعبہ بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

ہندوستان میں 1951ء سے پنچسالہ منصوبوں کے آغاز کے ساتھ ہندوستان کی صنعتی ترقی اور ساتھ ہی ساتھ زرعی ترقی کے حق میں تناظری تبدیلی ناگزیر تھی۔ زراعت پر مبنی صنعتوں کی ترقی، دیہی صنعتیں اور چھوٹے پیمانے کی اکائیاں صنعتی پیداوار کی ترقی کے عمل کا اہم حصہ بنیں۔

ہندوستان میں پنچسالہ منصوبوں کے دوران صنعتی ترقی

Industrial Development during the Five Years Plans in India

ہندوستان میں صنعتی شعبہ کی ترقی اور حقیقی نمو پنچسالہ منصوبوں کے دوران شروع ہوا۔

پہلا پنچسالہ منصوبہ (1951-56): پہلے پنچسالہ منصوبہ میں زراعت پر زور دیا گیا۔ اس لئے نئی صنعتوں کا قیام اور موجودہ صنعتوں پر بھر پور توجہ نہیں دی گئی۔ کاٹن، وولن، جوٹ پارچہ جات، سمنٹ، نیوز پیپرس، کاغذ، ادویات، پینٹ، شکر، ڈالڈا، کیمیکل اور انجینئرنگ اشیاء اور حمل ونقل کے آلات کی ترقی کا عمل جاری رہا۔

دوسرا پنچسالہ منصوبہ (1956-61): اس منصوبہ میں بھاری صنعتوں پر توجہ دی گئی۔ جن صنعتوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ان میں لوہے اور فولاد، بھاری انجینئرنگ، لگنائٹ پراجیکٹ اور کیڑے مار ادویات وغیرہ۔ نئے قائم کردہ پلانٹ بھلائی، رورکیلا اور درگاپور میں واقع ہیں۔

تیسرا پنچسالہ منصوبہ (1961-66): اس منصوبہ میں بنیادی صنعتوں کے پھیلاؤ پر زور دیا گیا جیسے لوہے اور فولاد، ایندھن اور مشین بلڈنگ وغیرہ۔ رانچی مشین آلات اور تین HMT اکائیاں قائم کی گئیں۔ مشین بلڈنگ، ریل کا انجن اور ریلوے کوچ کی تیاری، جہاز رانی، ایرکرافٹ کی تیاری، کیمیکل ڈرگس اور جراثیم کش ادویات کی صنعتیں بھی مسلسل ترقی حاصل کی۔

سالانہ منصوبے (1966-69): 1966 سے 1969 تک کی مدت سالانہ منصوبوں کا دور تھا۔ سالانہ منصوبوں کے دوران صنعتی پیداوار میں کوئی قابل لحاظ اضافہ نہیں ہوسکا۔

چوتھا پنچسالہ منصوبہ (1969-74): اس منصوبہ کے دوران زرعی بنیاد پر مبنی صنعتیں جیسے شکر، کاٹن، جوٹ، ڈالڈا، دھان بنیاد، کیمیکل کی صنعتیں وغیرہ پر زور دیا گیا اس منصوبہ میں المونیم خودکار محرک مشینیں اور الکٹرانک اشیاء، مشینی آلات، ٹراکٹرس اور مخصوص اسٹیل پر زور دیا گیا اور

صنعتوں کے انتشار کے عمل کو تیزی سے بہتر کرنے کی کوشش کی گئی۔

پانچواں پنچسالہ منصوبہ (79-1974): اس منصوبہ میں اہم توجہ تیز رفتار اسٹیل پلانٹس کی ترقی اور برآمدات سے متعلق اشیاء اور زیادہ استعمال کی جانے والی اشیاء پر زور دیا گیا۔ اسٹیل پلانٹس' سیلم' وجئے نگر اور وشاکھا پٹنم میں زائد صلاحیت کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ Steel Authority of India (SAIL) کو قائم کیا گیا۔ مزید دواؤں کی تیاری' خالص تیل' کیمیائی کھاد اور بھاری انجینئرنگ صنعتوں نے مسلسل ترقی کی۔

چھٹا پنچسالہ منصوبہ (85-1980): چھٹے پنچسالہ منصوبہ میں بین الاقوامی اور مقامی بازاروں میں استعمال کی جانے ولی اشیاء پر زور دیا گیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے صنعتیں جیسے المونیم' خودکار محرک مشینیں' الکٹرک آلات' وغیرہ کو ترجیح دی گئی۔ مختلف صنعتوں جیسے تجارتی گاڑیاں' ڈرگس' TV' آٹوموبائل' سمنٹ' کوئلہ' جوٹ' غیر آہنی دھات' پارچہ جات' ریلوے ویاگن' شکر کی صنعت وغیرہ میں پیداوار کے نشانے حاصل کئے گئے۔

ساتواں پنچسالہ منصوبہ (90-1985): اس منصوبہ میں ہائی ٹیک' اور الکٹرانک صنعتوں پر توجہ دی گئی۔ اس منصوبہ کا اہم کام صنعتوں کے انتشار پر قابو پانا بھی تھا۔ خود روزگار' مقامی وسائل کا بہتر استعمال اور مناسب ترتیب پر زور دیا گیا۔

آٹھواں پنچسالہ منصوبہ (97-1992): 1990 سے 1992 تک سالانہ منصوبے روبعمل لائے گئے۔ حکومت ہند کی جانب سے صنعتی پالیسی میں اہم تبدیلیاں کی گئیں' جس کو 1991 سے شروع کیا گیا جو آزادیانہ کی پالیسی بین قومی سرمایہ کاری کی خاطر اختیار کی گئی۔ اس کے علاوہ علاقائی عدم توازن کو دور کرنے اور چھوٹے پیمانے اور نہایت ہی چھوٹے پیمانے کی صنعتوں میں روزگار نمو میں اضافہ پر زور دیا گیا۔

نواں پنچسالہ منصوبہ (2002-1997): اس منصوبے میں جن صنعتوں کو اہمیت دی گئی وہ یہ ہیں' سمنٹ' کوئلہ' خام تیل' اشیائے صارفین' بجلی اور بنیادی سہولتیں' ریفائنری (Refinery) اور معیاری اسٹیل پیداوار وغیرہ۔

دسواں پنچسالہ منصوبہ (2007-2002): اس منصوبے میں جن امور کو اہمیت دی گئی وہ یہ ہیں: (i) جدید یت' ٹکنالوجی کو بڑھاوا دینا اور تبادلہ کی لاگتوں میں کمی اور برآمدات میں اضافہ کرنا۔ (ii) برآمدات میں اضافہ کرنا اور عالمی مسابقت میں اضافہ کرنا۔ (iii) علاقائی متوازن ترقی کا حصول۔

گیارہواں پنچسالہ منصوبہ (2012-2007): اس منصوبہ میں شمولیت نمو کو اہمیت دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ بنیادی سہولیات' صنعتیں اور روزگار کو بھی اہمیت دی گئی۔ اس منصوبے میں اس بات کو قبول کیا گیا کہ تیز رفتار صنعتی ترقی کے حصول سے غربت میں کمی اور روزگار میں اضافہ اور لازمی خدمات جیسے صحت اور تعلیم کو معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچایا جائے۔ اس منصوبے میں صنعتی ترقی 8 فیصد رہی بمقابلہ متوقع ترقی 10 تا 11 فیصد شرح کے۔

بارہواں پنچ سالہ منصوبہ (2017-2012): اس منصوبے میں منصوبہ بندی کمیشن نے شمولیت پر مبنی نمو پر زور دیا اور یہ توقع کی گئی کہ ترقی پذیر ہندوستان میں مصنوعات کی تیاری کا شعبہ روزگار پیدا کرے گا۔ اور صنعت اونچائی تک پہنچ سکے گی۔ منصوبہ بندی کمیشن نے واضح کیا کہ اس مفید صنعت اور اشیاء کی تیاری سے متعلق سرگرمیاں انجام دینا ہے اور اس منصوبے کے دوران 11 فیصد ترقی حاصل کی جائے گی۔

بمقابلہ گیارہویں پنچسالہ منصوبہ کے جس میں یہ 8 فیصد رکھا گیا تھا۔

نیتی آیوگ National Institution for Transforming India (NITI Aayog) : ہندوستان کے منصوبہ بندی کمیشن نے ملک کی معاشی ترقی کے لئے پنچسالہ منصوبوں کی سرپرستی کی ہے۔ تاہم 2014 میں 65 سال پرانا منصوبہ بندی کمیشن کو تحلیل کردیا گیا اور اس کی جگہ ایک مرکز دانشوران نیتی آیوگ نے لے لی۔

ہندوستان میں بڑی صنعتیں Major Industries in India

پارچہ جات کی صنعت: ہندوستان میں پارچہ جات ایک روایتی صنعت ہے جو زراعت کے بعد بڑے پیمانے پر ہنرمند اور غیر ہنرمند افراد کو روزگار فراہم کرتی ہے۔ پارچہ جات کی صنعت یا کپڑے کی صنعت ایک ایسی صنعت ہے جو ہندوستان میں بہت زیادہ روزگار فراہم کرتی ہے۔

شکر کی صنعت: گنا ایک اہم تجارتی فصل ہے جو ہندوستان کے 5.0 ملین ہیکٹر رقبہ پر اگایا جاتا ہے۔

سمنٹ کی صنعت: 2019 میں ہندوستان سمنٹ کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ عالمی پیداوار کا 8 فیصد حصہ پیدا کرتا ہے۔ جملہ پیداوار میں 98 فیصد حصہ خانگی شعبہ کا ہے اور بقیہ حصہ عوامی شعبہ۔ ہندوستان میں 20 بڑی کمپنیاں جملہ سمنٹ کی پیداوار کا 70 فیصد حصہ پیدا کرتی ہیں۔ ملک میں 210 سمنٹ کے بڑے پلانٹ ہیں۔ اور اس میں سے 77 پلانٹ آندھرا پردیش، راجستھان اور ٹامل ناڈو میں قائم ہیں۔

لوہے اور فولاد کی صنعت: ہندوستانی صنعتوں میں لوہے اور فولاد کی صنعت بہت اہم صنعت ہے۔ یہ ایک مددگار صنعت ہے اس کی پیداوار دوسری صنعتوں میں خام مال کا کام انجام دیتی ہے۔ 19-2018 میں ہندوستان لوہے اور فولاد کی پیداوار میں چین کے بعد دوسرا بڑا ملک رہا ہے۔ خام گھریلو پیداوار میں اس کا حصہ 2 فیصد ہے اور صنعتی پیداوار میں اس کا حصہ 6.2 فیصد ہے۔

ہندوستانی دواسازی کی صنعت: ہندوستان عام استعمال میں آنے والی دوائیں عالمی سطح پر فراہم کرنے والا ملک ہے۔ ہندوستانی دواساز شعبہ کی صنعت مختلف قسم کے Vaccines کی 50 فیصد عالمی طلب کو پورا کرتی ہے۔ 2019 کے مالیاتی سال میں ہندوستان کی دواؤں کی برآمدات 19.14 بلین ڈالر رہی۔ دواسازی سے متعلق برآمدات میں بڑی مقدار میں ادویات، درمیانی مرکبات، دواؤں کے فارمولے، جینیاتی، Ayush جڑی بوٹیوں سے بنی ادویات اور سرجیکل (جراحی) سے متعلق اشیاء شامل ہیں۔

کانکنی کی صنعت: ہندوستان دنیا کی کچ دھات کا 8 فیصد ذخائر رکھتا ہے۔ 19-2018 میں ہندوستان دوسرا بڑا خام اسٹیل پیدا کرنے والا ملک رہا۔ جس کی پیداوار 111.2 ملین ٹن تھی۔ وزارت کانکنی کے مطابق 18-2017 میں ہندوستان ساتواں بڑا خام المونیم (Bauxite) کا ذخیرہ رکھتا ہے۔

ہندوستانی آٹوموبائیل صنعت: آٹوموبائیل صنعت، بنیادی صنعتوں کے لئے ضرورت کے آلات تیار کرتی ہے۔ جیسے اسٹیل، غیر آہنی دھات، ریفائنری، پٹروکیمیکل، جہازرانی، پارچہ صنعت، پلاسٹک، گلاس، ربڑ، اصل آلات، لوجسٹک (نقل و حرکت)، کاغذ، سمنٹ وغیرہ۔

ہندوستانی تیل اور گیس کی صنعت: تیل اور گیس کا شعبہ ہندوستان کی آٹھ بنیادی صنعتوں میں شامل ہے اور معیشت کے دیگر تمام اہم حصوں کے لئے فیصلہ سازی کو متاثر کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

صنعتی پسماندگی Industrial Backwardness

صنعتی پسماندگی کا نتیجہ معاشی پسماندگی ہے۔ملک میں صنعتی پسماندگی کی نشاندہی کے لئے 1968 میں پانڈے کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔صنعتی پسماندگی کے علاقوں کی نشاندہی کے لئے کمیٹی نے چھ متغیرات کا استعمال کیا۔وہ اس طرح ہیں:(a)فی کس آمدنی (b) کانکنی اور صنعتی وسائل سے حاصل ہونے والی فی کس آمدنی(c) صنعتوں میں نامزد کام کرنے والوں کی تعداد(d) صنعتوں میں فی کس بجلی کا صرف (e) آبادی کے سائز کے لحاظ سے سڑکوں کی لمبائی(f) علاقے کے مطابق سڑکوں کی لمبائی۔

صنعتی پالیسی قراردادیں Industrial Policy Resolutions

صنعتی پالیسی عوامی اور خانگی شعبہ کی کارکردگی کو ظاہر کرتی ہے۔صنعتی پالیسی چند اصول اور طریقے پیش کرتی ہے جو صنعتی سرگرمیوں کا طرز اور نمو کو چلاتے ہیں۔اس میں بدلتی ہوئی صورتحال' تقاضوں اور پیشرفت کے امکانات کے مطابق ترمیم اور تدوین کی جاسکتی ہے۔

مقاصد: صنعتی پالیسی کے بڑے مقاصد یہ ہیں:

(i) تیز رفتار صنعتی ترقی

(ii) متوازن صنعتی ساخت

(iii) معاشی قوت کے ارتکاز کی روک تھام

(iv) متوازن علاقائی نمو

صنعتی پالیسی قرارداد 1948 (Industrial Policy Resolution 1948)

15/اگست 1947 کو آزادی حاصل کرنے کے بعد یہ خیال کیا گیا کہ صنعتی ترقی کے لئے نئی پالیسی مرتب کی جائے۔تاکہ ترجیحی میدان طئے کئے جائیں اور آجروں کے ذہن سے موجودہ صنعتوں کے قومیانے کے سلسلہ میں پائے جانے والے شبہات کو دور کیا جاسکے۔ 1948 کی صنعتی پالیسی قرارداد اس وقت منظور کی گئی جب ہمارا دستور نافذ نہیں کیا گیا تھا اور کوئی قانونی فریم ورک نہیں تیار کیا گیا تھا۔حکومت ہند نے 6/اپریل 1948 کو صنعتی پالیسی قرارداد کا اعلان کیا۔جہاں صنعتی ترقی کے لئے عوامی اور خانگی دونوں شعبوں کو شامل کیا گیا اسطرح صنعتوں کو چار بڑے زمروں میں تقسیم کیا گیا۔

صنعتی پالیسی قرارداد 1956 (Industrial Policy Resolution 1956)

1948 کی صنعتی پالیسی کے مختصر عرصے میں معاشی اور سیاسی شعبے میں کچھ اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں صنعتی پالیسی میں بھی تبدیلی لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ڈسمبر 1954 میں پارلیمنٹ نے اشتراکی طرز کا سماج کے قیام کو اختیار کیا۔نئی صنعتی پالیسی کا 30/اپریل 1956 کو اعلان کیا گیا۔1956 کی صنعتی پالیسی قرارداد کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1. صنعتوں کی درجہ بندی: صنعتوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا جو درج ذیل ہیں:

(i) زمرہ "A" میں سترہ صنعتیں رکھی گئیں اور نئی صنعتی اکائیاں جو خانگی شعبے میں قائم کی گئیں ان کو منظوری دے دی گئی۔لیکن یہ

اب صرف حکومت کے تحت قائم کی جائیں گی۔

(ii) زمرہ "B" میں بارہ صنعتیں شامل کی گئیں۔ جن میں کانکنی صنعتیں، المونیم، غیر آہنی صنعتیں جو زمرہ "A" میں شامل نہیں کی گئیں۔

(iii) زمرہ "C" میں باقی تمام صنعتوں کو شامل کیا گیا جس کی مستقبل میں ترقی کے لئے اور ان کو شروع کرنے اور ان میں کاروبار کرنے کے لئے خانگی شعبہ کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

صنعتی پالیسی قرارداد 1977 (Industrial Policy Resolution 1977)

مارچ 1977 میں جنتا پارٹی اقتدار پر آئی اور 23 / ڈسمبر 1977 کو جنتا گورنمنٹ نے ایک نئی صنعتی پالیسی پارلیمنٹ میں اعلان کیا۔ اس نئی پالیسی کے تحت چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا۔ (a) گھریلو اور خانہ داری صنعتیں۔ (b) چھوٹی اکائیاں جن میں ایک لاکھ سے کم سرمایہ کاری کی جائے۔ (c) چھوٹے پیمانے کی اکائیاں دس لاکھ روپے سرمایہ کاری کے ساتھ۔

صنعتی پالیسی قرارداد 1980 (Industrial Policy Resolution 1980)

1980 میں کانگریس پارٹی کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوا تو اس نے 1956 کی صنعتی پالیسی بنانے پر زور دیا اور 25 / جولائی 1980 کو نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ 1980 کی صنعتی پالیسی عملی و منفعت پسندانہ نقطہ نظر کو اختیار کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور صنعتی پیداوار میں اضافہ کے اقدامات پر زور دیتی ہے۔ لیکن خانگی شعبہ میں معاشی قوت کے ارتکاز کو کم کرنے کے پالیسی اقدامات اور دیگر مسائل کو نظر انداز کرتی ہے۔ یہ بہت حد تک اصل عمیق طریقہ ترقی کو پسند کرتی ہے اس لئے بڑے پیمانہ کے آزادیانہ کے مختلف اقدامات کی کوشش کرتی ہے۔ یہ روزگار کے مقصد کو کم اہمیت دیتی ہے۔ یہ پالیسی بیان کرتی ہے کہ ایسی صنعتی اکائیاں جو بدنظمی کی وجہ سے بیمار ہوگئی ہیں ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے گا۔

صنعتی پالیسی قرارداد 1991 (Industrial Policy Resolution 1991)

حکومت نے 24 / جولائی 1991 کو ایک نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ اس نئی پالیسی نے صنعتی معیشت کو ایک حقیقی طرز پر از سر نو منظم کیا۔ نئی پالیسی کے بڑے مقاصد پہلے سے تیار فائدوں کی تعمیر، پیدا ہونے والی کمزوریوں اور بگاڑ کی اصلاح، پیداواری اور فائدہ بخش روزگار میں قابل برقراری ترقی کو یقینی بنانا اور بین الاقوامی مسابقت کا حاصل ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے حکومت نے نئی صنعتی پالیسی میں حسب ذیل سلسلہ وار اقدامات کا اعلان کیا۔

1. **صنعتی لائسنسنگ کا خاتمہ:** معیشت کو آزاد کرنے کے اہم مقصد کے طور پر نئی صنعتی پالیسی نے سوائے چند صنعتوں کے جن کا تعلق سلامتی اور حکمت عملی کے معاملات اور سماجی وجوہات سے ہو کے علاوہ بلا لحاظ سرمایہ کاری کی سطح کے تمام لائسنسوں کے لزوم کا خاتمہ کر دیا۔ فبروری 1999 کی ترمیم کے مطابق اب صرف چھ (6) صنعتیں ایسی ہیں جن کے لائسنس ضروری ہیں۔ جو یہ ہیں: الکوہل، سگریٹ، نقصاندہ کیمیائی مادے، ڈرگس اور دواسازی، الکٹرانکس، خلائی اور دفاعی آلات اور صنعتی دھماکو اشیاء۔

2. **عوامی شعبہ کے رول کو کم کرنا:** 1956 سے عوامی شعبہ کے لئے محفوظ صنعتوں کی تعداد 17 تھی۔ اس تعداد کو گھٹا کر 3 کر دیا گیا۔ وہ یہ ہیں: (i) اسلحہ و گولہ بارود اور دفاعی آلات سے متعلق اشیاء (ii) ایٹمی توانائی (iii) ریلوے حمل ونقل۔

3. **MRTP Act 1969:** MRTP کمپنیوں اور MRTP غالب اکائیوں کے سلسلے میں اثاثہ جات کی حد کے خاتمہ کی خاطر قانون میں ترمیم کی گئی۔

ہندوستانی قومی مینوفیکچرنگ (اشیاء کی تیاری) پالیسی 2011 (NMP)

قومی مینوفیکچرنگ پالیسی کا نومبر 2011 میں اعلان کیا۔ جس کا مقصد ایک دہے میں GDP میں مینوفیکچرنگ شعبہ کا حصہ 25% اور 100 ملین روزگار پیدا کرنا ہے۔ یہ پالیسی ریاست کے ساتھ شراکت میں صنعتی نمو کے اصول پر مبنی ہے۔ مرکزی حکومت مناسب مالیاتی آلات کے ذریعہ بنیادی سہولیات کی ترقی اور عوامی خانگی شراکت داری (PPP) کی بنیاد کو قابل بنانے کی پالیسی کا فریم ورک تشکیل دے گی اور ریاستی حکومت کو پالیسی میں فراہم کردہ آلات کو اپنانے کی ترغیب دی جائے گی۔ محکمہ نے مرکزی حکومت کے متعلقہ ایجنسیوں اور ریاست کے ساتھ مشاورت سے اس پالیسی پر عمل درآمد شروع کیا ہے۔

نئی معاشی اصلاحات کا ظہور The Emergence of New Reforms

1991 میں حکومت ہند نے معاشی اصلاحات کو متعارف کروایا جس کا مقصد نئی آزاد پالیسی اور تیز رفتار معاشی نمو کا حصول ہے۔ اصلاحاتی عمل کے مقاصد یہ تھے: (a) نمو کی شرح میں تیز رفتار اضافہ۔ (b) روزگار میں اضافہ یہاں تک کہ مکمل روزگار کی سطح حاصل ہو جائے۔ (c) غربت کے اثر کو کم کرنا۔ (d) سماج کے نچلے اور غریب طبقہ کو ایک بہتر لائحہ عمل کے ذریعہ مساوات فراہم کرنا۔ (e) علاقائی عدم مساوات کو کم کرنا۔ یعنی امیر اور غریب ریاستوں کے درمیان خلا کو ختم کرنا۔ (f) توازن ادائیگی میں بہتری لانا۔

آزادیانہ، خانگیانہ اور عالمیانہ <u>Liberalization, Privatization and Globalization (LPG)</u>

معاشی اصلاحات کے اہم خصوصیات یہ ہیں: (i) آزادیانہ (ii) خانگیانہ (iii) عالمیانہ۔ انہیں عام طور پر LPG سے جانا جاتا ہے۔

I. آزادیانہ Liberalisation

نئی صنعتی پالیسی نے صنعتی شعبہ میں غیر ضروری قواعد وضوابط اور کنٹرول کو ختم کرنے کے لئے کئی آزادیانہ اقدامات متعارف کروائے۔ آزادیانہ سے مراد تجارت اور صنعت میں پائے جانے والے تحدیدات کو ختم کرنا ہے۔ آزادیانہ کا اہم مقصد صنعتی شعبہ کو غیر ضروری نوکر شاہی کے کنٹرول سے باہر نکالنا تھا۔

آزادیانہ پالیسی کی اہم خصوصیات یہ ہیں:

1. **صنعتی لائسنسنگ کا خاتمہ:** 1991 کی نئی صنعتی پالیسی نے تمام صنعتوں سے لائسنس کے لزوم کا خاتمہ کر دیا سوائے 18 ایسی صنعتوں کے جن کا تعلق سلامتی اور حکمت عملی سے ہے ان میں نقصان دہ کیمیائی مادے کی تیاری کرنے والی اور ایسی صنعتیں جن کا تعلق ماحولیاتی آلودگی سے ہے، شامل ہے۔
2. **تحدیدات کا خاتمہ:** تمام صنعتیں سوائے ان 18 کے بغیر کسی رکاوٹ کے قائم کی جا سکتی ہیں اور ان کے حصص فروخت کئے جا سکتے ہیں۔ یہ صنعتیں اپنی تجارت کو پھیلا سکتی ہیں نئی اشیاء پیدا کر سکتی ہیں اس کے لئے انہیں لائسنس حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
3. **MRTP تحدیدات میں نرمی:** MRTP قانون کا مقصد اجارہ داری کا کنٹرول ہے تاکہ معاشی قوت کے ارتکاز کو ختم کیا جائے ساتھ ہی اس کا مقصد غیر شفاف تجارتی عمل سے روکنا بھی ہے تاکہ صارف کے مفادات کی حفاظت کی جا سکے۔ ان نئی اصلاحات کے متعارف ہونے سے پہلے MRTP قانون کے تحت صنعتوں پر کئی ایک تحدیدات عائد تھیں جیسے 100 کروڑ روپیوں یا اس سے زائد کی

سرمایہ کاری۔انہیں کسی بھی سرمایہ کاری کے فیصلے کے لئے قبل از داخلہ جائزہ سے گذرنا پڑتا تھا۔ان پابندیوں کو آزادیانہ پالیسی کے ذریعہ ختم کیا گیا۔MRTP قانون کی جگہ اس مسابقتی قانون 2002 نے لے لی جو 2009 سے نافذ ہوا۔مسابقتی قانون کے تحت تمام مخالف مسابقتی سرگرمیوں پر روک لگاتا ہے اور غلبہ کے غلط استعمال پر پابندی لگاتا ہے' وسیع پیمانے پر صارفین کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لئے اس کا مقصد بازار میں مسابقت کو ترقی دینا اور اس کو برقرار رکھنا ہے۔

4. **بیرونی سرمایہ کاری:** 1991 کی اصلاحات نے بیرونی سرمایہ کاری کے لئے بے شمار طریقہ کار کی رکاوٹوں کو کم کیا۔اعلیٰ ترجیحی صنعتوں میں راست بیرونی سرمایہ کاری کو فیصد تک منظوری دی گئی۔آزادیانہ کے اقدامات نے چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں پر سرمایہ کاری کی حد کو بڑھادیا۔صنعتوں کو بھی آسان طریقہ کار کے ساتھ بیرونی ممالک سے سرمایہ کاری بڑھانے کی اجازت دی گئی تھی۔

5. **بیرونی ٹکنالوجی:** ہندوستانی صنعتوں کو خاص طور پر اعلیٰ ترجیحی صنعتوں کے معاملے میں غیر ملکی ٹکنالوجی کے سلسلہ میں خودکار منظوری فراہم کی گئی تھی۔غیر ملکی ٹکنیشنس اور ماہرین کی خدمات حاصل کرنے اور ہر ملک میں ترقی دی گئی۔ٹکنالوجی کی بیرونی جانچ کے لئے کسی قسم کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ان تمام اقدامات نے صنعتی شعبہ کی کارکردگی کو بہتر بنایا اور گھریلو صنعتوں کو بیرونی ممالک کی صنعتوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا گیا۔

II. خانگیانہ Privatization

خانگیانہ سے مراد سرکاری یا عوامی شعبہ کے تجارتی اداروں میں خانگی ملکیت کا تعارف کروانا ہے۔معاشی اصلاحات کے دوران متعارف کروائے جانے والے خانگیانہ کے اقدامات سے عوامی شعبہ کے لیے خصوصی طور پر مختص صنعتوں کی تعداد کو 17 سے کم کرکے 8 کردیا گیا۔حکومت کے تحت شامل عوامی شعبہ کے کاروباری اداروں کو خانگی شراکت پڑھانے کے لیے فروخت کیا گیا تھا۔انتظامیہ کی کارکردگی' ناکافی اختراعات' تحقیق و ترقی کے فقدان اور سرمایہ کاری کی کمی کی وجہ سے بہت سارے عوامی شعبہ کی اکائیوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے۔خانگیانہ کے اقدامات نے جدید ٹکنالوجی کے استعمال کو قابل بنایا اور خدمات کے معیار کو بہتر بنایا اور وسائل کے موثر استعمال کا باعث بنایا۔

ہندوستان میں متعارف کیے گئے خانگیانہ کے مختلف اقدامات میں شامل ہیں:

1. غیر قومیانہ کاری کے ذریعہ عوامی شعبہ کی اکائیوں کی ملکیت کی مکمل یا جزوی طور پر خانگی ہاتھوں کے منتقل کرنا۔
2. سرمایہ نکاسی پالیسی کے ذریعہ تمام اختیارات خانگی شعبہ کو منتقل کرنا۔
3. ایسے علاقوں کو کھول دیا گیا جو خصوصی طور پر عوامی شعبہ کے مختص تھے۔
4. استحقاق' معاہدوں اور لیز (Lease) کے ذریعہ انتظامیہ کو خانگی شعبہ کے حوالے کرنا۔
5. عوامی شعبہ کی وسعت کو محدود کردیا گیا۔

ہندوستان میں خانگیانہ کی لہر' جو 1991 میں معاشی اصلاحات کا ایک حصہ تھی' نے خانگی شعبہ کے کردار میں اضافہ کیا اور عوامی شعبہ کو ترجیحی شعبہ تک محدود کردیا جس میں شامل ہیں:

1. مادی اور سماجی بنیادی سہولیات　2. کانکنی اور تیل کی تلاش　3. ایسی اشیا کی تیاری جو حکمت عملی اور

سلامتی کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے جیسے دفاعی آلات کی تیاری۔ 4. ایسی ٹکنالوجی میں سرمایہ کاری جس کے لیے بڑے پیمانہ پر سرمایہ کی ضرورت ہو اور جہاں خانگی شعبہ کی سرمایہ کاری کا فقدان ہے۔

خانگیانہ کے اقدامات مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر 1991 میں معاشی اصلاحات کے ایک حصہ کے طور پر ہندوستان میں متعارف کروائے گئے تھے۔

1. **حکومت کے بوجھ کو کم کرنا:** ہندوستان میں عوامی شعبہ کی کمپنیوں نے صنعتی نمو کی بنیاد رکھی، کئی عوامی شعبہ کی کمپنیاں مسلسل نقصانات میں رہی جس کی وجہ سے ان پراجکٹس کو مکمل نہیں کیا گیا اور یہ اس کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہوا۔ مزدوروں کے مفادات کی خاطر کئی کمپنیوں کو چلایا گیا۔ خانگیانے نے حکومت کے اس بوجھ کو کم کیا اور وسائل کے تناؤ کو کم کیا۔
2. **کارکردگی میں اضافہ:** غیر کارکرد انتظامیہ، شفافیت کا فقدان اور رشوت ستانی کے عمل کی وجہ سے بہت سی عوامی شعبہ کی کمپنیاں اپنی بقا کے لیے جدوجہد کر رہی تھیں۔ ناقص صنعتی تعلقات اور حد سے زیادہ مزدوروں کے استعمال نے پیداواری کو کم کر دیا جس کی وجہ سے یہ اکائیاں نقصان میں رہیں۔ ان اقدامات سے ان مسائل سے نجات حاصل ہوئی اور عوامی شعبہ کی اکائیوں کو زیادہ سے زیادہ پیداواری صلاحیت حاصل کرنے میں مدد ملی۔
3. **سرمایہ کاری کے مواقعوں میں اضافہ:** خانگیانہ نے انتظامیہ کی بے ضابطگیوں کو کم کرنے اور سرکاری شعبہ کے بہت سی اکائیوں کی معاشی حیثیت میں اضافہ کرنے میں مدد کی۔ اس سے آمدنی میں اضافہ ہوا جس سے سرمایہ کرای کو راغب کیا گیا۔
4. **انفراسٹرکچر کی ترقی کو سہولت بخشنا:** صنعتوں کو خانگیانہ کے نتیجہ میں صنعتوں کی ترقی جدید طرز پر ہوئی۔ خانگی کاروبار نے مسابقتی اشیا اور خدمات کی فراہمی کے لیے بنیادی سہولتوں میں بہتری کی راہیں ہموار کی۔
5. **غیر ضروری نوکر شاہی مداخلت کو کم کرنا:** خانگیانہ کی وجہ سے حکومت کی انتظامیہ میں غیر ضروری مداخلت کو کم کیا گیا اور خانگی کاروباری اداروں کو انتظامیہ چلانے کے لئے خود مختار بنایا گیا۔ اس سے ان کی صلاحیت اور آمدنی میں اضافہ ہوا۔ تحدیدات کے خاتمہ نے رشوت خوری کو کم کرتے ہوئے پیداواری میں اضافہ کیا۔

سرمایہ نکاسی Disinvestment

حکومت ہند کے خانگیانہ کے اقدامات کے ایک حصہ کے طور پر اختیار کی گئی سب سے اہم حکمت عملی ہے۔ سرمایہ نکاسی ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ حکومت عوامی شعبہ کو مکمل یا اس کا ایک حصہ خانگی شعبہ کو فروخت کر دیتی ہے۔ حکومت کی سرمایہ نکاسی پالیسیاں اس کو بھاری آمدنی میں اضافہ کا اہل بناتی ہے جس سے اس کے مالی خسارہ کو مالیہ فراہم ہو سکے۔ خانگی شراکت کو لاکر حکومت سرمایہ نکاسی پالیسیوں کے ذریعہ عوامی شعبہ کی اکائیوں کی کارکردگی میں بہتری پیدا کرنے اور پیداواری لاگت کو کم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس طرح جدید ٹکنالوجی تک رسائی کے قابل اور اشیاء اور خدمات کے معیار کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ ابتدائی عوامی پیشکش (IPO) کے ذریعہ چلر فروش سرمایہ کاروں میں عوامی ایکویٹیز (Equities) جاری کر کے سرمایہ نکاسی کی جا سکتی ہے۔

عالمیانہ Globalization

عالمیانہ سے مراد عالمی معیشت کے ساتھ گھریلو معیشت کا انضمام ہے جس کا مقصد اشیاء، خدمات، عوام، خیالات اور ٹکنالوجی وغیرہ کی

آزادانہ نقل وحرکت ہے۔اس کا مطلب معیشت کو بین الاقوامی مسابقت کے لئے کھول دینا ہے۔

عالمیانہ کے اقدامات اور اہم خصوصیات جو 1991 میں کئے گئے تھے وہ یہ ہیں:

1. **تجارتی رکاوٹوں میں کمی:** مما لک کے درمیان تجارتی رکاوٹوں کو ختم کر کے اشیاء اور خدمات کے آزادانہ بہاؤ کو ممکن بنایا گیا۔عالمیانہ کے اقدامات کو متعارف کر کے تحدیدات کو کم کیا گیا۔عالمیانہ سے ایسا ماحول پیدا کیا گیا جو ہندوستان اور دیگر مما لک کے درمیان اشیاء اور خدمات کا سہل تبادلہ کر سکے۔

2. **راست بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دینا:** عالمیانہ کے تعارف کے ساتھ بہت ساری ہندوستانی صنعتوں کو راست بیرونی سرمایہ کاری کے لئے کھول دیا گیا۔بیرونی سرمایہ کاروں کے لئے ہندوستان بہترین سرمایہ کاری کا مقام ہے کیونکہ یہاں پیداواری لاگت کم ہے اور مزدوروں کے وسائل سستی قیمت پر دستیاب ہیں اور بیرونی مما لک کے بینکوں سے مسابقت کی وجہ سے بینکوں کی کارکردگی میں بہتری آئی ہے۔غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ دینے والا بورڈ (FIPB) ہندوستان میں راست بیرونی سرمایہ کاری کی سہولت کے لئے تشکیل دیا گیا۔

3. **کارکردگی کی حوصلہ افزائی کرنا:** عالمیانہ گھریلو صنعتوں کو عالمی سطح پر مسابقت کا سامنا کرنے کے لئے زیادہ مسابقتی اور موثر بننے کی ترغیب دیتا ہے۔گھریلو صنعتوں کو غیر ملکی پیداکاروں کی سستی اور اعلیٰ معیار کی اشیاء کا مقابلہ کرنے کے لئے کم قیمت پر معیاری سامان تیار کرنا پڑا۔

4. **ٹکنالوجی کا پھیلاؤ:** عالمیانہ نے ہندوستان کو عالمی ٹکنالوجی تک رسائی حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا۔جس سے علم کے پھیلاؤ میں تیزی آئی۔ہندوستان نے تحقیق اور ترقی پر زیادہ سرمایہ کاری کئے بغیر ترقی یافتہ مما لک کی ٹکنالوجی کو استعمال کر سکا۔

ہندوستان میں معاشی اصلاحات کی اہم جھلکیاں

Major Highlights of the Economic Reforms in India

(i) اصلاحات کی مدت کے دوران خدمت کے شعبہ میں اضافہ ہوا جب کہ زراعت کے شعبہ میں کمی دیکھی گئی اور صنعتی شعبہ میں اتار چڑھاؤ دیکھنے کو ملا۔

(ii) ہندوستانی معیشت میں اصلاحات کے آغاز سے راست بیرونی سرمایہ کاری (FDI) اور زرمبادلہ کے ذخائر میں تیزی سے اضافہ ہوا۔

(iii) اس غیر ملکی سرمایہ کاری میں غیر ملکی ادارہ جاتی سرمایہ کاری اور براہ راست سرمایہ کاری شامل ہیں۔

(iv) اصلاحات کے دوران ہندوستان انجینئرنگ اشیاء' آٹو پارٹس' IT سافٹ ویئر پارچہ جات کا کامیاب برآمد کنندہ رہا ہے۔

(v) اصلاحات کے دوران قیمتوں میں اضافے کو بھی قابو میں رکھا گیا۔

اسقاط زر (نوٹ بندی) Demonetization

اسقاط زر یا نوٹ بندی ایک ایسی صورتحال ہے جہاں ملک کا مرکزی بینک (RBI) سرکاری سطح پر ادائیگی کے طور پر چند مالیتوں کے پرانے کرنسی نوٹ واپس لے لیتا ہے۔8 نومبر 2016 کو مرکزی حکومت نے اعلان کیا کہ موجودہ سب سے اونچی مالیت کی کرنسی (500 اور 1000 روپئے) کی قانونی حیثیت کو ختم کر دیا گیا ہے۔حکومت نے 500 اور 2000 روپئے کی نئی کرنسی کو بھی متعارف کروایا اور

لوگوں کو نقدی کے بغیر معیشت کی طرف بڑھنے کی تلقین کی گئی۔اسقاط زر پر عمل ہندوستان میں پہلی بار متعارف نہیں کروایا گیا بلکہ 1936 میں 10,000 کی اعلیٰ مالیت کی کرنسی کو متعارف کروایا گیا تھا جس کی 1946 میں نوٹ بندی کردی گئی۔اگرچیکہ اسے دوبارہ 1954 میں متعارف کرایا گیا تھا۔حتیٰ کہ ڈیجیٹل زر کو فروغ دینے کے نقطہ نظر سے بھی حکومت کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ جملہ کرنسی کا 86 فیصد گردش سے باہر رکھے، مزید مطالعے نے بتایا کہ بہت کم کالا دھن پکڑا گیا تھا۔

ریزرو بینک آف انڈیا نے 30/اگست 2017 کو اسقاط زر (نوٹ بندی) پر رپورٹ جاری کی۔رپورٹ میں بتایا گیا کہ ممنوع قرار دی گئی کرنسی نوٹ کا 99 فیصد بینکنگ نظام میں واپس آ گیا۔

اشیاء اور خدمات ٹیکس G.S.T (Goods and Services Tax)

اشیاء وخدمات محصول (Goods and Services Tax) G.S.T جو یکم جولائی 2017ء کو ہندوستان میں لاگو کیا گیا۔یعنی کہ تمام بالراست محاصل کو ہٹا کر ایک ہم قسم کا بالراست ٹیکس G.S.T لاگو کیا گیا۔اس کے لاگو کرنے میں تقریباً 17 سال کا عرصہ لگا۔

سب سے پہلے ہندوستان کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے 2000 میں اس کی شروعات کی تھی۔

17 سال کے عرصہ کے بعد یکم جولائی 2017ء کو جی ایس ٹی لاگو کردیا گیا دنیا میں 160 ممالک میں جی ایس ٹی لاگو کیا گیا ہے۔

G.S.T کی تاریخ:

جی ایس ٹی کا منصوبہ 2000ء میں ہندوستان کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے بنایا۔اس کے بعد 2007ء میں یو پی اے حکومت فینانس منسٹر پی چدمبرم نے بجٹ 2010 سے جی ایس ٹی لاگو کرنے کا اشارہ دیا۔یو پی اے اور این ڈی اے دونوں ہی حکومتیں اس کو لاگو کرنے کے لئے راضی تھیں لیکن کچھ وجوہات کی بناء اس وقت لاگو نہیں کیا گیا۔7 سال کے بعد گورنمنٹ اشیاء وخدمات پر ایک اضافی (Additional) ٹیکس لگانا چاہا لیکن اس کو رد کردیا گیا۔بالآخر یکم جولائی 2017ء کو جی ایس ٹی لاگو کیا گیا۔17 قسم کے بالراست محاصل کو ہٹا کر ایک ہی ٹیکس جی ایس ٹی لاگو کیا گیا تمام معیشت کے لئے ہر ریاست میں الگ الگ ٹیکس کی شرح نہیں بلکہ ہر ریاست میں جی ایس ٹی کی شرح یکساں ہوگی۔

تین چیزوں پر جی ایس ٹی لاگو نہیں کیا گیا۔

1. کسٹم ڈیوٹی 2. الکوہل 3. پٹرول

ہندوستان میں جی ایس ٹی کی شرح کے پانچ اقسام (Categories) ہیں۔

1. 0%: اشیائے ضروریات جو روزآنہ استعمال کئے جاتے ہیں ان پر 0% یعنی کوئی ٹیکس نہیں ہوگا جیسے گوشت، ترکاری، سندور، بندی، بندی، اخبارات، Bangles وغیرہ۔
2. 5% جی ایس ٹی کے تحت اشیاء جیسے کافی، چائے، کریم، پنیر وغیرہ۔
3. 12% جی ایس ٹی کے تحت اشیاء جیسے Butter، Chees، گھی، ڈرائی فروٹ، ٹوتھ پاوڈر، اگربتی، Packed Food وغیرہ۔
4. 18% جی ایس کے تحت Pasta، Cornflakes، کیک پیشتری، Sauces، آئسکریم، Mineral Water،

وغیرہ۔Note Books،Tissues،Envelop

5. 28%جی ایس ٹی کے تحت اشیاء سارے(Luxury)اشیاء اورBrandedاشیاء پر28% ٹیکس لاگو کیا گیا۔

GSTکے مقاصد (Objectives)

جی ایس ٹی کا مقصد تمام معیشت میں ایک ہی قسم کا ٹیکس لاگو کرنا ہے تا کہ(Common Market)کو ترقی دی جا سکے اور تجارت کو آسان بنایا جا سکے۔جی ایس ٹی کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ(No Cascading Effect)یعنی کہ Tax پر دوبارہ کوئی Tax لاگو نہیں ہوگا۔یعنی Tax کو قیمت میں شامل نہیں کیا جاتا۔

جی ایس ٹی کے انعقاد کے بعد اشیاء یعنی(Product)پر تین قسم کےTaxلاگو کئے گئے۔

1. C.G.S.T (Central Goods and Services Tax)
2. S.G.S.T (State Goods and Services Tax)
3. I.G.ST (Integrated Goods and Services Tax)

G.S.T

Intra Sate   Inter State

(I.G.S.T)

(C.G.S.T)   (S.G.S.T)

جی ایس ٹی کے انعقاد کے بعد اشیاء یعنی(Product)پر تین قسم کے Taxہوں گے۔(C.G.S.T)جو مرکزی حکومت وصول کرے گی۔

(S.G.S.T) یہ ریاستی حکومت کے تحت چل رہے کام پر چارج کیا جائے گا۔

(I.G.S.T)Integrated G.S.Tکے تحت(Business)تجارت دو الگ الگ ریاستوں کے درمیان ہوگی اس پر لگایا جائے گا۔یہ ٹیکس مرکزی حکومت لے گی اور دونوں ریاستوں کو بانٹ دے گی یعنی اگر Tax 12% ہوتو ایک ریاست کو6%اور دوسری ریاست کو6%

G.S.Tکے اثراتEffect of G.S.T

جی ایس ٹی کے انعقاد کے بعد کار خریدنا،گھر خریدنا آسان ہوگیا ہے کیونکہ اس سے پہلے خریدنے پرService Taxاور VAT دونوں ادا کرنا پڑتا تھا لیکن جی ایس کے انعقاد کے بعد صرف جی ایس ٹی ہی ادا کرنا ہوگا۔

کمپنی یا فیکٹری کو بھی الگ الگ طرح کے ٹیکس بھرنا ہوتا تھا لیکن جی ایس ٹی لاگو ہونے کے بعد انہیں بھی صرف ایک ہی Taxادا کرنا ہے۔جس سے وقت اور پیسہ (Money)دونوں کی بچت ہوگی۔

Make In India

قوم کی تعمیر کے لئے بڑے پیمانے پر کئے جانے والے اقدامات کے ایک حصہ کے طور پرMake In India کو دسمبر 2014 میں شروع کیا گیا۔Make In Indiaہندوستان کو عالمی ڈیزائن اور مینوفیکچرنگ کے مرکز میں تبدیل کرنے کے لئے وضع کیا گیا۔

اس پروگرام کے تحت کمپنیوں کو ہندوستان میں اپنے پلانٹ قائم کرنے کی ترغیب دی گئی۔اس پروگرام کے تحت بیرونی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ گھریلو کمپنیوں کو اپنے پلانٹ ہندوستان ہی میں قائم کرنے کی ترغیب دی گئی۔

مندرجہ ذیل شعبوں کو میک ان انڈیا میں شامل کیا گیا: (a) آٹوموبائل اور آٹو موبائل آلات۔(b) کانکنی۔(c) شہری ہوابازی۔(d) تیل اور گیس۔ (e) حیاتی ٹکنالوجی۔ (f) ادویاتی سازی۔ (g) کیمیکل اور پیٹرو کیمیکل۔ (h) بندرگاہیں اور جہاز رانی۔ (i) تعمیرات۔ (j) ریلوے۔(k) دفاع۔(l) قابل تجدید توانائی۔(m) الکٹریکل مشنریز۔(n) سڑک اور ہائی ویز۔(o) الکٹرانک سسٹم۔(p) خلا۔(q) فوڈ پراسسنگ۔ (r) پارچہ جات اور گارمنٹس۔(s) IT اور BPM۔ (t) تھرمل توانائی۔(u) چمڑا۔(v) سیاحت اور مہمان نوازی۔ (w) صحافت اور تفریح۔(x) تندرستی (Wellness)

صنعتی مالیہ Industrial Finance

کسی بھی صنعت میں مالیہ لازمی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مالیہ کی درکار مقدار صنعتوں میں پیداواری سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔اسی کو صنعتی مالیہ کہتے ہیں۔ صنعتی مالیہ ان اکائیوں میں مستقل اور کارکرد اصل کی شکل میں کام کرتا ہے جس کو مختلف ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے

A. **داخلی خود کار سرمایہ:** ایک بہت اہم مقداری ذریعہ وہ ہے جو اکائی خود سے بچت کرتی ہے۔ یہ گھریلو، کاروباری یا حکومتی ہو سکتی ہے۔عام طور پر گھریلو نہ صرف اپنی بچت سے سرمایہ کاری کرتے ہیں بلکہ اس میں فاضل بھی پایا جاتا ہے۔جو دوسری اکائیوں کو بذریعہ مالیاتی ادارے جیسے بینکس، بازار اصل وغیرہ قرض فراہم کرتے ہیں۔

B. **Equity، حصص، تمسکات اور بانڈز:** مستقل اثاثہ جات کے لئے مالیہ کا بہت بڑا حصہ مختلف قسم کے یا معمولی حصص، مجموعی یا غیر مجموعی ترجیحی حصص سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ حصص مختلف درجوں میں خطرات کے حامل ہوتے ہیں اور مختلف سرمایہ کاروں کے مزاج کے مطابق تیار کئے جاتے ہیں۔اکثر صنعتی کمپنیاں طویل مدتی مالیہ تمسکات اور بانڈز کی اجرائی کے ذریعہ حاصل کرتی ہیں۔

C. **عوامی ضمانتیں:** ایک اور ذریعہ عوامی ضمانتیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا آلہ قرض ہے جو زیادہ تر قلیل مدتی مالیہ فراہم کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت لوگ اپنے زر کو بطور ضمانت کمپنیوں کے پاس چھ ماہ، سال، دو سال یا تین سال کے لئے محفوظ رکھتے ہیں اور ان ضمانتوں پر متعینہ سود حاصل کرتے ہیں۔

D. **بینکس سے قرضے:** تجارتی بینکس بھی قلیل مدتی مالیہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ بینکس قرض حکومتی ضمانت اور کمپنیوں کے ذخیرہ کے مقابلہ میں فراہم کرتے ہیں۔قرضے عام طور پر اوورڈرافٹ اور کیش کریڈٹ کی شکل میں ادا کرتے ہیں۔تجارتی بینکس عام طور پر حصص کو خرید کر زر فراہم کرتے ہیں۔

E. **دیسی بینکرس:** نئے مالیاتی اداروں کے قیام کے باوجود دیسی بینکرس بھی چند بڑے پیمانہ کی صنعتوں کو مالیہ فراہم کرتے ہیں۔ خاص طور پر کسی بھی دباؤ کے موقع پر قائم اصل اور کارکرد اصل کے لئے قرض فراہم کیا جاتا ہے۔لیکن اصل میں یہ ادارے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو مالیہ فراہم کرتے ہیں۔ مالیاتی اداروں کی عدم موجودگی کی صورت میں یہ صنعتیں دیسی بینکرس پر انحصار کرتی

ہے۔ یہ بینکس بھاری شرح سود عائد کرتے ہیں۔اس لئے مالیہ بہت مہنگا ہو جاتا ہے۔تاہم ان بینکوں کی اہمیت مالیہ کی فراہمی کے ذریعہ کی حیثیت سے چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کے لئے گھٹتی جارہی ہے۔

F. بیرونی اصل: گھریلو مالیہ کی کمی کو دور کرنے کے لئے بیرونی اصل کو صنعتی مالیہ کی کمی کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو طویل مدتی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔اس کی کئی شکلیں ہیں جیسے بیرونی امداد یعنی (قرض رعایتی بنیادوں پر) بیرونی حکومتیں اور بیرونی ادارے حکومت کو قرض فراہم کرتے ہیں (جیسے ورلڈ بینک)۔ چند بیرونی کمپنیاں راست سرمایہ کاری کرتی ہیں یا ہندوستانی کمپنیوں سے اشتراک کرتی ہیں۔غیر مقیم ہندوستانی (NRIs) بھی ہندوستانی کمپنیوں سے اشتراک کر کے سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ بیرونی بازار سے ہندوستانی کمپنیوں نے قرض کے حصول میں اضافہ کیا ہے۔

G. ترقیاتی مالیاتی ادارے: یہ ادارے حکومت کی مدد سے قائم کئے گئے ہیں جو صنعتی مالیہ کے خلا کو پر کرتے ہیں جو منصوبہ بندی کا مقصد بھی ہے اور یہ ادارے بڑے اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ یہ ادارے نئی صنعتوں کے قیام اور مختلف ضرورتوں کے لئے بھاری مقدار میں مالیہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ ادارے منصوبہ بند طریقہ سے مالیہ کے استعمال کی نگرانی کرتے اور یقینی بناتے ہیں۔اس طرح یہ جدید صنعتی ترقی کے منظر کے لئے مناسب ہوتے ہیں۔

ترقیاتی بینکس

(i) **ہندوستانی صنعتی ترقیاتی بینک (IDBI):** یہ بینک صنعتی ترقی کے لئے قرض اور دوسری سہولیات فراہم کرتا ہے۔ یہ بینک Green field پراجیکٹس کے لئے طویل مدتی مالیہ فراہم کرتا ہے۔اس کے علاوہ جدیدیت، توسیع اور مختلف ضرورتوں کے لئے بھی مالیہ فراہم کرتا ہے اس نے مختلف پروڈکٹس کو ترتیب دیا ہے جیسے آلات کے لئے مالیہ، اثاثہ جات کے لئے قرض اور کارپوریٹ قرض تاکہ کارپوریٹ اداروں کی ضرورت کے لحاظ سے مالیہ فراہم کیا جائے۔

(ii) **ہندوستانی صنعتی مالیہ کارپوریشن (IFCI):** یہ کارپوریشن ہندوستانی صنعت کے مختلف شعبوں کو یکجا کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ پراجیکٹ مالیہ، مالیاتی خدمات اور کارپوریٹ اداروں کو مشیر کی خدمات بھی فراہم کرتا ہے۔

(iii) **ہندوستانی صنعتی قرض اور سرمایہ کاری کارپوریشن (ICICI):** یہ بینک انضمام اور حصول کی مالی اعانت کے ذریعہ ہندوستانی صنعت کے مختلف شعبوں میں استحکام میں مدد فراہم کرنے کا کردار ادا کرتا ہے۔ICICI کے گروپس، ٹھوک اور چلر دونوں جو مالی اعانت اور بینک کاری کا کام کرتے ہیں مئی 2002 سے ایک واحد کمپنی میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

(iv) **ہندوستانی صنعتی سرمایہ کاری بینک (IIBI):** یہ بینک کئی قسم کی مالیاتی پراڈکٹ جیسے پراجیکٹ فینانس، قلیل مدتی غیر پراجیکٹ اثاثہ جات کو مالی اعانت اور کارکرد اصل، کمپنیوں کو دوسرے قلیل مدتی قرضے فراہم کرتا ہے۔

(v) **بنیادی سہولت ترقی فینانس کمپنی لمیٹڈ (IDFC):** IDFC لمیٹڈ کو 1997 میں تشکیل دیا گیا تھا اس کو ایسے مخصوص ادارے کی حیثیت دی گئی جو تجارتی لحاظ سے قابل عمل بنیادی سہولیات کے پراجیکٹس اور اختراعی پیداوار اور عمل کو خانگی سرمایہ کے بہاؤ کو آسان بناتا ہے۔توانائی (بجلی)، مواصلات، انفارمیشن ٹکنالوجی، کل حمل ونقل، شہری بنیادی سہولیات اور غذا و زرعی تجارتی بنیادی سہولتیں فراہم کرنا اس ادارے کے کام کے میدان ہیں۔

(vi) **ہندوستانی چھوٹی صنعتوں کا ترقیاتی بینک (SIDBI)**: یہ بینک باز حالیہ بل کی دوبارہ منہائی فراہم کرتا ہے۔ بینکوں اور ریاستی سطح کے مالیاتی اداروں کے ذریعہ چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کے شعبہ میں امداد اور قرض کی فراہمی کے وسائل کی معاونت کرتا ہے۔ یہ بینک چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کے شعبوں کی مخصوص ضروریات کو پورا کرنے کے لئے براہ راست مالیہ فراہم کرتا ہے۔ اس نے دیہی غریبوں کے لئے وسیع پیمانے پر حوصلہ افزائی کے اور ترقیاتی اقدامات کئے ہیں۔

مائیکرو تجارتی ادارے : ایک تجارتی ادارہ یا فرم اس وقت مائیکرو کہلاتی ہے جب پلانٹ، مشنری اور آلات پر کی جانے والی سرمایہ کاری 1 کروڑ اور جملہ کاروباری لین دین 5 کروڑ سے تجاوز نہ کرے۔

چھوٹے تجارتی ادارے : ایک چھوٹا تجارتی ادارہ یا فرم وہ ہے جس کے پلانٹ، مشنری اور آلات پر کی جانے والی سرمایہ کاری 10 کروڑ اور جملہ کاروباری لین دین 50 کروڑ سے تجاوز نہ کرے۔

اوسط تجارتی ادارے : ایک اوسط تجارتی ادارہ یا فرم وہ ہے جس کے پلانٹ، مشنری، اور آلات پر کی جانے والی سرمایہ کاری 50 کروڑ اور کاروباری لین دین 250 کروڑ سے تجاوز نہ کرے۔

صنعتی مالیہ : صنعتی اداروں کو ان کی پیداواری سرگرمیوں کو چلانے کے لئے درکار مالیہ کی رقم کو صنعتی مالیہ کہتے ہیں۔

صنعتی پالیسی قرارداد: یہ صنعتی ترقی کے میدان میں حاصل کئے جانے والے مقاصد اور ان مقاصد کے حصول کے لئے اختیار کئے جانے والے اقدامات کا ایک بیان ہ۔

صنعتی شعبہ : صنعتی شعبہ سے مراد معیشت کا وہ شعبہ ہے جس کا تعلق مختلف اشیاء کی پیداوار اور تیاری سے ہوتا ہے۔

آزادیانہ : آزادیانہ ایک عمل ہے جس کے ذریعہ ریاست چند خانگی سرگرمیوں پر سے پابندیاں ختم کردیتی ہے۔ آزادیانہ کا عمل اس وقت ہوتا ہے جب اس پر سے پابندی ہٹالی جائے جس پر پابندیاں لگی ہوئی ہوتی تھیں، یا جب حکومت کے ضوابط میں نرمی پیدا کردی جائے۔

خانگیانہ: جائیداد یا کاروبار کی ملکیت کی حکومت سے خانگی شعبہ کو منتقلی خانگیانہ کہلاتی ہے۔ حکومت کی اکائی یا کاروبار سے اپنی ملکیت کو ترک کردیتی ہے۔ ایک ایسا عمل جس میں عوامی تجارتی کمپنی کو چند افراد کی طرف سے اپنے ذمہ کرلینے کو بھی خانگیانہ کہا جاتا ہے۔

عالمیانہ: عالمیانہ عوام، کمپنیوں اور مختلف ممالک کی حکومتوں کے درمیان گفت وشنید اور رابطہ کا ایک عمل ہے۔ ایک ایسا عمل جو بین الاقوامی تجارت اور سرمایہ کاری سے ماخوذ ہے اور انفارمیشن ٹکنالوجی کی جانب سہارا دیا ہوا۔

اسقاط زر: اسقاط زر ایک ایسی کارگزاری ہے جس کے ذریع ہکرنسی کی کسی اکائی کی اس کی قانونی زر یا سکہ رائج الوقت کی حیثیت سے محروم کردیا جاتا ہے۔ یہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب کبھی قومی کرنسی تبدیل ہوتی ہے۔ زر کی موجودہ شکل یا شکلوں کو گردش سے ہٹالیا جاتا ہے اور کنارہ کش کردیا جاتا ہے، اکثر ان کو کوئی نوٹ یا سکوں سے بدل دیا جاتا ہے۔

اشیاء اور خدمات ٹیکس (GST): اشیاء و خدمات ٹیکس ایک بالواسطہ ٹیکس ہے جو ہندوستان میں اشیاء اور خدمات کی رسد پر عائد کیا

جاتا ہے۔ یہ ایک جامع' مختلف مراحل پر مبنی' مبنی بر مقصود ٹیکس ہے۔ یہ جامع ہے اسلئے کہ اس میں سوائے چند ریاستی ٹیکس کے تقریباً تمام طرح کے ٹیکس کو ضم کر دیا گیا ہے۔

صنعتی پیداوار کا اشاریہ (IIP): IIP ایک اشاریہ ہے جو معیشت کے مختلف شعبہ جات میں اشیاء کی تیاری کی سرگرمیوں کی جانچ کرتا ہے۔ یہ حوالہ جاتی مدت کے بالمقابل جائزہ والی مدت میں صنعتی پیداوار کی پیائش کرتا ہے۔

میک ان انڈیا: ہندوستان میں اشیاء کی تیاری ایک ایسا پروگرام ہے جو ہندوستانی معیشت کی صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے شروع کیا گیا۔ یہ پروگرام نہ صرف بیرونی

کمپنیوں کے لئے ہے بلکہ گھریلو کمپنیوں کے لئے بھی ہے کہ وہ اپنے پلانٹ ہندوستان میں ہی قائم کریں۔

ثلثی شعبہ

Tertiary Sector

انسانی زندگی کا ارتقاء مختلف مراحل' جیسے غذا کی پیداوار' آلات واوزار کی پیداوار اور تقسیم تا کہ طبعی شکل کی تبدیلی کے بغیر انسانی احتیاجات کی تکمیل ہو' وغیرہ سے گزر کر ہوا ہے۔ غذا جمع کرنا اور غذا کی پیداوار' بنیادی یا زراعت کی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔ اوزاروں کی پیداوار کو صنعتی سرگرمی یا ثانوی سرگرمی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ جب کہ غذا اور اوزار کی تقسیم کے ساتھ ساتھ انسانی احتیاجات کو پورا کرنے کے لئے مہارت مہیا کرنے کو خدمات یا ثلثی سرگرمیوں کے طور پر جانا جاتا ہے۔

جدید معیشت میں ثلثی شعبہ کے اجزاء Components of Tertiary Sector in a Modern Economy

جدید معیشت میں ثلثی شعبہ میں حسب ذیل ذیلی شعبے شامل ہیں: تجارت' مرمت' خدمات' ہوٹلوں اور ریستوراں' حمل ونقل (بشمول ریلوے' سڑکیں' پانی' آبی راستے اور حمل ونقل کے ضمنی خدمات)' ذخیرہ' مواصلات اور نشریات سے متعلق خدمات' مالی خدمات' جائیداد کی خرید وفروخت' مکان کی ملکیت اور پیشہ ورانہ خدمات' عوامی انتظامیہ وغیرہ۔

(i) **خام اضافی قدر میں حصہ (Contribution to Gross Value Added):** ہندوستان میں ثلثی شعبہ ترقی کو اپنی طرف راغب کرنے والے ایک بڑے شعبہ کی حیثیت سے ابھرا ہے۔ ہندوستان کے 2019 کے معاشی جائزہ (Economic Survey) کے مطابق ثلثی شعبہ کے اہم اجزاء 20-2019 میں اسطرح ہیں: تجارت' ہوٹل' حمل ونقل' ذخیرہ' مواصلات اور نشریات کے متعلق خدمات 24.5%' مالیہ' رئیل اسٹیٹ اور پیشہ ورانہ خدمات ہے اور عوامی انتظامیہ' دفاع اور دیگر خدمات 15.2% ہے۔

(ii) **روزگار کا حصہ (Contribution of Employment):** جدید خدمات کے شعبہ میں روزگار انتہائی درجہ کی ہنرمندی اور ایک اونچی سطح کی کمائی کا نام ہے' خصوصاً IT (انفارمیشن ٹیکنالوجی) میں آنے والے انقلاب کے بعد خدمات کے شعبہ میں کام کرنے والوں کی فی کس آمدنی دیگر شعبہ جات میں کام کرنے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔

(iii) برآمدات(Exports): ہندوستان کی توازن ادائیگی میں خدمات برآمدات کی کارکردگی کو ظاہر کرتا ہے۔ خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) انقلاب کے بعد' سافٹ ویر برآمدات ہندوستان کی خدمات برآمدات کا اہم جز بن گئے ہیں۔ جن میں سافٹ ویر برآمدات تقریباً 40 فیصد' سفر اور حمل و نقل 23 فیصد' تجارتی خدمات 19 فیصد' مالیہ خدمات 2 فیصد' مواصلات 1 فیصد اور انشورنس 1 فیصد ہے۔ توازن تجارت سے خدمات درآمدات کی قدر کو منہا کرنے کے بعد' ہندوستان کی خدمات تجارت میں موافق توازن کی قدر 10-2019 میں 81.9 بلین امریکی ڈالر ہے۔

شعبہ سیاحت Tourism Sector

سیاحت کی دو قسمیں ہیں: (1) گھریلو سیاحت۔ (2) بین الاقوامی سیاحت۔

(i) گھریلو سیاحت(Domestic tourism): گھریلو سیاح ملک کے باشندے ہوتے ہیں جو اپنے ہی ملک کے جغرافیائی حدود کے اندر ہی سفر کرتے ہیں۔ عام طور پر لوگ اپنی چھٹیوں کا استعمال مختلف مذہبی مقامات' مقدس مراکز اور تاریخی مقامات کا دورہ کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ جدید نسل اپنی چھٹیاں ملک کے جنگلی حیاتیاتی پناہ گاہوں' ساحل سمندر' پہاڑی مقامات' تفریحی باغات اور سیرگاہوں میں گذارنا چاہتی ہے۔

(ii) بین الاقوامی سیاحت(International Tourism): بین الاقوامی سیاح وہ حاملین پاسپورٹ ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ملک کا دورہ تجارت' فرصت کے لمحات گذارنے' صحت' تندرستی' طبی' مذہبی' روحانی' آثار قدیمہ' کھیل کود' کانفرنس' سمینار وغیرہ کے مقصد سے کرتے ہیں۔ ان کو اس ملک کا ویزا' ایمگریشن اور کسٹم کی منظوری کی ضرورت پڑتی ہے جس کا وہ دورہ کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں اہم سیاحتی مقامات' آگرہ' دہلی' راجستھان' کشمیر' گوا' کیرالا' ٹامل ناڈو' اڈیسہ' مہاراشٹرا اور تلنگانہ ہیں۔

مجموعی اضافی قدر اور روزگار میں ریاستی سطح کی سیاحت کا حصہ

State Level Share of Tourism in GVA and Employment

ریاستی سطح پر سیاحت کے رجحانات کو دیکھتے ہوئے' پانچ سرفہرست ریاستوں میں تامل ناڈو' اتر پردیش' کرناٹک' آندھرا پردیش اور مہاراشٹرا میں جو 2018 میں' ملک میں جملہ گھریلو سیاحت کے 65 حصہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ بیرونی سیاحوں کو راغب کرنے والی 5 سرفہرست ریاستیں تامل ناڈو' مہاراشٹرا' اتر پردیش' دہلی اور راجستھان میں جو 2018 میں جملہ بیرونی سیاحوں کے دوروں کا تقریباً 67 فیصد حصہ کا احاطہ کرتے ہیں۔

وزارت سیاحت نے National Council of Applied Economic Research (NCAER) کے ساتھ' اقوام متحدہ کی عالمی سیاحتی تنظیم کی تجویز کردہ طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے' Tourism Satelite Account (TSA) تیار کیا ہے۔ ریاستی GVA میں سیاحتی مجموعی اضافی قدر (TGVA) کی ریاست واری حصہ کا تخمینہ وزارت سیاحت اور NCEAR کی رپورٹ ڈرافٹ میں کیا گیا ہے۔

حکومتی اقدامات Government's Initiatives

بین الاقوامی سیاحت کو آسانیاں فراہم کرنے کی غرض سے ہندوستان نے سپٹمبر 2014 میں 46 ممالک کے لئے e-Tourist

Visa طریقہ کو متعارف کروایا۔ اس اسکیم کے آغاز سے قبل e-visa کی سہولت صرف 12 ممالک کے لئے تھی۔ حکومت نے 2016 میں ویزا طریقہ کار میں مزید آسانیاں پیدا کرتے ہوئے اس کو پانچ ذیلی زمرہ جات میں تقسیم کیا جیسے e-tourist visa ‘ e-Business visa‘ e-Medical visa‘ e-Conference visa اور e-Medical attendant visa ۔ ویزا اسکیم اب 169 ممالک کے لئے‘ 28 نامزد طیران گاہوں اور 5 نامزد بندرگاہوں سے جائز داخلہ کے ساتھ دستیاب ہے

انفارمیشن ٹکنالوجی اور کاروباری طریق عمل (IT-BPM) خدمات

Information Technology and Business Process Management (IT-BPM) Services

کاروباری طریق عمل (BPM) ایک شعبہ ہے جس میں کاروباری سرگرمیوں کے بہاؤ کی نمونہ سازی (ماڈلنگ)‘ خودکارسازی (آٹومیشن)‘ عمل درآمد‘ کنٹرول‘ پیائش اور اصلاح کے کسی بھی امتزاج کو شامل کیا جاتا ہے‘ جس کا مقصد کاروبار (انٹرپرائزز) کے اندر یا باہر کاروباری اہداف‘ پھیلاؤ کے نظام‘ ملازمین‘ صارفین اور شراکت داروں کی حمایت کرنا ہے۔ IT-BPM شعبہ کو مزید ذیلی شعبہ جات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسے (i)IT خدمات (ii) سافٹ ویر پروڈکٹس اور انجینئرنگ خدمات ۔(iii)BPM (iv) ہارڈویر۔

حکومتی اقدامات Government's Initiatives

IT-BPM شعبہ میں اختراعات پر عملدرآمد اور ٹکنالوجی کو اختیار کرنے کے خاطر بے شمار پالیسی اقدامات اٹھائے گئے ہیں جس میں Start up India اور نیشنل سافٹ ویر پروڈکٹ پالیسی اور Angel tax سے متعلق مسائل کا خاتمہ شامل ہیں۔ NASSCOM کے مطالعہ کے مطابق‘ ہندوستانی Start-up ماحولیاتی نظام تیزی سے ترقی کررہا ہے اور اس وقت 24 Unicorns کے ساتھ تیسرا بڑا نظام ہے۔ گو کہ سب سے بڑے (چین 206) اور دوسرے بڑے (USA 203) بازاروں سے خلیج نمایاں ہے۔ ہندوستان میں جملہ Start-ups میں 55 فیصد‘ بنگلورو‘ دہلی NCR اور ممبئی شہروں میں پائے جاتے ہیں۔

نیشنل انفراسٹرکچر پائپ لائین National Infrastructure Pipeline 2020-2025

مالیاتی سال 20-2019 سے 25-2024 تک ہرسال کے نیشنل انفراسٹرکچر پائپ لائین (NIP) کے خاکہ کی تیاری کے لئے سپٹمبر 2019 میں ایک بین وزارتی Task Force بنائی گئی۔ NIP سے توقع کی گئی کہ وہ انفراسٹرکچر پروجیکٹس کو بہتر طریقے سے تیار کرے گا جو ملازمتوں کی تخلیق کرے گا۔ زندگی کو آسان بناتے ہوئے انفراسٹرکچر تک کام کی مساوی رسائی فراہم کرے گا‘ اس طرح نمو کو شمولیت پر مبنی بنائے گا۔ NIP نے ہندوستان میں FY 2020 سے 2025 کے دوران جملہ انفراسٹرکچر سرمایہ کاری کے لئے 102 لاکھ کروڑ روپیوں کا منصوبہ بنایا ہے۔ NIP کے مطابق‘ پروجیکٹس میں فنڈز کی فراہمی کے لئے مرکزی حکومت (39 فیصد) اور ریاست حکومت (39 فیصد) مساوی حصہ ادا کرے گی اس کے بعد باقی (22 فیصد) خانگی شعبہ فراہم کرے گا۔ NIP نے ملک کے لئے مالیاتی 25-2020 کے لئے انفراسٹرکچر ویژن پر عمل کررہا ہے۔ یہ ملک میں عمل درآمد کی جانے والی پہلی کوشش ہے۔

حمل ونقل Transport

سڑک حمل ونقل Road Transport

ٹرافک میں حصہ اور مجموعی اضافی قدر (GVA) میں تعاون کی اصطلاح میں سڑک حمل ونقل ایک اہم اور غالب ذریعہ ہے۔

ملک میں سڑک جال (Road Network in the Country): معیشت کی تیز رفتار ترقی کے لئے ایک اچھا سڑک جال(Road Network) بہت ضروری ہے۔ مارچ 2019 تک قومی شاہراہوں کی جملہ لمبائی 1.32 لاکھ کلومیٹر ہے۔

ریلوے Railways: ریلوے کو 1950 میں قومیایا گیا۔ انڈین ریلوے (IR)' روٹ کلومیٹر کے ساتھ' واحد انتظامیہ کے تحت دنیا کا تیسرا بڑا نیٹ ورک ہے۔

اسٹیشنوں کی جدیدکاری (Modernisation of Stations): اسٹیشنوں کی جدید کاری یا معیار میں بہتری' انڈین ریلویز کا مسلسل اور چلتے رہنے والا عمل ہے۔ 1253 اسٹیشنوں کی شناخت کی گئی تا کہ آدرش اسٹیشن اسکیم کے تحت ترقی دی جاسکے اور 20-2019 تک ترقی دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ ایک کام کے لئے وقف Special Purpose Vehicle (SPV)' انڈین ریلوے اسٹیشن ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ (IRSDC) کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ ریلوے اسٹیشنوں کی جدید کاری کی جا سکے۔ ISRDC' عوامی اور خانگی شراکت داری طریقہ (PPP) پر کئی اسٹیشنوں کی جدید کاری کے لئے کام کر رہا ہے۔

فضائی حمل ونقل Air Transport

ہندوستان' شہری ہوابازی کے لئے دنیا کا تیسرا بڑا گھریلو مارکٹ ہے۔ ہندوستان میں 136 ایرپورٹس کا انتظام تجارتی بنیادوں پر ایرپورٹ اتھاریٹی آف انڈیا(AAI) کرتا ہے اور 6 ایرپورٹ کی کارکردگی ودیکھ بھال اور ترقی عوامی خانگی شراکت داری (PPP) طریقہ پر کی جاتی ہے۔ فضائی حمل ونقل کو 1953 میں قومیایا گیا اور Indian Airline اور Air India کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ہندوستانی فضائیہ نے 20-2019 میں اپنی طاقت کو دوبارہ قائم کیا ہے۔ آمدورفت کے لئے ناقابل عمل (Unserved) طیران گاہوں کو قابل عمل بنانے کی اسکیم "Udan" کا آغاز ہوا۔ جملہ 43 طیران گاہوں کو مسافروں کی آمدورفت کے لئے قابل عمل بنایا گیا جس میں 4 کو مالی سال 20-2019 میں بنایا گیا۔ World Economic Forum کی Global Competitiveness Report 2019 میں' طیران گاہوں سے رابطہ (Connectivity) میں ہندوستان دیگر 7 (امریکہ' چین' جاپان' برطانیہ وغیرہ) کے ساتھ پہلے مقام پر ہے۔

آبی حمل ونقل Water Transport

آبی حمل' ونقل ملک کے اندر نہروں' جھیلوں' دریاؤں اور ٹھہرے ہوئے پانی سے رابطہ پیدا کرتا ہے۔ بحری جہاز (Shipping) ملک اور دنیا کے بڑے بندرگاہوں سے جوڑتے ہیں۔ 5,000 کلومیٹر طویل دریا اور نہروں کے ساتھ ہندوستان اندرون ملک وسیع آبی حمل ونقل کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ سب سے سستا اور کم آلودگی والا حمل ونقل ہے۔ ہندوستان 7,156 کلومیٹر ساحلی پٹی' 13 بڑے اور 200 چھوٹے بندرگاہوں کا حامل ہے۔ جملہ حمل ونقل شعبہ میں جہاز رانی (Shipping) کا حصہ 29% ہے۔ جہازوں کا استعمال بنیادی طور پر کثیر مقدار میں حمل ونقل کی اشیاء جیسے پیٹرولیم اشیاء' کوئلہ وغیرہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ بندرگاہوں جیسے پرادیپ' چنائی' وشاکھا پٹنم' دین دیال (کاندلا) اور جواہرلال نہرو پورٹ (جو Nahera Shera کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

شعبہ توانائی Energy Sector

توانائی' انسانی ترقی کے اہم ترین عوامل میں سے ایک ہے۔

توانائی کے ذرائع Sources of Energy

توانائی کے ذرائع دو ذیلی گروپوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں:(i) قابل تجدید اور نا قابل تجدید توانائی کے ذرائع۔(ii) روایتی یا غیر روایتی توانائی کے ذرائع۔

قابل تجدید توانائی کے ذرائع Renewable Energy Resources

قابل تجدید توانائی ایک ایسی توانائی ہے جو قدرتی طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے اور مسلسل دوبارہ پیدا ہوتی رہتی ہے۔توانائی کی پیداوار میں قابل تجدید توانائی کے ذرائع کا استعمال کم آلودگی کا سبب بنتا ہے اور معاشی فوائد اور توانائی کی حفاظت پر اہم اثرات مرتب کرتا ہے۔

قابل تجدید توانائی کی اقسام Types of Renewable Energy

1. **شمسی توانائی (Solar energy):** سورج سے چمکدار روشنی اور گرمی کی توانائی Solar Collectors کے ذریعہ مجتمع کی جاتی ہے۔اس جمع شدہ شمسی توانائی کو روشنی' گرمی اور مختلف دیگر برقی کی شکلوں میں فراہم کی جاتی ہے۔
2. **ہوائی توانائی(Wind energy):** ہوا سے حاصل ہونے والی توانائی کو ہوائی توانائی(Wind energy) کہتے ہیں۔اس کے لئے زمین سے پانی نکالنے کے لئے سینکڑوں برسوں سے پن چکیوں(Wind mills) کا استعمال کیا جارہا ہے۔ہم بڑے اور اونچے ہوائی چرخاب(Wind turbines) استعمال کرتے ہیں جو ہوا کو توانائی میں بدلتے ہیں۔ہوائی چرخاب کو چلانے کے لئے زمین کی سطح پر چلنے والے قدرتی ہوا کے بہاؤ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ان ہوائی چرخابوں کے لئے سب سے ترجیحی مقامات وہ ہوتے ہیں جو مضبوط ہوتے ہیں اور ساحلوں پر اور اونچائی والے بلند علاقے جہاں ہوا کا بہاؤ مستقل ہوتا ہے۔
3. **پن بجلی(Hydro electricity):** یہ توانائی ایک توانائی کا ایک دوسرا متبادل ذریعہ ہے جو بہتے پانی پر ذخائرآب اور ڈیم کی تعمیر کے ذریعہ پیدا کی جاتی ہے' بہتے ہوئے پانی میں موجود حرکیاتی توانائی کو استعمال کر کے چرخاب(Turbines) کو چلایا جاتا ہے جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ایک لہروں کی طاقت جو لہروں کی توانائی میں تبدیل ہوتی ہے اور موجوں کی طاقت جو سمندری موجوں کی سطح سے توانائی حاصل کر کے بجلی پیدا کرتی ہے' پانی سے پیدا ہونے والی بجلی کی مزید دو شکلیں ہیں جو برقی قوت و توانائی پیدا کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتے ہیں۔
4. **زمینی حرارت کی توانائی(Geothermal energy):** یہ اس حرارتی توانائی سے پیدا ہوتی ہے جو زمین میں ذخیرہ ہوتی ہے۔حراری توانائی گرم پانی کے چشموں اور آتش فشاں سے حاصل کی جاتی ہے اور اس کو پانی گرم کرنے اور دیگر مقاصد کے لئے صنعت کی جانب سے راست استعمال کی جاتی ہے۔
5. **حیاتی توانائی(Bio-energy):** یہ حیاتی کمیت (Biomass) سے حاصل کی جاتی ہے جو زندہ اجسام سے حاصل ہونے والے حیاتیاتی مادہ کی ایک قسم ہے۔Biomass کا استعمال راست طور پر جلانے کے طور پر ہوتا ہے تاکہ گرمی کی پیداوار ہو اور اس کو حیاتیاتی ایندھن میں تبدیل کرنے کے لئے بالراست بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔Biomass کو دیگر قابل استعمال توانائی کی شکلوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے مثلاً حمل ونقل کے لئے ایندھن جیسے Ethanol' حیاتی ڈیزل اور میتھین گیس۔

ناقابل تجدید توانائی Non-Renewable energy

ناقابل تجدید توانائی سے مراد وہ توانائی ہے جو با معنی انسانی تاریخ میں خاطر خواہ معاشی استخراج کے لئے کسی مناسب شرح سے اپنے آپ کی تجدید نہیں کرسکتی۔ ناقابل تجدید توانائی' زمین میں دبے ہوئے ایندھن (Fossil fuels)' جیسے کوئلہ' خام تیل' قدرتی گیس اور یورانیم سے حاصل ہونے والی توانائی ہے۔ Fossil fuels بنیادی طور پر کاربن سے تیار ہوتا ہے۔ ناقابل تجدید توانائی کے ذرائع کی دو زمروں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے: (A) حجریہ ایندھن (B) نیوکلیائی ایندھن۔

(A) رکازی ایندھن/ باقیاتی ایندھن (Fossil Fuels): رکازی ایندھن' جانوروں کی باقیات اور پودوں سے تیار ہوتا ہے۔ رکازی ایندھن کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ذیل میں بتایا گیا ہے:

1. کوئلہ (Coal): یہ درختوں اور پودوں کے گلنے سے تیار ہوتا ہے جو دباؤ اور گرمی کی وجہ سے سخت ہوجاتا ہے۔ کوئلہ کے ذخائر بنیادی طور پر ملک کے مشرقی اور جنوب مشرقی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

2. خام تیل (Crude Oil): حد سے زیادہ دباؤ کی وجہ سے چھوٹے اجسام جیسے Zooplankton اور Algae گل کر تیل میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

3. قدرتی گیس (Natural Gas): ہندوستان میں قدرتی گیس کے ذخائر تخمیناً 31-03-2018 تک 1339.57 بلین کیوبک میٹرس BCM کے مقابلہ میں 31-03-2018 تک BCM 1380.63 پائے جاتے ہیں۔

(B) نیوکلیائی ایندھن (Nuclear Fuels): نیوکلیائی ٹکنالوجی کا استعمال انتشار انشقاق پر منحصر ہوتا ہے جس کو قدرتی طور پر واقع ہونے والے تابکاری مادوں کی بحیثیت ایندھن ضرورت ہوتی ہے۔ نیوکلیر برقی دنیا کی توانائی کا تقریباً 6% فیصد اور عالمی برقی کا 13-14% فیصد فراہم کرتی ہے۔

ناقابل تجدید توانائی کے فوائد (Advantages of Non-Renewable Energy): (a) ناقابل تجدید توانائی کے ذرائع سستے ہوتے ہیں مثلاً ڈیزل اور تیل۔ (b) یہ آسانی سے پہنچ میں ہوتے ہیں اور زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ (c) ناقابل تجدید توانائی کے ذرائع کو ذخیرہ کرنا آسان ہوتا ہے۔

ناقابل تجدید توانائی کے نقصانات (Disadvantages of Non-Renewable Energy): (a) ناقابل تجدید توانائی ایک دفعہ استعمال ہونے کے بعد دوبارہ استعمال کے قابل نہیں رہتی۔ (b) ناقابل تجدید توانائی کی ضمنی پیداوار ماحول کو نقصان پہنچاتی ہے اور (c) یہ سبز خانہ گیس میں اضافہ کرتی ہے۔

ٹیلی مواصلاتی شعبہ Telecom Sector

ٹیلیفون اور ریڈیو' ٹیلی ویژن یا کمپیوٹر نیٹ ورک کے ذریعہ برقی تسلسل' برقی مقناطیسی لہروں یا بصری دھڑکن کی ترسیل کے ذریعہ ایک فاصلے پر مواصلات کی سائنس اور ٹکنالوجی کو ٹیلی مواصلاتی شعبہ کہا جاتا ہے۔ اس وقت مجموعی وائرلیس ٹیلی فون کنکشنس 98.27 فیصد اور لینڈ لائین ٹیلی فون کنکشنس 1.73 فیصد ہیں۔ ہندوستان میں مجموعی مواصلاتی پھیلاؤ 90.45 فیصد ہے۔

ٹیلی کام انفراسٹرکچر اور رابطہ Telecom Infrastructure and Connectivity

(i) **بھارت نیٹ:** ڈیجیٹل انڈیا مہم کے ایک حصہ کے طور پر، براڈ بینڈ ہائی وے کو ترقی دینے کے مقصد کے حصول کے لئے حکومت ''بھارت نیٹ'' پروگرام پر عمل درآمد کر رہی ہے جس کے ذریعہ ملک کے تمام 2.5 لاکھ گرام پنچایتوں کو براڈ بینڈ رابطے کی سہولت فراہم کر رہی ہے۔ اس منصوبہ میں بصری ریشوں، ریڈیو اور سیٹلائیٹ میڈیا کے زیادہ سے زیادہ استعمال پر غور کیا گیا ہے۔

(ii) **عوامی Wi-Fi رسائی:** عوامی Wi-Fi ہاٹ سپاٹ صارفین کو براڈ بینڈ کی آخری میل تک فراہمی کو یقینی بناتا ہے جو نئے موبائیل ٹاورس کی شمولیت سے زیادہ آسان ہے۔

(iii) **ٹاورس اور BTS:** ہندوستان میں موبائیل بیس ٹرانسیور اسٹیشن (BTS) کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے جو 2014 میں 7.9 لاکھ سے بڑھ کر جولائی 2019 میں 21.8 لاکھ ہو گئے۔ جب کہ اسی وقفے کے دوران بصری ریشہ کیبل کی تعداد میں 7 لاکھ کلومیٹر سے 14 لاکھ کلومیٹر کا اضافہ ہوا۔

(iv) **بائیں بازو کی انتہا پسندی سے متاثرہ علاقوں اور شمال مشرقی علاقہ کے لئے پراجیکٹ:** ٹیلی مواصلات کے شعبہ نے آندھرا پردیش، بہار، چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ، مہاراشٹرا، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، تلنگانہ، اتر پردیش اور مغربی بنگال کے 2,335 مقامات پر موبائیل خدمات کی فراہمی کے پراجیکٹ پر عمل درآمد کیا ہے جو بائیں بازو کی انتہا پسندی سے متاثر ہوئے جو 4,781 کروڑ روپے کے اخراجات کے ساتھ ہیں۔

بیمہ کی خدمات Insurance Services

بیمہ ایک ایسا معاہدہ ہے کہ بیمہ کروانے والے شخص کو بیمہ کمپنی مالی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ معاہدہ کی مدت کے دوران بیمہ کمپنی اس کے نقصان کی پابجائی کرتی ہے۔ بیمہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (i) زندگی بیمہ۔ (ii) عام بیمہ۔ زندگی بیمہ اور عام بیمہ کمپنیاں مختلف قسم کے گاہکوں کی ضرورت کے لحاظ سے مختلف قسم کی پالیسیاں فروخت کرتی ہیں وہ مختلف قسم کے منصوبے اور اسکیمیں پیش کرتے ہوئے مالی نقصان کا بڑی حد تک احاطہ کرتی ہیں۔

بیمہ کے اقسام (Types of Insurance)

زندگی بیمہ، آتشی بیمہ اور بحری بیمہ پالیسیاں بازار میں دستیاب بیمہ کی مختلف قسم کی پالیسیاں ہیں۔ جن کی تفصیلات ذیل میں دی گئی ہیں۔

A. زندگی بیمہ (Life Insurance)

''زندگی کے بیمہ کا معاہدہ ایک ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس میں بیمہ کنندہ پریمیم رقسط کے لحاظ سے یکمشت ادائیگی یا مدتی روقتاً فوقتاً اقساط میں ادائیگی کی صورت میں بیمہ کنندے کو اس کی موت یا پالیسی کے اختتام پر طئے شدہ معاوضہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بیمہ کنندے کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو بیمہ کی رقم دی جاتی ہے۔ اگر بیمہ کنندہ باحیات رہے اور پالیسی کی مدت ختم ہو جائے تو پالیسی کی رقم بیمہ کنندے کو دی جاتی ہے اس کے علاوہ جب پالیسی عمل میں آتی ہے تو بیمہ کنندے کو بیمہ کی ماہانہ اقساط مسلسل ادا کرنا پڑتا ہے۔

زندگی بیمہ پالیسیاں (Life Insurance Policies)

بہت سی زندگی بیمہ پالیسیاں دو بنیادی اقساط کی تبدیلیوں کے ساتھ ہوتی ہے یعنی مکمل زندگی کی پالیسی اور مدتی رمیعادی زندگی کی پالیسی۔

(i) **مکمل زندگی کی پالیسی(Whole Life Policy)**: اس کا مطلب یہ پالیسی بیمہ کنندہ کی مکمل زندگی تک جاری رہتی ہے۔ اسے عمومی پالیسی بھی کہتے ہیں۔ اس پالیسی کے تحت بیمہ کنندہ کی موت کے بعد ہی اس کے ورثاء کو رقم ادائیگی کے لئے واجب الادا ہوجاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بیمہ کنندہ کو اپنی ساری زندگی میں بیمہ کی اقساط ر پریمیم ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی زندگی کی پالیسی کا پریمیم راقساط نسبتاً کم ہوتا ہے۔ یہ خاندان کے تحفظ کے لئے ہے۔

(ii) **زندگی کی مدتی بیمہ پالیسی(Endowment Life Policy)**: یہ پالیسی ایک محدود مدت کے لئے یا ایک مخصوص عمر تک چلتی ہے۔

(a) **سالانہ پالیسی(Annuity Policy)**: اس پالیسی میں پالیسی کی رقم سالانہ (Annuities) کی شکل میں مخصوص سالوں کے لئے یا بیمہ کنندہ کی موت تک ادا کی جاتی ہے۔

(b) **سنکنگ فنڈ پالیسی(Sinking Fund Policy)**: اس طرح کی پالیسی ایک ذمہ داری کی ادائیگی یا کسی اثاثے کے تبادلہ فراہم کرنے کے لئے حاصل کی جاتی ہے۔

(c) **میعادی بیمہ طمانیت پالیسی(Term Assurance Policy)**: اس قسم کی پالیسی میں پالیسی کی رقم اس وقت ادا کی جاتی ہے جب ایک شخص ایک مقررہ تاریخ یا عمر سے قبل فوت ہوجاتا ہے۔ اس قسم کی پالیسیوں میں عام طور پر پریمیم کی رقم ابتداء میں کم ہوتی ہے لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اسے ''بڑھتی رقم کی پالیسی'' بھی کہا جاسکتا ہے۔ اگر اس قسم کی پالیسی کو مکمل زندگی کی بیمہ پالیسی یا میعادی پالیسی میں تبدیل کرنے کی گنجائش ہو تو اسے ''متبدلہ رتبدل پذیر میعادی بیمہ پالیسی'' بھی کہا جاتا ہے۔

(d) **حادثے سے تلافی نقصان کی دوہری پالیسی(Double Accident Indemnity Policy)**: اس پالیسی کے تحت اگر بیمہ کنندہ کسی حادثے کے سبب فوت ہوجاتا ہے تو اس کے ورثاء کو پالیسی کی دوگنی ردوہری رقم مل جاتی ہے۔

(e) **مشترکہ زندگی کی پالیسی(Joint Life Policy)**: اس قسم کی پالیسی دو یا دو سے زائد افراد کی مشترکہ زندگیوں رزندگی پر لی جاتی ہے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجاتا ہے تو زندہ رہنے والے شخص کی جانب سے اس کی رقم کا دعویٰ رمطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

(f) **گروپ بیمہ پالیسی(Group Insurance Policy)**: اس طرح کی پالیسی ایک خاندان کے ارکان یا کسی تجارتی ادارے کے ملازمین کی زندگیوں پر لی جاسکتی ہے۔

(g) **جنتا پالیسی اسکیم(Janta Policy Scheme)**: اس اسکیم کے تحت صرف مدتی پالیسیاں ہی جاری کی جاتی ہیں ایک جنتا پالیسی 10، 15 یا 25 سال کی مدت کے لئے جاری کی جاتی ہے بشرطیکہ پالیسی 60 سال سے زیادہ عمر تک متجاوز نہ ہو۔ یہ صرف

کسی شخص کی 45 سال کی عمر تک ہی جاری کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی شخص کی عمر 35 سال یا اس سے کم ہو تو پالیسی کے اجزاء کے لئے کسی طبی معائنے کی ضرورت نہیں ہے کسی کی زندگی پر زیادہ سے زیادہ پالیسی کی رقم 1000 روپئے ہوسکتی ہے اس طرح کی پالیسیوں پر کوئی قرض نہیں دیا جاتا۔

B. آتشی بیمہ (Fire Insurance)

زندگی بیمہ کے برعکس' آتشی بیمہ کا تلافی نقصان کا معاہدہ ہے اور بیمہ کنندہ آگ لگنے سے جو سامان کا نقصان ہوا یا پالیسی کی رقم' جو بھی کم ہو اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ آتشی بیمہ معاہدہ سے مراد' 'ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک فریق متفقہ رقم پر دوسرے فریق کو آگ لگنے کے سبب یا دیگر معاہدہ میں وضاحت شدہ وجہ سے ہونے والے مالی نقصان پر نقصان کی رقم ادا کرنے کا معاہدہ کرتا ہے۔

بیمہ باقاعدگی اور ترقیاتی ادارہ اتھاریٹی (IRDA)

حکومت نے ملہوترہ کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے بیمہ باقاعدگی اور ترقیاتی اتھاریٹی کو بطور باقاعدہ ادارہ تشکیل دیا تا کہ ہندوستان میں بیمہ کے کاروبار کو باقاعدہ اور کنٹرول کیا جاسکے۔ بیمہ باقاعدگی اور ترقیاتی اتھاریٹی ادارہ بیمہ صنعت (زندگی اور غیر زندگی بیمہ کمپنیوں) دونوں کے لئے قومی باقاعدگی ادارہ ہے۔ یہ ادارہ حکومت ہند کی نگرانی میں حیدرآباد میں واقع ہے۔ اس کا قیام ہندوستانی پارلیمنٹ میں نافذ ایک ایکٹ کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ جسے IRDA Act 1999 کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس میں چند ضروری باتوں کو شامل کرنے اور چند پیش آنے والے مسائل کے حل کی خاطر 2002 میں ترمیم کی گئی۔ IRDA کے ایکٹ میں بیان کردہ مقاصد درج ذیل ہیں:

1. بیمہ پالیسی رکھنے والوں کے مفادات کا تحفظ کرنا۔
2. بیمہ کی صنعت کو فروغ دینا' باقاعدہ بنانا اور منظم طور پر ترقی دینا اور اس سے متعلق امور اور واقعات کی دیکھ بھال کرنا۔
3. اخلاقی انداز میں پورے ہندوستان میں بیمہ کے کاروبار کو چلانا۔

IRDA کی ساخت

IRDA ایک صدر نشین اور نو سے کم ارا کین پر مشتمل ہوتا ہے' جن میں پانچ سے زائد ارا کین کل وقتی نہیں ہوتے۔ حکومت ان ارا کین کا انتخاب کرتی ہے جو سماج میں صلاحیت' مالیہ' معاشیات' قانون' حساب کتاب انتظامیہ یا حکومت کے کسی اور شعبہ کا تجربہ رکھتے ہوں اس کے لئے مفید ہوگا۔ کل وقتی ارا کین کی میعاد پانچ سال یا ان کی عمر کے 62 سال ہونے تک بڑھائی جاسکتی ہے تاہم صدر نشین 65 سال کی عمر تک اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔

ہندوستان میں بیمہ Insurance in India

ہندوستان میں بیمہ کاروبار کا آغاز 1818 میں ہوا۔ عام بیمہ کی تاریخ کا سراغ 1850 کے صنعتی انقلاب سے لگا۔ باقاعدہ تجارت کے لئے ہندوستانی زندگی بیمہ قانون بنایا گیا۔ بیمہ ترمیم قانون 1950 میں آزاد ہندوستان میں حکومت ہند کی جانب سے لیا جانے والا پہلا قدم تھا۔ 1956 میں زندگی بیمہ کو قومیایا گیا۔ اور زندگی بیمہ کارپوریشن (LIC) کا آغاز ہوا۔ 90 کے دہے تک LIC کی اجارہ داری

ہندوستان میں زندگی بیمہ کے کاروبار میں رہی۔ اکٹوبر 2018 میں انشورنس ریگولیٹری اور ترقیاتی اتھاریٹی آف انڈیا(IRDAI) نے 24 انشورنس کمپنیوں کو منظوری دی۔

1957 میں عام بیمہ کونسل نے بہتر کاروبار کے لئے چند رہنمایانہ اصول مرتب کئے۔ سپٹمبر 1972 میں عام کاروبار بیمہ قانون (GBINA) پاس کیا گیا اور عام بیمہ کارپوریشن آف انڈیا نے اپنے چار ذیلی اداروں کو شروع کیا۔(i) قومی بیمہ کمپنی لمیٹڈ (ii) نیو انڈیا بیمہ کمپنی لمیٹڈ (iii) اورینٹل بیمہ کمپنی لمیٹڈ (iv) یونائیٹڈ انڈیا بیمہ کمپنی لمیٹڈ۔ خانگی عام بیمہ کمپنیوں کو ان چار ذیلی اداروں میں ضم کردیا گیا۔

2000 تک عام بیمہ کارپوریشن کی اپنے چار ذیلی اداروں کے ساتھ عام بیمہ کاروبار میں اجارہ داری تھی معاشی اصلاحات کی وجہ سے 2002 میں GBINA قانون میں ترمیم کی گئی اور عام بیمہ کارپوریشن (GIC) کو دوہرے بیمہ کار (Reinsurer) سے بدل دیا اور چار ذیلی اداروں میں ساختی تبدیلی کرتے ہوئے آزاد عوامی شعبہ کے عام بیمہ کمپنیاں بنادیا گیا۔ اکٹوبر 2018 تک (IRDAI) نے 34 غیر زندگی بیمہ کمپنیوں کو از سر نو منظّم کیا۔

دو اور خاص بیمہ کمپنیاں ہیں: (i) زرعی بیمہ کمپنی آف انڈیا۔ (ii) برآمداتی کریڈٹ گیارنٹی کارپوریشن آف انڈیا۔ جس کو زراعت کی ضروریات اور برآمدات کے لئے شروع کیا گیا۔

انشورنس ریگولیٹری ڈیولپمنٹ اتھاریٹی آف انڈیا (IRDA)

IRDA قانون کو 1999 میں منظور کیا گیا۔ اسے بحیثیت ایک خودمختار باڈی تشکیل دیا گیا۔ جس کو باقاعدہ قانونی حیثیت 2000 میں حاصل ہوئی تاکہ بیمہ صنعت ترقی کرسکے۔ IRDA کا فرض ہے کہ وہ دوبارہ تجارت کو یقینی بنانا اور بیمہ کو باقاعدہ بنانا' ترقی دینا اور مرحلہ وار نمو کا حصول ہے۔

لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (LIC)

LIC کا مشن ہے کہ مالی تحفظ کے ذریعہ عوامی زندگی کے معیار کو بلند کیا جائے۔ اشیاء اور خدمات سے ''مسابقتی منافع'' (Competitive Returns) پالیسی ہولڈرز کو حاصل ہو اور ساتھ ہی معاشی ترقی کے لئے وسائل کی رسد ہو۔ LIC بیمہ منصوبہ میں وظیفہ پلان' صحت بیمہ' گروپ بیمہ' Unit Link بیمہ' طفلی نشوونما فنڈ وغیرہ شامل ہیں۔ اور LIC وقف پالیسیاں اور رقم واپسی پالیسیوں سے خطرات کی پابجائی اور ساتھ ہی ساتھ پرکشش بونس (Bonus) فراہم کرتا ہے۔

جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (GIC)

GIC کا ویژن ہے کہ وہ عالمی قیادت کرتے ہوئے دوہرے بیمہ کار اور حل فراہم کار کی حیثیت سے کام کرے۔

خلائی شعبہ Space Sector

حالیہ برسوں میں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ممالک خلائی شعبہ سے متعلقہ تحقیق اور ترقی (R&D) سرگرمیوں پر فنڈز کی سرمایہ کاری کررہے ہیں اور ہندوستان اس تعلق سے مستثنیٰ نہیں ہے ہندوستان کے اخراجات میں حسب ذیل خلائی پروگرام کی سرگرمیاں شامل

ہیں۔ نئے لانچ گاڑیوں کا ڈیزائین و ترقی اور اس متعلق ٹکنالوجی، زمینی مشاہدہ کے لئے سیٹلائیٹ اور اس سے متعلق ٹکنالوجی، ٹیلی مواصلات اور براڈ بینڈ، سمت شناسی، علم موسمیات اور خلائی سائنس، خلائی سائنس میں تحقیق اور ترقی (R&D) اور نئے سیاروں کی کھوج شامل ہے۔

ہندوستان کے خلائی پروگرامس میں حسب ذیل امور شامل ہیں: (a) (ہندوستان قومی سیٹلائٹ) INSAT اور GSAT (مصنوعی سیٹلائیٹ نظام)۔ جو مواصلات، براڈ کاسٹنگ اور سیٹلائیٹ پر مبنی براڈ بینڈ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ملک میں بنیادی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ (b) موسمی تبدیلیوں کی پیش قیاسی کے لئے خلائی اطلاعات کے استعمال سے زمین کا مشاہدہ، آفات کی روک تھام، قومی وسائل کی نقشہ سازی اور اس کا استعمال۔ (c) سیٹلائیٹ کی مدد سے سمت شناسی۔ جس میں GAGAN اور NavIC شامل ہیں۔ GAGAN یہ ہندوستان خلائی ریسرچ تنظیم (ISRO) اور ایرپورٹس اتھاریٹی آف انڈیا (AAI) کے درمیان ایک مشترکہ پراجیکٹ ہے۔ یہ شہری ہوابازای کے عمل کو درست رکھنے اور اس کی سہلیت کو بہتر بنانے کے لئے GPS خطے کو بڑھاتا ہے اور ہندوستانی فضائی حدود پر فضائی ٹریفک کا بہتر انتظام کرتا ہے۔ NavIC مقام، سمت شناسی اور وقت (PNT) کی خدمات فراہم کرنے کے لئے ایک علاقائی سمت شناسی نظام بھی قائم کیا گیا ہے۔

ISRO نے خلائی شعبہ میں خانگی سرمایہ کاری کو ترغیب دینے کے لئے حسب ذیل امور پر کام کر رہی ہے: (i) (PSLV) پولار سیٹلائیٹ لانچ وہیکل کی پیداوار (ii) سیٹلائیٹ کا انضمام اور اسے جمع کرنا (iii) خام مال اور آلات کی پیداوار (iv) ٹھوس، مائع، انجمادی اور نیم انجمادی فیول کی پیداوار (v) الکٹرانک پیاکیج کی پیداوار، ذیلی سیٹلائیٹ نظام اور برقی میانہ روی کو تجویز کیا ہے۔

1. **ثلثی شعبہ (Tertiary Sector)** : معیشت کا تیسرا بڑا شعبہ جو معیشت کی کارکردگی کے لئے تمام اہم خدمات فراہم کرتا ہے۔
2. **معاشی بنیادی سہولیات (Economic Infrastructure)** : اس میں حمل و نقل، توانائی اور مواصلات شامل ہیں۔
3. **سماجی بنیادی سہولیات (Social Infrastructure)** : یہ سماجی شعبہ کی خدمات جیسے تعلیم، حفظان صحت اور صفائی وغیرہ پر مشتمل ہے۔
4. **شیڈولڈ بینکس (Scheduled Banks)** : وہ بینک جن کا اداشدہ سرمایہ 5 لاکھ سے کم نہ ہو اور جو ریزرو بینک آف انڈیا کے دوسرے شیڈول میں مندرج (شامل) ہیں۔
5. **سیاحت (Tourism)** : ایسا رضا کارانہ سفر جو دوسرے مقامات پر تفریح، فرصت اور کاروبار کے لئے ہو۔ جو نہ ہی ایک دن سے کم ہو اور نہ ایک سال سے زیادہ ہو۔
6. **بیمہ (Insurance)** : ایک معاہدہ یا سمجھوتہ جو قسط کی ادائیگی پر خصوصی خطرات، نقصان یا ضرر کے خلاف مالی تلافی (تحفظ) فراہم کرتا ہے۔
7. **بیمہ پالیسی (Insurance Policy)** : کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان قسط اور مخصوص خطرات کے لئے مخصوص مدت کے لئے معاہدہ۔

8. **انشورنس کی گنجائش** **(The Insurance Density)** : ایک دیۓ گئے سال میں مجموعی آبادی کا درج شدہ قسطوں کا تناسب بیمہ گنجائش ہے۔

9. **توازن ادائیگی** **(Balance of Payments) (BoP)** : ایک ملک کا دنیا کے دیگر ممالک سے تمام معاشی لین دین کا منظم ریکارڈ توازن ادائیگی کہلاتا ہے۔

10. **Angel Tax** : ایک ایسا ٹیکس جو اس کے ''مناسب قیمت'' سے زائد شرح پر فنڈز کے حصول پر ایک خانگی ملکیت کمپنی پر عائد کیا جاتا ہے۔ فی الحال' ہندوستان 30% ' Angel tax عائد کرتا ہے' اس کو 2012 میں چھوٹی کمپنیوں کی جانب سے رقوم کی غیر قانونی منتقلی کی روک تھام کے لئے متعارف کروایا گیا۔

11. **غیر کارکرد اثاثہ جات** **(Non-performing Assets)** : ایک غیر کارکرد اثاثہ (NPA) ایک قرض یا پیشگی ہے جس کا اصل اور سود 90 دنوں کے لئے باقی رہتا ہے۔

12. **BPM:** کاروبار طریق عمل ایک شعبہ ہے جس میں کاروباری سرگرمیوں کے بہاؤ کی ماڈلنگ' آٹومیشن' عمل درآمد کنٹرول پیمائش اور اصلاح کے کسی بھی امتزاج کو شامل کیا جاتا ہے۔

13. **نمو(Growth):** ایک مخصوص مدت میں اشیاء اور خدمات میں اضافہ۔

14. **خام ریاستی داخلی پیداوار** **(Gross State Domestic Product) (GSD)** : ایک ملک میں ایک سال میں پیدا کردہ آخری اشیاء وخدمات کی قدر

15. **FDI** : راست بیرونی سرمایہ کاری' ایک ملک میں کسی تجارت کی ملکیت کے کنٹرول کی ایک شکل ہے جو کسی دوسرے ملک میں موجود صنعت یا اکائی کی جانب سے کی جاتی ہے۔

بیرونی شعبہ Foreign Sector

معاشی ترقی میں بین الاقوامی تجارت کا انتہائی اہم کردار ہے۔

(i) **تقابلی لاگت کا فائدہ(Comparative cost advantage):** بیرونی تجارت ان اشیاء کی پیداوار میں مدد کرتی ہے جو دوسروں کی بہ نسبت سستی لاگت سے تیار ہوتی ہیں اور نتیجتاً کسی شئے کی پیداواری لاگت کم ہوجاتی ہے اگر تمام ممالک یہی حکمت عملی کو اختیار کریں اور وہی اشیاء کو تیار کریں جس کی لاگت تقابلی طور پر کم پائی جائے تو اشیاء کی دستیابی کم قیمت پر ممکن

ہو سکے گی۔

(ii) **بازار کی وسعت(Market expansion)**: پیداوار کی گھریلو اور بیرونی طلب کی وجہ سے بیرونی تجارت بازار کی وسعت میں اضافہ کرتی ہے۔ اگر اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے تو اوسط لاگت گھٹتی ہے اور اشیاء کی قیمتوں میں کمی واقع ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں صارفین مختلف قسم کی اشیاء کو معیار اور مقدار کے اعتبار سے حاصل کر سکیں گے۔

(iii) **زرعی ترقی(Agricultural development)**: زرعی ترقی ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ زرعی شعبہ کی ترقی میں بیرونی تجارت ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ ہر سال ہندوستان دیگر ممالک کو چاول، کپاس، میوہ جات اور ترکاریاں برآمد کرتا ہے۔ اشیاء کی برآمد نے ہمارے ملک کے کسانوں کو مزید خوشحال بناتا ہے اور ان میں ترقی کے جذبہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

(iv) **مسابقت(Competition)**: بین الاقوامی تجارت مقامی اجارہ داری کی تشکیل کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ سستی درآمدات کے خوف سے مقامی پیداکنندے صارفین کا استحصال نہیں کر سکتے۔ درآمدات کی غیر موجودگی کی صورت میں چند مقامی فرمیں اجارہ داری کو فروغ دے سکتی ہیں اور اونچی قیمتیں وصول کر سکتی ہیں۔

(v) **تجارتی پالیسی(Trade policy)**: عہد قدیم سے ہی تجارت اور کاروبار(Commerce) کو ہندوستانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ پارچہ جات (کپڑے) اور مسالہ جات ہندوستان کی جانب سے برآمد ہونے والی پہلی پیداوار ہے۔ 1950 سے لے کر 1980 کے اواخر تک ملک میں اشتراکی پالیسی کے نتیجہ میں ملکی مصنوعات کا تحفظ اور ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں پر سخت ضوابط کو عائد کیا گیا اوسط محصولات 200 فیصد سے زیادہ تھے۔ درآمدات پر وسیع مقداری تحدیدات اور بیرونی سرمایہ کاری پر سخت پابندیاں عائد کر دی گئیں تاہم ملک نے 1990 آزادیانہ، خانگیانہ اور عالمیانہ (LPG) پالیسی کو اختیار کر کے اصلاح کا آغاز کیا۔

(vi) **بیرونی سرمایہ(Foreign capital)**: ہندوستان نے معاشی اصلاحات کے ایک حصے کے طور پر اپنی معیشت کو کھول دیا ہے اور بنیادی شعبوں جیسے بجلی، ایندھن اور بجلی کے ساز وسامان حمل ونقل وغیرہ کے لئے بین الاقوامی کمپنیوں(MNCs) کو اجازت دے دی ہے۔ تاکہ ہندوستان کی فرموں میں 74 فیصد تک کی بیرونی سرمایہ کاری اور کچھ فرموں میں 100 فیصد تک کی اجازت دی جا سکے۔

بیرونی راست سرمایہ کاری Foreign Direct Investment (FDI)

بیرونی راست سرمایہ کاری کو اکثر و بیشتر ملک کی معاشی ترقی پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ معیشت کی ترقی کے لئے FDI ایک لازمی شرط ہے یا اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا تمام عملی وجوہات کی بنیاد پر FDI جدید ٹکنالوجی کو متعارف، معلومات کی منتقلی، سرمایہ کاری اور انتظامی مہارت کے ساتھ برآمدی منڈیوں تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ تجارتی توازن کے خسارے کو کم کرنے میں اور زیادہ مطلوبہ زرمبادلہ کے حصول میں یہ ایک گیٹ وے کا رول ادا کرتا ہے۔ غیر ملکی کاروباری اداروں کے ساتھ مقابلہ کی صورت میں مقامی فرمیں اپنی ٹکنالوجی معیار اور انتظام کو بہتر بنانے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اصل اور ٹکنالوجی کی منتقلی کے لئے

یہ ایک اہم طریقہ کار کے طور پر مانا جاتا ہے۔اس طرح کے تاثر کی بنیاد پر FDI میزبان ملک کے معاشی نمو کو فروغ دینے میں ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔

1991ء کے معاشی بحران کے دوران ہندوستان میں معاشی آزادیانہ کا آغاز ہوا اور تب سے ہندوستان میں FDI میں بتدریج اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک کروڑ سے زائد روزگار کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ Financial Times کے مطابق 2015 میں ہندوستان نے بیرونی راست سرمایہ کاری کے میدان میں چین اور ریاست ہائے متحدہ کو پہلے مقام سے پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گیا۔عالمی سطح کے ساتھ ساتھ خطوں رممالک میں FDI کے بہاؤ کے حالیہ رجحانات کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ ہندوستان نے عام طور پر اپنی مضبوط گھریلو معاشی کارکردگی کے ساتھ اور محتاط سرمایہ کھاتہ کے آزادیانہ کے عمل کے ایک حصے کے طور پر FDI پالیسی کو بتدریج آزاد بناتے ہوئے بڑے پیمانے پر FDI کو راغب کیا ہے۔حتیٰ کہ حالیہ عالمی بحران کے دوران ہندوستان نے FDI میں کسی خاص کمی کا مظاہرہ نہ کیا جیسا کہ عالمی سطح پر اور دیگر ابھرتی ہوئی بازار کی معیشتوں میں پایا گیا تھا۔

راست بیرونی سرمایہ کاری کی خامیاں Drawbacks of FDI

FDI مختلف خامیوں سے دوچار ہے۔خوردہ تجارت میں FDI کے جارحانہ بہاؤ پر سنجیدگی سے بحث کی جارہی ہے اور حکومت اس شعبے میں اصلاحات لانے کے لئے فکرمند و چوکس ہے۔کچھ نقائص حسب ذیل ہیں:

(i) بیرونی فرموں کی چند اجارہ داری طاقت کی وجہ سے مقامی فرموں کو کاروبار سے ہاتھ دھونا پڑ سکتا ہے۔

(ii) منافع کی واپسی میں میزبان ملک کا سرمایہ دوسرے ممالک کو منتقل ہو جاتا ہے۔

(iii) اگر مقامی کارکن تکنیکی طور پر اعلیٰ درجہ کی غیر ملکی فرم ٹکنالوجی سے نمٹنے کے قابل نہ ہوں تو انہیں ملازمت سے بے دخل کر دیا جاسکتا ہے۔

(iv) FDI کے استعمال میں سب سے اہم مسئلہ بیرونی قرضوں کا بوجھ ہے جو سال بہ سال بڑھ رہا ہے۔

(v) ہمارے ملک کو ایک اور مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس میں FDI کی وسعت کی غیر یقینی صورتحال ہے جو ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں دستیاب ہو جائے اس طرح کی غیر یقینی صورتحال تناظری منصوبہ بندی پر بہتر طور پر عمل آوری کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

معاہدہ عمومی برائے محصولات وتجارت کے مقاصد اور افعال (GATT)

Objectives and Functions of General Agreement on Tariffs and Trade

پہلی اور دوسری جنگ عظیم نے دنیا کی معیشت پر بہت برا اثر ڈالا جس کی وجہ سے مختلف ممالک نے درآمدات پر کئی پابندیاں عائد کردیں۔جس کے نتیجے میں بین الاقوامی تجارت تباہ ہوگئی۔اتحادی طاقتوں نے بین الاقوامی معیشت میں نئے اور قابل عمل تعلقات کے لئے منصوبہ بنانے کا سوچا اور برٹین ووڈ کانفرنس(Bretton Woods Conference) 1944 کو منعقد ہوئی جو ایک نئے نظام کا نقطہ آغاز تھا۔اور اس مقصد کی خاطر IMF بین الاقوامی مالیاتی فنڈ IBRD بین الاقوامی بینک برائے تعمیر نو اور ترقی اور ITO بین الاقوامی تجارتی تنظیم کے قیام کے بارے میں غور کیا گیا۔

اس سلسلے میں ایک کانفرنس ہاوانا(Havana) میں 48-1947 کو منعقد ہوئی اور ITO کے قیام کے لئے ایک منشور تیار کیا گیا

لیکن اسکو کبھی روبہ عمل نہیں لایا جاسکا۔اس کے بجائے معاہدہ عمومی برائے محصولات وتجارت(GATT) کو یکم جنوری 1948 سے نافذ کردیا گیا۔

GATT کے دفعات اورافعال Functions/Provisions of GATT

1. **انتہائی پسندیدہ ملک کی دفعہ(GATT: Most Favourate Nations clause (MFN** کا آرٹیکل MFN I سے متعلق ہے۔ یہ اپنے فریقوں کو ہدایت دیتا ہے کہ دوسروں کو ترجیح نہ دی جائے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ملک یہ رضامندی ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی بھی دوسرے ملک کے ساتھ GATT کے فریقوں کا مقابلہ میں بہتر سلوک نہیں کرے گا۔جہاں تک تجارتی پالیسی کا تعلق ہے مما لک کے درمیان کسی بھی امتیازی سلوک کو MFN Clause رد کرتا ہے۔یعنی ان رعایتوں کو فوراً دوسرے مما لک تک وسعت دی جائے تا کہ معاہدہ میں شامل تمام فریقین مساوی طور پر مستفید ہوسکیں۔اسی طرح اگر کوئی ملک اپنے اپنے گھریلو صنعتوں کے لئے تحفظ کے اقدامات کرتا ہے تو وہی اقدام GATT کے تمام ممبروں پر بھی لاگو ہوں گے۔
2. **محصولات میں رعایتیں(Tariff Concession)**: آرٹیکل 11 میں محصولات رعایتوں سے متعلق شیڈولڈس کو بتایا گیا ہے۔GATT میں اکثر ٹیرف رعایتوں کو"Bound" کی شرح سے جانا جاتا ہے۔جس 1948 کو میں 3 سال کے لئے 1950 تک کے لئے نافذ کیا گیا۔
3. **مقداری تحدیدات کا خاتمہ(Elimination of Quantitative Restructions) (EQR)**: آرٹیکل XI کے مطابق حلیف مما لک کو چاہئے کہ وہ مقداری تحدیدار عائد نہ کریں سوائے بنیادی استثنا کے جس میں ایک ملک چند مخصوص حالات میں جو کہ ترقی یافتہ مما لک کے لئے سخت منع ہیں تحدیدات عائد کرسکتا ہے جس کا مقصد اپنے بیرونی توازن ادائیگی کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔عام طور پر تحدیدات کی عمل آوری میں کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جانا چاہئے۔
4. **حفاظتی کوڈ/ضابطہ(Safeguard code)**: GATT کا آرٹیکل XIX ہنگامی حفاظتی ضابطہ فراہم کرتا ہے اس کے تحت ایک ملک ان درآمدات کو روکنے کے لئے محصولات یا کوٹہ نافذ کرسکتا ہے جن سے گھریلو پیداکنندوں کو خطرہ یا شدید نقصان پہنچتا ہے۔
5. **مستثنیات(Exceptions)**: معاہدہ کے فریقین کی جانب سے درآمدی کوٹہ پر امتناع کے سلسلے میں آرٹیکل XX اور XXI عام اور حفاظتی استثناء فراہم کرتا ہے
6. **رعایتیں اور جوابی ڈیوٹیز(حکومتی ٹیکس) (Subsidies and Countervailing duties)**: رعایتوں اور جوابی ڈیوٹیز (حکومتی ٹیکس) سے متعلق اصول ایک علیحدہ کوڈ میں شامل کئے گئے تھے۔ جو 1970ء کے ٹوکیو راؤنڈ میں زیر بحث لائے گئے تھے۔ان اصولوں کے تحت تیار شدہ مصنوعات پر برآمدات ڈیوٹی پر امتناع عائد کردیا گیا تھا سوائے ترقی پذیر مما لک کے بنیادی پیداوار پر برآمدی رعایت کو صرف اس شرط پر محدود کیا گیا کہ وہ ملک دنیا کی برآمدات میں منصفانہ حصہ سے زیادہ حاصل نہ کرسکے۔
7. **تنازعات کی یکسوئی(Settlement of Disputes)**: ممبران کے درمیان تنازعات کی یکسوئی کے میدان میں GATT بہت کامیاب رہا۔کسی بھی ممبر مما لک کے خلاف اگر کوئی دوسرا ممبر GATT کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ سالانہ اجلاس میں اس کی شکایت کرتا ہے تا کہ یکسوئی کی جائے۔

GATT کے ادوار Rounds of GATT

1947 سے گیاٹ کے آخری سال 1993 تک حلیف ممالک کے درمیان 8 مذاکراتی کانفرنس کے دور منعقد ہوئے۔ GATT کے ادوار کی تفصیلات اور بحث کردہ مرکزی موضوعات کو حسب ذیل چارٹ میں پیش کیا گیا ہے۔

چارٹ: GATT کے ادوار

دور	سال	مقام	موضوعات اور نتائج
پہلا	1947	جینوا	مخصوص اشیاء پر محصولات کی پابندی
دوسرا	1949	اینسی	اعتدال پر مبنی محصول میں کٹوتی
تیسرا	1950-51	تارکوئے	1948 کی سطح سے 25% محصول میں کمی
چوتھا	1956	جینوا	اعتدال پر مبنی محصول میں کمی
V ڈیلن دور	1960-61	جینوا	اعتدال پر مبنی محصول میں کمی
VI کینیڈین دور	1964-67	جینوا	تیار شدہ اشیاء پر پابندیوں میں 35 فیصد تک کمی
VII ٹوکیو دور	1973-79	جینوا	غیر محصولاتی پابندیاں
VIII یوروگئے دور	1986-94	پنٹاڈیل ایسٹ	زراعت، GATS، TRIPS اور TRIMs سے متعلقہ مسائل

پہلے چھ ادوار محصولات کی شرحوں میں کمی سے متعلق تھے۔ ساتویں دور میں غیر محصولاتی مسائل کو شامل کیا گیا۔ آٹھواں دور پچھلے ادوار سے بالکل مختلف تھا۔ یہ دور یوروگوئے دور (Uruguay Round) کے نام سے مشہور ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے مقاصد اور افعال

Objectives and Functions of World Trade Organisation

ڈسمبر 1993 میں تیار کئے گئے حتمی قانون پر GATT کے ممبر ممالک نے اپریل 1994 میں دستخط کئے جس سے WTO کے قیام کا راستہ ہموار ہوا۔ WTO معاہدے پر گیاٹ کے 104 ممبر ممالک نے دستخط کئے اور یکم جنوری 1995 کو نافذ ہوا اور ہندوستان نے WTO معاہدہ پر 30 ڈسمبر 1994 کو دستخط کرتے ہوئے WTO کا ابتدائی رکن بن گیا۔ اس کا صدر دفتر جینوا سوئزرلینڈ میں واقع ہے۔

GATT اور WTO کے درمیان فرق Differences between GATT and WTO

GATT اور WTO کے درمیان اہم فرق کو حسب ذیل پیش کیا گیا ہے۔

GATT	WTO
1. اس کا کوئی ادارہ جاتی قیام نہیں ہے	1. یہ ایک سکریٹریٹ والا مستقل ادارہ ہے
2. اس کی لی گئی ذمہ داریاں عارضی بنیادوں پر وضع کی گئی تھیں	2. اس کی لی گئی ذمہ داریاں مکمل اور مستقل ہیں
3. اس کے اصول صرف اشیاء کی تجارت پر لاگو ہوتے تھے	3. اس کے اصول اشیاء تجارت کے ساتھ ساتھ خدمات پر بھی لاگو ہوتے ہیں
4. اس معاہدے کی دفعات ہمہ رخی اور نوعیت کے اعتبار سے منتخبہ تھے اور ممبران کی جانب سے عائد کردہ نہیں تھے	4. اس معاہدے کی دفعات ہمہ رخی اور تمام ممبرس پر لازماً عائد ہوتے ہیں

5. تنازعات کا نظام طوالت پر مبنی تھا اور پابندی پر مبنی نہیں تھا

5. تنازعات کے حل کا نظام فریقین کو پابند بنانے والا، خودکار اور تیز رفتار ہے

WTO کی وزارت کانفرنس Ministerial Conferences of WTO

عالمی تجارتی تنظیم کا سب سے اعلیٰ فیصلہ ساز مجلس وزارتی کانفرنس ہے۔ جو ہر دو سال میں ایک مرتبہ اپنا اجلاس منعقد کرتی ہے۔ وزارتی کانفرنس کسی بھی ہمہ رخی تجارتی معاہدہ کے تحت تمام امور پر فیصلے لے سکتی ہے۔ اب تک 11 وزارتی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔

چارٹ: WTO کی منعقدہ وزارتی کانفرنس

موضوعات Issues	مقام Place	سال Year	سلسلہ نشان
مزدور کے معیارات، سرمایہ کاری، پارچہ جات اور	سنگاپور	Dec.9-13, 1996	1
یوروگوئے دور بات چیت	جینوا	May18-20, 1998	2
انسانی حقوق اور ماحولیاتی تحفظ	سیاٹل(Seattle)	Nov30-Dec3,1999	3
سرمایہ کاری پر ہمہ رخی نظام، مسابقت پالیسی حکومت کی وصولیات اور ماحول	دوحہ	Nov.9-13, 2001	4
دوحہ کانفرنس کے تحت مذاکرات کی پیش رفت	کینکون(Cancun)	Sept.10-14,	5
زراعت میں برآمدی رعایتیں	ہانگ کانگ	2003	6
دوحہ مذاکرات	جینوا	Dec.13-18, 2005	7
TRIPs، چھوٹی معیشتوں کے لئے خاص مواقع	جینوا	Nov.3-Dec2,	8
تجارتی اعزاز، ٹیرف رمحصولاتی شرح کوٹہ	بالی	2009	9
آزادیانہ کی عمیق خدمات اور خدماتی شعبہ میں تنظیمی قواعد اور آب وہوا کی تبدیلی	نیروبی	Dec15-17, 2011	10
وغیرہ	بیونس آئرس	Dec.15-18, 2013	11
الکٹرانک کامرس پر نئے اقدامات، سرمایہ کاری کی سہولت اور	نورسلطان، قازقستان	Dec.15-18, 2015	12
قابل برقرار ترقیاتی اہداف اور تجارتی ایجنڈا، آب وہوا کے بحران اور		Dec.10-13, 2017	
پلاسٹک آلودگی پر اقدامات		June.8-11, 2020 (Scheduled to be held) but kept on hold due to covid-19	

Lease Financing کے قومی سطح کے ادارے

قومی سطح پر ہمہ اقسام کے مالی ادارے قائم کئے گئے یہ ادارے آجرین کی مالی ضروریات کی تکمیل کرتے ہے۔ان میں وہ شامل ہیں۔

I. آل انڈیا ڈیولپمنٹ بینکس جیسے IIBI' IFCI' SIDBI' IDBI وغیرہ۔

II. خصوصی مالی ادارے جیسے IIBI' ICICI' IVCF' وغیرہ

III. انوسٹمنٹ انسٹی ٹیوشن جیسے UTI' GIC' LIC وغیرہ۔

I. آل انڈیا ڈیولپمنٹ بینکس (AIDBs)

مختلف آل انڈیا ڈیولپمنٹ بینکس نہ صرف بڑی اور میڈیم سائز کی انٹر پرائزز کو قرض دیتے ہیں بلکہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے فروغ کے لئے بھی مدد کرتے ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں:

1) انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بینک آف انڈیا (IDBI)

اس کا قیام ماہ جولائی 1964 میں ملک میں صنعتی تقی کے لئے ایک بڑے مالی ادارے کے طور پر عمل میں آیا۔ یہ ادارہ صنعتوں کی تبدیل شدہ مالی ضروریات وسط اور بڑے پیمانے کی صنعتوں کو دونوں راست اور بالواسطہ مالی مدد کی ضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔ پراجکٹ لونس' ذمہ نویسی اور صنعتی تمسکار کو راست مالی مدد سافٹ لونس' ٹیکنیکل ریفنڈ لونس وغیرہ جب کہ بالواسطہ طور پر صنعتی فرموں کو ری فینانس کی سہولت کی شکل میں مدد کرتے ہیں۔

2) **انڈسٹریل فینانس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (IFCI Ltd.)**: IFCI کا پہلا قیام 1948 میں ترقیاتی مالی ادارے کے طور پر IFCI ایکٹ کے تحت عمل میں آیا۔ اس کا مقصد وسط اور بڑے پیمانے کی صنعتوں کو طویل مدتی قرض فراہم کرنا ہے اور صنعت کو روپیہ اور بیرونی کرنسی میں قرض' اسٹاک' حصص' بانڈز اور ڈبنچرز کی اجرائی پر خریدنا اور ذمہ نویسی ہے۔ اس ادارے نے مرچنٹ بینکنگ' لونس' کاسنڈیکیشن' بازآبادکاری پروگرامس کی تدوین' ادغام اور انضمام وغیرہ کی طرف اپنی سرگرمیوں کو منتقل کیا ہے۔

3) **اسمال انڈسٹریز ڈیولپمنٹ بینک آف انڈیا (SIDBI)**: SIDBI کو حکومت ہند نے ماہ اپریل 1990 میں قائم کیا۔ یہ IDBI کا کلی طور پر ذیلی ادارہ ہے۔ یہ ملک کے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے فروغ' مالیہ کاری اور ترقی دینے کا اہم ادارہ ہے۔ اس کا مقصد جزوی' چھوٹے اور وسط انٹرپرائزس MSME شعبہ کو معاشی نمو' روزگار کی فراہمی اور متوازن علاقائی ترقی کے لئے بااختیار بنانا ہے۔

4) انڈسٹریل انوسٹمنٹ بینک آف انڈیا (IIBI)

اس کا قیام 1985 میں انڈسٹریل ری کنسٹرکشن بینک آف انڈیا ایکٹ 1984 کے تحت ہوا تھا۔ اس کو بیماری صنعتی اکائیوں کے لئے ایک اہم ادھاری اور تعمیر جدید کے لئے ایجنسی کی حیثیت حاصل تھی۔ 17 / مارچ 1997 میں اس کو IIBI کے طور پر خودمختار

ترقیاتی ادارے میں تبدیل کیا گیا۔

II. خصوصی مالیاتی ادارے

یہ ادارے کامرس وتجارت وینچر کیپٹل، کریڈٹ ریٹنگ اور لیزنگ وغیرہ کی بڑھتی مالیاتی طلب کی تکمیل کے لئے قائم کئے گئے۔

1) **IFCI وینچر کیپٹل فنڈز لمیٹڈ (IVCF):** اس ادارے کو پہلے رسک کیپٹل اینڈ ٹیکنالوجی فینانس کارپوریشن لمیٹڈ (RCTC) کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور یہ .IFCI Ltd کا ذیلی ادارہ تھا۔ اس کو مہماتی سرمایہ کی ضروریات کی تکمیل اور اختراعی اشیاء طریق عمل اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے کاراندازیت کو ملک میں ایک وسیع شکل دی۔

2) **ICICI وینچر فنڈز لمیٹڈ:** اس ادارے کو پہلے ٹیکنالوجی ڈیولپمنٹ اینڈ انفارمیشن کمپنی آف انڈیا لمیٹڈ (TDICI) کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس ادارے کو یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا کے جائنٹ وینچر کے طور پر 1988 میں قائم کیا گیا۔ اس لئے ICICI کا ذیلی ادارہ بن گیا۔ یہ دراصل ٹیکنالوجی وینچر مالیہ کمپنی ہے اس کوئی ٹیکنالوجی پرمبنی وینچرز کے قائم کرنے کے لئے مالیہ کی منظوری کے لئے قائم کیا گیا اس ادارے کو کمپیوٹر، کیمیکلس، پالیمرس، ڈرگس، ڈائگناسٹک ویاکسین، بائیوٹیکنالوجی ماحولیاتی انجینئرنگ وغیرہ کی مدد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

3) **ٹورازم فینانس کارپوریشن آف انڈیا لمیٹڈ (TFCI):** ملک میں سیاحتی صنعت کی نمو اور ترقی کے لئے حکومت ہند کی جانب سے قائم کردہ ادارہ ہے رسمی سیاحتی پراجکٹس سے ہٹ کر یہ ادارہ غیر سیاحتی پراجکٹس کی مالی مدد بھی کرتا ہے جیسے امیوزمنٹ پارک، روپ ویز، کرایہ پر کار خدمات، واٹر ٹرانسپورٹ وغیرہ۔

III. سرمایہ کاری ادارے

یہ درمیانی مالیاتی ادارے ہیں جو نہایت مقبول ہیں جو خصوصاً چھوٹی بچت کنندوں اور سرمایہ کاروں کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ اپنے اثاثوں کو قابل بازار کاری تمسکات کے ساتھ صف بندی کرتے ہیں۔

1. **لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (LIC):** اس کا قیام 1956 میں حکومت ہند نے کلی طور پر ذاتی کارپوریشن کے طور پر قیام عمل میں آیا۔ اس کی تشکیل لائف انشورنس کارپوریشن ایکٹ 1956 کے تحت عمل میں آئی۔ اس کا مقصد زندگی بیمہ کو خصوصاً دیہی علاقوں میں پھیلانا تھا۔ یہ ادارہ انفراسٹرکچر کی ترقی جیسے ہاؤزنگ، دیہی الکٹریفکیشن، واٹر سپلائی، سیوریج وغیرہ کے لئے مالی مدد فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مالیاتی اداروں کے حصص اور بانڈز کی خریدی کے ذریعہ مدد کرتا ہے۔ لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا بیرونی ممالک میں بھی کاروبار انجام دے رہا ہے اس کے آفیسس فیجی، ماریشیس اور یونائیٹڈ کنگ ڈم میں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے کاروبار سمندر پار مشترکہ ذیلی کارپوریشن بحرین، نیپال اور سری لنکا میں بھی قائم ہیں۔

2. **جنرل انشورنس کارپوریشن (GIC):** سارا جنرل انشورنس کاروبار ہندوستان میں جنرل انشورنس بزنس (نیشنلائزیشن) ایکٹ

(GIDNA)1972 کے ذریعہ قومیایا گیا۔GIBNA کی شق (1)9 کے تحت جنرل انشورینس کارپوریشن آف انڈیا قائم کیا گیا۔ یہ قانون کمپنی 1956 کے تحت 22 / نومبر 1972 کو قومیایا گیا۔ اس کے قیام کا مقصد جنرل انشورینس کاروبار کی نگرانی' کنٹرول اور چلانا ہے۔

3. **یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا(UTI):** یہ ایک آئینی عوامی شعبہ ہے جو ایک سرمایہ کاری ادارہ ہے جس کا قیام یونٹ ٹرسٹ ایکٹ 1963 کے تحت ماہ فروری 1964 کو عمل میں آیا۔UTI نے اپنی کارگذاری کا آغاز ماہ جولائی 1964 میں کیا۔ یہ چھوٹے بچت کنندوں کو وہاں سرمایہ کاری کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے جہاں جوکھم تبدیل ہو رہا ہو۔UTI کے درج ذیل بنیادی مقاصد ہیں:

i) متوسط اور کم آمدنی والے گروہوں کی بچت یکجا کرنا اور ہمت افزائی کرنا۔

ii) ملک میں صنعتی ترقی اور خوشحالی کے فائدوں میں حصہ داری کے قابل بنانا۔

ریاستی سطح کے ادارے

ریاستی سطح پر بھی فینانسنگ ایجنسیوں اور صنعتی ترقیاتی بینکس کا اشتراک ہے خاص طور پر متعلقہ ریاستوں میں متوسط اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے' پسماندہ علاقوں میں صنعتی ترقی پر توجہ کے ساتھ اشتراک کر رہے ہیں۔ اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن (SFCs) اور اسٹیٹ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (SIDC یا اسٹیٹ انڈسٹریل انوسٹمنٹ کارپوریشن (SII|C|) اہم ریاستی سطح پر ممتاز مالی ادارے ہیں۔

1. **SFCs:** مرکزی قانون کے ماہ اگست 1952 میں نافذ العمل ہونے کے بعد ہر ریاست میں SFCs کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ریاستی سطح کی تنظیمیں ہیں جہاں اوسط اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لئے گنجائش فراہم کی گئی۔SFCs تمام چار بڑی صورتوں میں مالی مدد فراہم کرنے کا اختیار دیا گیا جیسے لون اور ایڈوانس' حصص اور ڈبنچرز کی خریدی' نئی اجرائی کہ ذمہ نویسی' تیسرے فریقین سے لون کی گیارنٹی اور ملتویہ ادائیات وغیرہ۔

2. **SIDC/SICCS:** SIDCs/SIICS مالیہ فراہم کر رہی ہیں اور مختلف افعال انجام دے رہے ہیں جیسے اراضی' برقی' سڑکوں اور صنعتی اکائیوں کے لئے لائسنس ایسے اکائیوں کے قیام کے لئے کفالت خصوصاً پسماندہ علاقوں میں' اس امداد کا ایک بڑا حصہ مشترکہ شعبہ اور عوامی شعبہ میں اکائیوں کی مدد اور باقی خانگی شعبہ کی اکائیوں کے لئے ہوتا ہے۔ فنڈز حسب ضابطہ ذرائع سے حاصل کئے جاتے ہیں جیسے سرمایہ اور ذخیرے' IDBI' ریاستی حکومتوں سے قرض اور بینکس بانڈز' ڈبنچرز سے سرمایہ تشکیل دیا جاتا ہے۔ یہ ادارے بھی کئی مسائل سے بھول چوک' غیر موزوں اور ناتجربہ کار عملہ اور تنظیمی کوتاہیوں سے دوچار ہیں۔

1. **مساواتی حصص:** مساواتی حصص کمپنی کی ملکیت کو ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح ایسے حصص کی اجرائی کے ذریعہ حاصل کردہ سرمایہ ملکیتی سرمایہ (Ownership capital) یا مالک کے فنڈز (Owner's fund) کہلاتے ہیں۔

2. **ترجیحی حصص:** ترجیحی حصص کی اجرائی کے ذریعہ حاصل کردہ سرمایہ ترجیحی سرمایہ کہلاتا ہے۔ ترجیحی حصص دار مساواتی حصص داروں پر

ترجیحی موقف رکھتے ہیں۔

3. **روکی گئیں کمائیاں:** خالص کمائیوں کا ایک حصہ مستقبل میں استعمال کے لئے روک کر رکھا جاتا ہے اسکو روکی گئیں کمائیاں کہتے ہیں۔

4. **ڈبنچرز:** کمپنی کی جانب سے جاری کردہ بانڈ یا طویل مدتی قرض کی ایک شکل ہے۔قرض کی مدت کے دوران ڈبنچر پر معینہ شرح پر سود اداشدنی ہوتا ہے۔

5. **پبلک ڈپازٹ:** پبلک ڈپازٹ کمپنی عوام سے حاصل کردہ غیر محفوظ ڈپازٹس سے متعلق ہے۔

6. **کمرشیل بینکس**: تجارتی بینکس ایک کلیدی موقف کے حامل ہیں چونکہ یہ مختلف مقاصد اور ساتھ ہی ساتھ مختلف ادوار کے لئے فراہم کئے جاتے ہیں۔

7. **قول مالیہ کاری**: قول ایک ٹھیکہ کا معاہدہ جس کی رو سے ایک فریق یعنی اثاثہ کا مالک دوسرے فریق کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اثاثہ کے استعمال کے عوض معینہ رقم اقساط کی صورت میں ادا کرے۔

8. **اوورڈرافٹ:** ایک قرض دہندہ ادارہ کی جانب سے قرض کی فراہمی جب کہ کھاتہ میں رقم بالکل نہ ہو اوورڈرافٹ کہلاتا ہے۔

9. **تجارتی قرض (Trade Credit)**: ٹریڈ کریڈٹ ایک تاجر کی جانب سے دوسرے تاجر کو اشیاء کی خرید یا خدمات کے لئے ادھار فراہم کرے۔

10. **کمرشیل پیپرز:** فرم کی جانب سے مختصر مدت کے لئے فنڈز کے حصول کے لئے غیر محفوظ پرامیسری نوٹ جاری کرے وہ کمرشیل پیپر ہے۔

11. **بینک لون:** ایک کاروبار کے لئے قرض سرمایۂ بینک لون کی ایک عام شکل ہے۔ بینک لون طویل مدتی، وسط مدتی اور مختصر مدتی صورت میں فراہم کیا جاتا ہے۔

12. **IDBI:** Industrial Development Bank of India

13. **IFCI:** Industrial Finance Corporation of India

14. **LIC:** Life Insurance Corporation of India

15. **TFCL:** Tourism Finance Corporation of India Ltd.

16. **SIDBI:** Small Industries Development Bank of India

17. **ADR:** American Depository Receipts

18. **GDR:** Global Depository Receipts

19. **FCCB:** Foreign Currency Convertible Bonds

جزوی۔ چھوٹے اور اوسط درجہ کے انٹر پرائزس Micro, Small and Medium Enterprises (MSMEs)

چھوٹی۔ ذیلی صنعتی فرموں کے لئے تصوراتی اور قانونی ڈھانچہ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ اور ریگولیشن ایکٹ 1951 سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ قانون مرکزی حکومت کو ضروری اختیارات فراہم کرتا ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً چھوٹے پیمانے اور ذیلی فرموں کی ہمت افزائی کے لئے اس قانون کی گنجائشوں/دفعات میں ترمیم کرے۔ دی اسمال اینڈ میڈیم انٹر پرائزس ڈیولپمنٹ بل 2005 جس کو جون 2006 میں قانون کی شکل دی گئی اس کو دوبارہ یوں نام دیا گیا "Micro, Small and Medium Enterprises Development Act 2006"۔ اس کا مقصد ہندوستان میں چھوٹی اور اوسط انٹر پرائزس کو فروغ اور ترقی دی جاسکے۔ مائکرو' اسمال اینڈ میڈیم انٹر پرائزس ڈیولپمنٹ ایکٹ 2006 (MSMEDA) حکومت اور MSME شعبہ سے دلچسپی رکھنے والے فریقین بشمول خدماتی شعبہ کو طویل مدتی مقاصد کی تکمیل کے لئے گنجائش فراہم کرتا ہے۔

The Micro, Small and Medium Enterprises Development Act 2006 نے جزوی چھوٹے اور اوسط انٹر پرائزس کے فروغ میں سہولت اور ترقی و مسابقتی اہلیت میں اضافہ اور اس سے متعلق یا اتفاقی امور کی سہولت فراہم کرنے کی اجازت دی ہے۔ جزوی' چھوٹے اور اوسط انٹر پرائزس (MSME) شعبہ انتہائی تیز اور حرکیاتی شعبہ کے طور پر ہندوستانی معیشت میں گذشتہ پانچ دہوں سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ ان شعبہ جات کی موثر' صلاحیت لچکدار اور اختراعی کاراندازی جذبہ نے بھی معیشت کی ترقی میں ایک کلیدی رول ادا کیا۔

وزارت MSME کی رو سے MSME کی تعریف

مینوفیکچرنگ	خدمت	درجہ بندی
25 لاکھ روپئے تک	10 لاکھ روپئے تک	جزوی انٹر پرائزس
25 لاکھ روپیوں سے زیادہ لیکن 5 کروڑ سے کم	10 لاکھ روپیوں سے زیادہ لیکن 2 کروڑ روپیوں سے کم	چھوٹی انٹر پرائزس
5 کروڑ روپیوں سے زیادہ لیکن 10 کروڑ روپیوں سے کم	2 کروڑ روپیوں سے زیادہ لیکن 5 کروڑ سے کم	اوسط انٹر پرائزس

MSMEs کو پیش کردہ مراعات

MSMEs خصوصی مراعات اور فوائد سے دیگر انٹر پرائزس سے نسبتاً زیادہ مزے لے رہی ہیں۔ MSMEs قانون مائیکرو' اسمال اینڈ میڈیم انٹر پرائزس کے لئے درج ذیل مراعات عطا کرتا ہے۔

1. **اشیاء کی تیاری میں خصوصیت:** MSMEs کو سب سے بڑا فائدہ تحفظات پالیسی ہے جو چند اشیاء کی تیاری ان انٹر پرائزس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس طرح ان کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے اور سوسائٹی کے لئے روزگار کے مواقع کی تخلیق کے ذریعہ محرکہ فراہم کرتے ہیں۔ حکومت نے پالیسیاں بنائی ہیں کہ MSMEs کے ذریعہ 350 آئٹمس گورنمنٹ اسٹورس پرچیز پروگرام کے

تحت خریدی کے لئے محفوظ کردیا جائے۔

2. **جگہ کا بٹوارہ:** MSMEs کی ہمت افزائی کے لئے اسپیشل اکنامک زونس (SEZs) کے لئے ضروری ہے کہ وہ چھوٹے پیمانے کی اکائیوں کے لئے 10% جگہ مختص کرے۔

3. **اشیاء اور خدمات پر بروقت ادائی:** MSMED قانون کے تحت MSMEs کے خریداروں کے لئے بروقت ادائی پر تحفظات کی پیشکش کی جاتی ہے۔ کسی شئے یا خدمات کی خریدی پر خریدار کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ میں صراحت کردہ تاریخ پر سپلائر کو رقم ادا کردے۔

4. **حکومت کی جانب سے ہمت افزائی اور ٹھوس مدد:** حکومت اپنی ادھار کے لئے ترجیحی رسائی۔ ترجیحی خرید پالیسی وغیرہ کے ذریعہ اس شعبہ کی ہمت افزائی اور ٹھوس مدد کررہی ہے۔ حکومت خصوصی اداروں کے ذریعہ اسکیمس اور ترغیبات کے ذریعہ مالیہ مدد کے حصول میں مدد بازارکاری میں مدد، تکنیکی رہنمائی، ٹریننگ اور ٹیکنالوجی میں بہتری وغیرہ کی شکل میں پیکیجس کی پیشکش کرتی ہے۔

5. **خریدار کی جانب سے ادائی میں تاخیر پر سود:** جب خریدار کی مرضی کے مطابق فروخت کنندہ رقم ادا کرنے میں ناکام ہوجائے تو وہ واجب الادا رقم پر سود ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ سود طئے شدہ تاریخ کے فوری بعد سے تاخیر کی مدت کے لئے۔ ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ سود بینک کی شرح سے تین گنا زیادہ ادا کرنا ہوگا اور ماہوار شرحوں کو مرکب میں تبدیل کیا جائے گا۔

6. **تنازعات پر رجوع:** کسی بھی اشیاء یا خدمات کے لئے ادا طلب رقم سے متعلق کوئی تنازعہ اور اس پر کوئی سود کی رقم کی ادائی کسی بھی فریق سے رجوع کیا جاسکتا ہے یا مائیکرو اینڈ اسمال انٹرپرائزز فیسیلیٹیشن کونسل سے رجوع کیا جاسکتا ہے جو نفس مضمون کے لئے مصالحت کا انعقاد کرسکے گا۔

1. **انٹرپرائز:** اشیاء کی تیاری اور پیداوار میں مصروف عمل، کسی نام سے جانا جائے، صنعتی فرم یا تجارتی فرم یا کوئی ادارہ۔

2. **مائیکرو انٹرپرائز:** یہ ایک ادارہ ہے جہاں پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کی حد 25 لاکھ سے زیادہ نہ ہو۔

3. **اسمال انٹرپرائز:** ایک ادارہ/فرم ہے جہاں پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کاری کی حد 25 لاکھ سے زیادہ ہو لیکن 5 کروڑ روپیوں سے زیادہ نہ ہو۔

4. **میڈیم (اوسط) انٹرپرائز:** ایک فرم/ادارہ جہاں پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کاری کی حد 5 کروڑ روپیوں سے زیادہ ہو لیکن 10 کروڑ روپیوں سے زیادہ نہ ہو۔

5. **سرویس (خدماتی) انٹرپرائز:** ادارہ/فرم جو خدمات کی فراہمی اور خدمت انجام دے رہا ہو سرویس انٹرپرائز کہلاتا ہے۔

کثیر قومی کارپوریشنس Multi National Corporation (MNCs)

عالمی سطح پر معاشی سہل کاری نے کثیر قومی کارپوریشنس کے قیام کو بڑھاوا دیا ہے۔ عالمیانے کے عمل کو آگے بڑھانے میں کثیر قومی کارپوریشنس کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اندازہ ہے کہ عالمی کاروبار میں MNCs کا 2/3 دوتہائی حصہ ہے۔ بیرونی راست سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment) کی توسیع سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی معیشت کی نشوونما میں کثیر قومی کمپنیوں کا رول رہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد MNCs کی نشوونما بڑی تیزی سے ہوئی ہے۔ چند مشہور کمپنیاں جو ہندوستان میں کاروبار کررہی ہیں ان میں مائیکروسافٹ' آئی بی یم' نیسلے' پراکٹر اینڈ گیمبل' کوکا کولہ' پیپسی' CITI گروپ' سونی کارپوریشن' ہولیٹ پکارڈ' ایپل انکارپوریشن وغیرہ۔

اصطلاح ''کثیر قومی'' دو الفاظ کا مرکب ہے ''کثیر'' (Multi) اور ''قومی'' (National)۔ اسطرح ایک کثیر قومی کارپوریشن رکمپنی ایک تنظیم ہے جو ایک سے زائد مما لک میں کاروبار کررہی ہو۔ دوسرے الفاظ میں ایک تنظیم یا انٹر پرائز جو نہ صرف اپنے ملک میں کاروبار کررہی ہو جہاں وہ رجسٹرڈ ہے بلکہ دیگر مما لک میں بھی کاروبار کررہی ہو۔ اس کو اصطلاح یوں بھی دی جاسکتی ہے انٹرنیشنل کارپوریشن' گلوبل گینٹ' ٹرانز نیشنل کارپوریشن۔ چند ہندوستانی کثیر قومی کمپنیاں عالمی سطح پر کاروبار کررہی ہیں جیسے INFOSYS' WIPRO اور ریڈی لیبس وغیرہ۔ اسی طرح امریکہ سے Nike' کوکا کولہ' والمارٹ' توشیبا' ہونڈا' BMW' IBM کمپیوٹرز' پیپسی کولہ جرمنی سے Siemens' جاپان سے سونی اور ہونڈا وغیرہ ہالینڈ سے فلپس ہندوستان میں کاروبار کررہے ہیں۔

1. **عالمیانہ:** عالمیانہ بازار کی اضافہ مربوطی (تبادلہ) اور پیداوار۔ وسائل کی حرکت پذیری (سرمایہ۔ محنت۔ تنظیم اور علم) سے متعلق ہے۔
2. **راست بیرونی سرمایہ کاری (FDI):** ایک ملک کے فرد یا فرم کی جانب سے دوسرے ملک میں فراہم کاروباری مفادات میں سرمایہ کاری ہے۔
3. **بین الاقوامی تجارت:** بین الاقوامی تجارت کا مطلب مما لک کے درمیان تجارت ہے۔ یہ اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جب کہ ایک فرم اشیاء یا خدمات دوسرے مما لک کے لئے برآمد کرتی ہے۔
4. **کثیر قومی کارپوریشن:** کثیر قومی کارپوریشن ایک کارپوریٹ' انٹر پرائز یا کاروباری انٹر پرائز سے متعلق ہے جو اپنی پیداواری سرگرمیوں کو اپنے ملک (ہوم کنٹری) کے علاوہ دوسرے اقوام میں پھیلائی ہو۔

کاروبار میں ابھرتے رجحانات (Emerging Trends in Business)

ای۔ بزنس

اصطلاح ''ای۔ بزنس'' کمپنی کی کارکردگی میں بہتری لانے ICT کی بنیاد پر کاروباری آلات جو کاروبار کو مربوط کرنے سے متعلق ہے۔ اصطلاح ای۔ کامرس جس کو اکثر ای۔ بزنس کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے یہ ای۔ بزنس کے ایک پہلو کا احاطہ کرتا ہے جیسے ایک کمپنی اور موکلین کے درمیان تعلق کے لئے آن لائین مدد کا استعمال۔ اصطلاح ''ای۔ بزنس'' کو 1997 میں IBM نے پہلی بار استعمال کیا تھا۔ اس نے ای۔ بزنس کی یوں تعریف کی تھی ''انٹرنیٹ ٹیکنالوجیز کے استعمال کے ذریعہ کلیدی کاروباری طریقہ کار میں تبدیل کرنا ہے''۔

ای۔ بزنس کے حدود/ وسعت

ای۔کامرس کی حد آن لائین معاملت کرنا ہے۔آن لائین کے ذریعہ معاملت اشیاء یا خدمات کی فراہمی ہوسکتی ہے۔ہم سب آن لائین اشیاء کی خریدی چند آن لائین پورٹل سے کی جاسکتی ہے جیسے آمیزان' فلپ کارٹ' منترا وغیرہ۔تقریباً ہر چیز لباس سے لے کر الیکٹرانک آلات' کپڑوں سے جواہرات وزیورات تک ای۔کامرس کے اس دور میں آن لائین فراہم ہیں۔یہی نہیں بلکہ لوگ خدمات بھی آن لائین پورٹلس سے حاصل کررہے ہیں جیسے زوماٹو'اوبیئو' ریڈبس وغیرہ۔کاروباری مشیران' وکلاء اور ڈاکٹرز بھی اپنی حدمات اپنے امکان موکلین کو آن لائین خدمات کو استعمال کرتے ہوئے بہم پہنچارہے ہیں۔

ای۔بزنس کو درج ذیل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔وہ ہیں: a) اندرون تنظیم، b) بزنس ٹو بزنس(B2B) معاملتیں، c) بزنس ٹو کسٹمر(B2C) معاملتیں، d) کسٹمر ٹو کسٹمر(C2C)، e) کسٹمر ٹو بزنس(C2B) اور f) بزنس ٹو گورنمنٹ(B2G)

a) **B2B** ایک بزنس انٹرپرائز سے دوسرے بزنس انٹرپرائز کو اشیاء اور خدمات کے تبادلہ سے متعلق ہے مثلاً انڈیا مارٹ' ٹریڈ انڈیا' علی بابا وغیرہ۔

b) **B2C** کاروبار سے ایک گاہک کو اشیاء اور خدمات کے تبادلہ سے متعلق ہے۔مثالیں آمیزان ڈاٹ کام' نیٹ فلکس ڈاٹ کام' سولیکھا ڈاٹ کام وغیرہ۔

c) **C2C** معاملتوں کی سہولت پورٹلس کے ذریعہ کی گئی ہے جہاں گاہک آن لائین اپنی اشیاء دوسرے گاہکوں کی خریدی کے لئے پیش کرتے ہیں مثالیں OLX' Quicker وغیرہ۔

d) **C2B** ایک بزنس ماڈل ہے جس میں گاہک (افراد) اشیاء اور خدمات کمپنیوں کو پیش کرتے ہیں اور انہیں رقم ادا کرتے ہیں۔یہ بزنس ماڈل روایتی کاروباری ماڈل سے مکمل طور پر برعکس ہے جہاں کمپنیاں گاہکوں کو اشیاء اور خدمات پیش کرتے ہیں۔مثالیں ہیں آن لائین اشتہار کاری سائٹس جیسے گوگل' ایڈسینس' پلاٹ فارمس اے الحاق جیسے کمیشن جنکشن اور پروگرامس اے الحاق جیسے آمیزان C2B اسکیمس کی بہترین مثالیں ہیں۔افراد اشتہار کاری کے پرچم' سیاق عبارت اشتہارات یا دیگر کوئی حوصلہ افزائی کے ایٹمس اپنے شخصی ویب سائیٹ پر رکھ سکتے ہیں۔آن لائین سروے جیسے گوزنگ سرویز' سروے اسکاوٹ اور سروے منکی بھی خدماتی شعبہ میں C2B ماڈلس ہیں۔

e) **B2G** بزنس ٹو گورنمنٹ سے متعلق ہے۔عام طور پر ای۔کامرس کی تعریف یوں کی گئی کمپنیز اور گورنمنٹ یا عوامی شعبہ کی فرمس کے درمیان کامرس ہے۔یہ عوامی حصول' لائسنس کے طریقہ کار اور دیگر گورنمنٹ سے متعلق کاروائیوں سے متعلق ہے۔مثال: بزنس کا محصول کرنا' فائیل رپورٹس یا گورنمنٹ کو اشیاء اور خدمات فروخت کرنا۔

ای کامرس' ای۔ بزنس کا ایک عنصر ہے۔ای۔ بزنس کے دیگر چند اہم عناصر میں ای۔آکشننگ' ای۔بینکنگ' ای ڈائریکٹوریز' ای۔انجینئرنگ' ای۔فرنچائزنگ' ای۔گیمبلنگ'۔ ای۔لرننگ' ای۔میلنگ' ای مارکٹنگ' ای۔آپریشنل سورس مینیجمنٹ' ای۔سپلائی اور

ای۔ٹریڈنگ شامل ہیں۔ای۔بزنس کے حدود پر بحث ذیل میں اہم عناصر کے تناظر میں کی گئی ہے یعنی:

1. **ای۔کامرس:** انٹرنیٹ کے ذریعہ کاروباری معاملت کاری یا سہولت کاری کو ای۔کامرس کہا جاتا ہے۔ای۔کامرس الیکٹرانک کامرس کا مخفف ہے۔وہ ہیں اشیاء یا خدمات کی آن لائین خرید و فروخت' کاروبار کی کوئی شکل الیکٹرانک طریقہ سے انٹرنیٹ کے استعمال سے معاملت ہو اس کو ای۔کامرس کہا جاتا ہے۔

2. **ای۔آکشننگ:** انٹرنیٹ عوام کو شخصی وقت کی قربانی دیئے بغیر آکشن میں حصہ لینے میں سہولت بہم پہنچاتا ہے۔ای۔آکشننگ میں وہ افراد جو آکشن میں حصہ لینا چاہتے ہوں ایک کلک کے ساتھ ویب سائیٹ پر جائیں گے اور پیش کردہ اشیاء کی تفصیلات یا متعلقہ ویب پیجس پر دیکھیں گے اور آکشن میں حصہ لیں گے۔

3. **ای۔بینکنگ:** الکٹرانک بینکنگ ایک کامیاب آن لائین کاروبار ہے۔ای۔بینکنگ میں گاہک کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کھاتوں تک رسائی بنائے رکھیں اور ویب سائیٹ کے استعمال کے ذریعہ اپنے آرڈر کی تعمیل کرسکتے ہیں۔آن لائین بینکنگ گاہکوں کو اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے بینک جانے کے بجائے اپنی رقم آٹومیٹڈ ٹیلر مشین (ATM) پر لے سکتے ہیں' اپنے کھاتوں کو دیکھ سکتے ہیں فنڈز ٹرانسفر کرسکتے ہیں رقم ڈپازٹ کرسکتے ہیں اور بلز پر رقم ادا کرسکتے ہیں۔

4. **یم۔بینکنگ:** ای۔بینکنگ آپریشنس میں دوسرا ابھرتا ہوا رجحان یم۔بینکنگ ہے جس کو موبائیل بینکنگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔گاہک اپنے موبائیل ون استعمال کرتے ہوئے تقریباً تمام ای کامرس کے آپریشنس کرسکتے ہیں۔تمام ای۔پورٹلس نے اپنے ایپس ترتیب دیئے ہیں تاکہ گاہک درکار اشیاء/خدمات کو ان ایپس (Apps) کے ذریعہ خریدیں۔21ویں صدی میں یہ ایک حرکیاتی کاروباری ارتقاء ہے۔

5. **ای۔مارکٹنگ:** الکٹرانک مارکٹنگ کسی جغرافیائی رکاوٹوں کے بغیر اشیاء کی خرید اور فروخت کے لئے پوری دنیا کو پلاٹ فارم فراہم کیا ہے۔انٹرنیٹ نے کمپنیوں کو گاہکوں کی طلب پر وقت کو ضائع کئے بغیر ردعمل ظاہر کرنے کی سہولت دی ہے۔یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی کہ گاہک کہاں رہائش پذیر ہیں۔

6. **ای۔ٹریڈنگ:** ای۔ٹریڈنگ کو ''آن لائین ٹریڈنگ'' یا ''ای۔بروکنگ'' بھی کہا جاتا ہے۔اس کو اسٹاک ایکسچینج میں اسٹاک کی خرید و فروخت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً Money Control.com

ای۔بزنس: کاروباری سرگرمیوں کی انجام دہی جیسے اشیاء کی ڈیزائننگ' سپلائی چین کا انصرام' تجارت' الکٹرانک ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے مارکٹنگ اور خدمات کی مختلف مطالبہ کنندگان کو پیش کش کرنا۔

ای۔بنکنگ: موبائل فون کے استعمال کے ذریعہ تمام بینکنگ امور کی تکمیل ای۔بینکنگ کہلاتی ہے۔یہ 21ویں صدی کی حرکیاتی ارتقاء ہے۔

ای۔کامرس: کمپیوٹر کے نیٹ ورک کے ذریعہ اشیاء اور خدمات کی خرید و فروخت۔

ای۔آکشننگ: شخصی وقت کی قربانی کے بغیر انٹرنیٹ کے استعمال کے ذریعہ آکشن میں حصہ لینا ای۔آکشننگ ہے۔ای۔آکشننگ میں ایک کلک کے ذریعہ ویب سائیٹ کے ملاحظہ کے ذریعہ پیش کردہ اشیاء کی تفصیلات یا متعلقہ ویب کے صفحات میں آکشن کی تفصیلات کے ذریعہ آکشن میں حصہ لینا۔

ای۔ٹریڈنگ: ای۔ٹریڈنگ کو ''آن لائین ٹریڈنگ'' یا ''ای۔بروکنگ'' بھی کہا جاتا ہے۔اس کو اسٹاک ایکس چینجس میں اسٹاکس کی خرید وفروخت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

ای۔مارکٹنگ: تمام مارکٹنگ افعال جیسے خریدکاری' فروخت کاری' اشتہار وغیرہ کی الکٹرانک میڈیا جیسے انٹرنیٹ کے ذریعہ انجام دہی کو ای۔مارکٹنگ کہتے ہیں۔

بزنس ٹو بزنس ای۔کامرس: الکٹرانک نیٹ ورک کے استعمال کے ذریعہ درون فرم معاملتیں۔

بیرونی زرمبادلہ جوکھم: اس کو زرمبادلہ شرح جوکھم (Exchange rate risk) یا Currency risk بھی کہا جاتا ہے۔کرنسی رسک مالی جوکھم ہے یہ اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ کمپنی کی بنیادی کرنسی کے آگے دوسری کرنسی کا غلبہ ہو۔آسان انداز میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ جوکھم اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے بیرونی زرمبادلہ بازار میں زرمبادلہ کی شرحوں میں تغیر پایا جائے۔

مالیاتی بازار Financial Markets

سرمایہ اور ادھاری کے تبادلہ کی سہولت فراہم کرنے والا بازار مالیاتی بازار ہے۔مالیاتی بازار کے اجزاء بازار زر اور بازار اصل ہیں۔ ان مالیاتی بازاروں میں قیمتیں' وسائل کی طلب اور رسد کی قوتوں کے زیر اثر متعین ہوتی ہیں۔کاروبار (بزنس)' عام معنوں میں دولت کے حصول کے مقصد کی حامل انسانی سرگرمی ہے۔اس سرگرمی میں انسانی احتیاجات کی تکمیل کے لئے حاصل کئے جانے والے چند مقاصد متعین کرنا اور اس کے لئے کاروباری ادارے (کمپنی) کو شکل دینا اور فروغ دینا شامل ہیں۔کاروباری ادارے کی تشکیل' بقا اور نشوونما کے لئے معقول مالیہ بہت ضروری ہے۔

مالیاتی بازار کی درجہ بندی (Classification of Financial markets)

ادھاری ضروریات کی مدت کی بنیاد پر مالیاتی بازار کو ''بازار زر'' اور ''بازار سرمایہ'' میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ایسا بازار جو قلیل مدتی (ایک سال سے کم مدتی) ادھاری دستاویزات کی معاملت کرتا ہے ''بازار زر'' کہلاتا ہے۔اور وہ بازار جو طویل مدتی وسائل کی معاملت کرتا ہے ''سرمایہ بازار'' کہلاتا ہے۔بازار زر ''ریزرو بینک آف انڈیا'' (Reserve Bank of India) کے زیر نگرانی ہوتا ہے اور بازار سرمایہ' سیکیوریٹیز اینڈ اکسچینج بورڈ آف انڈیا (SEBI) کے زیر نگرانی۔بازار زر اور بازار اصل کی مزید درجہ بندی مندرجہ ذیل ہے۔

مالیاتی بازار

بازارزر بازاراصل

منظم بازارزر غیرمنظم بازارزر ابتدائی بازار ثانوی بازار

بازارزر اور بازاراصل کے مختلف اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

(a) بانڈ مارکٹ (b) ڈبٹ مارکٹ (c) ایکویٹی مارکٹ (d) زر مبادلہ مارکٹ (فاریکس مارکٹ)

(e) ماخوذات(Derivatives) (f) وضع کئے ہوئے اوزار یا دستاویزات (Structured Products)

بازارزر(Money Market)

بازارزر ایک ادھاری یا زر ہے جہاں اعلیٰ سیالی کے حامل، غیر محفوظ اور کم جوکھم پر قلیل مدتی قرض دستاویزات سرگرم انداز میں فریقین کے درمیان معاملت کئے جاتے ہیں۔ کاروباری اداروں کی نقدی کی عارضی قلت کو دور کرنے اور بچت کاروں کو ان کی بچت کی سرمایہ کاری کرکے (منافع) ''حاصل'' کمانے کا موقع فراہم کرنے کے لئے قلیل مدتی فنڈز فراہم کئے جاتے ہیں۔

بازارزر کی درجہ بندی (Classification of Money Market)

بازارزر کی درجہ بندی منظم بازارزر اور غیر منظم بازارزر ہے۔

منظم بازارزر (Organised Money Market)

منظم بازار کے تحت کام کرنے والے ادارے یا تو مرکزی بینک RBI کے زیر تسلط ہوتے ہیں یا NABARD جیسے منتظم ادارے (ریگولیٹنگ ایجنسی) کے زیر تسلط۔ اسی لئے کمرشیل بینکس، ہندوستانی اور بیرونی پبلک سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر جیسے اداروں کو منظم شعبہ کہا جاتا ہے۔ یہ تمام ادارے بشمول حکومتی کاروباری اکائیوں اور افراد کے، زر کی طلب کی جانب حصہ لیتے ہیں۔ حکومت کے لئے مالیہ (فینانس) کی ضرورت خسارہ (Deficit) کے تکملہ کے لئے، کاروباری اداروں کو اپنی کارکرد سرمایہ ضرورت کی تکمیلہ کے لئے اور بینکوں کو اپنے نقد محفوظ تناسب (Cash reserve ratio) کو برقرار رکھنے کے لئے ہوتی ہے۔

غیر منظم بازارزر (Unorganised Money Market)

بازارزر کا یہ قطعہ کسی مخصوص اقتدار (اتھاریٹی) کے زیر تسلط نہیں ہوتا۔ ملک میں بینکنگ نظام ترقی حاصل کرنے کے باوجود غیر منظم بازارزر ملک کے دیہی علاقوں میں جاری ہے۔ دیہی بنکرز (Indigenous Bankers) اور رقم ساہوکار (Money Lenders) پر مشتمل ہے۔ دیسی بینکس کے لئے مالیہ فراہم کرتے ہیں جب کہ منی لینڈرس (سیٹھ، ساہوکار) صرف کے کاموں کے لئے۔ دیسی بینکرس کی جانب سے عائد کی جانے والی سود کی شرح سیٹھ ساہوکاروں کی عائد شرح سے عام طور پر کم ہوتی ہے۔ دیسی بینکرس قرض فراہمی کے لئے عام طور پر ضمانت طلب کرتے ہیں جب کہ سیٹھ ساہوکار (یعنی منی لینڈرس) ضمانت کے لئے اصرار نہیں کرتے۔ اس طرح اس قطعہ میں طویل مدتی مالیہ اور قلیل مدتی مالیہ کا فرق نہیں ہوتا۔

بازاراصل(Capital Matket)

بازار اصل (یعنی کیپٹل مارکٹ) ایسے بازار کو ظاہر کرتا ہے جہاں سیکوریٹیز (شیرس اور ڈبنچرس) کی فروخت کے ذریعہ کاروباری اداروں کو طویل مدتی مالیہ فراہم کیا جاتا ہے۔کیپٹل مارکٹ میں حصہ لینے والے خانگی شعبہ کی پیداواری صنعتیں' حکومت' خصوصی مالیاتی ادارے اور انفرادی بچت کار ہیں۔

حصص بازار Stock Exchange

حصص بازار ایک منظّم ثانوی بازار ہے جہاں سرمایہ کار (انوسٹر)' درج فہرست سیکوریٹیز کی خرید وفروخت کرتے ہیں حصص داروں کو فوری سیکوریٹیز کی معقول اور موزوں قیمت کے تعین میں مدد فراہم کرتے ہیں۔اس لئے یہاں حاملین سیکوریٹیز کو فوری خریدار مل جاتے ہیں۔خریداروں کو سیکوریٹیز کے فروشندے مل جاتے ہیں۔سیکوریٹیز کی خرید وفروخت کے افعال حصص بازار کے اراکین جیسے کمیشن بروکرس' جابرس' ترانی والا وغیرہ انجام دیتے ہیں۔حصص بازار کی سرگرمیوں کو سیکوریٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا منظّم کرتا ہے تاکہ کمپنیوں کی' بروکرس کی اور حصص بازار کاری میں لگے ہوئے دوسرے لوگوں کی بے قاعدگیوں سے سرمایہ کاروں (یعنی انوسٹرس) کو تحفظ فراہم کر سکیں۔حصص بازار کا تصور 1850ء میں وجود میں آیا جب کمپنیز ایکٹ منظور ہوا تھا اور اس نے قابل طویل مدتی سیکوریٹیز جاری کرنے کا راستہ ہموار کیا۔پہلا حصص بازار 1875ء میں ''نیٹیو شیر اینکر اینڈ اسٹاک بروکرس اسوسی ایشن'' کے نام سے بمبئی میں قائم ہوا جو اس وقت '' بمبئی اسٹاک ایکسچینج'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔بعد میں احمد آباد میں 1894ء میں' کلکتہ میں 1908ء میں اور مدراس میں 1939ء میں حصص بازار قائم ہوئے۔ہندوستان کے کل 24 حصص بازاروں میں سے اس وقت صرف چھ (6) حصص بازار کام کر رہے ہیں اور باقی بند ہو چکے ہیں۔BSE' NSE اور CSE مستقل حصص بازار ہیں۔فروخت (ٹرن اوور) کے نقطہ نظر سے نیشنل اسٹاک ایکسچینج دوسرے سب ایکسچینج سے بہت آگے ہے۔تمام حصص بازار آن لائن معاملت کی سہولت پیش کرتے ہیں کیوں کہ یہ سب مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہیں۔ان حصص بازاروں میں سے صرف تین (3) بازار سیکوریٹیز کنٹراکٹ (ریگولیشن) ایکٹ کے تحت مستقل طور پر مسلمہ ہیں۔

حصص بازار کے کھلاڑیاں (کارندے) (Stock Market Players)

A. اسپیکیولیٹرس (سٹہ باز)

حصص بازار کے ایسے کھلاڑی قلیل مدت کے لئے سیکوریٹیز کی خرید وفروخت سے فائدے حاصل کرتے ہیں اسپیکیولیٹرس کہلاتے ہیں۔یہ لوگ سیکوریٹیز کی سپردگی نہ تو لیتے ہیں نہ دیتے ہیں اور اس طرح زیادہ جوکھم لیتے ہیں۔قیمت خرید اور قیمت فروخت میں فرق ان کا نفع ہوتا ہے۔

اسپیکیولیٹرس کے اقسام

اسپیکیولیشن کی نوعیت کے لحاظ سے اسپیکیولیٹرس بیل خصوصیتی (بل) ریچھ خصوصیتی (بیر)' ہرن خصوصیتی (سٹیگ)' لنگڑی بطخ خصوصیتی (لیم ڈک) کہلاتے ہیں۔

1. بیل خصوصیتی اسپیکیولیٹرس (Bulls)

بیل خصوصیتی اسپیکیولیٹرس کسی مخصوص سیکوریٹی کی قیمت میں مستقبل میں اضافہ ہونے کی امید کرتے ہیں۔یہ لوگ ایسے سیکوریٹیز مستقبل

میں اضافہ قیمت پر فروخت کرکے نفع کمانے کے مقصد سے موجودہ قیمت میں خرید لیتے ہیں۔ یہ لوگ سیکورٹیز کی حقیقتاً سپردگی نہیں لیتے۔

2. ریچھ خصوصیتی اسپیکیو لیٹرس(Bears)

ریچھ خصوصیتی اسپیکیو لیٹرس کسی مخصوص سیکورٹی کی قیمت مستقبل کم ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں اور موجودہ قیمت پر مستقبل کی تاریخ میں سیکورٹیز فروخت کرنے سے اتفاق کرلیتے ہیں، چاہے ان کے پاس وہ مخصوص سیکورٹیز ہو یا نہ ہو۔ اگر فروخت کی تاریخ سے پہلے قیمت کم ہو جائے تو وہ اس کم قیمت پر سیکورٹیز خریدتے ہیں اور پہلے سے متعینہ اعلیٰ قیمت پر فروخت کردیتے ہیں۔

3. بارہ سنگھا خصوصیتی اسپیکیو لیٹرس(Stag)سٹیگ

سٹیگ ایک محتاط اسپیکیو لیٹر ہے۔ وہ نہ تو حصص خریدتا ہے اور نہ ہی فروخت کرتا ہے۔ وہ نئی کمپنی کے چہروی قدر(Face Value) پر حصص کے لیے درخواست پیش کرتا ہے اور توقع رکھتا ہے کہ وہ پریمیم پر یعنی چہروی قدر سے زیادہ قدر پر فروخت ہوں گے۔ سٹیگ کی جانب سے ادا قیمت اور قیمت فروخت کا فرق اس کا نفع ہوتا ہے۔

4. لنگڑی بطخ خصوصیتی اسپیکیو لیٹر(لیم ڈک)

ریچھ خصوصیت کے اسپیکیو لیٹر کی توقعات جب پوری نہ ہوں اور سیکیورٹی کی قیمت کم نہ ہو تو وہ اپنا عہد پورا نہیں کرسکتا۔ اس وقت اس کو لنگڑی بطخ (لیم ڈک) کہتے ہیں۔ ریچھ بعض مخصوص سیکیورٹی مستقبل کی ایک مخصوص تاریخ کو فروخت کرنے سے اتفاق کرتا ہے۔ لیکن اس تاریخ کو وہ سیکیورٹیز بازار میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے یا کوئی اور فریق سے حاصل نہ کرسکنے کی وجہ سے اپنا عہد پورا نہ کرسکے تو وہ لنگڑی بطخ جیسا متاثر ہو جاتا ہے۔

B. حصص بازار کو چلانے والے(Stock Exchange Operators)

حصص بازار کو چلانے والے (آپریٹرس) مندرجہ ذیل ہیں جنہیں درمیانہ (انٹرمیڈیٹرز) کہتے ہیں۔

1. جابرس(Jobbers)

جابر آزادانہ طور پر سیکورٹیز کی معاملت کرتا ہے وہ اپنے خود کے نام سے سیکورٹیز کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ جابر یا تو بروکر کے ساتھ معاملت کرسکتا ہے یا پھر کسی دوسرے جابر کے ساتھ لیکن حصص بازار کے غیر اراکین کے ساتھ نہیں۔ جابر نفع کمانے کے لئے کام کرتا ہے اور ایک محدود تعداد کے سیکورٹیز کی معاملت کرتا ہے۔

2. بروکرس(Brokers)

''جابر'' اور ''عام لوگوں'' کے درمیان ''بروکر (دلال)'' ایک جوڑ ہے۔ بروکر بہت سارے قسم کے سیکورٹیز کی معاملت کرتا ہے وہ کمیشن کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ عام لوگوں کی طرف سے جابر سے سیکیورٹیز کی خرید و فروخت کے معاہدات کرتا ہے۔

بی ایس ای اور این ایس ای کے تصورات (Concept of BSE and NSE)

بامبے اسٹاک ایکسچینج(BSE)

بابے حصص بازار کو پہلے ''نیو اسٹاک اینڈ شیر بروکرس اسوسی ایشن'' کہا جاتا تھا جو 1877ء میں قائم ہوا تھا۔اس اسوسی ایشن کے قیام کا مقصد بروکرس کا کردار اور رتبہ کی حمایت وتحفظ کرنا' جائز افعال کو فروغ دینا اور بدعنوانیوں کی حوصلہ شکنی کرنا تھا۔ یہ بازار آن لائن ٹریڈنگ نظام کا حامل ہے جو 1995 میں متعارف ہوا جس کو BOLT (بی ایس ای آن لائن ٹریڈنگ) کہتے ہیں۔آن لائن ٹریڈنگ نظام پھرتیلی معاملت میں مددگار ہے اور بازار کی دیانتداری کا تحفظ کرتا ہے۔

نیشنل اسٹاک ایکسچنج (NSE)

قومی حصص بازار (NSE) کا انکارپوریشن نومبر 1992 میں ہوا۔ یہ بازار ملک بھر میں سکرین (پردے) پرمبنی آن لائن ٹریڈنگ نظام کا حامل ہے اور بین الاقوامی معیارات رکھتا ہے۔یہ بازار ملک بھر میں پھیلا ہوا کمپیوٹرائزڈ حصص بازار ہے جہاں ملک بھر کے NSE اراکین سیٹلائیٹ اور کیبل نظام کے توسط سے جڑے ہیں۔یہ بازار کارپوریٹ ایکویٹی اور قرض دستاویز (ڈیٹ انسٹرومنٹس) کی معاملت کرتا ہے۔

سیکورٹیز اینڈ ایکسچنج بورڈ آف انڈیا (SEBI)

حصص بازار میں ناپسندیدہ افعال کی روک تھام کے لیے نرسمہم کمیٹی اور دوسری کمیٹیوں کی سفارشات کے مطابق کنٹرول آف کیپٹل اشوز کا قیام سال 1988 میں ہوا اور اختیارات ''کیپٹل ایشوز ایکٹ 1957'' سے حاصل کئے گئے۔حکومت ہند کی طرف سے SEBI Act 1992 میں ایک ترمیم کے ذریعہ سال 1995 میں SEBI کو اضافی آئینی اختیارا دئے گئے۔سیبی کا انتظامیہ اس کے اراکین پر مشتمل ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں: (a) چیرمین (یعنی صدر) جو حکومت ہند کا نامزد ہوتا ہے۔ (b) دو اراکین جو مرکزی وزارت فینانس کے آفیسرس ہوں۔ (c) ایک رکن آر بی آئی (RBI) سے۔ (d) باقی پانچ اراکین' مرکزی حکومت کے نامزد جن میں سے کم سے کم تین کل وقتی اراکین ہوں گے۔

افعال

(1) مثل قانونی (Quasi Legislative) (2) مثل عدالتی (Quasi Judicial) (3) مثل عاملہ (Quasi Executive)

لیجسلیٹیو حیثیت میں سیبی ضوابط تیار کرتا ہے' اگزیکیٹو افعال میں تفتیش اور نفاذ کے کام کرتا ہے اور جیوڈیشیل حیثیت میں سیبی' احکامات دیتا ہے اور فیصلے صادر کرتا ہے۔حالاں کہ سیبی' بہت بااختیار ہے لیکن اس پر جوابدہی تخلیق کرنے کے لئے مرافعہ کا طریقہ رکھا گیا ہے۔ پہلے تو سیکورٹیز اپلیٹ ٹرائبونل (Securities Appellate Tribunal) ہے جو ایک تین رکنی عدالت (ٹرائبونل) ہے اور دوسرے سپریم کورٹ میں مرافعہ کیا جاسکتا ہے۔کاروباری اداروں کے سالانہ انکشافات سے متعلق مطلوبات کو بین الاقوامی معیارات کے برابر کرنے میں سیبی نے سرگرم کردار ادا کیا ہے۔

حصص بازار کے دلال (Stock Brokers)

اسٹاک بروکر ایک فرد یا تنظیم ہے جس کو خاص طور پر اپنے خریداروں کی جانب سے سیکورٹیز کی مارکٹ میں حصہ لینے کا لائسنس دیا جاتا ہے۔اسٹاک بروکر کا کردار ایک ایجنٹ کی طرح ہوتا ہے جب اسٹاک بروکر سیکورٹیز کے خرید اور فروخت کنندگان کے ایجنٹ کی حیثیت

سے کام کرتا ہے تو اس کی خدمات کے لئے کمیشن وصول کرتا ہے۔ بحثیت اسٹاک بروکر محض سرمایہ کار کے لئے خدمات انجام دیتے ہیں۔اسٹاک بروکرس سیبی ایکٹ 1992 ، سیکورٹیز کانٹراکٹ (ریگولیشن) ایکٹ 1956 ، سیبی (اسٹاک بروکرس اینڈ سب بروکرس) رولس اینڈ ریگولیشن 1992 کے تحت کام کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حصص بازار کے ذیلی قوانین جس کا وہ بھی ایک رکن ہوتا ہے، سیبی (SEBI) اور حصص بازار کی جانب سے وقت بروقت مختلف ہدایات جاری کی جاتی ہے۔ کسی بھی اسٹاک بروکر کے لئے حصص بازار کا رکن ہونا ضروری ہے ساتھ ہی سیبی (SEBI) سے رجسٹرڈ ہونا بھی ضروری ہے۔

اسٹاک بروکر۔

اسٹاک بروکر ایک پیشہ ور ہے جو اپنے گاہک کے بدلے حصص اور دیگر سیکورٹیز کی خرید و فروخت کرتا ہے۔اسٹاک بروکر کو درج شدہ نمائندہ، سرمایہ کاری کا شیر یا عام طور پر حصص بازار کا دلال بھی کہا جاتا ہے۔

داخلی تجارت Internal Trade

پیدا کار اشیاء تیار کرتے ہیں پھر یہ اشیاء ٹھوک فروشوں کے پاس منتقل ہوتی ہیں، پھر خوردہ فروشوں کے پاس اور پھر آخر میں صارفین کے پاس منتقل ہوتی ہیں۔ اشیاء چاہے پیدا کار کی مرضی کے لحاظ سے تیار کئی گئی ہوں یا صارف کے مطالبہ کے لحاظ سے تیار کی گئی ہوں، پیدا کار کے پاس سے حتمی صارف کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ اس عمل کا آخری مرحلہ یعنی اشیاء کے تبادلہ سے متعلق سرگرمی کو ''تجارت'' کہا جاتا ہے۔ سادہ الفاظ میں، زر یا زر کی قدر رکھنے والی چیزوں کے عوض اشیاء اور خدمات کی خرید و فروخت ''تجارت'' ہے۔ اس میں اشیاء اور خدمات کا تبادلہ یا منتقلی شامل ہیں۔

تجارت کے اقسام

ملک کے جغرافیائی حدود میں کی جانے والی تجارت گھریلو تجارت (داخلی تجارت) اور تجارت کو داخلی تجارت اور بین الاقوامی تجارت (بیرونی تجارت) میں درجہ بند کیا گیا ہے۔ داخلی تجارت کو مزید ٹھوک تجارت اور خوردہ تجارت میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل خاکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تجارت

خارجی تجارت　　　　داخلی تجارت

درآمدی تجارت　برآمدی تجارت　درآمد برائے برآمد تجارت　خوردہ تجارت　ٹھوک تجارت

خصوصی معاشی علاقے (اسپیشل اکنامک زونس) (SEZ)

ہندوستان میں سیزس (SEZs) وہ علاقے ہیں جو رہائشی کاروباری اداروں کو ترغیبات پیش کرتے ہیں۔ وہ مسابقتی انفراسٹرکچر، بلا محصول، برآمدات، ٹیکس مراعات اور دیگر اقدامات تیار کرتے ہیں تا کہ کاروبار کو چلانے میں آسانی ہو۔ سیزس (SEZs) سے متعلق قوانین اور ترغیبات کا اعلان ریاستوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔ سیزس (SEZ) سے مراد مندرجہ ذیل علاقے ہیں۔

- آزادی تجارتی علاقے (Free Trade Zones) (FTZ)

- برآمدی طریقہ عمل علاقے((Export Processing Zones) (EPZ)
- آزاد علاقے(Free Zones) (FZ)
- صنعتی پارک(Industrial Park)
- آزاد بندرگاہیں(Free Ports)
- شہری کاراندازی علاقے(Urban Enterprise Zones)

سیز(SEZ)کے فوائد(Benefits of SEZ)

(a) **روزگار کی تخلیق:** سیزس(SEZs) کو تخلیق ملازمت کے لئے نہایت موثر اوزار تصور کیا جاتا ہے۔

(b) **معاشی ترقی:** سیزس کو معاشی ترقی کے انجن متصور کیا جاتا ہے۔ سیزس پر عمل آوری اگر حقیقت میں کی جائے تو ہندوستان ترقی یافتہ معیشت میں منتقل ہوسکتا ہے۔

(c) **انسانی توانائی کثرت استعمال پیداواری صنعتوں کی نشوونما:** سیزس کے قیام سے ملک میں انسانی توانائیوں کی کثرت استعمال پیداواری اور خدماتی صنعتوں کی تیز رفتار نشوونما کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔

(d) **متوازن علاقائی ترقی:** سیزس کا قیام متوازن علاقائی ترقی کے حصول کے لئے بہترین وضع کئے ہوئے اقدامات ہیں۔

(e) **معاشی صلاحیتوں کی تعمیر:** ملک کی معاشی صلاحیتوں کی مضبوط تعمیر کے لئے سیزس کا قیام اہم وسیلہ ہے۔

(f) **برآمداتی کارگزاری:** سیزس کا قیام کثرت نوکر شاہی' کارپوریٹ ٹیکس نظام' محصولات اور دوسری تجارتی رکاوٹوں کے منفی اثرات کو زائل کرتے ہوئے ملک کی برآمداتی کارگزاری کو حرکیاتی قوت فراہم کرتا ہے۔

ریاست تلنگانہ میں خصوصی معاشی علاقے

اس وقت ہندوستان میں' مطلع شدہ کل355 خصوصی معاشی علاقے(SEZs) میں سے 223 کارکرد ہیں۔ ریاست تلنگانہ میں29 'SEZs مختلف شعبوں میں کارکرد ہیں۔ ریاست تلنگانہ میں معلنہ SEZs ' رنگاریڈی' محبوب نگر' میدک اور ورنگل اضلاع میں واقع ہیں۔ SEZs کا کل رقبہ1090.6 ایکڑ ہے۔ ریاست تلنگانہ کے زیادہ ترSEZs' TSIIC(تلنگانہ اسٹیٹ انڈسٹریل انفراسٹرکچر کارپوریشن لمیٹڈ) کے تحت ہیں۔ 29' SEZs کی کارکردگی کے علاوہ' اضلاع رنگاریڈی' ورنگل اور میدک میں خانگی ڈیولپرز نے26 'SEZs تیار کئے ہیں جن کا رقبہ2012.8 ایکڑ ہے۔ تلنگانہ میں'28 غیر کارکردSEZs درج فہرست کمپنیوں کی ہیں جیسی کہ' فینکس ' عمار اور جنپیکٹ (Genpact)۔ ان میں سے بہت سے خانگی زمین پر واقع ہیں۔ حکومت نے1942.017 ہیکٹر کوSEZs کے طور پر مطلع کیا ہے جس میں سے1410.66ء ہیکٹر خالی ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں کم از کم108 خط منظوری نہ ملنے کی وجہ سے منسوخ کردئے گئے۔

چونکہ زیادہ ترSEZs آئی ٹی اور آئی ٹی ای ایس پر مبنی ہیں۔ اور آئی ٹی کوریڈور میں قائم خرابی کی وجہ سے ریاستی حکومت آئی ٹی نمو کے مراکز کو غیر مرکوز کرنے اور ان کو یکساں طور پر اضلاع میں پھیلانے پر زور دے رہی ہے۔ ریاستی حکومت کمپنیوں کو ایسی مراعات فراہم کررہی ہے جہاں زمین دستیاب ہے۔ مختلف مقامات میں ٹی ایس آئی آئی سی سے وابستہ283.47 ہیکٹر اراضی میں سے تقریباً136 مقامات پر جگہ خالی ہے۔ آئی ٹی سیکٹر کو غیر مرکوزیت بنانے کی بدلتی ہوئی پالیسی کے ساتھ SEZs کے لئے نشاندہی کی گئی کہ خالی اراضی کا موثر استعمال کیا

جائے گا۔

SEZs کے قیام کے لئے ترغیبات

مرکزی اور ریاستی حکومت نے SEZs کے قیام کے لئے پیش کردہ کچھ ترغیبات میں ذیل میں دئے گئے ہیں:

1. کمپنی کی ترقی، کام اور بحالی کے لئے غیر محصول درآمد اور گھریلو اشیاء کی خریداری۔
2. پہلے 5 سال کے لئے برآمد آمدنی پر 100% ٹیکس سے استثنیٰ، اگلے 5 سال کے لئے 50% اور اگلے 5 سال میں لگائے گئے برآمدی منافع کا 50%۔
3. جی ایس ٹی سے مستثنیٰ ریاستی حکومت کے ذریعہ سے عائد کردہ محصولات
4. تمام ریاستی حکومتوں کی جانب سے سنگل ونڈو کی منظوری

اس طرح ریاست تلنگانہ کے SEZs کو ریاست میں صنعتی شعبے کی ترقی کے لئے خصوصی برتاؤ کیا جارہا ہے۔

بین الاقوامی تجارت (خارجی یا بیرونی تجارت) International Trade

بین الاقوامی تجارت، بین الاقوامی سمجھ بوجھ، تبادلہ خیال، تہذیبی اور عالمی امن کو فروغ دیتی ہے۔ اب، ایک تاجر اپنا مال اپنی پسند کے کسی بھی ملک میں فروخت کرسکتا ہے۔ اس کے حوالے سے عالمی گاؤں (Global village) تصور کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کو زمانہ قدیم سے ہی ایک عظیم تجارتی اور بحری قوت کے طور پر اہمیت دی جاتی رہی ہے۔

برآمدی تجارت کا طریقہ کار اور قواعد (Procedure and Formalities of Export Trade)

برآمدی تجارت اپنے ملک کے فاضل مال کو دوسرے ممالک کو فروخت کرنے سے متعلق ہے۔ تجارت کے موافق توازن تجارت کو حاصل کرنے اور اشد ضروری بیرونی زرمبادلہ کمانے کی وجہ سے ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کسی ملک کی برآمدی تجارت کا حجم اس ملک کی معاشی ترقی کی سطح کی نشاندہی کرتا ہے۔

1. **استفسارات اور نرخ (Enquiries and Quotations)**: برآمدی تجارت کا عمل خریداروں سے استفسار کی وصولی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ استفسار خریدار کی ایک تحریری درخواست ہے جس میں قیمت اور دیگر خدمات سے متعلق معلومات چاہتا ہے۔

انکوائری براہ راست یا کسی انڈینٹ فرم کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ ایسی انکوائری کا جواب نرخ (کوٹیشن) ہوتا ہے۔ استفسار میں پوچھی گئی تمام تفصیلات کو کوٹیشنس میں بیان کردیا جانا چاہئے۔ اس میں قیمت، وقت، ڈیلیوری کا طریقہ، پیکنگ کا طریقہ بتادیا جاتا ہے۔

2. **احکام یا فرمائش خریداری (Orders or Indent)**: اگر خریدار کوٹیشنس میں فراہم کردہ تفصیلات سے مطمئن ہوجاتا ہے تو مال فراہمی کی فرمائش کرے گا۔ فرمائش خریداری (Indent) بیرون ملک خریدار سے مال خریدنے کی پیشکش ہے۔ ایک انڈینٹ کھلا

انڈینٹ یا بند انڈینٹ ہوسکتا ہے۔ اگر اسے برآمد کنندہ قبول کرلے تو وہ حکم (Order) ہو جاتا ہے۔

3. **لائسنس حاصل کرنا (Securing the Licence)**: امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کنٹرول ایکٹ کے تحت بعض اشیاء کو اوپن جنرل لائسنس (OGL) کی فہرست میں رکھا جاتا ہے ایک مقررہ مدت کے دوران برآمد کنندہ کو یہ اشیاء آزادانہ طور پر برآمد کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اگر اشیاء OGL کی فہرست میں شامل نہ ہوں تب برآمد کنندہ مقررہ فیس کسی موزوں عہدیدار کو ادا کرکے برآمدی اجازت نامہ کے لئے درخواست دے سکتا ہے۔

4. **زرمبادلہ ضوابط کی تکمیل (Fulfilling Exchange Regulations)**: زرمبادلہ ضوابط ایکٹ کے تحت برآمد کنندہ کو ایک اقرار نامہ داخل کرنا ہوتا ہے کہ وہ مقررہ وقت میں ریزرو بینک آف انڈیا کو اشیاء کی مکمل برآمدی قدر کی حد تک غیر ملکی زر مبادلہ حوالے کردے گا۔

5. **ادھاری کا خط (Letter of Credit)**: برآمدی طریقہ کار کے اگلے مرحلے کا تعلق درآمد کنندہ سے ادھاری کے خط کا مطالبہ ہے۔ یعنی مال روانہ کرنے سے پہلے برآمد کنندہ کو درآمد کنندہ پر ادھاری اہلیت کا اطمینان کرلینا چاہئے چند صورتوں میں صرف بینک کا حوالہ ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ نئے خریداروں کی صورت میں برآمد کنندہ پیشگی مکمل قیمت جمع کرانے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

6. **شپنگ آرڈر**: درآمد کنندہ پر ادھاری اہلیت کے تعلق سے اطمینان حاصل کرلینے کے بعد برآمد کنندہ درآمد کنندہ کی منتخب کردہ بندرگاہ پر مال روانہ کرنے کے لئے جہاز پر جگہ کرائے پر حاصل کرنے کے لئے ایک شپنگ کمپنی سے معاہدہ کرتا ہے۔

7. **شرح تبادلہ (Exchange rate)**: ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی کا جس شرح سے تبادلہ کیا جاتا ہے اسکو شرح تبادلہ کہتے ہیں۔

8. **باندھنا اور روانہ کرنا (Packing and forwarding)**: روانہ کیا جانے والا مال اچھی ترتیب سے باندھنا چاہئے تاکہ جہاز پر کم سے کم جگہ گھیرے اور کرایہ میں بچت ہو۔ اس تعلق سے درآمد کنندہ کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کیا جانا چاہئے۔

9. **کسٹمس کے قاعدے (Customs formalities)**: اس مرحلے پر، برآمد کنندہ بعض کسٹمس ضوابط کی تکمیل کرنا ہوتا ہے۔ برآمد کنندہ شپنگ بل کی تین نقلوں کی خانہ پری کرنا ہوتا ہے۔

10. **نائب کپتان کی رسید (Mate's Receipt)**: اگر مال گودی (Dock) میں پہنچادیا جائے تو ایک گودی رسید برآمد کنندہ کو دی جاتی ہے جب مال راست جہاز کے کپتان یا اس کے نائب یعنی جو Mate کہلاتا ہے وہ میٹ کی رسید جاری کرتا ہے۔

11. **مال لادنے کی بل (Bill of lading)**: مال لادنے کی بل شپنگ کمپنی کی باضابطہ رسید ہے جو جہاز میں موجود مال کی رسید کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ مال کی ملکیت کا دستاویز ہے درآمد کنندہ مال لادنے کی بل کے بغیر مال حاصل نہیں کرسکتا ہے۔

12. **مال کا بیمہ (Insurance of Goods)**: بین الاقوامی تجارت میں داخل ہونے والے مال کو سمندری خطرات درپیش رہتے

ہیں۔ لہٰذا ان کا مناسب بیمہ کیا جانا چاہئے۔ یہ پالیسی' بل آف لیڈنگ اور دیگر دستاویزات کے ساتھ درآمد کنندہ کو بھیج دیا جائے۔

13. **سند اخراج (Certificate of origin):** یہ سند اخراج برآمدات کے درست ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ بعض ممالک کسٹمس ڈیوٹی کی ادائیگی کے معاملہ میں دوسرے ممالک کے ساتھ ترجیحی برتاؤ کرتے ہیں۔

14. **قونصل بیجک (Consular invoice):** عام طور پر حکام مال کی قدر کا اندازہ لگانے اور اس پر عائد کئے جانے والے محصول کی رقم کا تعین کرنے میں زیادہ وقت لگاتے ہیں۔

15. **بیجک کی تیاری (Preparation of invoice):** تمام ضوابط کی تکمیل کے بعد برآمد کنندہ بیجک تیار کرتا ہے۔ اس بیجک کی تین نقول میں پہلے طئے شدہ قیمت اور شرائط کے مطابق تیار کی جاتی ہے۔

16. **ادائی پر حصول (Securing payment):** برآمدی طریقہ کار کا آخری اقدام یہ ہے کہ لین دین کی بے باقی میں ادائی کو یقینی بنایا جائے۔

خام ریاستی گھریلو پیداوار (Gross State Domestic Production) (GSDP): خام ریاستی گھریلو پیداوار (GSDP) یا ریاست کی آمدنی کسی بھی ریاست کی معاشی نمو کی پیائش کا ایک اہم اشاریہ ہوتی ہے۔ خام ریاستی گھریلو پیداوار سے مراد ''کسی بھی ریاست کی جغرافیائی حدود کے درمیان ایک سال کی مدت میں پیدا کی جانے والی اشیاء اور خدمات کی جملہ پیداوار ہے بشرطیکہ دوہری گنتی سے بچا جائے'' ہے۔ Director of Economics and statistics نے خام ریاستی گھریلو پیداوار کا تخمینہ پیداوار اور آمدنی کے طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے کیا ہے۔ مجموعی طور پر GSDP کا تجزیہ دو مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ پہلا طریقہ ایک دہائی کے دوران پیدا کی جانے والی خام آمدنی کی سطح میں نمو کو موجودہ اور مستقل قیمتوں پر جانچتا ہے۔ دوسرے طریقہ میں تینوں شعبہ جات ابتدائی' ثانوی اور ثلثی GSDP کے کے شعبہ واری حصہ کا تجزیہ کیا جاتا ہے تا کہ سال بھر GSDP میں کے شعبہ واری تعاون میں آنے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جاسکے جو مختلف شعبہ جات کی تناسبی اہمیت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

تلنگانہ معیشت میں GSDP کے رجحانات (Trends of GSDP in Telangana Economy): GSDP کی شرح نمو ریاست کی معیشت کی کارکردگی کو ظاہر کرتی ہے اور شعبہ جاتی کارکردگی ایک خاص مدت میں ریاستی معیشت کے GSDP میں مختلف شعبہ جات کی ترتیب' اور وسعت میں آنے والی تبدیلیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

2011-12 سے 2019-20 تک تلنگانہ کی GSDP اور کل ہند GDP کو پیش کرتا ہے اور اس کے علاوہ مستقل اور موجودہ قیمتوں پر سالانہ نمو کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جہاں تک GSDP کا تعلق ہے تلنگانہ میں 2011-12 اور 2019-20 کے دوران موجودہ قیمتوں پر 3.59 لاکھ کروڑ سے 9.69 لاکھ کروڑ تک اور مستقل قیمتوں پر 3.59 لاکھ کروڑ سے 6.63 لاکھ کروڑ تک کا اضافہ ہوا۔ اس مدت میں کل ہند خام گھریلو پیداوار (GDP) میں موجودہ قیمتوں پر 87.36 لاکھ کروڑ سے 203.8 لاکھ کروڑ تک اور مستقل قیمتوں پر لاکھ کروڑ سے لاکھ کروڑ تک کا اضافہ درج کیا گیا۔ سالانہ شرح نمو کے لحاظ سے GSDP کی شرح نمو موجودہ قیمتوں پر 13%' 2012 میں 11.7 فیصد تھی اس میں 2018-19 میں 14.3 فیصد کا اضافہ ہوا اور 2019-20 میں موجودہ قیمتوں پر 12.6 فیصد تھی جب کہ اسی مدت میں کل ہند سطح

پر GDP کی شرح نمو میں موجودہ قیمتوں پر کمی واقع ہوئی جو بالترتیب 13.8 فیصد سے 11فیصد اور 7.5 فیصد تھی۔ 2011-12اور2019-20 کے دوران ریاست تلنگانہ' کل ہند GDP کی شرح نمو کے مقابلے میں سوائے2012-13 اور2013-14 کے اپنیGSDP کے حوالہ سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

2012-13 سے 2019-20 کے دوران تلنگانہ کی GSDP شرح نمو میں مستقل قیمتوں پر3% فیصد سے 8.2 فیصد کا اضافہ ہوا۔ کل ہند GDP کی شرح نمو میں 2012-13 میں 5.5 فیصد سے 2016-17 میں 8.3 فیصد کا اضافہ ہوا لیکن 2019-20 میں 5 فیصد تک کمی واقع ہوئی۔ اگر تلنگانہ کے GSDP کی شرح نمو کا کل ہند GDP کی شرح نمو سے موازنہ کیا جائے تو2013-14 اور2014-15 میں یہ کل ہند سطح سے کم ہے۔ لیکن اس کے بعد یہ کل ہند سطح سے زیادہ ہے۔

کل ہند GDP میں تلنگانہ کے حصہ کے لحاظ سے' موجودہ اور مستقل دونوں قیمتوں پر2011-12 سے2019-20 کے دوران 4.11 فیصد اور 4.5 فیصد کے درمیان پایا جاتا ہے۔

ریاست تلنگانہ کے GSVA میں سالانہ اوسط شعبہ واری شرح نمو

(Annual Average Sectoral Growth Rates in GSVA of Telangana State):

ابتدائی' ثانوی اور ثلثی شعبہ جات کی شرح نمو کو بنیادی قیمتوں میں جملہ اضافی قدر (GSVA) کی اصطلاح میں پیائش کی جاتی ہے۔ ان شعبہ جات کے اجزاء میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

(a) بنیادی شعبہ: یہ شعبہ فصلوں' مویشی پالن' جنگلات اور کندہ تراشی' سمکیات اور آبی کاشت اور معدنیات و کانکنی پر مشتمل ہوتا ہے۔

(b) ثانوی شعبہ: اس شعبہ میں اشیاء کی تیاری' الکٹرسٹی' گیس' پانی کی فراہمی اور دیگر استعمال خدمات و تعمیرات وغیرہ شامل ہیں۔

(c) ثلثی شعبہ : اس شعبہ میں تجارت اور مرمتی خدمات' ہوٹل و ریستوراں' حمل و نقل (ریلوے' سڑک' آبی و فضائی حمل و نقل اور ان کی ضمنی خدمات)' ذخیرہ' مواصلات اور نشریات سے متعلق خدمات' مالیاتی خدمات' جائیداد کی خرید و فروخت' گھروں کی ملکیت اور پیشہ ورانہ خدمات' عوامی نظم و نسق اور دیگر خدمات شامل ہیں۔

شعبہ جاتی تجزیہ' شعبوں کی سابقہ برسوں میں کام کی رفتار اور موجودہ برس کی متوقع کارکردگی کی تصویر پیش کرتا ہے۔

ریاست تلنگانہ میں GSVA موجودہ اور مستقل قیمتوں پر ابتدائی' ثانوی اور ثلثی شعبوں کی سالانہ اوسط شرح نمو کو جدول 10.2 میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر ہم ان شعبہ جات کی موجودہ قیمتوں پر اوسط سالانہ شرح نمو پر نظر ڈالتے ہیں تو' ابتدائی شعبہ کی شرح نمو 2012-13 میں 21.9 فیصد (مستقل قیمتوں پر 8.6 فیصد) سے 2015-16 میں کسی قدر 2.2 فیصد (58- فیصد مستقل قیمتوں پر) کی کمی آئی ہے اس کے بعد 2016-17 میں اس میں 17.1 فیصد تک اضافہ ہوا لیکن پھر 2019-20(AE) تک اس میں 15.8 فیصد (10.7 فیصد مستقل قیمتوں پر) تک کمی درج کی گئی۔ اسطرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس شعبہ میں شرح نمو کے پیٹرن میں ملے جلے رجحانات پائے جاتے ہیں۔

ثانوی شعبہ کے سلسلہ میں 2013-14 اور 2014-15 میں شرح نمو کا منفی تجربہ ہوا ہے۔ 2015-16 میں پائی جانے والی اونچی شرح نمو 20.3 فیصد (21.4 فیصد مستقل قیمتوں پر) اور کمترین شرح نمو 2016-17 میں صرف 1.6 فیصد (0.1 فیصد مستقل قیمتوں پر) اور 2019-20(AE) میں ایک مناسب شرح نمو 5.3 فیصد (1.7 فیصد مستقل قیمتوں پر) پائی جاتی ہے۔

ثلثی شعبہ کی شرح نمو 13-2012 سے 20-2019 کے دوران 18.4 فیصد سے 14.1 فیصد (مستقل قیمتوں پر 8.4 فیصد سے فیصد) کے درمیان پائی جاتی ہے۔ بحیثیت مجموعی 13-2012 سے 19-2018 کے دوران ریاست تلنگانہ کے شعبہ واری GSVA کی شرح نمو میں' موجودہ اور مستقل دونوں قیمتوں پر ہم ایک ملا جلا رجحان دیکھ سکتے ہیں۔

ریاست تلنگانہ کی خام ضلعی گھریلو پیداوار (Gross District Domestic product of Telangana State): خام ضلعی گھریلو پیداوار (GDDP) ایک متعینہ مدت عام طور پر ایک سال میں ایک ضلع کے جغرافیائی حدود میں پیدا کی جانے والی جملہ مکمل اشیاء و خدمات کی معاشی قدر کا مجموعہ ہے جس کو دوہری گنتی سے بچتے ہوئے شمار کیا جاتا ہے۔ DDP دوسرے اشاریوں کی طرح ضلع کی ترقی یا معاشی نمو کی پیائش کا ایک اہم اشاریہ ہے۔ ضلع حیدرآباد GDDP میں سرفہرست ہے' اس کے بعد رنگاریڈی' میڑچل' ملکاجگیری اور سنگاریڈی ہیں جو بالترتیب دوسرے' تیسرے اور چوتھے مقام پر ہیں۔ مزید یہ کہ ان چاروں اضلاع کی مجموعی GDDP ریاست کی GSDP کے 50 فیصد سے زیادہ پر مشتمل ہے۔

تلنگانہ اور کل ہند سطح پر موجودہ قیمتوں پر فی کس آمدنی

(Per capita Income at Current prices in Telangana and All India): فی کس آمدنی (PCI)' متعلقہ برس کی ریاستی گھریلو پیداوار کو درمیانی سال کی ریاستی یا قومی آبادی سے تقسیم کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

کئی برسوں میں تلنگانہ کی فی کس آمدنی (PCI) کل ہند کی بہ نسبت بہت اونچی ہے۔ ریاست کی فی کس آمدنی (PCI) میں 12-2011 میں 91,121 روپیوں سے (AE) 20-2019 میں 2,28.216 روپیوں کا تیز رفتار اضافہ درج کیا گیا جو کہ 12-2011 کی بہ نسبت 150 فیصد شرح نمو کو ظاہر کرتا ہے جب کہ کل ہند PCI میں 12-2011 میں 63,462 روپیوں سے AE 20-2019 میں 1,34,432 تک کا اضافہ درج کیا گیا جو کہ 12-2011 پر 111 فیصد ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ریاستی PCI میں کل ہند PCI کی بہ نسبت بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔

تلنگانہ میں ضلع واری فی کس آمدنی (District wise Per capita Income in Telangana): 16-2015 سے 18-2017 کے دوران ریاست کے از سر نو منظّم کئے گئے۔ فی کس آمدنی میں ضلع رنگاریڈی سرفہرست ہے جس کے بعد حیدرآباد' میڑچل' ملکاجگیری بالترتیب دوسرے اور تیسرے مقام پر ہیں۔ مزید یہ کہ اضلاع رنگاریڈی' حیدرآباد' میڑچل' ملکاجگیری اور سنگاریڈی کی فی کس آمدنی 16-2015 سے 18-2017 کے دوران ریاستی فی کس آمدنی سے بہت اونچی ہے۔ حکومت تلنگانہ کے Socio-economic Outlook 2020 نے ریاست کے نو منظّم 33 اضلاع کی فی کس آمدنی کو فراہم کیا ہے۔ اس کے مطابق فی کس آمدنی میں ضلع رنگاریڈی سرفہرست ہے جب کہ اضلاع حیدرآباد' میڑچل' ملکاجگیری بالترتیب دوسرے اور تیسرے مقام پر ہیں۔

آبادی کی گنجانیت (Population Density): آبادی کی گنجانی کا تعین فی مربع کلومیٹر رقبہ پر بسنے والے افراد کی اوسط تعداد سے کیا جاتا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہر آنے والے دہے میں ہندوستان میں اور ساتھ ہی ریاست تلنگانہ کے تمام اضلاع میں آبادی کی گنجانی میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کل ہندوستان کے بالمقابل تلنگانہ کم گنجان آبادی والا علاقہ ہے۔ حیدرآباد' ریاست کا صدر مقام ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ گنجان ضلع ہے جس میں فی مربع کلومیٹر 18,172 افراد بستے ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ گنجان آبادی والے علاقے فائدے اور نقصانات دونوں رکھتے ہیں۔وہ صنعتوں کے قیام' بنیادی سہولتوں اور خدماتی کاروباری اداروں بشمول تعلیمی و بینکنگ اداروں کو راغب کرتے ہیں' جو بڑے پیمانے پر کاروباری لین دین اور کامرس وتجارت کے قابل ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ آنے والے مسائل میں رہائش' صفائی وستھرائی' پانی کی فراہمی' گندی بستیاں' کاشتکاری کے لئے نسبتاً کم رقبہ' صنعتی وماحولیاتی آلودگی وغیرہ شامل ہیں۔

ریاست تلنگانہ کی آبادی کی شرح نمو کل ہند سطح پر آبادی کی شرح نمو سے کم ہے۔مردم شماری کے دہے 2001-11 میں تلنگانہ میں سالانہ اوسط شرح نمو 1.4 فیصد درج کی گئی ہے جب کہ کل ہند سطح کے لئے یہی شرح 1.84 فیصد ہے۔

خاندان کا سائز' درج فہرست اقوام وقبائل کی آبادی(Familyt size, SC/ST Population):

آبادی کی مردم شماری میں ایک خاندان یا گھرانہ افراد کا وہ مجموعہ ہے جو ایک ساتھ رہتے ہیں اور مشترکہ باورچی خانہ استعمال کرتے ہیں۔یہ آبادی کو گھرانوں کی تعداد سے تقسیم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔تلنگانہ میں اوسط خاندان کا سائز 4.2 ہے۔

مردم شماری 2011 کے مطابق ریاست تلنگانہ میں درج فہرست اقوام (SCs) کی آبادی' جملہ آبادی کا 15.45 فیصد ہے' اس کے برخلاف درج فہرست قبائل (STs) کی آبادی' جملہ آبادی کا 9.08 فیصد ہے۔2011 کی مردم شماری کے مطابق درج فہرست اقوام کی جملہ آبادی ہے 54,08,800 اور درج فہرست قبائل کی آبادی 31,77,940 ہے۔ازنو منظّم ہونے والے 31 اضلاع میں SC آبادی کا سب سے اونچا فیصد ضلع نلگنڈہ میں اور سب سے کم فیصد ضلع کمرم بھیم میں پایا گیا(جب کہ سابقہ اضلاع میں سب سے زیادہ فیصد ضلع کریم نگر میں اور سب سے کم فیصد ضلع حیدرآباد میں پایا جاتا تھا۔) جہاں تک ST کا تعلق ہے' ان کی آبادی کا سب سے بڑا فیصد ضلع بھدرادری' کوتہ گوڑم میں اور سب سے کم فیصد جوگولمبا۔گدوال میں پایا جاتا ہے(سابقہ اضلاع میں ان کی آبادی کا سب سے بڑا فیصد ضلع کھمم میں اور سب سے کم فیصد ضلع حیدرآباد میں پایا جاتا تھا)

یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ آبادی میں نمو کی شرح دیہی علاقوں کی بہ نسبت شہروں میں کم ہے۔جس کی وجہ ممکن ہے کہ شہری علاقوں میں پائی جانے والی خواندگی کی اونچی شرح اور تعلیم کی اونچی سطح ہو۔

تلنگانہ میں جنسی تناسب(Sex Ratio in Telangana): اس کا تعین فی 1000 مردوں پر خواتین کی تعداد سے کیا جاتا ہے۔2011 کی مردم شماری کے مطابق تلنگانہ میں جنسی تناسب 1000 مردوں پر 988 خواتین کا ہے۔جب کہ یہ تناسب ہندوستان کی سطح پر (Socio Economic Outlook 2020)' 1000 مردوں پر 943 خواتین ہے۔اس طرح ریاست تلنگانہ' قومی سطح کی بہ نسبت زیادہ خواتین کی آبادی کا حامل ہے۔

تلنگانہ میں شعبہ زراعت(Agriculture in Telangana): "Allan Savory" کے مطابق زراعت محض فصلیں اگانے کا نام نہیں ہے' جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔یہ زمین اور پانی سے غذا اور ریشہ کی پیداوار ہے۔زراعت کا مستحکم نمو ہمیشہ سے ریاستی اور مرکزی دونوں حکومتوں کا لازمی لائحہ عمل رہا ہے' زراعت کا شعبہ بنیادی طور پر بارش پر اور بڑی حد تک ختم ہوئے زیرزمین پانی کے ذخائر پر منحصر ہوتا ہے۔ ریاست کی آبادی کا تقریباً 55.49 فیصد حصہ اپنی گذر بسر کے لئے کھیتی کی سرگرمیوں پر منحصر ہے۔مجموعی ریاستی اضافی قدر (GSVA) میں زراعت کے شعبہ کا حصہ (FRF) 2018-19 کی موجودہ قیمتوں پر 18.1 فیصد ہے(مستقل قیمتوں پر 15.6 فیصد) اور 2019-20

(AE) کے موجودہ قیمتوں پر 18.6 فیصد (مستقل قیمتوں پر 16 فیصد) ہے۔

جغرافیائی رقبہ کے لحاظ سے تلنگانہ 112.08 لاکھ ہیکٹر کے ساتھ ہندوستان کی 12 ویں بڑی ریاست ہے' جس کا تقریباً 60% فیصد رقبہ قابل کاشت ہے۔ سال 19-2018 میں تقریباً 48.98 لاکھ ہیکٹر رقبہ نقد فصلوں کے تحت ہے اور 60.59 لاکھ ہیکٹر رقبہ مجموعی فصلوں کے تحت ہے۔ جنگلات 26.98 لاکھ ہیکٹر رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں جو جملہ جغرافیائی رقبہ کا 24.07 فیصد ہے۔ تقریباً 8.34 لاکھ ہیکٹر زمین غیر زرعی استعمال میں ہے' 15.78 لاکھ ہیکٹر زمین افتادہ پڑی ہوئی ہے۔ 6.07 لاکھ ہیکٹر زمین کاشتکاری کے لئے مناسب نہیں ہے اور باقی 5.94 لاکھ ہیکٹر رقبہ مستقل چراگاہوں وغیرہ کی حیثیت سے پایا جاتا ہے۔

ریاست تلنگانہ بے شمار وسائل سے مالا مال ہے جیسے بہترین مٹی' مختلف فصلی پیٹرن' گوداوری اور کرشنا جیسی دریاؤں سے آبرسانی پر مشتمل بڑا آب پاشی نظام' بڑے پیمانے کی فصلوں جیسے غذائی اجناس' تیل کے بیج' دالوں وغیرہ کے لئے موزوں مٹیوں کی اقسام' تلنگانہ میں زراعت سے متعلق بے شمار اہم ادارے موجود ہیں۔ جن میں Indian Council of Agriculture Research (ICAR) اور International Crop Research Institute for the Semi-Arid Tropics (ICRISAT) شامل ہیں۔

ریاست کی اہم غذائی فصلیں چاول' جوار' سرخ چنا' سبز چنا اور مکئی ہیں جب کہ اہم تجارتی فصلیں کپاس' مرچ' ہلدی' پھلی' سویابین ہیں اور روغن تاڑ (Palm Oil) ہیں۔

تلنگانہ میں غذائی اور غیر غذائی دونوں کے تحت رقبہ

(Area under Food and Non food Crops in Telangana):

غذائی فصلیں وسیع طور پر اناج' باجرہ' دالوں اور غیر غذائی فصلیں کپاس تیل کے بیج' پھولوں وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ 18-2017 کے دوران 37.14 لاکھ ہیکٹر رقبہ پر اگائی جاتی تھیں۔ ریاست میں اگائی جانے والی' اہم غیر غذائی فصلیں' کپاس' تیل کے بیج' پھول' خوشبودار پودوں' تمباکو اور چارہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ غیر غذائی فصلوں میں کپاس' خریف کے موسم میں اگائی جانے والی اہم اور مستقل فعل ہے جو عام طور پر غیر آب پاشی زمینات پر اگائی جاتی ہے۔ کے دوران یہ غیر غذائی فصلیں 23.45 لاکھ ہیکٹر رقبہ پر اگائی گئی ہیں۔

ریاست کے فصلوں کے تحت جملہ رقبہ کا بڑا حصہ غذائی فصلوں کے تحت پایا جاتا ہے۔ 16-2015 میں جملہ کاشتکاری کے رقبہ میں غذائی' غیر غذائی فصلوں کے تحت رقبہ بالترتیب 53% فیصد اور 47% تھا۔ کے مطابق' (Agricultural Statistics at a Glance 2015-16 DES کے مطابق' ضمیمہ VII اکائی کے آخر میں منسلک ہے) اور یہ سال 19-2018 میں بالترتیب 61.2 اور 38.8 فیصد تھا (Socio-Economic Outlook-2020 GoT کے مطابق)۔ تلنگانہ میں غذائی فصلوں میں 02-2001 میں 02-2001 میں 70.8 فیصد سے بتدریج کمی واقع ہو کر 19-2018 میں 61.2 فیصد ہو گئی جس کی بنیادی وجہ عام اناج کے تحت رقبہ میں آنے والی کمی ہے۔ کئی برسوں تک دھان' کپاس' مکئی ریاست میں اگائی جانے والی فصلوں میں اہمیت کی حامل فصلیں رہی ہیں۔ یہ تین فصلیں ریاست میں زیر کاشت رقبہ کے تقریباً 74 فیصد رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں۔

19-2018 میں غذائی و غیر غذائی فصلوں کے تحت (Area Under Food and Non-food Crops in

(2018-19:   تلنگانہ میں 19-2018 میں ربیع وخریف کے موسم کے تحت جملہ کاشت کا رقبہ 57.75 لاکھ ہیکٹر تھا۔ 19-2018 میں موسم خریف میں کاشت کئے تھے۔ 4.5. لاکھ ہیکٹر رقبہ میں تقریباً 53.9 فیصد رقبہ غذائی فصلوں کے تحت اور باقی 46.1 فیصد رقبہ غیر غذائی فصلوں کے تحت تھا۔ تاہم موسم ربیع میں جملہ کاشتکاری کے تحت رقبہ 12.75 لاکھ ہیکٹر میں سے 87 فیصد یعنی 11.07 لاکھ ہیکٹر رقبہ پر غذائی فصلیں اگائی گئیں۔

تلنگانہ کے شعبہ زراعت کے رہنما پروگرام

(Agricultural Sector Flagship programmes of Telangana):

(a) ریتو بندھو(Rythu Bandhu): ریتو بندھو اسکیم کا مقصد ریاست تلنگانہ میں کسانوں کو قرض کے بوجھ سے چھٹکارہ دلانے کی غرض سے سرمایہ کاری میں امداد کے ذریعہ بااختیار بنانا ہے۔ اس کا آغاز 10/مئی 2018 کو ہوا۔ حکومت زرعی و باغبانی فصلوں کے لئے داخلات جیسے بیج، کھاد، جراثیم کش ادویات، مزدوروں اور کسان کے منتخبہ موسمی فصلوں میں مختلف ضروریات کے لئے کی جانے والی سرمایہ کاری کی خاطر تمام کسانوں (پٹہ داروں) کو 4000 روپئے فی ایکر فی موسم (8000 روپئے سالانہ)، سرمایہ کاری امداد فراہم کرتی ہے۔

20-2019 کے دوران حکومت تلنگانہ نے سرمایہ کاری امداد اسکیم کے تحت رقم میں 4000 روپیوں سے اضافہ کر کے 5000 روپئے فی ایکر فی موسم کر دیا ہے۔

(b) ریتو بیمہ(Rythu Bima): حکومت تلنگانہ نے ریتو بیمہ اسکیم کا آغاز 15/اگست 2018 سے کیا۔ اس کا مقصد متاثرہ کسان کی موت کی صورت میں اس کے ارکان خاندان/دست نگر افراد کو تحفظ اور مالی امداد فراہم کرنا ہے۔ اسکیم ہر کسان کو 5 لاکھ روپے کا بیمہ فراہم کرتی ہے۔

تلنگانہ میں شعبہ صنعت(Industrial Sector in Telangana) : ریاست تلنگانہ بڑے پیمانہ پر اشیاء تیار کرنے والی صنعتوں کا مسکن ہے۔ تلنگانہ میں فی الحال وافر مقدار میں ڈرگس (منشیات)، دواسازی، زرعی پراسسنگ، سمنٹ او معدنیات پر مبنی صنعتیں، پارچہ جات وملبوسات، باغبانی اور مرغبانی کی صنعتیں موجود ہیں۔ ریاست ملک میں بڑے صنعتی ریاستوں میں شمار ہوتی ہے اور صنعتوں کے لحاظ سے چھٹے مقام پر اور صنعتوں کے ذریعہ مجموعی اضافی قدر کے لحاظ سے آٹھویں مقام پر ہے۔ (FRE) 2018-19 میں GSVA میں شعبہ صنعت کا حصہ موجودہ قیمتوں پر 17.4 فیصد (مستقل قیمتوں پر 19.9 فیصد) تھا اور (AE) 2019-20 اس میں کمی آ کر 16.2 فیصد (مستقل قیمتوں پر 18.7 فیصد) ہوگیا۔

Industrial Data کے سالانہ سروے کے مطابق، ریاست تلنگانہ میں صنعتوں کی تعداد میں 09-2008 میں 7357 سے 13-2012 میں 10,279، 14-2013 میں 11,068، 15-2014 میں 11,995 اور 16-2015 میں 12,353 تک اضافہ ہوا۔ ریاست میں 09-2008 کے دوران کارخانوں کی تعداد میں 68 فیصد نمو اور 15-2014 کے دوران 3 فیصد نمو درج کیا گیا۔ ریاست میں اشیاء تیار کرنے والی اکائیوں کی مجموعی اضافی قدر (GVA)، 09-2008 میں 24,117 کروڑ روپئے تھی جس میں 15-2014 میں

34,322 کروڑ روپیوں اور 2015-16 میں 44,840 کروڑ تک کا اضافہ ہوا ہے۔ 2008-09 کے مقابلے تقریباً 85 فیصد اور 2014-15 کے مقابلے تقریباً 31 فیصد نمو کو ظاہر کرتا ہے۔

تلنگانہ میں نہایت چھوٹا، چھوٹا اور درمیانی کاروباری شعبہ (Micro, Small and Medium Enterprises (MSME) in Telangana):

نہایت چھوٹے، چھوٹے اور درمیانی کاروباری ادارے (Micro, Small and Medium Enterprises) (MSME)، ضمنی اکائیوں کی حیثیت سے بڑی صنعتوں کو تکمیلی اشیاء فراہم کرتے ہیں اور ریاست میں شمولیت پر مبنی نمو اور علاقائی متوازن ترقی میں اپنا غیر معمولی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ شعبہ کم ہنرمند افراد کو نسبتاً اصل لاگت پر روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ریاست تلنگانہ میں برسوں کے دوران MSME کی تعداد میں مستحکم اضافہ کیا گیا ہے۔ ریاست کی تشکیل کے بعد سے زیادہ سے زیادہ 8435 اکائیوں نے کام کرنا شروع کیا تھا جن کی سرمایہ کاری تقریباً 11,847 کروڑ روپئے ہے اور ان نہایت چھوٹے، چھوٹے اور درمیانی فرموں میں 2015-19 کے دوران 1.59 لاکھ زائد روزگار کے مواقع فراہم کئے گئے۔

چھوٹی (Micro) صنعتیں، جملہ اکائیوں کے ایک بڑے حصے یعنی 58 فیصد پر مشتمل ہیں لیکن دیگر دو پیمانوں یعنی سرمایہ کاری (11.92 فیصد) اور روزگار کی تخلیق (30.12 فیصد) کے لحاظ سے یہ نسبتاً بہت کم ہیں۔ چھوٹی اکائیاں تقریباً 63.45 فیصد کی اونچی سرمایہ کاری اور 55.41 فیصد روزگار کی تخلیق کی حامل ہیں۔

تلنگانہ کی نئی صنعتی پالیسی (New Industrial Policy in Telangana): ریاست تلنگانہ نے 29 ویں ریاست کی حیثیت سے ابھرنے کے بعد، اپنی نئی صنعتی پالیسی فریم ورک 2014 کو ظاہر کیا۔ ریاست کا صنعتیانے کے لئے وزن ہے "تحقیق برائے اختراعات، اختراعات برائے صنعت، صنعت برائے خوشحالی"۔

ریاست تلنگانہ کا صنعتی منظوری اور خود تصدیق نظام (TS-IPASS) ایکٹ 2014 (Telangana State Industrial Project Approval and Self Certification System (TS-IPASS) Act 2014):

اس پالیسی کے ذریعہ خود تصدیق کے ذریعہ منظوری کے ایک نظام (System) کو متعارف کروایا گیا ہے۔ اس سے ایک ہی مقام پر مختلف صداقت ناموں کی اجرائی کے لئے کی گئی درخواستوں کی تیز رفتار یکسوئی ممکن ہوجاتی ہے۔ TS-IPASS کی اہم خصوصیات اس طرح ہیں:

(a) تلنگامہ ملک کی وہ واحد ریاست ہے جو صنعتی منظوری کے حصول کو حق تسلیم کرتی ہے۔ (b) درخواست گذار کی خود تصدیق کی بنیاد پر منظوری۔ (c) 23 محکمہ جات سے متعلق 30 اجازت ناموں کا (TS-IPASS) میں شامل ہونا۔ (d) تمام محکمہ جات کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مشترکہ درخواست فارم کی تیاری۔ (e) منسلکہ جات کو 110 سے گھٹا کر 10 کردیا گیا جو تمام محکمہ جات کے لئے مشترکہ ہیں۔ (f) تمام منظوریوں کے لئے وقت کی حد (Timeline) کا تعین کیا گیا۔ (g) تمام منظوریاں طئے شدہ مدت کے اندر دی جائیں گی جو منظوری کی پیچیدگیوں کی بنیاد پر ایک دن سے 30 دن ہوسکتی ہیں۔ جس میں ناکامی منظوری سمجھی جائے گی۔ (h) وزیر اعلیٰ کے دفتر میں ایک

صنعتی تعاقب سیل(Industry Chasing cell) قائم کیا گیا جو ایک پرنسپل سکریٹری کی سرکردگی میں کام کرے گا' جس کا مقصد بڑے پروجیکٹس پر عملدرآمد اور بین محکمہ جاتی ربط وضبط کی نگرانی کرے گا۔(i) درخواست گذار کو وقت کے اندر منظوری کے حصول میں تاخیر کی وجوہات کا حق دیا گیا۔(j) شکایات کے ازالہ کا موثر میکانزم اور TS-IPASS(k) قانون' متعینہ وقت کے اندر منظوری میں ناکام عہدیداروں پر جرمانے عائد کرنے کی گنجائش فراہم کرتا ہے۔فی الحال جرمانہ ایک ہزار(1000) روپئے فی یوم ہے۔

تلنگانہ میں شعبہ خدمات(Service Sector in Telangana) :جب کبھی ریاست کی معیشت ترقی کرتی ہے وہ ایک زرعی معیشت سے صنعتی معیشت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔معاشی ترقی کے اڑان بھرنے کے مرحلے پر خدمات کا شعبہ تیزی سے ترقی کرتا ہے حتیٰ کہ صنعتی شعبہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

تلنگانہ میں انفارمیشن ٹکنالوجی اور انفارمیشن ٹکنالوجی کی فراہم کردہ خدمات کا شعبہ IT and ITes Sector in Telangana :

انفارمیشن ٹکنالوجی میں ریاست ملک بھر میں' پیداوار اور برآمدات کے لحاظ سے سرفہرست ہے۔IT شعبہ کی ٹکنالوجی میں آنے والی تیز رفتار تبدیلی نے نئے موقعوں میں اضافہ کیا ہے۔ خاص طور پر Big-data Analytics' Cyber Security' Cloud Computing' Animation اور Gaming وغیرہ ہیں۔تلنگانہ کا دارالسلطنت حیدرآباد اب عالمی سطح پر IT کے ایک مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

2018-19 میں ریاست کے سافٹ ویر اور IT پیداوار کی جملہ قدر 1,09,219 کروڑ روپئے (15.6 بلین امریکی ڈالر) شمار کی گئی۔ملک کی IT برآمدات میں ریاست تلنگانہ نے 11% سے زائد کا تعاون دیا ہے اور حیدرآباد IT شعبہ سے آمدنی کے حصول میں ملک میں دوسرے مقام پر ہے۔

انفارمیشن ٹکنالوجی پالیسی فریم ورک(IT Policy Framework):حکومت تلنگانہ نے IT اور ITes کے شعبہ جات کے نمو میں اضافہ کرنے' سرمایہ کاری کو راغب کرنے اور روزگار کی تخلیق کے لئے ایک ICT پالیسی فریم ورک کی تشکیل کی جس کا مقصد ریاست کو ملک بھر میں ٹکنالوجی سرمایہ کاری کے لئے سب سے زیادہ ترجیحی مقام کی حیثیت سے ترقی دینا ہے۔

(i) IMAGE ٹاور(IMAGE Tower): حکومت Animation' Gaming اور VFX صنعت کو ترقی دینے کی خاطر ایک ایسے مقام کو قائم کردیا ہے جہاں لگن وسرشاری کے ساتھ کام کیا جاسکے یعنی IMAGE ٹاور جو انفراسٹرکچر اور خدمات کی جدید ترین ٹکنالوجی سے لیس سب سے بہترین مقام(State of the Art) ہوگا۔

IMAGE ٹاور کو (ضلع رنگاریڈی کے دیہات رائے درگم میں)10 ایکر رقبہ پر فراہم کیا جارہا ہے۔اور جس کو عوامی وخانگی شراکت داری(PPP) کے طریقہ پر 1,000 کروڑ کی لاگت سے تیار کیا جارہا ہے۔

(ii) تلنگانہ میں تاروں کا جال(T-Fiber) پروجیکٹ(Telangana Fiber Grid (T-Fiber) Project):

حکومت تلنگانہ نے اس پروجیکٹ کی شروعات 2015 میں کی ہے جس کا وژن انتہائی جدید ٹکنالوجی پر مبنی نیٹ ورک انفراسٹرکچر کو قائم کرنا ہے

(IV) تلنگانہ اکیڈمی برائے ہنر و معلومات(Telangana Academy for Skill and Knowledge (TASK)):

حکومت تلنگانہ نے ایک منفرد ادارہ تلنگانہ اکیڈمی برائے ہنر و معلومات(TASK) کا قیام عمل میں لایا' جس کا مقصد IT اور ITes

لائف سائنس، صحت نگہداشت، فضائیات، بینکنگ اور مالی خدمات کے میدان میں باصلاحیت، ہنرمند، مزدور قوت کو فروغ دینا ہے۔ اس کو طلباء میں صنعتی تیاری کا ہنر، تکنیکی اور غیر تکنیکی (Soft Skills) دونوں ہنر پیدا کرنے کے ذریعہ ان کے معیار کو مستحکم کرتی ہے۔

مذکورہ بالا کے علاوہ حکومت تلنگانہ اضلاع ورنگل، کریم نگر، کھمم اور نظام آباد میں IT incubation centre کو فروغ دے رہی ہے تاکہ نوجوانوں کے لئے ٹکنالوجی سے متعلق ملازموں کو یقینی بنایا جاسکے۔

تلنگانہ سیاحت (Telangana Tourism): عوام کی آمدنی کی سطح میں اضافہ سے سیاحت کی صنعت کی توانائی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ تاہم اس شعبہ کی صلاحیت میں اضافہ کا انحصار آنے والے سیاحوں کو بہتر سہولیات کی فراہمی اور سیاحت سے متعلقہ سہولیات میں اضافہ پر ہے۔ 2014 میں ملکی و بیرونی تقریباً 7.24 کروڑ سیاحوں نے تلنگانہ کا دورہ کیا جب کہ 2015 میں 9.46 کروڑ سیاحوں نے دورہ کیا جو 30 فیصد اضافہ کو ظاہر کررہا ہے۔ 2016 میں سیاحوں کی تعداد میں 9.53 کروڑ تک کا اضافہ ہوا، سال 2017 میں 8.55 کروڑ اور 2018 میں 9.32 کروڑ ملکی وغیر ملکی سیاحوں نے تلنگانہ کا دورہ کیا۔

(A) دریائے گوداوری کا طاس (Godavari River Basin)

(i) کالیشورم پراجیکٹ: کالیشورم پراجیکٹ سابقہ ڈاکٹر امبیڈکر پرانا ہیتا چیوڑلہ سوجالہ شرانتی پراجیکٹ سے حاصل کیا گیا۔ درحقیقت، ڈاکٹر امبیڈکر پرانا ہیتا چیوڑلہ سوجالا شراونتی پروجیکٹ (Godavari Water Dispute Tribunal (GWDT) کے فیصلہ کے مطابق، گوداوری طاس کے TMC 160 پانی کے استعمال کا منصوبہ رکھتا تھا جس کے لئے Tummidihatti نامی دیہات کے پاس ایک پشتہ تعمیر کرنا طئے پایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ 160 ٹی یم سی پانی کا رخ موڑ کر تلنگانہ کے سابقہ 7 اضلاع، عادل آباد، نظام آباد، کریم نگر، میدک، ورنگل، نلگنڈہ اور رنگا ریڈی کی پینے اور صنعتی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ 16.40 لاکھ ایکرز مین کو سیراب کیا جائے، مزید یہ بھی طئے کیا گیا تھا کہ اس سے برسرراہ تمام دیہات وقصبہ جات کو پینے کے پانی کے لئے 10 ٹی ایم سی، حیدرآباد وسکندرآباد کے جڑواں شہروں کے پینے کے لئے 30 ٹی یم سی، اور صنعتی استعمال کے 10 ٹی یم سی پانی سربراہ کیا جائے گا۔ پراجیکٹ کے جملہ کاموں کو 7 کڑیوں (Links) اور 28 پیکیجس میں تقسیم کیا گیا۔ تمام 28 'Packages کے لئے 08-2007 اور 09-2008 کے دوران معاہدات بھی تکمیل پاگئے تھے۔ لیکن تلنگانہ اور مہاراشٹرا کی حکومتوں کے درمیان مکمل ذخیرہ کی سطح (Full Reservoir level) (FRL) اور دریائے گوداوری پر پشتہ کی تعمیر کی مناسبت کو لے کر ہوئے ایک معاہدہ کے بعد ڈاکٹر بی آر امبیڈکر پرانا ہیتا چیوڑلہ سوجا تا شراونتی پروجیکٹ کی از سر نو تعمیراتی منصوبہ بندی (Re-engineering) کی گئی اور اصل پروجیکٹ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ ایک کالیشورم اور دوسرا بی آر امبیڈکر پرانا ہیتا پراجیکٹ (عادل آباد) جن کو ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔

نمونہ سوالات (Model Questions)

1۔مندرجہ ذیل بیان جو صحیح نہیں ہے

A۔خام مال کو شکلی، مقامی، وقتی، افادہ سے جوڑتے ہوئے مکمل اشیاء میں تبدیل کرنے کے عمل کو پیداوار (Production) کہتے ہیں۔

B۔زر کی ایجاد سے قبل بارٹر نظام رائج تھا۔

C۔مبدلہ (Exchange) کا تعلق شئے کے تبادلہ سے ہے۔

D۔ مندرجہ بالا میں کوئی نہیں۔

2۔ ذیل میں دیے گئے کالموں کے مندرجات کا تقابل کرتے ہوئے صحیح جوڑ رکھنے والا جواب کونسا ہے بتلائیے۔( )

a۔جزوی معاشیات I۔مجموعوں کا مطالعہ ہے

b۔کلی معاشیات II۔انفرادی اکائیوں کا مطالعہ ہے

c۔مثبت معاشیات III۔یہ ایک باقاعدہ منظّم معلومات کا مجموعہ ہے جس کا تعلق ''کیا ہے'' سے ہوتا ہے

d۔معیاری معاشیات IV۔یہ ایک باقاعدہ معلومات کا مجموعہ ہے جس کا تعلق 'کس طرح ہونا چاہئے'' سے ہے

ذیل میں دئے گئے صحیح کوڈ کا انتخاب کیجئے

A۔ IV۔d III۔c I۔b II۔a   B۔ IV۔d III۔c II۔b I۔a

C۔ IV۔d III۔c II۔b I۔a   *D*۔ IV۔d III۔c II۔b I۔a

3۔ مندرجہ ذیل بیانات میں صحیح بیان کونسا ہے؟

A۔ قومی آمدنی کسی بھی ملک میں سالانہ پیدا ہونے والی اشیاء اور خدمات کی بازاری قدر ہے۔

B۔ مشینوں کی ٹوٹ پھوٹ یا تبدیلی کی قیمت کو فرسودگی کہتے ہیں۔

C۔ فی کس آمدنی کسی بھی ملک کے افراد کی اوسط آمدنی ہوتی ہے۔

***D*۔اوپر کے تمام**

4۔درج ذیل میں سے کس جز کا تعلق عوامی مالیہ سے نہیں ہے؟

A۔ عوامی آمدنی (Public Revenue)

B۔ محصول آمدنی (Tax revenue)

C ۔ روزگار اور اجرت

D۔عوامی خرچ (Public Expenditure)

5۔ ذیل میں درج کن اشیاء پر اشیاء وخدمات محصول (GST) لاگو نہیں کیا جاتا؟

A۔ کافی، چائے، کریم اور پنیر   B۔ گھی، ڈرائی فروٹ، ٹوتھ پاوڈر اور اگربتی

C ۔ کسٹم ڈیوٹی، الکوہل اور پٹرول   D۔Cornflakes، کیک پیشتری، Sauces، آئس کریم اور Mineral Water

6۔ مندرجہ ذیل کالموں کا تقابل کرتے ہوئے صحیح جوڑ کونسا ہے بتلائیے۔ ( )

a۔**آمدنی خسارہ** I۔ جملہ اخراجات اور جملہ آمدنی کے درمیان کا فرق اور اس میں مارکٹ قرضوں کو جمع کرنا ہے۔

b۔**بجٹ خسارہ** II۔انفرادی اکائیوں کا مطالعہ ہے

c۔**بنیادی خسارہ** III۔مالی خسارہ تفریق سود کی ادائیگیاں ہے

d۔**مالی خسارہ** IV۔آمدنی اخراجات آمدنی وصولیات سے بڑھ جاتے ہیں۔

A۔ I-a II-b III-c IV-d　B۔ I-a II-b III-c IV-d

C۔ I-a II-b III-c IV-d　*D*۔ IV-a II-b III-c I-d

7۔ لفظ 'Money' کو کس ملک کی دیوی جونو مونیٹا (Juno Moneta) کے نام سے اخذ کیا گیا ہے۔ ( )

A۔روم کی دیوی　B۔یونان کی دیوی　C۔چین کی دیوی　D۔ہندوستان کی دیوی

8۔ مندرجہ ذیل بینکوں کے قیام کا درست سن کونسا ہے نیچے دیے گئے جوابات سے صحیح جواب منتخب کیجئے۔ ( )

a۔**بینک آف ہندوستان** I ۔1843　b۔**بینک آف بنگال** II ۔1840

c۔**بینک آف بمبئی** III ۔1809　d۔**بینک آف مدراس** IV ۔1770

A۔ I-a II-b III-c IV-d　B۔ I-a II-b III-c IV-d

C۔ I-a II-b III-c IV-d　*D*۔ II-a I-b III-c IV-d

9۔ NEFT ذیل میں ک کا مخفف ہے۔ ( )

A۔ National Electronic Fund Transfer　B۔ New Electronic Fund Transfer

C۔ National Emergency Fund Transfer　D۔ New Electronic Fast Traansfer

10۔ ریتو بندھو کا آغاز کب ہوا؟ ( )

A۔ 10/مئی 2018　B۔ 10/جون 2018　C۔15/اگست 2018　D۔04/اگست 2021

11۔ذیل میں درج کالموں کا تقابل کرتے ہوئے صحیح جوڑ کونسا ہے بتلائیے؟ ( )

a۔ حیدرآباد　I۔پہلا مقام　b۔ رنگاریڈی　II۔تیسرا مقام

c۔میڑچل ملکا جگری　III۔دوسرا مقام　d۔ سنگاریڈی　IV۔چوتھا مقام

A۔ I-a II-b III-c IV-d　B۔ I-a II-b III-c IV-d

C۔ I-a III-b II-c IV-d　*D*۔ I-a II-b III-c IV-d

12۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں جنسی تناسب 1000 مردوں پر 943 خواتین ہے ریاست تلنگانہ کا جنسی تناسب کیا ہے؟ ( )

A۔ 1000 : 900　*B۔ 1000 : 988*　C۔1000 : 999　D۔1000 : 899

13۔ریاست تلنگانہ میں موجود پراجکٹس اور متعلقہ اضلاع دئے گئے ہیں۔ان سے انتخاب کرتے ہوئے صحیح جوڑ کیا ہے بتلائیے؟ ( )

a۔ پالیم واگو پراجکٹ　I۔ضلع ملگ/ملگو

b۔ سری رام ساگر پراجکٹ　　II۔ضلع آصف آباد

c۔کڑم پراجکٹ　　III۔ضلع نظام آباد

d۔ تھپا گلا گوڑیم　　IV۔ضلع عادل آباد

V۔ضلع بھوپال پلی

A۔ I-a II-b III-c IV-d　　B۔ I-a II-b III-c IV-d

C۔ I-a III-b II-c V-d　　D۔ I-a II-b III-c IV-d

14۔صنعتی اعداد و شمار (Industrial Data) کے سالانہ سروے کے مطابق ریاست تلنگانہ میں صنعتوں کی تعداد کتنی ہے۔ذیل میں دیے گئے کالموں سے منتخب کرتے ہوئے صحیح جواب کونسا ہے بتلایئے۔ (　　)

a۔ 2012-13　　I۔10279

b۔ 2013-14　　II۔11995

c۔2014-15　　III۔11068

d۔2015-16　　IV۔ 12353

V۔7357

A۔ I-a II-b III-c IV-d　　B۔ I-a III-b II-c IV-d

C۔ I-a II-b III-c IV-d　　D۔ I-a II-b III-c IV-d

15۔مندرجہ ذیل بیان جو TS-IPASS کے متعلق صحیح نہیں ہے۔کونسا ہے؟ (　　)

A۔درخواست گذار کی خود تصدیق کی بنیاد پر منظوری۔

B۔منظوریوں کی طئے شدہ مدت ایک دن سے 30 دن ہوسکتی ہیں۔جس میں ناکامی منظوری سمجھی جائے گی۔

C۔یہ قانون متعینہ وقت کے اندر منظوری میں ناکام عہدیداروں پر جرمانے عائد کرنے کی گنجائش فراہم کرتا ہے۔

D۔ مندرجہ بالا میں کوئی نہیں۔

صحیح جوابات

سوال نمبر	1	2	2	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
جواب	D	A	D	C	C	D	A	D	A	A	C	A	C	B	D